

فزون کے تاریخی حقائق

ڈاکٹر حشمت جاہ

بلاشبہ بنی اسرائیل 72 گروہوں میں
تقسیم ہوئے اور میری امت 73 گروہوں
میں بے گی ایک کے علاوہ سارے آگ میں
جائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، وہ کونسا
گروہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اس دین
پر ہوں گے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔
(ترمذی: 2641)

نجم الغنی راپوری کی کتاب سے لیے گئے 73 فرقوں کی تاریخ و عقائد

73 فرقوں کی تاریخی حقائق

ترتیب: ڈاکٹر حشمت جاہ

شرکت الامتیاز

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

نام کتاب: تہتر فرقوں کے تاریخی حقائق

مؤلف: ڈاکٹر حشمت جاہ

ناشر: شرکت الایمیاہ

کمپوزنگ: احمد گرانفس

تعداد: 500

اشاعت سن: 2011ء

قیمت: 400 روپے

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
42	منہیلہ	22	11	حدیث افتراق امت کی تحقیق	1
43	سریغیہ	23	13	یہود و عیسائی کے فرقے	2
43	غرابیہ	24	15	فرقہ ناجی و ناری	3
43	ذبابیہ	25	18	فرقوں کی تقسیم	4
44	ذمیہ	26	20	شیعہ	5
44	علیایہ	27	20	خوارج	6
45	اشئیبیہ	28	20	جبریہ	7
45	خمسیہ اور خمسہ	29	20	قدریہ	8
46	امویہ	30	20	جمہیہ	9
46	غمامیہ	31	21	مرجیہ	10
46	رزامیہ	32	22	فرقہ شیعہ	11
47	غزاقریہ یا شلمغانیہ	33	30	غلاة	12
51	اسحاقیہ	34	31	سبائیہ	13
52	نصیریہ	35	34	کالمیہ	14
55	علویہ	36	35	مغیریہ	15
58	مفتھیہ	37	37	بنانیہ	16
6	راوندیہ	38	38	جنابیہ	17
63	بسلمیہ	39	39	منصوریہ	18
64	طلابیہ	40	39	خطابیہ	19
65	کیسانیہ حرماقیہ	41	41	معمریہ	20
65	کسانیہ	42	41	بزیغیہ	21

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
122	نفسیہ	64	68	مختاریہ	43
123	محمدیہ	65	74	کریبیہ	44
123	حسینیہ	66	75	اسحاقیہ	45
124	باقریہ	67	75	ہاشمیہ	46
124	حاصرہ	68	76	حربیہ کندیہ	47
124	میثیہ	69	78	حارثیہ	48
125	حکمیہ	70	78	طیاریہ	49
123	حسینیہ	71	79	حسانیہ	50
124	باقریہ	72	79	عباسیہ	51
126	جوانقیہ	73	85	زیدیہ	52
126	زراریہ	74	96	زیدیہ کے بعض عقائد	53
127	یونسیہ	75	97	جارودیہ	54
127	ملوضہ یا القوضیہ	76	99	دکینیہ	55
128	نعمانیہ	77	99	سلیمانیہ (جریمیہ)	56
129	بدائیہ	78	100	بتریہ (تومیہ)	57
132	تاوسیہ	79	101	نفسیہ	58
133	عماریہ	80	101	یعقوبیہ	59
133	عماسیہ	81	101	حسبیہ	60
134	اسحاقیہ	82	102	صالحیہ	61
134	بلخوریہ	83	102	امامیہ	62
134	منصلیہ تطعیہ	84	110	دعلیہ	63

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
161	نوابان رام بدر	105	135	موسویہ	85
162	عقائد اثنا عشریہ کی تفصیل	106	135	مطوریہ	86
167	شرکیہ	107	135	راجیہ کاظمیہ	87
167	تاخیر یا تاخیر	108	137	احمدیہ	88
168	تخطیہ	109	137	جعفریہ	89
168	خلفیہ	110	137	اثنا عشریہ	90
168	رجیہ یا راجیہ	111	141	ائمہ کی ترتیب	91
168	مترجمیہ	112	150	باب	92
168	ابدیہ	113	151	فرقہ اثنا عشریہ کے ترقی	93
169	لاغیہ	114		کرنے کی کیفیت	
169	مترجمیہ	115	153	چنگیز خانی	94
169	حزنیہ	116	154	ترکمان بادشاہ	95
169	کیالیہ	117	154	سلاطین صفویہ	96
171	فرقہ خوارج	118	155	سلاطین زندیہ	97
174	حروریہ	119	155	سلاطین قاجاریہ	98
177	محکمہ	120	156	شاہان بہمدیہ	99
178	نواصب	121	156	شاہان عادل شاہیہ	100
180	شراۃ	122	157	نظام شاہیہ	101
180	مارقہ	123	157	قطب شاہیہ	102
185	اباضیہ اور سفیریہ	124	159	شاہان مغلیہ	103
185	راسبیہ	125	159	والیان اودھ	104

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
211	مجبوریہ	147	186	یسب	126
211	صاتیہ	148	187	مرادیہ	127
211	شعالبہ یا ثعلبہ	149	188	ازارقہ	128
212	اخضبیہ	150	196	نجدات	129
212	معبدیہ	151	197	عطویہ	130
212	رشیدیہ	152	199	فدیکہ	131
213	شیبانیہ	153	199	عازریہ	132
215	مکرمیہ	154	200	اصغریہ	133
215	ضحالیہ	155	203	اباضیہ	134
218	شعیبیہ	156	204	خضبیہ	135
223	کوزیہ	157	205	یزیدیہ	136
223	کنزیہ	158	206	حارثیہ	137
223	شمرانیہ	159	206	عبادیہ	138
223	بدعیہ	160	208	عجاردہ	139
224	اصومیہ	161	208	میمونیہ	140
224	یعقوبیہ	162	209	حزبیہ	141
224	فضیلیہ	163	209	شعیبیہ	142
224	فرقہ یزیدی	164	210	حازمیہ	143
230	خوارج کے بعض عقائد	165	210	خلفیہ	144
234	فرقہ مرجیہ	166	210	اطرافیہ	145
238	یونسیہ	167	211	معلومیہ	146

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
250	مشبہ	189	237	عکیدیہ	168
250	دشونہ	190	237	غسانہ	169
250	فرقہ نجاریہ	191	243	ثومنیہ	170
251	برغوشیہ	192	244	مریسیہ	171
251	زعفرانیہ	193	245	غیلانیہ	172
251	مستدرک	194	246	شبیبہ	173
252	فرقہ جبریہ	195	246	ثوبانیہ	174
253	جمہیہ	196	246	ثمریہ	175
254	سمیہ	197	247	مجازیہ	176
255	معطلہ	198	247	یونانیہ	177
262	معطلیہ	199	247	صالحیہ	178
262	مراضیہ	200	248	تاریکیہ	179
262	واردیہ	201	248	راجیہ	180
263	حرقیہ	202	248	شاملیہ	181
263	مخلوقیہ	203	249	شاکیہ	182
263	نیریہ	204	249	تہمیہ	183
263	قانیہ	205	249	عملیہ	184
263	زنارقیہ	206	249	منقومیہ	185
263	قبریہ	207	249	مستیہ	186
263	واقفیہ	208	249	اشربیہ	187
264	لفظیہ	209	250	بدعیہ	188

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
306	زکریا بن محمد باقر	241	265	جمہیہ اتحادیہ	210
306	مغیرہ	242	265	بکریہ	211
306	عبداللہ بن معاویہ	243	265	فسراریہ	212
306	محمد بن حنفیہ	244	266	مفطریہ	213
307	محمد نفس زکیہ	245	266	افعالیہ	214
307	محمد بن قاسم	246	267	معیہ	215
307	حضرت محمد باقر	247	267	مفرد وغیرہ	216
307	حضرت جعفر صادق	248	267	بحاریہ	217
307	حضرت موسیٰ کاظم	249	267	مشدیہ	218
307	حضرت حسن عسکری	250	267	کسلیہ (کبیہ)	219
307	حضرت محمد بن حسن عسکری	251	267	سابقہ	220
308	محمد مہدی عباسی	252	268	صبیہ	221
308	حضرت عمر بن عبدالعزیز	253	268	فکریہ	222
308	احمد بن کیاں	254	268	خوفیہ	223
308	علی محمد باب	255	268	سبیہ	224
309	محمود مسجواوی	256	268	بطنیہ	225
309	سید محمد جوہوری	257	268	صافیہ	226
322	مہدویہ کے عقائد	258	269	فرقہ قدریہ	227
328	سید محمد نور بخش جوہوری	259	270	فرقہ مشہ	228
329	ادریس	260	270	شبانہ	229
330	کرد	261	271	معتلہ	230
330	ازبک	262	275	مقاتلیہ	231

331	ابو عبداللہ محمد ابن تو مرت	263	276	حشویہ	232
336	شہرسوس کا مہدی	264	281	کرامیہ	233
337	سید محمد	265	284	منہالیہ	234
337	محمد بن عبداللہ	266	284	سالیہ	235
337	فرقہ بابی	267	285	واحدیہ	236
349	فرقہ بابیہ کے عقائد	268	288	روشنیاں	237
350	فرقہ احمدیہ قادیانی	269	294	دین الہی	238
			300	فریود	239
			305	مہدیوں کے تذکرے	240

ادارے کی طرف سے

یہ کتاب چھاپنے کا مقصد یہ ہے کہ 73 فرقوں کی تاریخ اور عقائد جاننے کا موقع مل سکے اس کتاب میں بہت سی ایسی باتیں بھی ہیں جو ناگوار گزریں گی لیکن ان باتوں سے آپ کا یا ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں۔ یہ مصنف کے اپنے خیالات اور تحقیق ہے۔

یہ کتاب کوئی نئی کتاب نہیں بلکہ نجم الغنی رامپوری کی کتاب ”مذہب و اسلام“ سے لی گئی ہے۔ اس میں کوئی نئی بات یا نئی تحقیق شامل نہیں۔ ہم نے اتنا کیا ہے کہ اس کتاب میں سے تمام فرقوں کے بارے میں مواد نکال کر ترتیب دے دیا ہے لہذا اس کتاب کے اصل مصنف نجم الغنی رامپوری ہیں ترتیب ڈاکٹر حشمت جاہ نے دی ہے جو خاصا محنت طلب کام تھا جسے بخوبی انجام دیا گیا۔

آخر میں ایک گزارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ہماری توجہ اس طرف ضرور دلائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درست کیا جائے۔

ادارہ

حدیث افتراق امت کی تحقیق

اہل علم تحصیل علم کے اعتبار سے چار قسم پر ہیں۔ (۱) صوفیہ یہ علم انکشافی کو نبی ﷺ کی متابعت سے حاصل کرتے ہیں۔ (۲) اشراقین یہ علم اشراقی کو نبی کی متابعت کے بغیر حاصل کرتے ہیں۔ (۳) مشائخ یہ عقل کے ساتھ استدلال کرتے ہیں۔ (۴) متکلمین یہ کتاب و سنت اور اجماع کے ساتھ استدلال کرتے ہیں اور یہ ۳ فرقے ہیں جن کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کیا ہے (افترقت الیہود علی احدى و سبعین او اثنتین و سبعین فرقته و افترقت النصارى علی احدى و سبعین او اثنتین و سبعین فرقة و تفرق امتی علی ثلاث و سبعین فرقة) یعنی یہود اور عیسائی بھی اکہتر یا بہتر فرقے ہو گئے۔ میری امت بہتر فرقے ہو جائے گی اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ کی ایک روایت عوف بن مالک سے یوں ہے کہ یہود اکہتر فرقے ہو گئے جن میں سے ایک جنت میں اور ستر دوزخ میں اور عیسائی بہتر فرقے ہو گئے کہ اکہتر آگ میں ہیں اور ایک جنت میں قسم ہے اس اللہ کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں بقائے ذات محمدی ہے تحقیق میری امت بہتر فرقے ہو جائے گی جن میں سے ایک فرقہ جنتی ہے اور بہتر دوزخی اور عبد اللہ بن عمرو بن عاص کا لفظ مرفوع یہ ہے (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیا تین علی امتی ما اتی بنی اسرائیل حذ و النعل بالعل حتی ان کان منہم من اتی امہ علانیة لکان فی امتی من یصنع ذلک و ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین علة و ستفرق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلہم فی النار الا ملة واحدة قالو امن ہی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی رواہ الترمذی و قال غریب) یعنی میری امت کے لوگوں پر وہی آئے گا جو

بنی اسرائیل پر آیا مطابق ہوں گے ان کے یہاں تک کہ اگر کسی نے ان میں سے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ صحبت کی ہو تو میری امت میں بھی کوئی شخص پیدا ہو جائے گا کہ وہ ایسا کام کرے گا اور بنی اسرائیل بہتر فرقتے ہوں گے میری امت بہتر فرقتے ہو جائے گی سب آگ میں جائیں گے مگر ایک ملت والے صحابہ نے پوچھا وہ کون ہیں اے رسول اللہ فرمایا وہ طریقہ جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں احمد لور ابو داؤد کا لفظ معاویہ سے یوں ہے (قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان من کان قبلكم من اهل الکتاب افترقوا علی ثنتین و سبعین ملة دان هذا الا ماہ ستفرق علی ثلث و سبعین فرقة ثنتان و سبعون فی النار و احدہ فی الجنة وھی الجماعہ) یعنی ہم میں حضرت محمدؐ خطبے میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ خبردار جو کہ تم سے پہلے اہل کتاب تھے وہ بہتر فرقتے ہو گئے اور قریب ہے کہ امت بہتر فرقتے ہو جائے گی۔ بہتر آگ منبأ المؤمنین گے اور ایک جنت میں وہ جماعت ہے لفظ جماعت کا اطلاق اہل سنت پر اسی حدیث سے ثابت ہوا ہے اور ابن عدی نے ابو ہریرہؓ سے صرف اسی قدر روایت کیا ہے یہود اکہتر فرقتے بن گئے اور عیسائی بہتر میری امت بہتر فرقتے ہو جائے گی۔ بیہقی نے افتراق امت کی حدیث کو صحیح حسن کہا ہے پھر حاکم نے کہا ہے کہ اصول میں یہ ایک بڑی حدیث ہے سعد بن ابی وقاص اور ابن عمرو اور عوف بن مالک نے مثل اس کے روایت کی ہے اور بقول مؤلف مقاصد حسنہ انس اور جابر اور ابو امامہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور عویرا اور ابودرداء اور وائلہ اور عبداللہ بن عمر بن عاص اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس مضمون کی روایتیں آئی ہیں اور ابو ہریرہؓ بھی اس کے راوی ہیں اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن عدی اور حاکم اور ابن حبان وغیرہ محققین حدیث نے اس کو اپنی اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔ اور جامع الاصول اور تیسیر الوصول اور مقاصد حسنہ اور جمع الجوامع اور کتاب بیہقی وغیرہ میں ان روایات کو ان کتب صحاح حدیث وغیرہ سے نقل کیا ہے تو اس کی صحت میں کلام نہیں مجھے مولوی شبلی نعمانی صاحب نعمانی سے تعجب ہے کہ انہوں نے سیرۃ النعمان کے صفحہ ۱۳۲ میں محض اپنی رائے سے اس حدیث کو کیوں موضوع قرار دے دیا کوئی بھی دلیل اس کی موضوعیت کی مولوی صاحب نے نہیں بیان کی۔ اس حدیث کے طریق بہت ہیں اور آئمہ حدیث نے اس کو صحیح مانا ہے اور ترمذی نے جو اس طریق کی روایت کو غریب کہا ہے سو اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی زمانے میں اس کی روایت ایک ہی راوی سے

ہوئی ہے اور غریب احادیث صحیحہ کے اقسام سے ہے اور صحیح حدیث قابل حجت ہے پھر حسن لدانہ پھر حسن لغیرہ۔ اور تمام طریقوں میں تفرق تہذیب فرقوں میں آیا ہے نہ بہتر میں اگرچہ سیوطی نے ایک حدیث ابن ماجہ کی جو انس سے مروی ہے۔ اس مضمون کو بھی نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے ہو گئے اور میری امت بہتر فرقے ہو جائے گی۔ سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ اور یہ جماعت ہے مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں کہتے ہیں کہ اس روایت کا اعتبار ان بہت سی روایات کے مقابل نہیں ہو سکتا بلکہ سیوطی نے بھی ابن ماجہ کی حدیث عوف بن مالک سے امت محمدی کے تہذیب فرقے ہو جانے کے باب میں نقل کی ہے سو یہی صحیح روایت ہے اور یہی وجہ ہے کہ صاحب سفر السعادت نے فرمایا ہے کہ درباب افتراق امت برہنہ دو دو فرقہ چیز سے ثابت نہ شدہ۔ مطلب یہ ہے کہ تفرق امت تہذیب فرقوں پر ثابت ہوا ہے نہ بہتر پر اور اگر یہ ثابت کیا جائے تو مصنف سفر السعادت کی مراد یہ ہے کہ افتراق امت کے باب میں مطلقاً کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی اور جو کچھ اس معاملے میں آیا ہے وہ سب موضوع ہے تو یہ قول ان کا کیسے معتبر ہو سکتا ہے۔ جب کہ اتنے بہت آئمہ حدیث افتراق امت کی روایت صحیح تسلیم کرتے ہیں اور بہت سے طریقوں سے مروی بھی ہے شاید مولوی شبلی صاحب نے اس حدیث کے موضوع ہونے کے قول کو یہیں سے اڑایا ہے مگر صاحب سفر السعادت تو یہ کہتے ہیں کہ امت محمدی کا بہتر فرقہ ہو جانا کسی حدیث سے ثابت نہیں مولوی صاحب نے ایک بڑھا کر تہذیب اپنی رائے سے کہا ہے۔

یہود و عیسائی کے فرقے

یہود کے اشہر و اظہر فرقے عنانیہ۔ عیسویہ اور یوزعانیہ تھے انہیں میں سے موشکافیہ و سامریہ ہیں یہ فرقے بڑے ہیں ان میں سے اکہتر فرقے نکلے جن میں سے بعض بت پرست ہیں اور بعض آفتاب و ماہتاب و نجوم پرست اور بعض اوثان پرست منم کہتے ہیں بت کو دشمن کہتے ہیں استھان کو اس لفظ میں سارے معبود باطلہ داخل ہیں جیسے بت۔ شجر وغیرہ۔ سالونیکا میں ایک اور عجیب فرقہ یہودیوں کا رہتا ہے جسے ماسم بولتے ہیں اس کا اعتقاد جھوٹے مسیح سیت لیوی پر ہے جس کی نسبت بیان کیا ہے کہ وہ پھر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آئے گا مگر ملاوہ اس کے ان لوگوں میں اور بہت سے مختلف عقائد ہیں جس کے لحاظ سے

یہ تین فرقوں میں منقسم ہو رہے ہیں۔ وہ دل سے یہودی ہیں مگر یہودیوں کے بڑے گروہ اور مسلمانوں کے ساتھ آباد رہنے سے ذلیل ہو رہے ہیں اور وہ اپنے آپس ہی میں بپاہ شادی کرتے ہیں اور قصبے میں ایک خاص مقام پر یک جا آباد ہیں یا یہ کہ ان کا ایک محلہ ہی علیحدہ ہے۔ اس فرقے کے کچھ لوگ روسی عملداری میں رہتے تھے۔ سالونیکا میں عموماً وہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں مگر ہیں وہ یہودی ہی اور بڑے فرقے عیسائی کے تین ہیں۔

ملکانیہ۔ نسطوریہ اور یعقوبیہ باقی فرقے انہیں میں سے نکلے ہیں۔ شہرستانی نے ان سب فرقوں کا ذکر مل و نحل میں کیا ہے ان کے احوال کی حکایت سے ہم کو کچھ غرض نہیں ہے۔ مگر اس ضمن میں اتنا کہنا مناسب ہے کہ یورپ کے عیسائیوں میں تین مذہب خاص کر سب سے بڑے تصور کیے جاتے ہیں ایک رومن کیتھولک یعنی رومی کلیسا جن کے نزدیک دین کا سب سے بڑا امام اور حضرت عیسیٰؑ کے خاص الخاص حواری پطرس کا خلیفہ پوپ تصور کیا جاتا ہے جو اٹلی کے قدیم شہر روم (بواہ مجہول) میں رہتا ہے۔ تعداد کے لحاظ سے عیسائیوں میں رومی کلیسیا کے لوگ زیادہ ہیں مگر اس مذہب والوں کی سلطنتوں میں پہلے سے کمی اور ضعف آ گیا ہے صرف ایک سلطنت فرانس کی ان میں بہت زبردست باقی ہے۔ دوسرا مذہب گریک چرچ یعنی یونانی کلیسا ہے اس فرقے کے سب عیسائی زار روس کو مسیح کا خلیفہ اور اپنا پیشوا اور امام سمجھتے تھے اور اس کے کل احکام دینی و دنیوی واجب التعمیل جانتے ہیں اور جو عیسائی ان احکام کی تعمیل سے اعراض و انکار کرے اسے اپنی جماعت سے خارج اور بے دین تصور کرتے ہیں۔ تیسرا بڑا مذہب پروٹسٹنٹ ہے جو اس فرقے والوں کا زور آج کل زیادہ ہے اور چھوٹی بڑی کئی سلطنتیں رکھتے تھے انگلستان و جرمن دو سلطنتیں ان میں بہت زبردست تھیں اس مذہب میں بہت سے فرقے شاخ در شاخ مثل لوٹھرن۔ کینلو رنسٹ۔ ریفا سنڈ چرچ۔ پرنس بائی ٹرین اور چرچ آف انگلینڈ وغیرہ وغیرہ پیدا ہو گئے تھے۔ گلاسگو واقع سکاٹ لینڈ میں کارلائل کے زمانے سے عیسائیوں کا ایک فرقہ یونین (موحد) نامی پیدا ہو گیا ہے جو مسلمانوں کی طرح اللہ وحدہ لا شریک براعتقاد رکھتا ہے اور حضرت عیسیٰؑ کو صرف اس کا پیغمبر مانتا ہے یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں مگر اسلام سے ان کو نفرت بدستور چلی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام سے واقفیت حاصل کرنے کا ذریعہ ان کے پاس صرف متعصب عیسائی مصنفوں کی کتابیں ہیں۔

فرقہ ناجی و ناری

احادیث افتراق امت میں اشکال ہے دو طرح پر ایک یہ کہ ان میں اکثر اشخاص امت محمدیٰ پر حکم ہلاک اور ناری ہونے کا کیا ہے حالانکہ اور حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ امت مرحوم ہے اور جنت میں سب سے زیادہ یہی امت ہوگی یہاں تک کہ وہاں دو تہائی اس امت کے لوگ ہوں گے اور ایک تہائی میں باقی امتیں اس کا جواب بعض لوگوں نے یہ دیا ہے کہ مراد اس جگہ امت سے امت دعوت ہے نہ امت اجابت اور مراد امت ہجرت سے وہ لوگ ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں جلال الدین دوانی شرح عقائد عضدیہ میں کہتے ہیں کہ ظاہر مراد امت اجابت ہے نہ امت دعوت اس لیے اکثر جب حدیث میں اس طور پر بیان ہوا ہے تو اس کلام سے مراد اہل قبلہ ہیں انتہی واقعی حدیث مذکور میں امت دعوت قرار دینا درست نہیں کیونکہ یہ حدیث خاص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کی تفریق کے بیان میں وارد ہوئی ہے چنانچہ اس میں لفظ امتی ہے۔ امت حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کا شمار اس میں داخل کر کے نہیں فرمایا ہے ان کے واسطے اور حدیث ہے۔ (نہ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان بنی اسرائیل تفرقت بعد موسیٰ علی اہدیٰ و سبعین فرقہ و بعد عیسے علی اثین و سبعین فرقہ و نستفوق امتی من بعدی ثلثہ و سبعون فرقہ) اگر سب فرقے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مع اصناف کفار شمار کریں گے تو تہتر فرقے کیوں کر ہوں گے پس اگر چہ کفار بھی امت دعوت ہیں لیکن یہاں مراد امت سے امت اجابت ہے جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا اسی وجہ سے امتی کہہ کر اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے۔ دوسرا اشکال بابت تعیین فرقہ ناجیہ کے ہے ہر فرقے کو یہ گمان ہے میں ناجی ہوں اور غیر میرا ناری ہے اس پر ہر کسی نے اپنی اپنی دلیلیں لکھی ہیں جو مکڑی کے جال سے بھی زیادہ کمزور ہیں فرقہ، ناجیہ سے وہی فرقہ ہے جو مصداق اس لفظ کا ہے ما انا علیہ و اصحابی یہ لفظ اسی شخص پر صادق آتا ہے جس کے عقیدے و عمل میں کوئی بدعت ظاہر و مخفی نہیں ہے بلکہ سارے عقائد و اعمال اس کے مطابق سنت مطہرہ و سیرت صحابہ کے ہیں کسی نے یوں ہی کہا ہے کہ فرقہ ناجیہ ہر فرقے کے صلحا ہیں کسی نے کہا۔ اہل بیت رسالت ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ کوئی فرقہ خاص نہیں ناجی وہی گروہ ہے جو کہ خاص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی راہ پر چلتا ہے اور

کسی طرح کی بدعت و ہوا میں مبتلا نہیں جس طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم میں روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے شرائع اسلام کو حضرت محمدؐ سے دریافت کر کے یہ عرض کیا تھا والذی نفسی بیدہ لا ازید علی ہذا شیئا ولا انقص منہ یعنی قسم ہے اس ذات کی کہ جان میری اس کے ہاتھ میں ہے جو آپؐ نے فرما دیا ہے میں اس پر نہ کچھ زیادہ کروں گا اور نہ اس سے کچھ کم کروں گا اس پر حضرت محمدؐ نے اس کو جنتی فرمایا تھا یعنی ناجی نار سے سو جو کوئی دعویٰ نجات کا کرے اور اس کے عقائد و اعمال خلاف طریقہ حضرت محمدؐ اور سیرت صحابہ کے ہوں تو وہ دعویٰ اس کا باطل ہے اسلام کے تہتر فرقوں میں سے وہ کون سا فرقہ ہے جو اپنے آپ کو ناجی اور اپنے مخالف کو ناری نہیں جانتا ہے لیکن ایک امامیہ مذہب شاعر کہتا ہے۔ مصرعہ ناجی واللہ فرقہ اثنا عشری ہے۔ لیکن تصدیق اس دعوے کی یا تکذیب اس کی اسی طرح پر ممکن ہے کہ جس کا عقیدہ و عمل ماانا علیہ و اصحابی کے موافق ہو اور کسی طرح کا خلاف بدعت سیدہ کی طرف سے اس کے عقیدے و عمل میں نہ آئے گو بعض تفصیلات فروعیہ اس سے صادر ہو جائیں وہ ناجی ہے اور جس کا عقیدہ و عمل اس کے مخالف ہو وہ ناری ہے کیونکہ عہد حضرت محمدؐ و صحابہ میں کسی کے عمل و عقیدے میں کوئی بدعت نہ تھی اگرچہ بعض افراد سے طاعت میں قصور و فتور وار تکاب فحور ہو جاتا تھا ابن حزم نے زیادت لا واحدۃ کو موضوع کہا ہے لیکن یہ دعویٰ ان کا صحت کو نہیں پہنچا۔ نہایت یہ ہے کہ یہ زیادت شاذ ہونہ موضوع بعض علما فرماتے ہیں کہ مراد ناری ہونے سے اگر خلود نار ہے تو یہ بات مخالف نص و احادیث صحیحہ قطعاً کے ہے کیونکہ کوئی فرقہ اسلام کا مخلد فی النار نہ رہے گا اور اگر مراد ناری ہونے سے یہ ہے کہ چند مدت نار میں رہے گا پھر نجات پائے گا تو یہ بات مسلم ہے لیکن اس تقدیر پر یہ بات لازم آتی ہے کہ کوئی شخص فرقہ ناجیہ میں سے نار میں نہ جائے حالانکہ احادیث صحیحہ و لیل ہیں اس بات پر کہ فساق مومنین چندے نار میں جائیں گے۔ تو یہ شبہ قدیمہ ہے اہل علم نے اس کے چار پانچ جواب لکھے ہیں جو کہ شرح و حواشی عقائد ملا جلال میں مذکور ہیں ان میں سے زیادہ حج و اقویٰ اس جواب کو کہا ہے جو ملا جلال ودانی نے دیا ہے شق ثانی کو اختیار کر کے یعنی مراد دخول من حیث الاعتقاد ہے اور فرقہ ناجیہ کا دخول من حیث الاعتقاد نہ ہوگا گو بسبب بعض تفصیلات عمل کے آگ میں جائیں۔ دوسرا جواب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کو محدثین نے بھی پسند کیا ہے وہ یہ کہ مراد فرقہ ناجیہ سے وہ لوگ ہیں جو مطلقاً نار میں نہ جائیں گے نہ من حیث الاعتقاد اور نہ من حیث

العمل بلکہ بے وصول عذاب داخل جنت ہوں گے ان کی معصبت خواہ عفو ہو جائے یا شدائد موت و قبر و ہوال قیامت میں مجرا ہو جائے یا شفاعت حضرت سے وہ سارے ذنوب محو ہو جائیں غزالی کا یہ کہنا کہ فرقہ ناجیہ وہی ہے جو بے حساب و کتاب و بے شفاعت جنت میں جائے گا کما حقہ نہیں تھا اس لیے کہ اس صورت میں دائرہ نجات کا بہت تنگ ہوا جاتا تھا لہذا محققین متاخرین نے جواب مذکور کو اصلاح فرما کر تقریر مسطور کی ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ کلہا فی النار کے معنی کل واحد من افراد کل فرقة فی النار ہے یعنی ہر ایک آدمی ہر ایک فرقے کی افراد سے آگ میں جائے گا پس اس عبادت سے مراد ایجاب کلی ہے پھر الا واحدۃ کے ساتھ استثنا کرنے سے یہ ایجاب کلی رفع ہوا اور رفع ایجاب کلی ایک جزئی کے ساتھ بھی صادق ہو سکتا ہے چنانچہ یہ بات ظاہر ہے کہ پس اس صورت میں معنی لا واحدۃ کے یہ ہوں گے کہ ہر ہر فرد اس فرقے کے دوزخ میں داخل نہ ہوگی گو بعض بسبب تقصیر اعمال کے داخل دوزخ ہوں اس صورت میں اشکال دفع ہو گیا۔ اور فرقوں غیر ناجیہ اور فرقہ ناجیہ میں وجہ امتیاز اسی قدر ہوئی کہ غیر ناجی فرقے سارے داخل دوزخ ہوں گے اور یہ فرقہ سارا دوزخ میں نہ جائے گا لیکن فرقہ ناجی کا امتیاز اور فرقوں سے اعمال کے ساتھ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اعمال سب میں مشترک ہیں پس امتیاز کا باعث صرف عقائد کی درستی اور صحت ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس جواب کا مرجع بھی جواب اول کی طرف ہوتا ہے اور سب سے بہتر ایک اور جواب ہے جو موافق ہے استعمال قدیم عرب کے اور حدیث میں بھی اس کے استعمال کی شہادت موجود ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ کلہا فی النار سے مراد بطلان ہے چنانچہ جب کہتے ہیں فلاں چیز فی النار ہے تو اس سے مراد یہی ہوتی ہے کہ باطل ہے چنانچہ حدیث صحیح میں آیا ہے (الہذاء فی النار) یعنی زبان درازی باطل ہے اور سورۃ نساء میں ہے (ان الذین یا کفون اموال الیتیمی ظلماً انما یا کفون فی بطونہم نارا) (سورۃ نساء۔ آیت ۱۰) جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں اس کے سوا نہیں کہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں نازا سے مراد یہاں باطل و حرام چیز ہے اس لیے کہ یتیم کا مال حقیقت میں آگ نہیں اور مجاز پر اس واسطے حمل نہیں کرتے کہ یہ جو کہا ہے کہ پیٹوں میں کھاتے ہیں یہ قول سراسر پکار کر بتا رہا ہے کہ یہاں مجاز مراد نہیں پس حدیث مذکور میں کلہم فی النار سے یہ مراد ہوگی کہ تمام فرقے باطل پر ہیں گو ایک عقیدہ اور ایک عمل کی وجہ سے ہوں یا دو کی اور فرقہ ناجی کے نہ عقیدے میں بطلان ہے نہ عمل میں مگر یہ چاہیے

کہ فرقہ ناجی کی تخصیص اس بات کے ساتھ کر دی جائے کہ نہ ان کے عمل میں بدعت ہے نہ عقیدے میں اور یہی منشا جواب دوم کا بھی ہے یا بطلان کو صرف اعتقادات کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ ان کے اعتقاد میں کسی طرح کا فتور نہیں پس اس صورت میں یہ جواب پہلے جواب کی طرف رجوع کرے گا اسی واسطے کہا ہے کہ اقویٰ دار حج وہی جواب اول ہے۔ اور شیخ علاء الدولہ سمنانی نے عروہ میں کہا ہے کہ اسلام کے تمام فرقے اہل نجات ہیں اور حدیث میں مراد ناجیہ سے ناجیہ بے شفاعت ہے اتنی مراد سارے فرقے اسلام کے اہل نجات ہونے سے یہ ہے کہ بقدر سزائے معاصی کے دوزخ میں رہ کر بالآخر اس سے نجات پائیں گے اور جنت میں داخل کیئے جائیں گے اور ناجیہ سے ناجیہ بے شفاعت مراد لینے میں وہی قباحت ہے جو امام غزالی کے جواب میں بیان ہوئی پس بہتر جواب وہی ہے جو منصفین متاخرین نے امام غزالی کے جواب میں اصلاح کر کے بیان کیا ہے۔

فرقوں کی تقسیم

یہ ارشاد حضرت محمد ﷺ کا کہ میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی ایک معجزہ ہے اس لئے کہ جو کچھ فرمایا ہے وہ بے کم و کاست ظہور میں آیا۔ ابن حزم نے مل و نحل میں کہا ہے کہ اہل اسلام کے پانچ فرقے ہیں ایک اہل سنت دوسرے معتزلہ اور انہیں میں قدر یہ داخل ہیں تیسرے مرجیہ اور ان ہی میں جہمیہ کرامیہ کا شمار ہے چوتھے شیعہ پانچواں خوارج انہیں میں ازارقہ و اباضیہ ہیں پھر ہر ایک فرقہ ان میں سے کئی فریق ہو گیا۔ بڑا افتراق اہل سنت کا فتویٰ میں ہوا اور تھوڑا سا اعتقادات میں فتویٰ میں چار مذہب ہو گئے حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ جبلی اعتقاد میں تین گروہ ہو گئے۔ اشعری۔ ماتریدی۔ حنبلی۔ رہے چار فرقے سوائے اہل سنت کے سوان میں سے کسی کا خلاف اہل سنت کے ساتھ بعید ہے اور کسی کا قریب مرجیہ کے فرقوں میں اہل سنت سے قریب وہ ہیں جن کا قول ہے کہ ایمان کہتے ہیں دل اور زبان دونوں سے تصدیق و اقرار کرنے کو۔ رہے سارے اعمال سو فقط فرائض و شرائع اسلام ہیں ایمان میں داخل نہیں اور ان میں اہل سنت سے بعید وہ فرقے ہیں ایک اصحاب جہم بن صفوان جن کا قول یہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے اگرچہ مومن کفر و تکلیف کا کلمہ زبان سے کہے اور بت پرستی کرے اور یہ بطور تقیہ کے بھی نہ ہوتے بھی ایمان نہیں

جاسکتا جب تک تصدیق بالقلب باقی رہے دوسرے اصحاب محمد بن کرام جن کا قول یہ ہے کہ ایمان لفظ زبان سے اقرار کرنے یعنی کلمہ شہادت کے پڑھنے کو کہتے ہیں پس اگر کوئی شخص دل سے کفر کا معتقد ہو تو اس کا ایمان باطل نہیں ہو سکتا جب تک زبانی اقرار باقی ہے اسی طرح اور باقی فرقوں کا ذکر ہے۔ حیثیت الاکوان میں لکھا ہے کہ معتزلہ میں اہل سنت سے قریب وہ ہیں جو کہ اصحاب حسین نجار و بشر بن غیاث مرسی ہیں اور بعد ان کے اصحاب ابو ہذیل علاف ہیں اور مذاہب شیعہ میں اہل سنت سے قریب اصحاب حسن بن صالح ہیں جن کا فرقہ صالحیہ کہلاتا ہے اور شیعہ زیدیہ میں شمار پاتا ہے اور ان میں سے بعید فرقہ امامیہ ہے رہے علاوہ ان کے سو وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں بلکہ اہل روت و شرک ہیں اور قریب فرقہ خوارج میں اصحاب عبداللہ بن یزید اباضی ہیں اور بعید ان کے ازارقہ ہیں رہے بطنجیہ اور وہ جو منکر کسی شے کے قرآن میں سے ہیں اور اجماع کے مخالف ہیں جیسے عجاروہ وغیرہ سو وہ باجماع امت کفار ہیں انتہی واضح رہے کہ ہم نے فرقوں کے بیان میں شرح۔ مواقف وغیرہ کی طرز اختیار کی ہے اسی واسطے ہم نے جہمیہ کو جبریہ میں اور کرامیہ کو قدریہ میں اور مرسیہ کو مرجیہ میں ذکر کیا ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔ صاحب اشعۃ اللمعات کا قول ہے کہ افتراق اس امت کا تہتر فرقوں پر حدیث سے ثابت ہے۔ اس طرح کہ معتزلہ کے بیس فرقے ہیں اور شیعہ بائیس اور خوارج بیس اور مرجیہ پندرہ اور نجاریہ تین اور ایک ایک فرقہ جبریہ اور مشبہ اور اہل سنت و جماعت کا اور عنایتہ الطالبین میں مذکور ہے کہ تہتر فرقوں کی اصل یہ دس فرقے ہیں اہل سنت۔ خوارج۔ شیعہ۔ معتزلہ۔ مرجیہ۔ مشبہ۔ جہمیہ۔ ضراریہ۔ نجاریہ۔ کلابیہ۔ اہل سنت کا ایک فرقہ ہے خوارج کے پندرہ فرقہ ہیں شیعہ کے بیس معتزلہ کے چھ مرجیہ کے بارہ جہمیہ ضراریہ۔ بخاریہ۔ اور کلابیہ کا ایک ایک فرقہ ہے مشبہ کے تین فرقے ہیں کل بہتر فرقے ہو گئے اور مکحول نے ان تہتر فرقوں کے اصول سوائے اہل سنت و جماعت کے چھ فرقے قرار دئے ہیں جن کے یہ نام ہیں۔ جہمیہ۔ قدریہ۔ شیعہ۔ حروریہ۔ مرجیہ۔ جبریہ۔ اور پھر اہر ایک کے بارہ بارہ فرقے لکھے ہیں اس حساب سے بہتر فرقے ہو گئے۔ اور صاحب شرح وقایہ نے بھی کتاب الشہادۃ میں سب فرقوں کے اصول چھ ہی فرقے قرار دیئے ہیں اور یہ نام لکھے ہیں۔ جبریہ۔ قدریہ۔ شیعہ۔ خوارج۔ معطلہ۔ مشبہ۔ اور شیخ ابوالحسن نے اصول دس فرقے قرار دئے ہیں۔ شیعہ۔ خوارج۔ معتزلہ۔ مرجیہ۔ جہمیہ۔ ضراریہ۔ کلابیہ۔ حسنیہ۔ بکریہ۔ مجسمہ اور امام فخر الاسلام نے بزودی الکلام میں ان کی

چھ قسمیں ان ناموں کے ساتھ مقرر کی ہیں شیعہ۔ نجاریہ۔ قدریہ۔ جبریہ۔ مرجیہ۔ مجسمہ اور محمود الغزالی نے اپنی کتاب میں اور ابن السراج نے تذکرہ المذہب میں اور محمد صالح بن محمد شریف خیر آبادی نے موید الافاضل میں تمام فرقوں کے اصول یہی چھ فرقے ذکر کئے ہیں۔ مگر انہوں نے بجائے مجسمہ کے جمیہ کو ذکر کیا ہے اور مولف بحر المذہب نے بھی ان کے مطابق بیان کیا ہے اور پھر ہر ایک کے بارہ بارہ فرقے بیان کیے ہیں مگر یہ قلمی نسخے ایسے لکھے ہوئے ہیں کہ اکثر نام ایک نسخے کے دوسرے سے مطابق نہیں بلکہ صحیح بھی نہیں پڑھے جاتے اور چونکہ نہ ان کی وجہ تسمیہ لکھی ہے نہ کچھ تفصیل ذکر کی ہے اس لئے اور مشتبه ہو گئے ہیں۔ اور یہ خرابی ان کتابوں کی وجہ سے زیادہ پڑ گئی ہے جو محض فارسی خوان ہوتے ہیں۔ تفصیل ان فرقوں کی اس طرح ہے۔

شیعہ

علویہ۔ ابدیہ۔ شیعہ۔ اسحاقیہ۔ زیدیہ۔ عباسیہ۔ امامیہ۔ ناوسیہ۔ متاخیتہ۔ لاعنیہ۔ راجیہ۔ متراضیہ۔

خوارج

ازرقیہ۔ اباضیہ۔ ثعلبیہ۔ خارومیہ۔ خلفیہ۔ کرزیہ۔ کنزیہ۔ معتزلیہ۔ میمونہ۔ محکمہ۔ اجیہ۔ شمراچیہ۔

جبریہ

مضطربہ۔ افعالیہ۔ معیہ۔ مفردغیہ۔ نجاریہ۔ میثمیہ۔ کسلیہ۔ سابقیہ۔ حبیبیہ۔ خوفیہ۔ فکریہ۔ حبیبیہ۔

قدریہ

احملیہ۔ ثنویہ۔ کیسانیہ۔ شیطانہ۔ شریکیہ۔ وہمیہ۔ ابدیہ۔ ناکسیہ۔ بتریہ۔ قاسطیہ۔ نظامیہ۔ منزلیہ۔

جمیہ

معطلہ۔ مراضیہ۔ مترافیہ۔ واردیہ۔ حرقیہ۔ مخلوقیہ۔ غیریہ۔ فانیہ۔ زنادقیہ۔ لفظیہ۔

مرجیہ

تارکیہ۔ مشاغیہ۔ راجیہ۔ شاکیہ۔ تہمیہ۔ علمیہ۔ منقوصیہ۔ مستشبیہ (۱۱)۔ اشربیہ۔ بدعیہ۔ مشبہ۔ حشویہ۔ موید الافضال اور تذکرۃ المذاہب وغیرہ میں لکھا ہے کہ ان کے علاوہ سات فرقے اور ہیں دہریہ۔ صالحیہ۔ اباحیہ۔ باطنیہ۔ براہیہ۔ اشعریہ۔ کرامیہ۔ صاحب مواقف نے کہا ہے کہ فقہائے اسلام کے اصول یہ آٹھ فرقے ہیں۔ (۱) معتزلہ (۲)۔ شیعہ (۳)۔ خوارج (۴)۔ مرجیہ (۵)۔ بخاریہ (۶)۔ جبریہ (۷)۔ مشبہ (۸)۔ اہل سنت و جماعت۔ اور تفصیل ان کی یوں ہے معتزلہ کے بیس فرقے ہیں۔ واصلیہ۔ عمریہ۔ ہذیلیہ۔ نظامیہ۔ اسواریہ۔ اسکافیہ۔ جعفریہ۔ بشریہ۔ مژداریہ۔ ہشامیہ۔ حابطیہ۔ حدیثیہ۔ صالحیہ۔ معمریہ۔ ثمامیہ۔ خیاطیہ۔ جاحظیہ۔ کعبیہ۔ جبائیہ۔ ہشامیہ۔ اور شیعہ بائیس فرقے ہیں۔ جن میں سے یہ اٹھارہ غلاۃ کہلاتے ہیں۔ سبائیہ۔ کالیہ۔ مغیریہ۔ بنائیہ۔ جناحیہ۔ منصوریہ۔ خطابیہ۔ غرابیہ۔ ذمیہ۔ حکمیہ۔ سالیہ۔ زراریہ۔ نعمانیہ۔ یونیہ۔ رزامیہ۔ مفوضہ۔ نصیریہ۔ اسماعیلیہ۔ جو قرامطہ اور باطنیہ بھی کہلاتے ہیں۔ باقی چار فرقے یہ ہیں۔ جارودیہ۔ سلمانیہ۔ بتریہ۔ یہ تینوں زید یہ ہیں اور امامیہ جنہیں اثنا عشری بھی کہتے ہیں۔ اور خوارج بیس فرقے ہیں۔ محکمہ۔ بیہسیہ۔ ازارقہ۔ بخدات۔ اصفریہ۔ اباضیہ۔ میمونہ۔ حمزیہ۔ شعیبیہ۔ حازمیہ۔ خلطیہ۔ اطرافیہ۔ معلومیہ۔ مجہولیہ۔ صلتیہ۔ ثعالبہ۔ یہ دسوں عجاوہ کہلاتے ہیں۔ اخنیہ۔ معبدیہ۔ شیبانیہ۔ مکرمیہ۔ یہ چاروں فرقے ثعالبہ کی شاخ ہیں اور مرجیہ کے پانچ فرقے ہیں۔ یونیہ۔ عبیدیہ۔ غسانیہ۔ ثوبانیہ۔ ٹومنیہ۔ اور نجاریہ کے تین فرقے ہیں۔ برغوثیہ۔ زعفرانیہ۔ مستدرکہ۔ اور ایک ایک فرقہ جبریہ اور شیعہ اور اہل سنت و جماعت ہے۔ جہیہ۔ جبریہ ہیں ارکرامیہ و حشویہ مشبہ ہیں اور ان فرقوں میں بعض قدریہ بھی ہیں۔ یہ تہتر فرقے جو مشہور ہیں ان میں بھی کئی فرقے مثل شاخوں کے ظاہر ہوئے ہیں جو شخص جس فرقے کا کام کرے گا اس میں شمار پائے گا اور ان شاخوں کی وجہ سے شمار فرقوں کا تہتر سے بڑھ گیا ہے میر سید شریف نے تعریفات میں لکھا ہے اہل اہوا سے مراد وہ اہل قبلہ ہیں جن کا عقیدہ اہل سنت کا سا نہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اہل ہوئے ایک فرقہ معین نہیں بلکہ جو مخالف سنت کے ہے تاویل فاسد کے ساتھ وہ اہل ہوئی ہے مغرب میں ہے کہ اہل ہوئے وہ لوگ ہیں جو طریقہ اہل سنت و جماعت سے کج روی کریں اور اہل قبلہ

ہوں یعنی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوں صاحب تعریفات کہتے ہیں کہ اہل ہوئے جبریہ اور قدریہ اور شیعہ اور خوارج اور معتزلہ اور مشبہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے بارہ فرقہ ہیں۔ اس صورت میں تہتر فرقے ہو گئے مگر یہ قول سید صاحب کا تحقیقی نہیں اس لیے کہ اس قدر فرقوں میں اہل اسلام کے فرقوں کا حصر نہیں ہے تہتر سے بہت زیادہ تعداد ہو گئی ہے اور حضرت محمدؐ نے جو تہتر کا عدد فرمایا ہے وہ غالباً انحصار کے لیے نہیں بلکہ اظہار کثرت مقصود ہے۔

اب غور کرو کہ عامہ منصفین نے انحصار بڑے بڑے گروہ اسلام کا نو فرقوں میں کیا ہے۔ (۱) اہل سنت و جماعت (۲) معتزلہ (۳) شیعہ (۴) خوارج (۵)۔ مرجیہ (۶)۔ نجاریہ (۷)۔ جبریہ (۸)۔ قدریہ (۹)۔ مشبہ۔

فرقہ شیعہ

قبل اس کے کہ شیعہ کے حالات بیان ہوں بطور تمہید کے یہ کہتا ہوں کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳ دن علیل رہ کر ۶۳ برس کی عمر میں پیر کے دن ۱۳ مارچ ۱۱ ہجری کو انتقال فرمایا تو خلافت کی نزاع پیدا ہوئی اور انصار نے یہ ٹھہرایا کہ ایک امام ہمارا ہوگا اور ایک مہاجرین میں ہوگا اور اپنی طرف سے سعد بن عبادہ کو خلیفہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے وہاں پہنچ کر کہا کہ پیغمبر اللہ کا حکم ہے کہ امام قریش چاہیے تب سب انصار نے قبول کیا اور کہا کہ تم کسے خلیفہ کرو گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم سب سے افضل ابو بکرؓ ہیں انہیں سے بیعت کرتے ہیں تم بھی قبول کرو اور اول بشیر بن سعد انصاری نے پھر حضرت عمرؓ نے پھر ابو عبیدہ بن جراح نے پھر اس نے بیعت کی پھر بعد ان کے بیعت کرنے والے چاروں طرف سے ابو بکرؓ کی بیعت پر امنڈے چلے آتے تھے دیکھتے ہی دیکھتے ایسی کثرت ہو گئی کہ تل رکھنے کی جگہ نہ ملتی تھی اور فوری طور پر صدیق اکبر پر اتفاق عام ہو گیا۔ یہ معاملہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا تھا جب وہ مسجد میں آئے تو لوگ ہر طرف سے دوڑ کر آئے اور رغبت سے بیعت کرنے لگے لیکن بنی ہاشم دیر تک اپنے ادا پر رکے رہے اور ان کو اپنی ناکامی پر تعجب و افسوس دونوں ہوا اور حضرت علیؓ۔ عباسؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ مقدادؓ بن عمر۔ عتبہؓ بن ابی لہب۔ خالدؓ بن سعید بن العاص۔ سلمانؓ فارسی۔ ابوذرؓ غفاری۔ عمارؓ بن یاسر۔ ہزار بن عاذب۔ اور ابیؓ بن کعب نے اول بیعت نہ

کی حضرت علیؓ بیعت کے وقت سقیفے میں موجود نہ تھے جناب پیغمبر اللہ کی تجہیز و تکفین کا سامان کر رہے تھے پھر ان سب لوگوں نے بیعت کر لی اور حضرت علیؓ نے چھ مہینے کے بعد بیعت کی بعض کہتے ہیں کہ تیسرے دن یا اسی دن یا دوسرے دن یا چالیس دن کے بعد بیعت کی اور صحیح یہ ہے کہ دو بار بیعت کی ایک بار تیسرے دن اور دوبارہ چھ مہینے کے بعد اور ضرورت بیعت ثانی کی یہ ہوئی کہ جب فدک وغیرہ کے باب میں باہم حجت واقع ہوئی اور لوگوں کو ثابت ہوا کہ ان میں ملال ہے تو ان کے اس زعم کے دفع کرنے کے لیے ثانیاً بیعت کی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد شاید بنو ہاشم کے دعوے نئے سرے سے پیش آتے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے وفات کے وقت حضرت عمرؓ کی خلافت پر باضابطہ تنصیص کی اس لیے بنو ہاشم کو موقع نہ ملا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت کے قریب چھ شخصوں کو چنا جن کی حاکمانہ لیاقتیں ان کے نزدیک ایسی مساویانہ درجہ رکھتی تھیں کہ وہ کسی کے حق میں ترجیح کا فیصلہ نہیں کر سکے۔ حضرت علیؓ۔ عثمانؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ سعدؓ اور عبدالرحمنؓ بن عوف ان انتخاب شدہ لوگوں میں تھے گو حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی خلافت کو بخت و اتفاق کے ہاتھ میں نہ دیں بلکہ بغیر کسی اعانت کے آپ اپنے استحقاق کا فیصلہ کر لیں لیکن حضرت علیؓ کی بے غرضی اور فیاض دلی نے اس اختلاف انگیز تحریک کے قبول کرنے کی اجازت نہ دی۔ عبدالرحمنؓ بن عوف اس نزاع کے طے کرنے کے لیے مقرر ہوئے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا میں تمہاری بیعت کرتا ہوں۔ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اور طریقہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر حضرت علیؓ نے جواب میں کہا کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اور میرے اجتہاد رائے پر عبدالرحمنؓ نے ان کو چھوڑ کر حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہی بات کہی حضرت عثمانؓ نے قبول کر لیا پھر سب صحابہ نے ان سے بیعت کر لی۔ حضرت علیؓ نے صبر جمیل کہا اور تن بہ تقدیر راضی ہو گئے حضرت عثمانؓ خاندان بنو امیہ سے تھے اور ان کی خلافت ایک نئے تاریخی سلسلے کا دیباچہ تھی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نہ ہاشمی تھے نہ اموی اس لیے ان کے عہد تک بنو امیہ و ہاشم یہ دونوں خاندان خلافت میں کچھ حصہ نہیں رکھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت میں تمام بڑے بڑے ملکی عہدے بنو امیہ کے ہاتھ میں دے دئے معاویہؓ پہلے بھی شام کے گورنر تھے لیکن اس عہد میں ان کا اقتدار اس حد تک پہنچ گیا کہ وہ ملک شام کے فرمان روا مستقل سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت تقریباً بارہ برس رہی اور اگرچہ آخر میں اسی خاندانی رعایت پر لوگ ان سے ناراض ہو گئے اور جمعہ

کے دن ۱۶ ذی الحج ۳۵ ہجری کو بلوایوں کے ہاتھ سے ان کی شہادت تک نوبت پہنچی اور ہفتہ کی رات میں بقیع میں دفن ہوئے حضرت علیؑ سے طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ سعیدؓ بن زید۔ عمارؓ بن یاسر۔ اسامہؓ بن زید۔ سہلؓ بن حنیف۔ ابویوبؓ انصاری۔ محمد بن سلمہ۔ زید بن ثابت اور خزیمہ بن ثابت وغیرہ صحابہ نے بیعت کر لی۔ زہری کہتے ہیں کہ یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ عبد اللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص نے حضرت علیؑ کی تو بیعت نہ کی اور یزید بن معاویہ کی بیعت کر لی اور جن لوگوں نے حضرت علیؑ سے بیعت نہ کی شام کو چلے گئے وہ عثمانیہ کہلانے لگے۔ طلحہ اور زبیر بھی بیعت کر لینے کے بعد رات کے وقت مدینے سے نکل کر مکے کو چلے گئے اور حضرت عائشہؓ ان دنوں مدینے میں نہ تھیں مکے سے حج کر کے واپس آرہی تھیں ان کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہیں انجام کار دیکھنے کے واسطے ٹھہر گئیں اور طلحہ و زبیر کے کہنے سے مکے کو لوٹ گئیں اور مروان بھی حضرت عثمانؓ کا جامہ خون آلود لے کر مکے کو چلا گیا۔ حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؓ کے وقت کے ملکی عہدہ داروں کو معزول کرنا شروع کر دیا سہل بن حنیف کو معاویہ کی عوض دمشق کا گورنر مقرر کیا وہ وہاں مخالف ہو گئے اور بوجہ رشتہ داری حضرت عثمانؓ کے ان کے خون کا دعویٰ کرنے لگے اور حضرت علیؑ کو کہلا بھیجا کہ تم قاتلانہ حضرت عثمانؓ کو میرے سپرد کر دو اور وہ اس میں مصلحت نہیں سمجھتے تھے اور ایک دن وہ کہنے لگے۔ قتله اللہ و انا معہ۔ یعنی حضرت عثمانؓ کو اللہ نے قتل کیا اور میں اس کے ساتھ ہوں اور اس وقت اس قول کو بڑی ضرورت تھی اگر حضرت علیؑ بطور ایہام کے ایسا نہ کہہ دیتے تو حضرت عثمانؓ کے قاتل کو بلوا کر بیٹھتے اور فساد مچا دیتے اور سازش سے سارا لشکر بگڑ جاتا بلکہ حضرت علیؑ بھی شہید ہو جاتے تو کچھ تعجب نہ تھا مگر دشمنوں نے ان کے اس قول کو اپنی دلیل بنا لیا۔ طلحہ اور زبیر اور حضرت عائشہؓ اور حضرت عثمانؓ کے وقت کے وہ حکام جن کو حضرت علیؑ نے معزول کر دیا تھا یہ سب متفق ہو کر حضرت علیؑ کی مخالفت کے لیے بندوبست کرنے لگے اور بصرے کی جانب بڑھے جب گاؤں حوب میں پہنچے تو کتے بھوکنے لگے حضرت عائشہؓ اس وقت شرمندہ ہوئیں اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری ایک عورت حضرت علیؑ سے بغیر حق کے جنگ کرے گی اور جب حوب میں پہنچے گی تو کتے شور کرنے لگیں گے خیال رکھو اے عائشہؓ کہ وہ تم ہی نہ ہو پھر حضرت عائشہؓ نے چاہا کہ لوٹ جائیں زبیر نے روکا اور کہا کہ شاید تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ اس فساد کو دفع کر دے آخر حضرت عائشہؓ کو لے گئے اور بصرے پر قبضہ کر لیا اور سہل بن حنیف کو جو وہاں پر

حضرت علیؑ کی طرف سے منتظم تھے نکال دیا حضرت علیؑ نے حضرت حسنؑ اور عمار بن یاسر کو کوفہ کو بھیجا یہ وہاں سے نو ہزار جنگجو آدمیوں کی جماعت فراہم کر کے لائے اگرچہ حضرت عائشہؓ و طلحہؓ و زبیر حضرت علیؑ کی جان کے دشمن نہ تھے صرف حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص چاہتے تھے مگر چونکہ اس قدر جمعیت کا خلیفہ کے مقابلے میں کھڑا ہونا خلافت کی بدرعی کا باعث تھا اس لیے حضرت علیؑ نے حضرت عائشہؓ وغیرہ کا کچھ پاس نہ کیا اور ۳۶ ہجری میں ان سے جنگ کے لیے بصرے کو روانہ ہوئے مقام عجبجا پر جو بصرے سے ۲ میل پر ہے جمعرات کے دن ۲۰ جمادی الثانی کو طرفین میں جنگ شروع ہوئی زبیر ابن عوام جن کے قاتل کے حق میں پیغمبر اللہ نے دوزخی ہونے کا حکم کیا تھا تھوڑی دیر لشکر حضرت علیؑ سے لڑے شارح صحیح بخاری ابن عبدالبر سے روایت کرتا ہے کہ اسی اثنا میں حضرت علیؑ نے ان کو آواز دی اور یاد دلایا کہ پیغمبرؐ نے تم سے کہا تھا کہ علیؑ کو دوست رکھتے ہو تم نے جواب دیا تھا ہاں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تم علیؑ پر خروج کرو گے اور ظالم ہو گے جب انہیں یہ بات یاد آئی تو لڑائی روک دی اور مدینے کی طرف کوچ کر دیا عمر بن جرموز مجاشعی نے راستے میں موقع پا کر ان کو مار ڈالا اور حضرت علیؑ کو آ کر بشارت دی کہ لو میں نے زبیر کا کام تمام کر دیا۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ تجھ کو میں اس کے عوض میں دوزخ کی بشارت دیتا ہوں اس نے عرض کیا کہ بڑی خرابی کی بات ہے کہ تم سے لڑنے والا بھی دوزخی اور جو تمہاری طرف سے لڑے وہ بھی دوزخی ٹھہرے اور تلوار پیٹ میں مار کر خودکشی کر لی اور مردان بن حکم کو چونکہ طلحہؓ کے ساتھ کینہ تھا اس لئے اس نے طلحہؓ کے تیر مار دیا کہ ان کی جان یوں گئی اس جنگ کو جنگ جمل کہتے ہیں کیونکہ اس دن حضرت عائشہؓ اس اونٹ پر جس کا عسکر نام تھا سوار تھیں۔ اس کو ایک شخص نے حضرت علیؑ کے حکم سے مار ڈالا۔ حضرت علیؑ نے حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچ کر فرمایا۔ غفر اللہ لک حضرت عائشہؓ نے جواب دیا۔ ولک پھر حضرت علیؑ نے ان کو تعظیم و تکریم کے ساتھ مدینے کو روانہ کر دیا۔ اور بصرے کی افسری عبداللہ بن عباس کے حوالے کر کے خود کو فنی کو تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ پھر عمر بھر متاسف رہیں اور جنگ جمل کو یاد کر لیتیں تو اتنا روتیں کہ دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا اس لیے کہ خروج میں جلدی کی تامل نہ کیا اور پہلے سے تحقیق نہ فرمایا۔ شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کو ناکشیں کہتے ہیں نکت لغت میں عہد توڑنے اور پھر جانے کے معنی میں ہے اور ان لوگوں نے بھی حضرت علیؑ کے عہد اور بیعت کو توڑا تھا اور بصرے کی

طرف چلے گئے تھے۔ ناکشین کے سرغنہ طلحہ اور زبیر تھے۔ خلافت حضرت عثمانؓ کی وسیع مدت میں بنی امیہ کا خاندان ملکی و مالی دونوں حیثیت سے طاقتور ہو گیا تھا جس کا یہ اثر تھا کہ حضرت علیؓ کی اطاعت معاویہ نے نہ کی ہمسری کا دعویٰ کیا اور اگرچہ ذاتی فضائل اور مذہبی تقدس میں ان کو حضرت علیؓ سے کچھ نسبت نہ تھی تاہم ایک مدت تک وہ مساویانہ طاقت کے ساتھ حضرت علیؓ کے حریف رہے اور تمام شامیوں نے ان کی رفاقت کی ان سب کو قاسطین کہتے ہیں لغت میں قسط کے معنی جو رو ظلم ہیں شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ قاسطین معاویہ اور ان کے ساتھی ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ سے مخالفت کی اور طریق حق کو کہ حضرت علیؓ کی بیعت تھی چھوڑ دیا غرض کہ حضرت علیؓ اور قاسطین کی جنگ کا جو آخر فیصلہ ہوا وہ بھی گویا قاسطین ہی کے حق میں ہوا خوارج نے علیؓ مرتضیٰ کی بیعت خلافت سے انکار کیا آپ نے ان سے اپنے حق کا دعویٰ کیا انہوں نے نہ مانا یہ لوگ مارقین بھی کہلاتے ہیں۔ مارقہ کی وجہ تسمیہ خوارج میں معلوم ہوگی۔ حضرت علیؓ کے طرفداروں اور مخلصوں کا کہ صحابہ و تابعین تھے اور ان کی صحبت میں رہتے تھے اور ان کی خلافت کے معین تھے اور ان کی طرف سے جان بازیاں کرتے تھے لقب شیعہ مقرر ہوا۔ انہیں سے شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین عبارت ہے ان سب کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ اپنے عہد میں امام برحق ہیں بعد شہادت حضرت عثمانؓ کے یہ انہیں کا منصب ہے تمام مسلمانوں پر ان کی اطاعت فرض ہے اور اپنے وقت کے سارے آدمیوں سے افضل ہیں اور معاویہ اور ان کے لشکر کو باغی اور خطاوار جانتے تھے مگر طلحہ اور زبیر کو یہ لوگ برا نہیں جانتے تھے اس لیے کہ انہوں نے جو تنازع حضرت علیؓ کے ساتھ کیا تو اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ ان کو مستحق خلافت نہ جانتے تھے بلکہ قاتلان حضرت عثمانؓ نے جب ان کو بھی دھمکایا تو یہ خوف جان کی وجہ سے مدینے سے چلے گئے اور ان سے قصاص لینے میں جلدی کرتے تھے ان کو خطائے اجتہادی واقع ہوئی اس لیے کہ ایک شبہ کے ساتھ متمسک تھے اگرچہ طرفثانی کی دلیل ارجح تھی اور وہ شبہ اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ جانتے تھے کہ قصاص ذوالنورین حق ہے اور حضرت علیؓ اس کے لینے پر قادر ہیں مگر نہیں لیتے بلکہ منع کرتے ہیں پس قاتلان حضرت عثمانؓ کی طلب میں جلدی کی اور اتنا تامل نہیں کیا کہ حضرت علیؓ کی مرضی معلوم ہو جاتی اس وجہ سے مخالفت ان کی طرف سے وقوع میں آئی ورنہ وہ تمام اہل عصر سے حضرت علیؓ سے مصالحت کر کے ان کی اطاعت کر لی۔ اسی واسطے یہ لوگ گمراہ قرار نہیں دئے گئے۔ حضرت علیؓ ان کو اچھا جانتے تھے بلکہ بقول بعض

اس مخالفت کو ان کی خطائے اجتہادی پر حمل کرتے تھے۔ اور یہ شیعہ حضرت علیؑ کی ان باتوں کو جو انہوں نے خلفا اور صحابہ کی مدح و صفت اور فضائل میں بیان کی ہیں جیسے کہ حضرت علیؑ معاویہ کے ایک خط کے جواب میں تیغین کے حق میں فرماتے ہیں۔ لعمری ان مکانہا من الا سلام لعظیم و ان المصائب بہما لجرح فی الاسلام شدید و جزاہما باحسن ماعملہ۔ ترجمہ: قسم اپنی جان کی منصب ان دونوں کا اسلام میں بڑا ہے اور واقعہ وفات ان دونوں کا البتہ زخم سخت ہے اللہ تعالیٰ رحمت کرے اور جزائے خیر دے ان کو بعوض بہترین کاموں کے کہ ان دونوں نے کیئے ظاہر ہی پر محمول کرتے تھیہ اور ریا کاری پر مبنی نہیں سمجھتے اور جو کچھ شرع محمدی کے احکام صحابہ کے ذریعہ سے ان کو ثابت ہوئے اسے قبول کیا اور عمل درآمد رکھا ان لوگوں نے ابن سبا وغیرہ کی باتوں کو نہیں مانا اور سارے صحابہ کا ادب کرتے رہے البتہ دو تین برس کے بعد بعض لوگ ابن سبا کے تھوڑے سے دوسوں میں آگئے اور حضرت علیؑ کو تمام اصحاب پر تفصیل دینے لگے مگر ان شیعہ تفصیلیہ نے سوائے تفصیل حضرت علیؑ کے اور ساری باتوں میں شیعہ مخلصین کے ساتھ اتفاق رکھا اور اقوال صحابہ کی پیروی کرتے رہے اور جو کچھ صحابہ کے ذریعہ سے سنت رسول اللہ مروی ہوئی اس کے معتقد و عامل رہے ان کا مذہب یہ تھا کہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد حق بالخلافت ہیں جب تک یہ بزرگ کسی اور کو یہ منصب اپنی خوشی سے نہ دیں وہ اس کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ خلفائے ثلاثہ کو یہ خلیفہ مانتے تھے اور ان کی خلافت کو درست جانتے تھے اس لئے کہ حضرت علیؑ نے انہیں اپنی خوشی سے خلیفہ کر دیا تھا اور جب یہ خود خلافت اختیار کریں تو دوسرے کو خلافت نہ لینا چاہئے۔ اور حضرت علیؑ بعد رسول اللہ کے افضل الناس ہیں اور یہ لوگ صحابہ کو برا نہیں کہتے تھے نہ ظالم و غاصب بتاتے تھے بلکہ خیر و خوبی کے ساتھ یاد کرتے تھے ان میں سے یہ اشخاص مشاہیر ہیں ابو الاسود ظالم دہلی واضح علم نحو اور ابو سعید یحییٰ بن یحییٰ عدوانی کہ علم قرأت و تفسیر و نحو و لغات عرب کا بڑا ماہر تھا اور سالم بن حفصہ جو حضرت محمد باقر اور حضرت جعفر صادقؑ سے حدیث کی روایت کرتا ہے اور عبدالرزاق محدث اور ابو یوسف یعقوب بن اسحاق معروف بابن سکیت مولف کتاب اصطلاح المنطق۔ مگر جب عبداللہ ابن سبا کی بدعت بہت پھیل چکی تو اس کی تلقین کے اثر سے دو قسم کے لوگ بہت پیدا ہو گئے ایک شیعہ، تبرا یہ جنہیں شیعہ سببہ بھی کہتے ہیں یہ لوگ سارے صحابہ کو ظالم و غاصب بلکہ کافر و منافق بتانے لگے اور حضرت

عائشہ اور طلحہ اور زبیر کی لڑائی و تنازع حضرت علیؑ کے ساتھ ان کے مذہب اور دغدغہ کا موند ہو گیا اور چونکہ یہ تمام جھگڑے حضرت عثمانؓ کے قتل کی وجہ سے واقع ہوئے تھے اس لیے ان پر بھی لعن و طعن کرنے لگے اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کی بنیاد شیخین کی خلافت پر تھی اور منتخب کرنے والے ان کے عبدالرحمن بن عوف وغیرہ صحابہ تھے سب کو یہ لوگ برا کہنے لگے یہ لوگ گویا عبداللہ ابن سبا کے متوسط قسم کے شاگرد تعلیم یافتہ تھے۔ دوسرے شیعہ غلاة یہ عبداللہ ابن سبا کے شاگرد رشید اور اس کے خاص اصحاب تھے اس کی تعلیم کی بدولت حضرت علیؑ کی الوہیت کے قائل ہو گئے اور جب بعض نیک لوگوں نے ان کو الزام دئے کہ حضرت علیؑ میں بشریت کے آثار موجود ہیں تو اس لئے بعض غلاة الوہیت کے قول کو چھوڑ کر اس بات کے قائل ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ میں حلول کیا ہے جب حضرت علیؑ کو یہ خبر پہنچی تو انکار فرمایا اور ایک جماعت غلاة شیعہ کو آگ میں جلا دیا۔ عبداللہ ابن سبا سے سارے اصناف غلاة شیعہ پیدا ہوئے ہیں اور جب کہ تبرائیہ و غلاة وزیدیہ و اسماعیلیہ وغیرہ نے اپنا لقب شیعہ اختیار کر لیا اور جب حضرت علیؑ بن ابی طالب اور بعض حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت عائشہؓ میں مع دیگر صحابہ کے بڑا غلو و مبالغہ کیا اور عمل و اعتقاد میں طرح طرح کے فسادات و بدعات پھیلا دئے تو شیعہ مخلصین و شیعہ تفضیلیہ نے اپنا لقب اہل سنت و جماعت رکھ لیا اسی واسطے اگلے وقتوں کی کتب تاریخ میں ان لوگوں کے حق میں بھی شیعہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ تاریخ و اقدی و استیجاب میں اس طرح کی باتیں بہت ہیں اور شیعہ تبرائیہ وغیرہ بھی شیعہ مخلصین و شیعہ تفضیلیہ کو شیعہ حضرت علیؑ سے نہیں شمار کرتے اس لئے کہ ان کے نزدیک محبت حضرت علیؑ کی منحصر ہے صحابہ و ازواج رسولؐ کے برا کہنے میں اور ان کے نزدیک ایمان و اسلام میں فرق ہے اسی لیے اپنی جانوں کو مومن کہا کرتے ہیں اور باقی اہل اسلام کو مسلمان بولتے ہیں۔ کہتے ہیں مومن وہ ہے جو شرائع کو اس کے حقائق اور تاویل کے ساتھ جانتا ہو اور مسلمان وہ ہے جو شرائع کو بغیر علم تاویل و تفسیر کے جانے اور معتزلہ بھی کہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے۔

تمام شیعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امامت عقل سے ثابت ہے اور امامت نص ہے اور آئمہ معصوم ہیں غلطی اور سہو و خطا سے مگر زید یہ کہ اس میں اختلاف ہے اور امامت مفضول کی فاضل کے ہوتے ناجائز ہے اور حضرت علیؑ تمام صحابہ سے افضل ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نص کر دی تھی کہ حضرت علیؑ میرے بعد امام ہیں اور ان کا قول یہ

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے پھرے تو غد پر خم کے مقام پر کہ ایک جگہ مکے اور مدینے کے درمیان میں ہے سب صحابہ کو جمع کر کے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بار الہا میں جس شخص کا مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اور اللہ دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن اس کو جو علیؑ سے دشمنی رکھے اور اس ارشاد کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ حضرت محمدؐ جب اس مقام پر پہنچے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بُلُغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ**۔ سورۃ مائدہ ۵ آیت ۶۷۔ یعنی اے رسول پہنچا اس چیز کو جو تیرے رب کی طرف سے اتری اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو کچھ بھی نہ پہنچایا اور تجھ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچائے گا پھر حضرت محمدؐ اس خطبے سے فارغ ہو چکے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **الْيَوْمَ أَلْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَآتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي**۔ سورۃ مائدہ ۵ آیت ۳۔ یعنی آج کامل کر چکا دین تمہارا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر چکا پس آیت اول حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی جس کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مولائیت کی بشارت دی اور نعمت کا تمام کرنا وہی حضرت علیؑ کی مولائیت کا اظہار ہے اور یہ صریح دلیل ہے کہ وہ افضل ہیں اور خلافت کے لیے سب سے زیادہ حقدار ہیں اور مولا کے معنی اس جگہ اولی بالامامت ہیں اور یہ نص صریح ہے ان کی خلافت پر صحابہ حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کرتے وقت واقعہ غدیر کو یاد رکھتے تھے اور یہ نص ان پر بخوبی منکشف تھی لیکن انہوں نے اس کی تعمیل نہ کی اور بوجہ ظلم و عناد اور مکابرے کے امر حق سے چشم پوشی کی اور امیر المومنین علیؑ نے جو اس وقت اس کے ساتھ استدلال نہ کیا اور خلافت کے مدعی نہ ہوئے تو یہ بسبب نقیہ کے تھا اور صحابہ حضرت علیؑ سے بیعت نہ کرنے کی وجہ سے مرتد ہو گئے اور تمام صحابہ سے تبرا کرتے ہیں سوائے چند کے اور یہ کہتے ہیں کہ امام کو جائز ہے کہ وہ حالت نقیہ میں کہے کہ میں امام نہیں ہوں اور اجماع کے منکر ہیں ان کے نزدیک اجسام قیامت سے پہلے بھی دنیا میں لوٹ آتے ہیں مگر بعض غلاۃ حشر اجساد اور حساب کے منکر ہیں اور ان کے نزدیک امام کو دنیا اور دین کی ساری باتوں کا علم حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ سنگریزوں اور درختوں کے پتوں کو بھی جانتا ہے اور آئمہ سے مثل انبیاء کے معجزات صادر ہوتے ہیں اور اکثر ان میں سے یہ کہتے ہیں کہ جس نے حضرت علیؑ سے جنگ کی وہ کافر ہے ان کے نزدیک جماعت مسنون نہیں اور مسیح موزون پر جائز نہیں اور حضرت فاطمہؑ، حضرت عائشہؑ سے افضل ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نبیؐ میں بغیر معاون کے

نبوت کی قدرت نہ تھی اور کہتے ہیں لفظ واحد سے تین طلاقیں واقع نہیں ہو سکتیں اور نماز تراویح کی مسنونیت کے منکر ہیں اور ان کے نزدیک نماز میں سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا مسنون نہیں اور افطار میں جلدی کرنا ناجائز ہے اور نماز مغرب غروب آفتاب کے بعد اس وقت تک نہ پڑھنا چاہیے جب تک ستارے نہ چمک جائیں مگر اسماعیلیہ کے نزدیک افطار اور نماز مغرب میں جلدی کرنا واجب ہے اور تمام شیعہ کرامات اولیا کے منکر ہیں اور اپنے آئمہ کی کرامات کو معجزات کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ شرح مسلم الثبوت میں بحر العلوم لکھتے ہیں کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ گناہ بندے کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں اور حسنات اللہ کی قدرت سے اس لیے کہ برائی کا پیدا کرنا قبیح ہے پس ان کے نزدیک دو خالق ہیں ایک خالق خیر دوسرا خالق شر۔ شیعہ کے بعض فرقے رجعت کے قائل ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) رجعت بعد موت کے ہوتی ہے پس بعض فرقوں کا قول یہ ہے کہ ان کا امام بعد موت کے دنیا میں پھر آئے گا۔ (۲) رجعت بعد غیبت کے ہوتی ہے چنانچہ بعض فرقے اس کے قائل ہیں کہ امام مرانہیں غائب ہو گیا ہے۔ پھر آکر زمین کو عدل سے بھر دے گا بعض فرقے بعض اماموں کی موت میں توقف کرتے ہیں۔ غرض کہ شیعہ میں باہم بھی بڑا اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے بہت سے فرقے بن گئے ہیں کہ ایک فرقہ دوسرے فرقے کی تکفیر کرتا ہے۔ اصول ان میں سے پانچ فرقے ہیں۔ غلاة۔ کیسانیہ۔ اسماعیلیہ۔ زیدیہ اور امامیہ۔ اور شیعہ کے ہر فرقے میں داعی لوگ ہوتے ہیں کہ اس مذہب کی طرف اشخاص کو علم یا مال یا زبان یا ہتھیار کے ذریعہ سے بلاتے ہیں ان کو اصطلاح میں دعاۃ کہتے ہیں جو داعی کی جمع ہے انہیں دعاۃ کے نام سے فرقے منسوب ہوتے ہیں۔

غلاة

اگرچہ کیسانیہ و اسماعیلیہ و امامیہ میں سے بھی بہت سے فرقے غلو رکھتے ہیں مگر ہم یہاں غلاة ان فرقوں سے مراد رکھتے ہیں جن میں یہ اعتقاد مشترک ہے کہ انبیاء آئمہ اللہ ہیں یا اللہ نے انبیاء اور آئمہ میں حلول کیا ہے یا ان سے متحد ہو گیا ہے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ تعین امام کے باب میں بعض ان میں سے کیسانیہ ہیں اور بعض امامیہ اور زیدیہ کے فرقوں میں سے کوئی ایسا نہیں سنا گیا جو ان غلاة کی طرح کوید شہید اور ان کی اولاد کی الوہیت یا ان میں حلول الوہیت یا اتحاد کا قائل ہو اور کشف الغمہ عن افتراق الاممہ میں ذکر کیا ہے کہ

غلاة کا قول یہ ہے کہ نص نبوی کے مطابق حضرت علیؑ امام ہیں پھر حضرت حسنؑ بعد ان کے حضرت حسینؑ پھر بعد حضرت حسینؑ کے حکم شوریٰ ہے بعض نے کہا ہے کہ نص نہیں آئی مگر امامت حضرت علیؑ پر فقط اور ان کے نزدیک امام کا مقرر کرنا اللہ پر واجب ہے اور اس وجوب کے ثبوت پر عقل دلائل کرتی ہے اور امام کا تقرر لغات کی تعلیم کرنے اغذیہ وادویہ اور سموم اور حروف اور صناعات کے احوال بتانے اور آفات و مصائب سے بچانے کے لیے ہے ابو بکر باقلانی شاگرد ابوالحسن اشعری نے مل و نخل میں کہا ہے۔ لاخلاف بین الائمة فی تکفیر غلاة الروافض و ہم الذین زعموا ان الله قد حل فی الانبیاء ثم فی الائمة۔ یعنی آئمہ میں اتفاق ہے اس بات پر کہ غلاة روافض کافر ہیں اور وہ وہ ہیں کہ یہ زعم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں حلول کیا ہے پھر آئمہ میں حلول کیا ہے بحارا الانوار کی دسویں جلد میں علل الشرائع سے نقل کیا ہے کہ حضرت جعفر صادقؑ نے غلاة اور مفوضہ پر لعنت کی ہے اور شیخ ابو جعفر محمد بن عالی بن ہابویہ قمی اثنا عشری کہتے ہیں کہ غلاة اور مفوضہ کافر ہیں یہود اور عیسائی اور مجوس اور ترسا اور آتش پرست اور قدریہ اور حروریہ اور جبریہ اور سب اہل بدعت مذاہب باطلہ سے بدتر ہیں ابو ہاشم جعفری سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی موسیٰ رضاؑ سے پوچھا کہ عالی کیسے ہیں فرمایا کہ کافر ہیں اور مفوضہ مشرک ہیں جو شخص ان سے مجالست اور ہم نشینی اور مخالفت کرے گا ان کے ساتھ کھائے گا یا پئے گا یا ان کے ساتھ مناکحت یعنی باہم دگر نکاح کرے گا یا کسی طرح سے ان سے رعایت کرے گا یا نسبت ان کے صلہ عمل میں لائے گا یا ان کو امانت دار قرار دے گا یا ان کی امانت اپنے پاس رکھے گا یا ان کے کلام اور بات کی تصدیق کرے گا یا ان کی اعانت کرے گا اگرچہ کلمے کے ساتھ ہو یا بعض کلمے کے ساتھ تو وہ شخص ولایت و دوستی اللہ عزوجل اور ولایت و دوستی رسول اللہ اور اس حضرت علیؑ کے اہل بیت سے باہر ہو جائے گا۔ اور غلاة کئی فرقے ہیں۔

پہلا سبائیہ

یہ قبیلہ ہیں عبداللہ بن وہب بن سبا معروف بابن السواد کے یہ شخص یہودی تھا حجاز سے اہل اسلام کے شہروں میں جایا کرتا تھا ارادہ وہ اس کا یہ تھا کہ مسلمانوں کو گمراہ کر دے جب یہ بات نہ بنی اور یہ کام نہ کر سکا تو بظاہر اسلام لا کر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ مکہ و فریب سے پیش آیا۔ ۳۳ ہجری میں بصرے گیا وہاں پہنچ کر کچھ مسائل لوگوں سے کہنے

لگا لیکن صراحت نہ کرتا تھا ایک جماعت اس کی طرف مائل ہو گئی اور اس کی باتوں میں آنے لگی۔ عبداللہ بن عامر حاکم بصرہ نے اس کو بصرے سے نکلوا دیا وہاں سے کوفے میں آیا پھر کوفے سے چل کر مصر پہنچا وہاں آ کر ٹھہرا لوگوں میں بیٹھ کر یہ بات کہی بڑا تعجب ہے اس شخص سے جو اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ عیسیٰ پھر دنیا میں آئیں گے اور اس کی تکذیب کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ آئیں گے رجعت کے بارے میں لوگوں سے بات چیت کرتا رہا یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے اس بات کو قبول کیا اور یہ بدعت ۳۵ ہجری سے پھیلنے لگی پس مذہب رجعت کا وہی موجد ہے بعد اس کے اس نے یہ بات کہی کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوا کرتا ہے۔ حضرت محمد امانت حضرت علیؑ کی وصیت کر گئے ہیں کہ وہ بعد حضرت محمدؐ کے ان کے وصی ہیں اور نص نبوی کے مطابق خلیفہ امت ہیں اور سن رکھو کہ حضرت عثمانؓ نے خلافت ناحق لے لی اب تم لوگ کھڑے ہو کر اپنے امر پر طعن کرو اور اظہار امر معروف و نہی منکر کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لو پھر اس نے اپنی طرف سے داغی جاہہ جانیجی اور جہاں جہاں کے لوگ اس کی طرف مائل تھے ان سے خط و کتابت جاری کی ان لوگوں نے مخفی دعوت کرنا غلط کیا اس کی رائے کی طرف شروع کیا اور ایک عام ناراضی حضرت عثمانؓ کے عمال اور ان کی خلافت کی طرف سے لوگوں میں پھیل گئی اور ساری زمین اسلام عبداللہ ابن سبا کی رائے و عقیدے سے بھر گئی چاروں طرف علانیہ طعن و تشنیع کا بازار گرم ہو گیا روزانہ اس کی متواتر خبریں مدینے میں پہنچنے لگیں مدینے میں بھی لوگوں میں سرگوشیاں ہو گئیں امیر المومنین عثمانؓ اور ان کے عمال پر زبان طعن دراز ہو گئی صحابہ کرام سے زید بن ثابت۔ ابواسید ساعدی۔ کعب بن مالک۔ اور حسان بن ثابت لوگوں کو طعن و تشنیع سے روکتے تھے لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ تھا۔ اس وقت اہل مدینہ مجتمع ہو کر امیر المومنین عثمانؓ کے پاس آئے اور واقعات سے ان کو مطلع کیا لیکن ان کو اس سے ناواقف پایا حضرت عثمانؓ نے کہا کہ تم لوگ مسلمانوں کے رئیس اور ارباب رائے ہو اس میں تمہاری کیا رائے ہے صحابہ نے کہا چند معتبر و معتمد آدمیوں کو اسلامی ممالک کی طرف خبر لانے کے لیے روانہ کرو چنانچہ محمد بن مسلمہ کوفہ کی طرف اور اسامہ بن زید بصرے کی طرف اور عبداللہ بن عمر شام کی طرف اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی مختلف ممالک اسلام کی طرف روانہ کیے گئے ان لوگوں نے واپس ہو کر بیان کیا کہ ہم نے نہ تو عمال دو الیاں ملک کی کوئی برائی دیکھی اور نہ عوام و خواص کو ان کی شکایت کرتے ہوئے پایا لیکن عمار بن یاسر نے جو مصر کی جانب روانہ کئے گئے تھے

واپسی میں تاخیر کی اور ان کو ابن سبا اور اس کے ہمراہیوں خالد بن ملجم۔ سودان بن حمران سکونی۔ کنانہ بن بشر نے اپنی طرف مائل کر کے اپنا ہم صفیر بنا لیا۔ منخریفین و مخالفین حضرت عثمانؓ دربارہ نقض بیعت حضرت عثمانؓ خط و کتابت کرنے لگے اور بذریعہ خط یہ طے کر لیا کہ ایک مقررہ یوم پر مدینے میں جمع ہونا چاہئے چنانچہ ملک مصر سے ایک ہزار یا سات سو یا پانچ سو آدمی اور ایک ایک جماعت بصرہ و کوفہ سے بہ تعداد مذکورہ مدینے میں آئی اور حضرت عثمانؓ کو معزول کرنے کا ارادہ کیا اور فساد برپا کر کے حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیر لیا اور چالیس یا پچاس دن تک ان کو محصور رکھا پھر حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مروان کو عہدہ منشی گری سے موقوف کیجئے اور عبداللہ بن ابی سرح کو حکومت مصر سے معزول کیجئے حضرت عثمانؓ نے قبول کیا حضرت علیؓ نے لوگوں کو سمجھا کر ہٹا دیا اور بات رفع دفع ہو گئی اور محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کا حاکم مقرر کر کے ادھر بھیجا راستے میں ان کو ایک خط مہربی حضرت عثمانؓ کا عبداللہ کے نام ملا جس میں یہ مضمون تھا کہ محمد بن ابی بکرؓ جو کچھ کہیں اس کی تعمیل مت کرنا اور کسی حیلے سے ان کو مار ڈالنا۔ محمد اس خط کو لے کر مدینے کو لوٹ آئے اور حضرت عثمانؓ سے اس کا حال پوچھا انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ یہ میرا اگرچہ میری ہے اور میرے ہی منشی کا خط ہے مگر میں نے یہ خط نہیں لکھوایا تو ان لوگوں نے کہا کہ مروان کو ہمارے سپرد کر دو یہ بات حضرت عثمانؓ نے نا منظور کی اس لئے لوگوں کے دل میں ان کی جانب سے پھر گئے اور حضرت عثمانؓ کو محصور کر لیا تاریخ اغتم کو فی میں لکھا ہے کہ محاصرین نے حضرت عثمانؓ پر تنگی کی اور ہر جانب سے ان کے مکان میں گھس پڑے محمد بن ابوبکر نے دوڑ کر حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑ لی اور ان کی گردن میں زخم پہنچایا۔ جس سے خون جاری ہو گیا پھر کنانہ بن بشر آیا اور ایک دار لکڑی کا حضرت عثمانؓ کے سر پر کیا اور سیدان بن حمران مرادی نے ایک تلوار ان کے سر پر ماری۔ حضرت عثمانؓ پیچھے کوٹ کر پڑے اور پھر اور لوگوں نے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ابن خلدون نے لکھا ہے کہ عمیر بن ضابی نے حضرت عثمانؓ کے چند ٹھوکریں ماری تھیں جس سے چند پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں اور ٹھوکریں لگانے کے وقت یہ کہتا جاتا تھا تم نے میرے باپ کو قید کیا تھا جو بے چارہ حالت قید میں مر گیا اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عمرو بن أمق نے آپ کے سینے پر نو نیزے مار کر کہا ان میں سے تین نیزے تو میں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے مارے ہیں اور چھ اس وجہ سے مارے ہیں کہ میرے دل میں اس کی طرف سے غبار تھا۔ خاتمہ کلام یہ ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے دو

بدو علیؑ مترتضیٰ سے یہ بات کہی تھی۔ انت الالہ یعنی تم اللہ ہو اور انہیں اللہ اعتقاد کرتا تھا حضرت علیؑ نے اسے مدائن کی طرف نکلوا دیا۔ اور یہ کہتا تھا کہ حضرت علیؑ بعد موت کے پھر دنیا میں آئیں گے وہ قتل حضرت علیؑ کا معتقد نہ تھا ان کو زندہ بتاتا تھا کہتا تھا کہ شیطان حضرت علیؑ کی صورت پر گیا تھا اسے عبدالرحمن ابن کعب نے مارا ہے اور کہتا تھا وہ بادل میں آتے ہیں بجلی ان کی آواز ہے بادل کی گرج ان کا چابک ہے وہ ضرور زمین پر اتر کر اس کو عدل سے بھر دیں گے جس طرح کہ ظلم سے بھر گئی ہے۔

اور سبائہ جب بادل کی گرج کی آواز سنتے تو کہتے۔ السلام علیک یا امیر المومنین۔ ارشاد یہ شرح اعتقاد یہ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن سبا کہتا تھا کہ امیر المومنین اللہ ہیں اور میں ان کی طرف سے پیغمبر ہوں۔ حضرت علیؑ نے یہ سن کر اس کو بلوایا اور اس سے پوچھا کہ تو کیا کہتا ہے اس نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات آئی ہے اور خیال میں گزرا ہے کہ تم اللہ ہو اور میں تمہارا پیغمبر ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ وائے تجھ پر شیطان تجھ سے استہزا اور سخریہ اور مذاق کرتا ہے تو توبہ کر اپنے اس اعتقاد باطل اور خیال فاسد سے اس نے آپؑ کا فرمانا نہ مانا اور توبہ سے انکار کیا آپؑ نے اس کو قید کیا پھر بھی وہ توبہ کرنے پر راضی نہ ہوا اور اس اعتقاد باطل سے نہ پھرا آخر آپؑ نے اس کو قید خانے سے باہر نکال کر آگ میں جلا دیا اور ایک بیٹا اس کا نام عبید اللہ بن سبا تھا وہ بھی فاسدۃ العقیدہ تھا مگر اپنے باپ سے ایک درجہ کم تھا وہ حضرت علیؑ کے اللہ ہونے کا قائل نہ تھا مگر تفویض کا قائل ہوا تھا چنانچہ مفوضہ میں اس کا بیان آتا ہے اور اسی کتاب میں دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے جب عبداللہ کے اصحاب کو پکڑا تو وہ مدائن کو بھاگ گیا۔ حضرت علیؑ نے حکم دیا کہ ایک گڑھا کھودیں اور اس میں آگ روشن کریں اور اصحاب عبداللہ کو اس میں ڈال دیں غرض کہ جب ان کو اس آگ میں ڈالا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا یقین اور زیادہ ہوا کہ تو ہی اللہ ہے اس لیے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ بندوں کے ساتھ آگ کے عذاب کرے گا اب کہ تو ہم کو آگ سے عذاب کرتا ہے پس ہمیں یقین ہوا کہ تو ہی اللہ ہے آخر وہ سب جل گئے مگر اپنے اپنے اعتقاد سے نہ پھرے۔

دوسرا کاٹیہ

یہ فرقہ ابو کمال کی طرف منسوب ہے یہ شخص سب صحابہ کو کافر بتاتا تھا اس پر کہ انہوں

نے حضرت علیؑ سے بیعت نہ کی اور خود حضرت علیؑ کو کافر کہتا تھا اس پر کہ صحابہ سے نہ لڑے یہ تناخ کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ امامت نور الہی ہے کہ ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ نور ایک آدمی میں امامت ہو اور دوسرے میں نبوت ہو جائے اور کہتا تھا کہ روح الہی نے اول آدم میں بعد اس کے درجہ بدرجہ تمام انبیا و آئمہ میں حلول کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کے نزدیک کافر کا بھی امام ہونا اور اس میں روح الہی کا حلول کرنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت علیؑ کی تکفیر کرتا ہے اور پھر ان میں روح الہی کے حلول کا اور ان کی امامت کا قائل ہے شفاء قاضی عیاض میں لفظ کالمیہ کی جگہ کمیلیہ لکھا ہے شارح کہتا ہے کہ کمیلیہ منسوب ہیں کمیل کی طرف جو کامل کا مصغر ہے اس صورت میں کمیلیہ کاف کے ضمہ سے ہوگا بعض کہتے ہیں کہ اس لفظ میں کاف مفتوح ہے اس صورت میں قبیل کے وزن پر کامل کے معنی میں ہے۔

تیسرا مغیریہ

یہ مغیرہ بن سعید عجمی کے اصحاب ہیں جو خالد بن عبداللہ قسری گورنر عراق کا غلام تھا اس نے خالد پر کوفہ میں بیس آدمی لے کر خروج کیا ان کو گھیر لیا وہ ممبر پر تھے انہوں نے کہا مجھے پانی پلا دو اس سبب سے وہ بدل دئے گئے نواب صدیق حسن خان نے اسی طرح لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ خالد کو ہشام بن عبدالملک نے ۱۲۰ ہجری میں ابوالہشامی وحیان بنطی کے کہنے سننے سے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو ان کی جگہ مقرر کیا تھا یہ دونوں ہشام بن عبدالملک کی املاک کے جو عراق میں تھی متولی تھے ابن خلدون وغیرہ نے اسی طرح لکھا ہے اور معارف میں ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ خالد نے مغیرہ کو واسط میں قتل کر کے قنطرة العاشر پر سولی دی تھی اس کے شائع میں سے ایک قول یہ ہے کہ معبود کے اعضا حروف ہجا کی صورت پر ہیں اور الف صورت قدمین پر ہے اور یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ اللہ ایک مرد ہے نور کا اس کے سر پر ایک تاج ہے نور کا اور اس کا دل حکمت کا منبع ہے وہ اعتقاد رکھتا تھا کہ اللہ ہر مکان میں ہے کوئی مکان اس سے خالی نہیں ہے اور اللہ نے جب جہاں پیدا کرنا چاہا تو اعمال عباد کو اپنی دو انگلیوں سے لکھا پھر ان کے معاصی سے غضب میں آیا تو اس سے اللہ کو پسینا چھوٹا اس پسینے سے دو دریا مجتمع ہو گئے ایک شیریں ایک تلخ پس اللہ تعالیٰ نے دریائے شیریں میں دیکھا تو عکس اس کا اس میں پڑا اللہ تعالیٰ نے تھوڑا سا عکس اس دریا میں سے

نکال کر اس سے چاند اور سورج بنائے اور باقی کو فنا کر دیا اس واسطے کہ کوئی شریک اس کا باقی نہ رہے پھر دریائے شیریں سے مومن پیدا کیے دریائے تلخ سے کافر بنائے اور اس آیت کی۔ عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَجْهَلُنَهَا۔ سورة احزاب ۳۳، آیت ۷۲۔ تفسیریوں کرتا تھا کہ ہم نے پیش کی امانت آسمان وزمین اور پہاڑوں کے سامنے اور وہ امانت حضرت علیؑ کی امامت تھی کہ تم میں سے کون ایسا ہے کہ اس کو لینا چاہتا ہے۔ تو کسی نے اس امانت کو قبول نہ کیا تا کہ یہ حق حضرت علیؑ کا حضرت علیؑ ہی کو پہنچ جائے۔ مگر انسانوں میں سے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے مشورے سے اس کو اختیار کر لیا جب کہ حضرت عمرؓ نے یہ اقرار کر لیا کہ کار امامت میں حضرت ابوبکرؓ کو مدد دیتا رہوں گا اور حضرت عمرؓ نے یہ ذمہ داری اس شرط پر اختیار کی کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے بعد مجھے خلافت دے دیں اور یہ کہتا تھا کہ آیت كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ۔ (سورة حشر۔ ۵۹۔ آیت ۱۶) یعنی شیطان کی مثل ہے جس وقت اس نے آدمی کو کہا تو کفر کر جب اس نے کفر کیا تو تحقیق میں تجھ سے بیزار ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہاں کا رب ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے اس کے نزدیک مہدی زکریا بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں اور وہ زندہ ہیں کوہ ہاجر میں مقیم ہیں جب حکم ربی ہوگا تو اس سے برآمد ہوں گے اور محمد بن علی کے بعد یہ شخص اپنے لیے امامت کا طالب ہوا تھا اور دعویٰ نبوت کا رکھتا تھا اس کے زعم میں اس کا معجزہ یہ تھا کہ وہ اسم اعظم جانتا ہے اور مردوں کو زندہ کرتا ہے اور جب مغیرہ مارا گیا تو اس کے بعض مرید کہنے لگے کہ وہی امام منتظر ہے۔ منہج المقال میں آیا ہے کہ امام ابو عبد اللہ فرماتے تھے کہ اس آیت میں۔ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيْطَانُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ۔ سورة شعراء ۲۶۔ آیت ۲۲۱ سے ۲۲۲۔ یعنی میں تم کو بتاؤں شیطان کس پر اترتے ہیں۔ اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر شیاطین سے مراد یہ سات شخص ہیں۔ مغیرہ بن سعید اور بنان اور صادق نہدی اور حرث شامی اور عبد اللہ بن حرث اور حمزہ بن عمارہ زبیری اور ابوالخطاب اور نامہ دانشوران میں ابن قبة کے حالات میں مذکور ہے کہ فرقہ، مغیرہ کا قول ہے کہ امامت حسن بن حسن کو وصیت سے پہنچی تھی ان کے نزدیک امامت منحصر ہے حسن بن علی اور ان کی اولاد میں اور یہ فرقہ ان کے غیر میں امامت تجویز نہیں کرتا۔

چوتھا بنانیہ

یہ قبیح ہیں بنان بن سمعان تسمی نہدی یعنی کے اور بعض بنان کو اسماعیل کا بیٹا بتاتے ہیں۔ لفظ بنان کے حروف میں اختلاف ہے۔ میر سید شریف نے تعریفات میں ہائے موحده کے بعد نون لکھا ہے اور منتہی المقال و منج المقال میں آیا ہے بنان مین ہائے موحده مضموم ہے اور اس کے بعد نون ہے اور نون کے بعد الف اور اس کے بعد نون ہے اور ابوزید بلخی کی تاریخ میں ہے کہ یہ نام بیان ہے ہائے موحده کے بعد یائے تحتانی کے ساتھ اور نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں شہاب الدین احمد خفاجی کہتے ہیں کہ فرقہ، بیانہ منسوب ہے بیان کی طرف اس لفظ میں ہائے موحده مفتوح اور یائے تحتانی اور الف اور نون ہے اور بعضوں نے بنان ہائے موحده اور دونوں کے ساتھ بتایا ہے بنان کے باپ کا نام اسماعیل نہدی تھا۔ یہ شخص بجائے حلول کے اتحاد کا قائل تھا یعنی اس کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ حضرت علیؑ کے ساتھ متحد ہو گیا ہے۔ پھر بعد حضرت علیؑ کے محمد بن حنفیہ کے ساتھ پھر ان کے بیٹے ابو ہاشم عبداللہ بن محمد کے ساتھ پھر بعد ابو ہاشم کے بنان سمعان کے ساتھ یعنی خود اس کی ذات کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ انسان کی صورت پر ہے اور سب کچھ اس کا ہلاک اور فنا ہو جائے گا مگر منہ فنا نہ ہوگا اور دلیل اس پر یہ آیت لاتا تھا۔ کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وُجْهًا۔ ورة قصص۔ ۲۸۔ آیت۔ ۸۸۔ کتاب کشی میں سعد بن عبداللہ کے ذریعہ سے روایت آئی ہے کہ حضرت جعفر صادق نے بنان پر لعنت کی ہے جیسا کہ اختیار میں مذکور ہے اور کشی میں یہ بھی روایت ہے کہ ابو الحسن رضانے کہا ہے کہ بنان علی بن حسین کے تکذیب کرتا تھا پس اللہ نے اس کو بھی آتش دوزخ کے ساتھ سزا دی اور تاریخ ابوزید بلخی میں مذکور ہے کہ بیانہ بیان کی نبوت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں جو وارد ہے۔ ہَذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ۔ سورة آل عمران ۳۔ آیت۔ ۱۳۸۔ یعنی یہ بیان ہے لوگوں کے لیے اس سے مراد یہی ہمارا پیشوا ہے اور چونکہ یہ شخص تناخ اور رجعت کا قائل تھا اس لیے خالد بن عبداللہ قسری نے قتل کر دیا۔ منہج المقال میں لکھا ہے کہ ہشام بن حکم کہتے ہیں۔ میں نے ابو عبداللہ سے عرض کیا کہ بنان اس آیت کی وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌ۔ سورة زخرف ۴۳۔ آیت ۸۴۔ تاویل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ زمین کا اللہ اور ہے آسمان کا اللہ اور ہے اور آسمان کا اللہ زمین کے اللہ سے اعظم ہے اور باشندگان زمین آسمان کے اللہ کو

جانتے ہیں اس کی تعظیم کرتے ہیں ابو عبد اللہ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم کہ زمین اور آسمان دونوں کا وہ ایک ہی اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں بنانا جھوٹا ہے اللہ اس پر لعنت کرے۔

پانچواں جناحیہ

یہ قبیح ہیں عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر زوالجباحین بن ابوطالب کے وہ تباہی ارواح کے قائل تھے اور ایک عقیدہ ان کا یہ بھی تھا کہ روح الہی انبیاء میں دائر سائر ہے پھر حضرت علیؑ میں پھر حضرت حسنؑ و حضرت حسینؑ و محمد بن حنیفہ اولاد حضرت علیؑ میں دائر ہوئی پھر عبد اللہ کے اندر آئی اس لیے انہوں نے زعم کیا تھا کہ وہ اللہ ہے اور علم اس کے دل میں یوں اگتا ہے جیسے زمین سے پھول زمین کا اور امامت بھی اسی ترتیب سے ظہور میں آئی ہے کیونکہ نبوت اور امامت کے معنی جناحیہ کے نزدیک یہی تھے کہ روح الہی بدن انسانی میں حلول کرے۔ اس فرقہ کا مذہب یہ ہے کہ شراب و مردار و نکاح محارم و زنا حلال ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن میں جو مردار اور خون اور سور کے گوشت کی تحریم آئی ہے یہ کناہیہ ہے ایک قوم سے جن کا بغض لازم ہے جیسے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و معاویہؓ۔ اور جس قدر فرائض مامور بہا قرآن آئے ہیں وہ کناہیہ ہے ان لوگوں سے جن کی دوستی لازم ہے جیسے حضرت علیؑ و حضرت حسنؑ و حضرت حسینؑ اور ان کی اولاد یہ قیامت کے منکر ہیں۔ بہر صورت عبد اللہ بن معاویہ نے ۱۲۷ ہجری میں مروان حمار کی شروع حکمرانی میں کوفے میں خروج کیا تھا کوفے کے سارے زیدیہ نے ان کا ساتھ دیا تھا مگر عبد اللہ بن عمر بن عبدالعزیز حاکم عراق سے سخت جنگ کے بعد شکست کھا کر مدائن کو چلے گئے اور تمام اطراف سے شیعہ ان کے جھنڈے کے تلے جمع ہو گئے اور ان کی قوت بہت بڑھ گئی اور ایک زبردست لشکر کے ساتھ فتوحات شروع کیں اور بڑے بڑے شہر جیسے حلوان۔ حمدان۔ قوس رے (تہران)۔ جہاں اصفہان فتح کر لیے۔ ۱۲۹ ہجری میں فارس (ایران) پر چڑھائی کی اور اسے بھی مسخر کر لیا اور استخر میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا اور اپنی طرف سے جا بجا حکام روانہ کیے اور مال کثیر حاصل کیا۔ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے بڑے بڑے سردار جیسے سلیمان بن ہشام بن عبد الملک اور ابو جعفر منصور اور علی بن عبد اللہ بن عباس و عیسیٰ بن عبد اللہ بن عباس ان کے شریک ہو گئے عامر بن صبارہ اور معین بن زائدہ نے گھیر کر ایسی ہکستیں دیں کہ سارا لشکر پریشان ہو گیا اور عبد اللہ بن معاویہ خود مع اپنے دو بھائی حسن اور

یزید اور خاص خاص آدمیوں کے ہرات (افغانستان) کی طرف بھاگ گئے جہاں پر ابو نصر مالک بن ہشیم خزاعی ابو مسلم کی طرف سے حاکم تھا۔ اس نے ابو مسلم کے حکم سے عبداللہ کو مروا ڈالا اور حسن و یزید ابنائے معاویہ کو چھوڑ دیا۔ فرقہ، جناحیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ عبداللہ ملک اصفہان میں کسی پہاڑ کے اندر زندہ موجود ہیں عنقریب نکلنے والے ہیں۔

چٹا منصور یہ

یہ ابو منصور عجمی کے تابع ہیں یہ شخص ابتدا میں حضرت جعفر صادق بن محمد باقرؑ کا متقد تھا جب انہوں نے اپنے پاس سے علیحدہ کر دیا تو اس نے یہ دعویٰ کیا کہ بعد حضرت محمد باقر کے امامت اس کی طرف منتقل ہوئی ہے اور وہ بعد انتقال اس امامت کے آسمان پر گیا اور معبود نے اس کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہا۔ اے بیٹا پہنچا دے میری طرف سے یہ آیت۔

وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ۔ سورة طور ۵۲۔

آیت ۱۲۔ اگر کسی چیز کا ٹکڑا آسمان سے گرتا دیکھیں تو کہیں یہ گاڑھی بدلی ہے اس کے زعم میں کسف ساقط مذکور سے مراد حضرت علیؑ بن ابی طالب ہیں اور اس بات کا قائل تھا کہ رسول قیامت تک مبعوث ہوتے رہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی ہے اور ایک عقیدہ یہ تھا کہ جنت سے مراد وہ آدمی ہے جس کی دوستی واجب ہے اور وہ امام ہے جیسے حضرت علیؑ بن ابی طالب اور ان کی اولاد اور دوزخ سے مراد وہ آدمی ہے جس کی دشمنی واجب ہے۔ جیسے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و معاویہؓ اسی طرح کہتا تھا کہ قرآن میں فرائض سے حضرت علیؑ اور ان کی اولاد مراد ہے اور یہ محرمات سے حضرت ابو بکرؓ وغیرہ مقصود ہیں اور اس تاویل سے مطلب اس کا یہ تھا کہ جو کوئی امام تک پہنچ جاتا ہے اس سے ساری تکالیف شرعیہ اٹھ جاتی ہیں بے قید ہو جاتا ہے منصور یہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص ایسے چالیس آدمیوں کو قتل کر ڈالے جو عقائد دیدیہ میں ہم سے خلاف ہیں تو وہ جنت میں داخل ہو اور یہ لوگ آدمیوں کے مال حلال جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبریل نے پیغام رسائی رب العالمین میں خطا کی ہے۔

ساتواں خطاب یہ

یہ لوگ ابو الخطاب کے تابع ہیں خلاصہ میں لکھا ہے کہ ابو الخطاب کو محمد بن مقلاص اور محمد

بن ابوزینت کہتے ہیں اور طحطاوی کے حاشیہ در مختار میں ہے کہ خطابیہ نسبت ہے ابو الخطاب محمد بن وہب جدع یا محمد بن ابی زینت اسدی جدع کی طرف ابو الخطاب نے کوفے میں خروج کیا اور عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبداللہ بن عباس سے لڑا اور حضرت جعفر صادق کی اطاعت کی طرف دعوت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ علی مرتضیٰ الل اکبر ہیں اور جعفر صادق اللہ اصغر انتہی کلام۔ اور عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل میں اس طرح لکھا ہے کہ ابو الخطاب اسدی نے اپنے آپ کو حضرت جعفر صادقؑ کے منسبین میں مشہور کر کے لوگوں کا اعتقاد حضرت جعفر صادق کے اور اپنے ساتھ خوب مستحکم کیا اور یہ بات ذہنوں میں جمائی کہ یہ حضرت آئمہ جن کی طرف سے میں داعی ہوں پہلے امام زمان ہوتے ہیں پھر الہ ہو جاتے ہیں الوہیت ایک نور ہے جو نبوت کے پردے میں نہاں ہوتا ہے جس طرح نبوت ایک روشنی ہے جس کی چمک امامت کے لباس میں ہوتی ہے اس نے بتدریج اپنی تعلیمات میں یہ بات بھی شامل کر لی تھی کہ حضرت جعفر صادقؑ اس زمانے کے الہ ہیں یہ نہ سمجھو کہ جس صورت کو تم دیکھتے ہو وہی جعفر ہیں وہ تو ایک لباس ہے جو اس عالم میں اترنے کے وقت اللہ نے پہن لیا ہے حضرت جعفر صادق کو جب اس کی خرافات و کفریات پر اس کی اطلاع ہوئی تو اس کو اپنے ہاں سے ذلت کے ساتھ نکال دیا اور اس پر لعنت کر کے ان تمام اقوال سے اپنی برادت ظاہر کی چونکہ اس کو امام سے دراصل کوئی تعلق نہ تھا اس کی غرض صرف یہ تھی کہ وہ بھی مقتدا مان لیا جائے اس وجہ سے اس وقت اس نے امامت کا دعویٰ کیا وہ مشبہ بھی تھا حتیٰ کہ خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں مارا گیا اس کے تابع پچاس فرقے ہیں سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آئمہ جیسے حضرت علی اور ان کی اولاد یہ سب انبیاء ہیں اور ہر امت کے لیے دو رسول ہونا ضرور ہیں ایک ناطق دوسرا صامت سو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ناطق تھے اور حضرت علی نبی صامت ہیں اور حضرت جعفر صادق بن محمد باقر نبی تھے پھر انتقال نبوت کا ابو الخطاب کی طرف ہو گیا بلکہ خطابیہ کو یہاں تک غلو ہے کہ ان سب کے نزدیک آئمہ اللہ ہیں اور امام حسن و حسینؑ ابن اللہ ہیں اور حضرت جعفر صادق بھی اللہ ہیں اور وہ یہ نہیں جنہیں لوگ دیکھتے ہیں بلکہ وہ جب اس عالم کی طرف نزول کرتے ہیں تو یہ انسانی صورت اختیار کر لیتے ہیں مگر ابو الخطاب جعفر صادق اور حضرت علی سے افضل ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آئمہ ان سب کاموں کو جو قیامت تک ہونے والے ہیں جانتے ہیں اور خطابیہ کہتے ہیں کہ الہیت نور ہے نبوت اور امامت سے اور عالم ان انوار سے کبھی خالی نہیں

رہتا اور ان کا زعم یہ ہے کہ امام جعفر صادق بن محمد باقر نے ان کے پاس ایک کھال امانت رکھی ہے جس کو جعفر کہتے ہیں اس میں ہر شے محتاج الیہ کا علم غیب اور قرآن کی تفسیر ہے ان کے اعتقاد میں اس آیت میں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوا بَقْرَةً. سورۃ بقرہ ۲۔ آیت ۶۷۔ یعنی اللہ تم کو فرماتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو بقرہ سے مراد ام المؤمنین حضرت عائشہؓ ہیں اور خمر (شراب) و میسر سے مراد حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ اور جبت و طاغوت سے مراد معاویہؓ بن ابی سفیان و عمرو بن العاص ہیں منہتی المقال میں کشی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ ابو الخطاب علی بن امام حسین کی تکذیب کرتا تھا پس اللہ نے اسے دوزخ میں ڈالا۔ خطاب یہ ہر مومن کی گواہی کو کہ حلف کرے سچا جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مومن کبھی جھوٹا حلف نہیں کرتا اور بعضوں نے کہا ہے کہ خطاب یہ کے نزدیک جھوٹی گواہی اپنے موافقین کے واسطے دینا جائز ہے اسی واسطے کتب فقہ میں لکھا ہے کہ خطاب یہ کی گواہی نامقبول ہے۔ ابو الخطاب کو کوفے میں سولی دئے جانے کے بعد اس کے اصحاب کئی فرقے ہو گئے ایک فریق نے معمر بن خثیم (خائے مجہ اور اس کے بعد یائے مثناء تھامنی اور اس کے بعد ثائے مثلثہ) کی اتباع اختیار کی اور دوسرے نے بزلیغ بن یونس کی یہ شخص جو لاہا تھا اور تیسرے نے عمرو بن بنان عجمی کی اور بعض نے مفصل صیر فی کی اور بعض نے سربیع کی۔

معمریہ

معمریہ کے زعم میں ابو الخطاب کے بعد معمر نبی ہے جو خاتم الانبیاء ہے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا فنا نہ ہوگی جنت یہی بہتری بھلائی دنیا کی ہے جو انسان کو پہنچتی ہے اور دوزخ اس کی ضد ہے ان کے نزدیک شراب پینا، زنا کرنا اور تمام برے کام حلال و جائز ہیں ان کا مذہب ترک نماز ہے۔ یہ قائل ہیں تناخ کے کہتے ہیں لوگ مرتے نہیں ہیں بلکہ ان کی روئیں ان کے غیر میں چلی جاتی ہیں خلاصہ میں لکھا ہے کہ سعید بن خثیم اور اس کا بھائی معمر و عاۃ زید یہ میں سے ہیں۔

بزلیغیہ

بزلیغیہ اس لفظ میں اختلاف ہے نسیم الریاض میں مذکور ہے کہ برہان جنبلی نے کہا ہے کہ لفظ بزلیغ میں ہائے موحدہ مفتوح اور زائے معجم مکسور اور یائے مثناء تھامنی ساکن اور آخر

میں غین معجمہ ہے بزلیغ ایک شخص کا نام ہے جس کی طرف بزلیغیہ منسوب ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ لفظ بزلیغ میں معجمہ کی جگہ عین مہملہ ہے اور بعضوں نے اور طرح سے بتایا ہے۔ بزلیغیہ کا یہ قول ہے کہ حضرت جعفر بن محمد اللہ ہیں اور جن کو یہ لوگ دیکھتے ہیں یہ وہ نہیں ہیں لوگوں کو ان کی شبیہ معلوم ہوتی ہے اور دوسرے آئمہ اللہ نہیں مگر وحی ان کی طرف ہوتی ہے اور معراج اور ملائکہ پہنچنا سب کے لیے حاصل تھا بلکہ ان کے عقیدے میں ہر مومن کو وحی آتی ہے کہتے ہیں اصحاب بزلیغ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو جبرئیل و میکائیل سے بہتر ہیں۔ ان کو زعم ہے کہ بزلیغ کے معتقد فرقتے نہیں بلکہ ان کو عالم ملکوت پر پہنچا دیا جاتا ہے اور تعلیقہ میں لکھا ہے کہ بزلیغیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہم اپنے مردوں کو صبح و شام دیکھتے ہیں اور یہ بھی اسی میں مذکور ہے کہ بزلیغیہ کا زعم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جعفر صادق میں حلول کیا ہے اور وہ اللہ سے اکمل ہیں منہتی المقال میں بزلیغ کے ذکر میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ابو عبد اللہ نے فرمایا ہے کہ حرث شامی اور بنان علی بن حسین کی تکذیب کرتے تھے پھر مغیرہ بن سعید اور بزلیغ اور سری اور ابوالخطاب اور معمر اور بشار اشعری اور حمزہ بن عمارہ زبیری در صادق نہدی کا ذکر کیا اور ان پر لعنت کی بعض نسخوں میں زبیری کی جگہ یزیدی اور بعض میں زیدی ہے۔

مفصلیہ

مفصلیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ کو حق تعالیٰ کے ساتھ وہ نسبت ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت ہے یعنی لاہوت ناسیت کے ساتھ مل کر ایک چیز ہوگئی اور رسالت منقطع نہیں ہوتی بلکہ جس کو عالم لاہوت کے ساتھ اتحاد حاصل ہو گیا وہ نبی ہے اور اگر ارشاد خلق اور ہدایت گمراہوں کو اختیار کر لیا تو رسول ہے اسی وجہ سے ان لوگوں میں بہت سے آدمی نبوت اور رسالت کے مدعی گزرے ہیں اور مفصلیہ کہتے تھے کہ حضرت جعفر بن محمد اللہ ہیں اس پر جعفر نے ان کو مطرود و ملعون کر دیا۔

فائدہ مرتبہ ذات الہی کو عالم لاہوت کہتے ہیں اور مرتبہ صفات الہی کو جبروت کہتے ہیں اور مرتبہ اسمائے الہی کو ملکوت کہا کرتے ہیں اور ناسوت نام ہے عالم اجسام کا یعنی دنیا اور اس جہاں کا۔

سریغیہ

سریغیہ (بہ فتح سین مہملہ و کسر رائے مہملہ وغین معجمہ) ان کا عقیدہ مفصلیہ کی طرح ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ یہ پانچ شخصوں کی نسبت قائل ہیں کہ لاہوت سے ناسوت میں حلول کیا ہے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے عباس بن عبدالمطلب تیسرے حضرت علی بن ابی طالب چوتھے جعفر بن ابی طالب پانچویں عقیل بن ابی طالب۔

آٹھواں غرابیہ

غراب غین معجمہ کے پیش سے زبان عربی میں کوئے کو کہتے ہیں ان لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرت علی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت میں بہت مشابہت ہے جو ایک کوئے کو دوسرے کوئے سے مشابہت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ یہ دونوں باہم مشابہ ہیں اسی وجہ سے جبریل بھول گئے اللہ نے ان کو علی بن ابی طالب کے پاس بھیجا تھا وہ امتیاز نہ کر سکے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے پس یہ لوگ اپنی اصطلاح میں جبریل کو صاحب الریش کہتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں شمس تبریز کے نام سے ایک دیوان اشعار فارسی کا مشہور ہے جو مطبع نولکشور میں ایک ہزار سے زیادہ صفحات پر چھپا ہے ہر صفحہ میں ۲۵ سطریں ہیں اور ہر صفحہ میں عرض میں چار چار مصرع درج ہیں جس میں ایک غزل ردیف وال میں لکھی ہے اس غزل میں ایک شعر اس فرقے کے مذہب کے مطابق ہے اور وہ شعر یہ ہے۔

در پیش محمد شد مقصود علی بود دیگر	ان روح مصفا کہ خداوند بہ قرآن
ہم اول و اہم آخر و ہم ظاہر و باطن	ہم موعود و ہم وعدہ موعود علی بود
ان رہبر و آن راہ کہ نمود علی بود	جبریل امین راز بر حضرت غرت
جبریل کی آمد ز بر خالق بیچون	بنواخت بہ چند آیت و بستود علی بود
راہے کہ بیان کرو خداوند الحمد	مقصود و بمثل آمد و مقصود علی بود
گویند ملک ساجدہ مسجود بد آدم	از من بشنو ساجد و مسجود علی بود

نواں ذبابیہ

ان کا اعتقاد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور حضرت علی اللہ ہیں اور کہتے ہیں کہ

ان دونوں نبی اور اللہ میں بہت مشابہت تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی سے اس طرح مشابہ تھے جیسے مکھی سے مکھی مشابہ ہوتی ہے عربی میں ذباب ذال معجمہ کے پیش سے مکھی کو کہا کرتے ہیں اس واسطے یہ لوگ ذبابیہ کہلاتے ہیں یہ بھی حقیقت میں غرابیہ کی ایک شاخ ہے کہ اس عقیدے سے اس عقیدے کی جانب متوجہ ہو گئے۔

سوال ذمیہ

(بفتح ذال معجمہ) ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب اللہ ہیں اور یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کرتے تھے اس گمان پر کہ حضرت علی نے ان کو اس لیے بھیجا تھا کہ حضرت علی کے مددگار سربراہ کارر ہیں اور لوگوں کو حضرت علی کی طرف بلائیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنی طرف بلانے لگے اور حضرت علی کو اس طرح پر راضی کر دیا کہ اپنی بیٹی ان کو بیاہ دی اور یہ کئی فرقتے ہو گئے ہیں۔

علیایہ

ان میں ایک علیایہ ہیں جو علی بن ذراع الدروسی یا اسدی کے قبیح ہیں وہ حضرت علی کی الوہیت کا قائل تھا اور حضرت علی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل بتاتا تھا اور یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے ساتھ بیعت کی تھی اور ان کی متابعت اختیار کر لی تھی۔ اور توضیح المقال فی علم الرجال میں فرقہ علیایہ کا نام علیاویہ لکھا ہے اور کہا کہ رئیس ان کا بشار شعیری ہے اور اختیار سے نقل کیا ہے علیاویہ کا عقیدہ یہ ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ درہم ہیں جو خاندان علوی ہاشمی میں پیدا ہوئے اور ظاہر یہ کیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کی طرف سے اس کا دوست ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔

اور علیاویہ نے ان لوگوں کے ساتھ اباحت اور تعطیل اور تنازع میں موافقت کی ہے اور علیاویہ کا نام حمزہ نے علیایہ رکھا ہے اس وجہ سے کہ گمان یہ ہے کہ جب بشار شعیری نے محمد صلی اللہ وسلم کی ربوبیت سے انکار کیا اور حضرت علی کو رب قرار دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کا بندہ مانا اور سلمان کی رسالت کا انکار کیا تو وہ مسخ ہو کر ایک پرندہ بن گیا جسے علیا کہتے ہیں اور دریا میں رہتا ہے پس جو اس کے قبیح ہیں انہیں علیایہ کہنے لگے۔

اثینیہ

بعض علیا یہ یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی دونوں اللہ تھے۔ لیکن یہ بھی دو فریق ہو گئے بعض محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو الوہیت میں مقدم رکھتے ہیں اور بعض حضرت علی کو ان دونوں گروہوں کا نام اثینیہ ہے کیونکہ یہ حضرت محمدؐ کی مذمت نہیں کرتے جس طرح ذمہ کرتے ہیں بلکہ حضرت علی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو الوہیت میں شریک جانتے ہیں۔

خمسہ اور خمسہ

اور بعض ان میں سے پنجتن یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین کو اللہ مانتے ہیں۔ یہ بھی ان کا قول ہے کہ پانچوں ایک شے ہیں ان سب میں یکساں روح اتری ہیں ایک کو دوسرے پر کچھ فضیلت نہیں ان کا نام خمسہ اور خمسہ ہے یہ لوگ حضرت فاطمہ کو ہمیشہ فاطمہ کہا کرتے تھے علامت تانیث سے احتراز رکھتے تھے ان کے شاعر کا قول ہے۔

تولیت بعد اللہ فی الدین خمسہ بنیاد وسطیہ و شیخا و فاطما

اور تعلیقہ میں لکھا ہے خمسہ کا عقیدہ یہ ہے کہ سلمان۔ ابوذر۔ مقداد۔ عمار۔ اور عمر بن امیہ ضمری اللہ کی طرف سے مصالح عالم کے موکل ہیں۔

محمد یہ طریق میں اور بشار نے اصحاب ابوالخطاب کے ساتھ ان چار شخصوں میں موافقت کی ہے۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) اور اشخاص ثلاثہ یعنی حضرت فاطمہ و حضرت حسن و حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) کے معنی تخلیط ہیں یعنی حقیقت ان کی ایک ہی ہے چار لباس و عنوان میں ظہور کیا ہے اور وہ حقیقت صرف وجود حضرت علی ہے اس لیے کہ حضرت علی ہی ان سب اشخاص میں صاحب امامت ہیں اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مخصوص وجود نہیں ہے بلکہ وہ حضرت علی کے بندے ہیں اور حضرت علی رب ہیں انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پانچواں مانا ہے جیسا کہ فرقہ خمسہ نے سلمان کو پانچواں قرار دیا ہے اور ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول گردانا ہے۔ اور منتہی المقال میں لکھا ہے کہ خمسہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی رب ہیں اور توضیح

المقال میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ خطابیہ اور علیاویہ اور حمسہ کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص یہ دعوے کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے ہوں وہ مبطل ہے اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے ایسے ہی لوگوں کے حق میں اللہ نے یہود و نصاریٰ کا لفظ اس آیت میں فرمایا ہے۔ قَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصْرِيُّ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ. سورة مائدہ ۳۔ آیت ۱۸۔ یعنی یہود و عیسائی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تمہارے گناہوں پر بلکہ تم بھی ایک انسان ہو اس کی پیدائش میں کیونکہ خطابیہ و حمسہ کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب ہیں اور علیاویہ کے نزدیک علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اللہ سے نہ اولاد پیدا ہوتی ہے اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے اور یہ لوگ یعنی آل ہونے کا دعویٰ کرنے والے بشر ہیں تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی کی آل و اولاد کیسے بن سکتے ہیں اس لیے جو ایسا دعویٰ کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں یہود و عیسائی کی طرح جو اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم اللہ کی اولاد ہیں۔

گیارہواں امویہ

ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی حضرت محمد کی نبوت اور رسالت میں شریک تھے۔

بارہواں غمامیہ

ان کا نام ربیعہ بھی ہے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مکان اصلی آسمان ہے اور وہ موسم بہار میں پردہ بادل کے اندر ہو کر واسطے سیر گلزار اور باغ و بہار کے زمین کی طرف نزول کرتا ہے اور دنیا کا طواف کرتا ہے پھر آسمان پر چڑھ جاتا ہے پھل پھول میوہ غلہ اور سبزہ یہ سب اثر بہار اسی کی وجہ سے ہوتا ہے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے لیے جہت کوئی نہیں کبھی اور کبھی تلے پھرتا رہتا ہے اس فرقے کا ظہور ۱۴۵ ہجری میں ہوا تھا۔

تیرہواں رزامیہ

تعریفات ابونصر کی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ میں رائے مہملہ کے بعد زائے معجمہ ہے۔ یہ فرقہ رزام بن سابق کی طرف منسوب ہے ان کا اعتقاد یہ تھا کہ امامت بعد حضرت

علی بن ابی طالب کے محمد بن حنیفہ کی طرف منتقل ہوئی پھر ان کے بیٹے ابو ہاشم عبد اللہ کی طرف پھر علی بن عبد اللہ بن عباس کی طرف ابو ہاشم کی وصیت سے آئی پھر ان کے بیٹے محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کی طرف آئی محمد نے اس کی وصیت اپنے بیٹے ابو العباس کو کی جو سفاح کے لقب سے مشہور تھا اور مروان بن محمد بن مروان بن حکم بن ابو العاص بن امیہ پر جس کو مروان حمار کہتے ہیں اور خلفائے بنی امیہ میں سے آخر خلیفہ تھا فتح پا کر بادشاہ ہوا اور چار برس سے کچھ زیادہ سلطنت کر کے مر گیا اس کے بعد بھائی اس کا ابو جعفر منصور جو بسبب بخل کے دو انٹی مشہور تھا سفاح کی وصیت سے امام ہوا اور رزامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ابو مسلم مروزی میں جو عباسیہ کی طرف سے داعی تھا اللہ تعالیٰ نے حلول کیا ہے اسی وجہ سے ان غلاۃ میں شمار ہوتا ہے اور باوجودیکہ ابو جعفر نے ابو مسلم کو دغا سے قتل کیا تھا مگر رزامیہ کا یہ زعم ہے کہ وہ مارا نہیں گیا اور یہ لوگ محرمات کو حلال جانتے تھے اور فرائض کو چھوڑ دیا تھا۔

چودھواں عزا قریہ یا شلمغانیہ

یہ محمد بن علی شلمغانی کے متبع ہیں جس کی اکنیت ابو جعفر اور عرف ابو العزاقر (عین مہملہ وزائے معجمہ وقاف وراے مہملہ سے) ہے یا قوت حموی نے ابن ابی عون کے ترجمے میں لکھا ہے کہ ابن ابی العزاقر داسغان کے علاقے میں سے ایک گاؤں میں جس کا نام شلمغان (شیمین وغین بختین کے ساتھ) ہے رہتا تھا اس کے اصحاب اس کی الوہیت کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کی روح نے اول آدم السلام میں حلول کیا بعد آدم علیہ السلام کے شیث علیہ السلام میں اور شیث علیہ السلام کے بعد اور انبیاء و آئمہ میں یہاں تک کہ حسن بن علی عسکری میں حلول کیا اس کی تصنیف سے ایک کتاب ہے اس کا نام حاسہ ساویہ رکھا ہے اس میں زنا و فجور کو جائز کر دیا ہے انتہی یہ شخص حسین بن منصور حلاج اور ابو طاہر قرمطی کا معاصر تھا ابتدا میں شیعہ امامیہ کے فقہائے اکابر میں شمار پاتا تھا اور امامیہ مذہب رکھتا تھا اور مذہب امامیہ کے اصول کے موافق کتابیں تصنیف کرتا تھا مگر شیخ ابو القاسم حسین بن روح کے ساتھ جس کو امامیہ باب کہتے ہیں کیونکہ حضرت محمد بن حسن عسکری کی طرف سے ان کی غیبت صفری کے زمانے میں وکیل تھا اس کو حسد پیدا ہو گیا اور امام مختفی کی طرف سے خود سفارت کا دعویٰ کیا بلکہ پھر ایک نیا مذہب تشیع میں جس کی بنیاد نہایت غلو اور تخاص اور حلول حق تعالیٰ پر تھی پیدا کر لیا بنی بسطام اس کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے مجلسی نے کتاب حار

الانوار کی تیرہویں جلد میں لکھا ہے کہ ابن ابوالعزاق کا یہ اعتقاد تھا کہ جو شخص اللہ کے دوست سے ضد رکھے اور اس سے مقابلہ کرتا رہے وہ نہایت عمدہ اور بہتر ہے اس لیے کہ ولی کو اپنے فضائل کا ظاہر کرنا بغیر اس کے ممکن نہیں کہ کوئی اس کا مخالف اس پر طعن کرے جب لوگ اس ولی کی نسبت اعتراض سنتے ہیں تو اس کے حالات کی جستجو کرتے ہیں اس صورت میں ولی کے فضائل اور کمالات کے ظاہر ہونے کا یہی مخالفت ذریعہ ہوتی ہے اس لیے ضد ولی سے افضل ہے اس طریقے کو آدم اول سے آدم ہفتم تک جاری کرتا تھا اس لیے کہ سات آدم اور سات عالم کا قائل تھا اور اسی بنیاد پر حضرت موسیٰ سے فرعون کو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوبکرؓ کو اور حضرت علیؓ سے معاویہؓ کو افضل بتاتا تھا اور ضد کی بابت عزاقریہ میں اختلاف ہے ایک گروہ ان میں سے یہ کہتا ہے کہ ضد کو ولی مقرر کرتا ہے اور ولی ہی اس کو اپنے ساتھ معارضہ کرنے کی قدرت دیتا ہے چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنی خوشی سے حضرت ابوبکرؓ کو مقرر کیا تھا اور بعض عزاقریہ کہتے ہیں کہ ضد قدیم ہے ہر وقت ولی کے ساتھ رہتا ہے۔ محمد بن شلمغانی کا قول تھا کہ حق ایک ہی ہے وہ کبھی سفید لباس میں ظہور کرتا ہے کبھی قرمزی میں اور کبھی نیلے میں ابن اشیر جزری نے کتاب کامل میں بیان کیا ہے کہ ابن عزاقریہ اپنی ذات کو الہ اور رب الارباب قرار دیتا تھا اور عقیدہ اس کا یہ تھا کہ وہ اول ہے قدیم ہے ظاہر ہے باطن ہے رزاق ہے تام ہے تمام سے مراد یہ ہے کہ ہر معنی کے ساتھ اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور کہتا تھا اللہ ہر چیز میں اس کی استعداد اور تحمل کے موافق حلول فرماتا ہے اور ضد کو ایجاد کیا تا کہ وہ اپنے مقابل پر دلالت کرے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آدم ابوالبشر کو پیدا کر کے پھر ابلیس کو پیدا کیا اور اس میں حلول کیا اور یہ دونوں باہم ضد ہیں اور ضد شے کی اس کی نظیر اور شبیہ کی بہ نسبت زیادہ نزدیک ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جب جسد ناسوتی میں حلول کرتا ہے تو اس حسد سے معجزہ اور قدرت ظہور میں آتی ہے اور معجزہ و قدرت اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس جسد کو اللہ کے ساتھ عینیت اور اتحاد حاصل ہے اور جب آدم علیہ السلام غائب ہو گئے تو لاہوت نے پانچ تن ناسوتی میں ظہور کیا ان پانچ تنوں میں سے ایک غائب ہو جاتا تو دوسرا اس کی جگہ ظہور کرتا اور ان پانچ تن ناسوتی کے مقابلے میں پانچ ابلیس ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ظہور فرمایا ہے بعد اس کے لاہوتیت حضرت اور لیس میں اور حضرت اور لیس کے ابلیس میں جمع ہوئی اور ان کے بعد متفرق ہو گئی جیسا کہ حضرت آدم کے بعد متفرق ہو گئی تھی پھر نوح میں اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی اور

ان کی غیبت کے بعد متفرق ہو گئی بعد اس کے ہوڈ میں اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی پھر ان دونوں کے بعد حضرت صالحؑ اور ان کے ابلیس میں جس نے ان کے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں جمع ہوئی ان کے بعد حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ابلیس میں کہ نمرود ہے جمع ہوئی اور ان کے غائب ہونے کے بعد متفرق ہو کر حضرت ہارونؑ اور ان کے ابلیس میں کہ فرعون ہے جمع ہوئی ان کی غیبت کے بعد حضرت سلیمانؑ اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی اور ان کے غائب ہونے کے بعد حضرت عیسیٰؑ اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد ان کے حواریوں اور حواریوں کے اہلیسوں میں جمع ہوئی اور ان کی غیبت کے بعد حضرت علیؑ اور ان کے ابلیس میں جمع ہوئی۔ کہتا تھا کہ اللہ ایک نام ہے جو مفہوم کلی پر دلالت کرتا ہے اور مفہوم کلی یہ ہے کہ جس کی طرف لوگوں کو احتیاج ہے وہ اللہ ہے پس ہر ایک فاضل اپنے مفضلوں کا اور ہر ایک مطاع اپنے مطیعوں کا اللہ ہونے کے لائق ہے اسی لیے ابن ابی العزاقر کے متبعوں میں سے ہر ایک اپنے آپ کو بمقابلہ اس شخص کے جو اس سے کم مرتبہ ہوتا اللہ جانتا اور کہتا میں فلاں کا رب ہوں اور فلاں رب فلاں کا ہے اور فلاں میرا رب ہے یہاں تک کہ ربوبیت کو ابن ابی العزاقر تک منتهی کرتے اور اس کو رب الرباب جانتے اور کہتے ربوبیت ابن ابی العزاقر پر ختم ہو گئی اس کے آگے کوئی رب نہیں وہ کسی کا مربوب نہیں اور کہتے کہ حضرت حسنؑ، حسینؑ حضرت علیؑ کے فرزند نہیں ہیں اس لیے کہ جس کے وجود میں ربوبیت جمع ہوئی پھر وہ نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کو خائن بتاتے ہیں اس لیے کہ ہارون نے حضرت موسیٰؑ کو اور علیؑ نے حضرت محمدؐ کو لوگوں کی طرف بھیجا کہ ہماری شریعت کی طرف بلاؤ ان دونوں نے اس کے ساتھ خیانت کی اور آدمیوں کو اپنی شریعت کی طرف بلایا اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حضرت محمدؐ کو اصحاب کہف کے برسوں کے برابر کہ ساڑھے تیرہ سو سال ہیں مہلت دی ہے جب یہ مدت پوری ہو جائے گی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت منتقل ہو جائے گی اور ملائکہ وہ ہیں جو اپنے نفس کے مالک ہوں اور حق کو پہچانتے ہوں اور جنت فرقہ عزاقریہ کو پہچاننے اور ان کے مذہب کو اختیار کرنے سے مراد ہے اور دوزخ یہ ہے کہ ان کو نہ جانتا ہو اور ان کے مذہب کو نہ اختیار کرے اور کہتے ہیں کہ نماز و روزہ وغیرہ عبادت کی ضرورت نہیں اور بدون عقد کے نکاح کرنا جائز ہے اور کہتے ہیں کہ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرداران قریش کی طرف جو نہایت سرکش اور متکبر تھے مبعوث ہوئے تھے اس لیے ان کے تکبر

ڈھانے اور تعالیٰ توڑنے کے لیے سجدہ کرنے کا حکم ان کو دیا اب حکمت کا اقتضا یہ ہے کہ آدمیوں پر عورتوں کی فروج جائز کر کے ان کا امتحان کرنا چاہیے پس آدمیوں کو روا ہے کہ اپنے عزیزوں اور دوستوں اور بیٹوں کی عورتوں سے مباشرت کریں مگر شرط یہ ہے کہ دونوں کا مذہب ایک ہو اور کہتے ہیں کہ اگر شخص فاضل اپنے سے کم درجہ والے کے ساتھ مباشرت کرے تو یہ بات اس کے لیے جائز ہے تاکہ وہ اپنے نور کا وجود اس مفضول میں داخل کرے اور اگر وہ مفضول اس فاضل کو مباشرت کرنے دے گا تو وہ مفضول دوسرے دورے میں کہ بعد اس دورے کے آنے والا ہے عورت کی صورت میں بدل جائے گا اس لیے کہ ان کے مذہب کا بنی تناخ پر ہے۔ تاریخ الفی میں لکھا ہے کہ ابو جعفر سلمغانی ۳۲۰ ہجری میں بغداد میں آیا یہ دعویٰ الوہیت کا کرتا تھا اپنے متبعوں سے کہا کرتا تھا کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں بغداد کے ہزار ہا آدمی اس کی باتوں کو قبول کر کے اس کے مطیع ہو گئے اور بہت سے بڑے بڑے آدمی بھی اس کے مذہب میں داخل ہو گئے جیسے حسین بن قاسم بن عبداللہ بن سلیمان بن وہب کہ ایک وقت میں مقتدر باللہ خلیفہ عباسی کا وزیر بھی رہا ہے اور ابو جعفر اور ابو علی فرزند ان بسطام اور ابراہیم بن ابی عون اور ابن شیبہ زیات اور احمد بن محمد عبدوس وریہ سب اس کی ربوبیت کے قائل تھے جب محمد ابن علی شلمغانی اور اسکے متبعوں کے الحاد کو زیادہ زور ہوا تو ابن مقلہ وزیر نے عہد خلیفہ مقتدر میں اس کی اور اس کے اصحاب خاص کو تلاش کیا مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے یہاں تک کہ شوال ۲۲۲ ہجری میں ابن شلمغانی ظاہر ہوا یہ عہد خلیفہ راضی کا تھا وزیر ابن مقلہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کی خانہ تلاشی لی گئی تو بہت سے خط اس کے متبعوں کے ایسے نکلے جن میں ابن شلمغانی کے حق میں وہ مضمون اور الفاظ تھے جن کا اطلاق شرعاً بشر پر جائز نہیں ان خطوں میں ایک خط حسین بن قاسم کا بھی تھا وزیر نے ایک مجلس میں علما کو جمع کر کے وہ خط پیش کئے اور ان کی شناخت کی گئی محمد ابن علی شلمغانی نے بھی اعتراف کیا کہ ہاں یہ خط میرے نام کے ہیں مگر اپنے مذہب سے انکار کیا کہا میں مسلمان ہوں جو کچھ باتیں لوگ میرے حق میں مشہور کرتے ہیں افتراء محض ہے اس کے ساتھ ابراہیم ابن ابی عون اور احمد ابن محمد عبدوس کو بھی گرفتار کر کے خلیفہ کے حضور میں تینوں پیش کئے گئے ابراہیم ابن ابی عون اور احمد بن محمد عبدوس کو حکم ہوا کہ محمد ابن علی شلمغانی کو تھپڑ ماریں دونوں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا مگر جب ان پر بہت تاکید کی گئی تو ابن احمد بن محمد عبدوس نے ہاتھ بڑھا کر محمد ابن علی شلمغانی کے سر

پر زور سے ایک تھپڑ مارا اور ابراہیم ابن ابی عون نے جب ہاتھ اس کی داڑھی اور سر پر ڈالا تو اس کا ہاتھ کاٹنے لگا پس اس نے محمد ابن علی شلمغانی کے سر اور منہ پر بوسہ دیا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ الہی و سیدی و رزاتی خلیفہ راضی باللہ نے محمد ابن علی شلمغانی سے کہا کہ تو دعویٰ اللہ سے انکار کرتا ہے اگر یہ بات سچ تھی تو ابراہیم ابن ابی عون نے تجھ سے یہ بات کیوں کہی محمد ابن علی شلمغانی نے جواب دیا کہ۔ قرآن میں آیا ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔ سورة انعام ۶۔ آیت ۱۶۳۔ یعنی اللہ پاک ایک بندے کے گناہ سے دوسرے پر مواخذہ نہیں کرتا میں نے کبھی یہ بات نہیں کہی تھی کہ میں اللہ ہوں احمد بن محمد عبدوس نے خلیفہ سے عرض کیا کہ ابن شلمغانی الوہیت کا مدعی نہیں بلکہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں باب ہوں امام منتظر کی طرف سے اور ابن روح کا قائم مقام ہوں پھر فقہا و قضاة نے ایک طول طویل بحث کے بعد فتویٰ دے دیا کہ ابراہیم ابن ابی عون اور محمد ابن علی شلمغانی کا خون جائز ہے اس لیے منگل ۲ ذیقعدہ ۳۲۲ ہجری کو ابراہیم ابن ابی عون اور محمد ابن علی شلمغانی کی خلیفہ کے حکم سے گردن مار کر آگ میں جلوادئے گئے اور علی نے کتاب خلاصہ میں کہا ہے کہ محمد ابن علی شلمغانی ۳۲۳ ہجری میں مارا گیا ہے یہ دونوں اعلیٰ درجے کے فاضل اور صاحب تصنیفات ہیں۔

چندر ہواں اسحاقیہ

جلد دوم نامہ دانشوران حالات ابو نعیم اصفہانی میں لکھا ہے کہ فرقہ اسحاقیہ حقیقت میں عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ کی طرف منسوب ہے جو جعفر طیار کی اولاد میں سے ہے شرح ابن ابی الحدید میں مرقوم ہے کہ مذہب اسحاقیہ جس شخص نے اختراع کیا اس کا نام اسحاق تھا اور وہ عبد اللہ بن معاریہ کے اصحاب میں سے تھا اس کا قول تھا کہ تمام اشیا جائز ہیں انسان کو کسی چیز پر تکلیف نہیں دی گئی ہے علیٰ منصب نبوت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہیں لیکن نہ اس وجہ پر جسے آدمی جانتے ہیں۔ موید الافاضل میں ذکر کیا ہے کہ اسحاقیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ زمین پینمبر سے کبھی خالی نہیں رہتی نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نہیں ہوئی اور صواعق محرقہ میں بیان کیا ہے کہ اسحاقیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آئمہ کے ساتھ متحد ہو گیا ہے مگر ان میں باہم اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت علیؑ کے بعد اللہ تعالیٰ کس سے متحد ہوا ہے۔

سولہواں نصیریہ

صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ نصیر کے اصحاب اور تعلیقہ میں مذکور ہے کہ یہ محمد بن نصیر فہری کے تابع ہیں ان کا قول یہ ہے کہ اللہ علی بن محمد عسکری ہیں اور محمد بن نصیر علی بن محمد کی طرف سے نبی ہے محارم کو حلال کر دیا تھا اور جن عورتوں کے ساتھ نکاح ناجائز ہے ان کے ساتھ نکاح جائز کر دیا تھا اور کشتی میں مذکور ہے کہ نصیر یہ ایک فرقہ ہے جو محمد بن نصیر فہری نصیری کی نبوت کا قائل ہے اور غصائری میں ہے کہ اس شخص کی طرف فرقہ نصیر یہ منسوب ہے اور خلاصہ میں بھی ہے کہ اس شخص سے فرقہ نصیر یہ کی ابتدا ہے اور اسی کی طرف یہ لوگ منسوب ہیں۔ اور منتہی المقال و توضیح المقال میں لکھا ہے کہ فی الحال شیعہ کے عوام اور اکثر خواص خصوصاً شعرا کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ جو شخص حضرت علیؑ کی ربوبیت کا قائل ہے وہ نصیری ہے اور کتب اہل سنت میں بھی یہی مذکور ہے کہ نصیر یہ کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علیؑ کے ساتھ متحد ہو گیا ہے یا ان میں حلول کیا ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ ان کی اولاد چونکہ سب سے افضل ہیں اور مویذ ہیں ساتھ ایسی تائیدات کے کہ جو اسرار باطنی سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ پر ضرور ہوا کہ وہ ان کی صورتوں میں ظہور کرے ان کی زبان سے بات کہے پس یہ لوگ آئمہ کو اللہ اعتقاد کرتے ہیں اور دلیل اپنے قول پر یہ لاتے ہیں کہ نبی نے تو مشرکین کے ساتھ جنگ کی اور حضرت علیؑ نے منافقین کے ساتھ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر ظاہر حال پر حکم کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ باطن کو دیکھتا ہے نخبہ الدہر میں لکھا ہے کہ مملکت حلبیہ میں ایک پہاڑ کا نام سماق ہے اس میں فرقہ نصیر یہ کثرت سے آباد ہے معاد کے باب میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ گناہگار آدمی کو کبھی مسخ کے ذریعہ سے عذاب ہوتا ہے اور اس طرح گناہ کی سزا دی جاتی ہے کہ یکا یک بندر یا سور وغیرہ کی شکل پر ہو جاتا ہے اور ان کا قول یہ ہے کہ نیک آدمی جتنے عمدہ اعمال کرتا ہے اسی قدر اس کی روح انسانی صورتیں بدلتی ہیں اور یہ صورتیں روح کے لئے بمنزلے قمیص کے ہیں نیک آدمی کی روح طرح طرح سے ترقی کرتی ہے جب ستر قمیص بدل چکی ہے تو آخر میں فرشتوں میں منتقل ہو جاتی ہے اور بد آدمی کی روح شقاوت کے گڑھوں میں گرتے ہوئے اور اجسام کو بدلتے ہوئے اسفل السالین میں پہنچ جاتی ہے اور یہ بھی ستر قمیص بدلتی ہے کہ ہر ایک قمیص میں اس کی شقاوت بڑھتی جاتی ہے مثلاً ایک جسم میں شقی تھی دوسرے میں اشقی ہوتی ہے اور

اپنے اعمال بد کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے اونٹ گھوڑے گدھے خچر بیل بکری کتے سور گاوہ و گیرہ حیوانات کے اجسام میں داخل ہو جاتی ہے اور رحمت الہی کے نزول سے مایوس ہو جاتی ہے اور جہنمی اور طرح طرح کے عذابوں کے قابل قرار پاتی ہے اور اس کو عذاب اس طرح ملتے ہیں کہ حلال ہوتی ہے شکار ہوتی ہے زنجیر سے بندھتی ہے سواری میں جوتی جاتی ہے قوت نطق اور گویائی سے محروم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی جناب سے مجوب ہو جاتی ہے اور آسمان کے دروازے اس سے بند ہو جاتے ہیں نہ اس کی کوئی بات مقبول ہوتی ہے نہ اس کا کوئی شکوہ مسموع ہوتا ہے اور ایسی روح نہ کبھی جنت میں داخل ہو سکتی ہے نہ جنت کی ہوا اس تک پہنچ سکتی ہے اور نہ اس کے لئے کبھی آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور ان اجسام حیوانی میں داخل نہ ہونے کے عذاب اس کو یہاں تک حاصل ہوتے ہیں کہ بڑے سے بڑے حیوان کے جسم میں داخل ہو کر حقیر سے حقیر جسم حیوانی میں تنزل کرتی ہے سر کے کے کپڑے میں داخل ہوئی ہے قرآن میں جو آیا ہے۔ **إِنَّ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ**۔ سورۃ اعراف ۷۔ آیت ۴۰۔ یعنی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائی اور ان سے تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلیں گے اور نہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہوئے اور ہم اس طرح گنہگاروں کو بدلہ دیتے ہیں اس آیت میں اسی مقصد کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب روح اونٹ کے جسم میں داخل ہوگی اور تنزل کرتے ہوئے ایسے کپڑے کے جسم میں آئے گی جو سر کے میں پڑتے ہیں تو اس عرصے میں کتنی تبدیلیاں اس کے اجسام میں واقع ہوں گی اور یہ پچھلا جسم اس کا بمقابلہ پہلے جسم کے کتنا حقیر ہوگا اور وہ روح جو اونٹ کے جسم میں تھی ایسے جسم میں ہوگی جو سوئی کے سوراخ میں داخل ہونے کے قابل ہے بعد اس کے روح نباتات کے اجسام میں داخل ہوتی ہے اور یہاں جلنے کٹنے چرنے وغیرہ ذریعوں سے عذاب پہنچتا ہے بعد اس کے معدنیات میں داخل ہوتی ہے اور طرح طرح کے عذاب پاتی ہے پگھلائی بھی جاتی ہے گرم بھی کی جاتی ہے ہتھوڑے سے بھی کوٹی جاتی ہے اس میں سوراخ بھی کئے جاتے ہیں اور معدنیات میں سے کبھی نہیں نکلنے پاتی ہمیشہ یہیں عذابوں میں گرفتار رہتی ہے۔ اور یہ لوگ حلول کے بھی معتقد ہیں ان کے نزدیک مقصود اصلی اور غایت کلی یہ صورت مرئیہ ہی ہے مطلب ان کا یہ

ہے کہ مادہ اور صورت کے سوا کوئی اور چیز نہیں ظاہر وجود خالق ہے اور باطن وجود خالق ہے اور یہ جو وجود ہر موجود میں ظاہر ہوا ہے اور موجودات میں ترقی کرتا ہوا صورت انسانی میں چڑھتا ہے اور نوع انسانی میں ترقی کر کے صورت خاص اور اعلیٰ میں ترقی کرتا ہے مثلاً حضرت آدمؑ شیثؑ نوحؑ ابراہیمؑ ہارونؑ یوسفؑ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور علیؑ بن ابی طالبؑ کی صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے اور ہر صورت کا معنی ایک ہی ہوتا ہے پس صورت کے مظاہر نبوت و امامت ہیں اور اس کا باطن غیب ہے جو دریافت نہیں ہو سکتا بلکہ خالق مختار ہے اور اس کے لئے دروازہ ہے جس میں کسی عالم اور عاقل کے علم و عقل کو بغیر اس دروازے کے رسائی نہیں اگر کوئی چاہے کہ اس سے واقف ہو جائے تو اس کے لئے اس دروازے میں داخل ہونا ضروری ہے اور نہ اس صورت باطن کو کسی کی نظر بے پردہ دیکھ سکتی ہے وہ غیب اگر نظر آتا ہے تو پردے کی آڑ میں نظر آتا ہے اور ان کے نزدیک مراد اس پردے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس باطن سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور دروازہ اس کا سلمان فارسی ہیں۔ نصیریہ کا کلمہ یہ ہے۔ اللہم صل علیہ لشہادۃ ان لا الہ الا مولانی علیؑ ولا حجاب الا السید محمد ولا باب الا السید سلمان فی کل عصر و کل زمان نصیری شیعوں کو علیؑ اللہیان بھی کہتے ہیں۔ تاریخ سرجان مالکم میں لکھا ہے کہ شیعہ اثنا عشری سے علیؑ اللہیون کو عداوت ہے اور وہ بھی علیؑ اللہیون کو دشمن جانتے ہیں اور علیؑ اللہیون کی تعداد بہت کم ہے اور اپنے قواعد و رسوم کو مخفی رکھتے ہیں مرزا اسد اللہ خان غالب کہتے ہیں۔

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست

مشغول حق میں ہندگی بو ترا میں

یعنی علیؑ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں اور دوست کے ہم نشین سے دوست کی بو آتی ہے پس جو لوگ بو ترا ب کی ہندگی میں ہیں وہ درحقیقت مشغول حق میں ایسے ہی اشعار سے غالب کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ علیؑ اللہی تھے یعنی نصیری مذہب رکھتے تھے اور فارسی کے مندرجہ ذیل شعر میں تو غالب نے اپنا عقیدہ صاف ظاہر کر دیا ہے۔

غالب نام آورم نام و نشا نم پیرس

ہم علیؑ اللہم وہم دلی اللہیم

غالب کے دیوان اردو کی شرح میں اسی طرح لکھا ہے یہ شعر بھی انہیں کا ہے

منصور فرقہ علی اللہیان منم
آوازہ انا اسد اللہ برا کلنم

آب حیات میں لکھا ہے کہ اہل راز اور غالب کی تصنیفات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مذہب شیعہ تھا اور لطف یہ تھا کہ ظہور اس کا جوش محبت میں تھا نہ کہ تہر اور تکرار میں چنانچہ اکثر لوگ انہیں نصیری کہتے اور وہ سن کے خوش ہوتے تھے۔ دبستان المذاہب میں لکھا ہے کہ علی اللہیون عقیدہ یہ ہے کہ جو کہ اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کی طاقت اور استعداد علوی و سفلی میں نہ تھی اس لئے اس نے چاہا کہ مرتبہ صرفیت اور اطلاق کو چھوڑ دے تاکہ بندے اس کی پرستش کر سکیں اور اس کو پہچاننے لگیں پس اللہ ہر قرن میں مجسم روحی سے ملا اور نوع انسانی کے اندر ظہور کیا اور انبیاء میں حلول فرماتا رہا یہاں تک کہ اس کا ظہور حضرت علیؑ اور ان کی اولاد میں ہوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا تھا مگر حق تعالیٰ نے جو دیکھا کہ ان سے کار رسالت نہیں چل سکتا تو مدد دینے کے لئے خود جسم قبول کیا یہی وجہ ہے کہ جب نبیؐ نے کعبہ میں بت شکنی کی تو اس وقت حضرت علیؑ کو اپنے کاندھوں پر چڑھایا۔

غرض زبت شکنیہا جزاین نبودنی را
کہ ووش خود بکف پائے مرتضیٰ برساند

ایک علی اللہی جس کا نام احمد تھا بیان کرتا تھا کہ یہ قرآن عمل کے قابل نہیں اس لئے کہ جو مصحف علی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا یہ وہ نہیں بلکہ یہ تو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی تصنیف ہے اور شمس الدین علی اللہی کہتا تھا کہ ہے تو یہ وہی قرآن جو علی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا لیکن چونکہ جمع اس کو حضرت عثمانؓ نے کیا ہے اس لئے پڑھنے کے قابل نہیں اور بعض علی اللہی حضرت علیؑ کی لطم و نثر کو مصحف میں داخل کرتے ہیں بلکہ اس کو مصحف پر ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ یہ کلام اللہ سے بے واسطہ مخلوق کو پہنچا ہے اور مصحف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے مخلوق کو ملا ہے۔

ستر ہواں علویہ

یہ علی اللہیون میں سے ہیں اور اپنے آپ کو علی اللہ کی نسل سے جانتے ہیں اور علی اللہیون کے ساتھ عقائد میں شریک ہیں فرق دونوں فرقوں میں یہ ہے کہ علویہ کہتے ہیں کہ جو مصحف اب مشہور ہے وہ علی اللہ کا کلام نہیں اس لئے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے

اس میں تحریف کی ہے اور آخر کار حضرت عثمانؓ نے سب کو دور کر دیا چونکہ یہ فصیح آدمی تھے دوسرا مصحف اس کے مقابلے میں بنالیا اور اصلی قرآن کو جلا دیا اور یہ فرقہ جہاں مصحف پاتا ہے اسے جلا دیتا ہے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ علی اللہ نے اس جسد عنصری کے بعد اپنے جسم کو سورج سے ملا دیا ہے اور وہ اب سورج ہے اور پہلے بھی سورج تھا اور تھوڑے دنوں تک جسم عنصری میں رہا تھا اور یہی وجہ ہے کہ سورج علی اللہ کے حکم سے لوٹ آیا تھا اس لئے کہ وہ عین سورج ہے اسی سبب سے یہ فرقہ سورج کو علی اللہ کہتا ہے اور سورج کو پکارتا ہے اور اس سے دعا کرتا ہے اور ان کے نزدیک سورج ان کی دعا قبول کرتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے ان کے نزدیک جاندار کا مارنا جائز نہیں اور گوشت کھانے کے قابل نہیں اور کہتے ہیں کہ علی اللہ نے گوشت کے کھانے کی ممانعت کر دی ہے اور مصحف میں جو بمعنی حیوانات کی نسبت مارنے اور ان کا گوشت کھانے کا حکم ہے اس سے مراد خلفائے ثلاثہ اور ان کے تابعین ہیں اور کہتے ہیں تمام محرّمات سے یہی تینوں مراد ہیں اور کہتے ہیں کہ آدم کے قتلے میں ابلیس اور سانپ اور مور بھی انہیں تینوں سے عبادت ہے اور شداد اور نمرود اور فرعون بھی انہیں تینوں سے عبادت ہے اور بت توڑنا اور بت کی پرستش کرنا انہیں تینوں سے مراد ہے اور یہ فرقہ تناخ کا قائل ہے اور کہتے ہیں کہ جو علی اللہ اگلے زمانوں میں انبیا کی صورت میں ظہور کرتا تھا تو یہ اصحاب ثلاثہ (یعنی ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ) منکروں کی صورت پر ظہور کرتے تھے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا اور ان کے نزدیک علی اللہ کی صورت کی پرستش کرنا چاہئے۔ فرقہ علویہ نے اپنا نام اہل حق رکھا ہے۔ یورپ کے بعض مصنفین لکھے ہیں کہ اہل حق کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی صرف ایک ایسے پیغمبر ہیں جو بارگاہ ایزدی میں انسان کی شفاعت کر سکتے ہیں صرف اللہ ہی حقیقی عالم و عادل ہے۔ حضرت علی کشف و الہام ہی وہ ابتدائی و آخری کلام ہے جو اللہ نے انسان کے ساتھ کیا یہ فرقہ مذہب اسلام کے پانچ ارکان مثلاً نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ حتی کہ اظہار ایمان یعنی کلمہ توحید کو بھی فرض نہیں سمجھتا اہل حق کہتے ہیں کہ روحانیت کے حساب سے حضرت عیسیٰؑ کو وہی مرتبہ حاصل ہے جو حضرت علیؑ کو حاصل ہے یہ فرقہ حقیقتاً حضرت علیؑ کو اللہ کا اوتار سمجھا ہے۔ یہ فرقہ سلطان قسطنطنیہ (استنبول) کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتا تھا ان کے مذہبی عقیدے میں ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ وہ صوبہ کی تعلیم یافتہ اشخاص کی جماعت کے سامنے اپنا حقیقی مذہب ظاہر کرنے کے مجاز نہیں لیکن ناخواندہ جماعت کے

سامنے وہ اپنے حقیقی مذہب سے انکار کرنے کے لیے آزاد ہیں۔ مزید برآں یہ لوگ اپنا مذہب ترک کئے بغیر دوسرا مذہب اختیار کر سکتے ہیں۔ جہاد کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ محض انسانوں اور ان کے جذبات قبیحہ کے مابین روحانی سعی و جہاد کا نام ہے۔ اہل حق کے مذہب کے مطابق عورت اور مرد کو مکمل مساوات حاصل ہے برقع اوڑھنا یا بے نقاب پھر عورت کی مرضی پر منحصر ہے۔ لیکن شادی کرنا اسی مذہب کا قانون ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا ہے روزہ ان کے نزدیک فرض نہیں تاہم یہ لوگ عشرہ محرم میں ایک عجیب فاقہ کشی کرتے ہیں ان دنوں میں وہ تین دن میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے ہیں اور جب ایسا نہ ہو سکے تو چوبیس یا بارہ گھنٹوں میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے ہیں۔ بعض اوقات انہیں قزلباش بھی کہتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی الہامی کتاب نہیں چند درجن دوسری کتابیں ہیں جن میں حضرت علیؑ کی سوانح حیات درج ہیں اس فرقے کی ترقی اس امر واقع سے معلوم کی جاسکتی ہے کہ ایشیائے کوچک اور شیراز (ایران) میں یکساں طور پر اس کے برگزیدہ افراد کی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے ایران اور عراق عرب میں اس عقیدے کے پیروؤں کی تعداد بیس تیس لاکھ کے قریب ہے تقریباً پچاس ہزار اہل حق حلب کے شمال میں آباد تھے اس فرقے کے افراد اور نہ۔ سمرنا اور سالونیکا میں بھی پائے جاتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ نے حضرت موسیٰؑ کی شخصیت کے ذریعہ دنیا والوں کو ارشاد فرمایا کہ اگر تم پاک زندگی بسر کرتے ہو تو تمہیں اس امر واقع کی مطلق پروا نہیں کرنی چاہئے کہ تمہارا نام مختلف ہے تمہاری فطرت تمہارا گوشت اور ہڈیاں نہیں بلکہ وہ اعمال صالحہ ہیں جو فنا نہیں ہو سکتے۔ علویہ موت پر بالکل یقین نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ زندگی میں متواتر انقلاب ہوتا رہتا ہے ان کا عقیدہ اصول تناخ کے متوازی ہے۔ اگرچہ اس کے بالکل مطابق نہیں جنت دوزخ کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ دوزخ کسی محدود مقام کا نام نہیں اور جنت اسی دنیا میں ہے وہ عبادت کو رکن مذہب نہیں سمجھتے وہ رسی وضو غسل وغیرہ پر یقین نہیں رکھتے وہ مسجدیں تعمیر نہیں کرتے اور نہ وہاں جاتے ہیں۔ وہ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ کے پانچوں صحائف کا مطالعہ اور احترام کرتے ہیں بہر نوع وہ اپنے خفیہ اصول راز میں رکھتے ہیں جن کا سلسلہ پشت بہ پشت چلا آتا ہے۔

اشجار ہواں مقعیہ

صواعق محرفہ اور تحفہ اثنا عشریہ میں مذکور ہے کہ یہ فرقہ حکم بن عاصم کی طرف منسوب ہے جس کا لقب مقع تھا مقع کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت حسینؑ کے بعد وہ اللہ ہے اور اللہ چار بتاتے تھے چوتھا اللہ مقع کو کہتے ہیں مقع اگر چہ اسماعیلی تھا مگر اس وجہ سے کہ الوہیت کا دعویٰ کیا غلاۃ میں شمار پایا اور بعض رزامیہ بھی مقع کی الوہیت کے قائل ہو گئے تھے مقع اگر الوہیت کا مدعی نہ ہوتا تو اس کا شمار اسماعیلیہ میں ہوتا کیونکہ فی الحقیقت یہ اسماعیلی تھا اور برملا مذہب تشیع کا اظہار کرتا تھا تاریخ انجیس میں لکھا ہے کہ اس کا نام عطا تھا اور ابن خلدون نے کہا ہے کہ اسے حکیم اور ہاشم کہا کرتے تھے اور طبری نے حکیم المقع لکھا ہے اور کہا ہے کہ مرو کے علاقے میں سے ایک قریب کار رہنے والا تھا اور برہان قاطع میں لکھا ہے کہ اسے حکیم بن عطا کہتے تھے اور نگارستان میں لکھا ہے کہ حکیم بن ہاشم ابو مسلم کی پچھری میں تحریر کے کام پر متعین تھا اس نے ۱۶۱ ہجری میں خلیفہ مہدی بغدادی کے عہد میں ظہور کیا تھا جیسا کہ طبری اور ابن خلدون اور ابن خلکان اور مولف تاریخ انجیس وغیرہ نے تصریح کی ہے اور بعض کتب میں جو لکھا ہے ۲۷۸ ہجری میں ظہور کیا یہ غلطی ہے۔ یہ آدمی نہایت عقل اور فلسفی وقت تھا اور ہر صنعت سے واقف تھا خاص کر علم بلاغت و فن شعبہ وحیل و طلسمات و سحر و نیر نجات اور اکثر علوم فلاسفہ میں بدطولی رکھتا تھا اور عجیب و غریب چیزیں ایجاد کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے کوہ سیام (بروزن نظام) کے عقب میں ایک کواں تیار کرایا۔ اور سیام شہر کش (فتح کاف و سکون شین معجم) کے پرگنے میں جو شہر بزر کے نام سے مشہور ہے ایک گاؤں ہے اور کش شہر نخب کے پاس واقع ہے جسے اہل عرب مغرب کر کے نصف کہا کرتے ہیں اور سمرقند اور تاشقند کے درمیان میں ہے مگر سمرقند سے کسی قدر قریب ہے اس کوئیں کے اندر ایک چاند پارے اور چیزوں سے بنایا تھا یہ چاند مغرب کے وقت اس کوئیں سے نکلتا اور پہاڑ کے پیچھے سے طلوع کرتا اور آسمان پر روشن رہتا اور دو چاند آسمان پر نظر آتے تھے اور اس کی روشنی پندرہ میل تک پہنچتی تھی طلوع فجر سے قبل غائب ہو جاتا تھا۔ دو مہینے تک برابر یہ چاند اسی طرح طلوع و غروب کرتا رہا آثار البلاد میں لکھا ہے کہ لوگ دور دور سے شہر نخب میں اس کو دیکھنے کو آتے تھے اور دیکھ کر تعجب کرتے تھے اور عوام جادو دیکھنے لگے تھے حالانکہ بطریق ہندسہ اور انعکاس شعاع قمر کے یہ عمل کیا تھا اس لئے کہ لوگوں نے اس

کنوئیں کی تہ میں ایک بڑا طاس پارے سے بھرا ہوا پایا شیخ نظامی نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نہ ماہ آسنہ سیماب دادہ چوماہ نخشب از سیماب زادہ

تاریخ انجیس میں لکھا ہے کہ مقنع شعبدوں کے زور سے لوگوں کو بہت عجیب و غریب چیزیں دکھایا کرتا تھا نبوت کا مدعی تھا اور اپنی ذات کو اللہ قرار دیتا تھا اور تناسخ کا قائل تھا کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کر کے ان کی صورت میں حلول کیا اس لئے ملائکہ نے ان کو سجدہ کیا پھر نوح کو پیدا کر کے ان کی صورت میں حلول کیا پھر حلول کرتے کرتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ ابو مسلم خراسانی کی صورت میں حلول کیا پھر میری صورت میں حلول کیا اور ابو مسلم کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل قرار دیتا تھا ہزاروں ترکمان اس دعوے میں اس کی تصدیق کرنے لگے اور اس کی عبادت کرتے تھے اور وہ نہایت بد شکل اور ہکلا تھا اور لڑائی میں کسی موقع پر اس کی آنکھ میں تیر لگنے سے کانا بھی ہو گیا تھا اس لئے زیادہ بد صورت تھا اس عیب کے چھپانے کے لئے اس نے اپنے لئے ایک منہ سونے کا تیار کرایا تھا اپنے منہ پر اسے لگائے رہتا تھا اس لئے مقنع مشہور ہو گیا ابوالفدا نے متصنع کے حالات میں بیان کیا ہے وکان لا یسفر عین وجہہ ہل اتخذلہ وجہا من ذہب فقنع بہ و لذلک قبصنع قبلہ المقنع یعنی مقنع اپنا منہ نہیں کھولتا تھا بلکہ اس نے ایک منہ سونے کا بنوایا تھا جس سے اپنے کو چھپائے رہتا تھا اسی لئے اسے مقنع کہنے لگے تھے مقنع مین میم مضموم اور کاف مفتوح اور نون مشد مفتوح ہے۔ تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ مقنع تناسخ کا قائل تھا اور اس کے معتقد اس کو سجدہ کرتے تھے جس طرف کہ ہوتے اور اپنی جنگ و حرب میں کہتے کہ اے ہاشم ہماری مدد کر علامہ ابن خلدون نے بھی اس بیان کے بعد لکھا ہے کہ خراسان میں اس نے ظہور کیا تھا اور بخارا و سغد میں ایک گروہ نے جن کو مبیضہ کہتے تھے مقنع کی طرفداری اور شورش کی اور ان کی مدد کفار ترک کرنے لگے اور اس طرف کے مسلمانوں پر تاخت و تاراج شروع کر دی ابونعمان اور جنید اور لیث بن نصر بن سیار نے ان لوگوں سے جنگ کی لیث کا بھائی محمد اور بھتیجا تمیم نامی کام آئے مہدی بن محمد بن منصور خلیفہ بغداد نے جبریل بن یحییٰ اور اس کے بھائی یزید کو فوج دے کر مبیضہ سے جنگ کے لئے بھیجا چار مہینے تک طرفین میں لڑائی رہی آخر کار مبیضہ کو شکست ہوئی ان کی طرف سے سات سو آدمی مارے گئے جو تھوڑے سے باقی رہ گئے تھے وہ مقنع سے مل گئے جبریل بھی ان کا

تعاقب کئے ہوئے چلا گیا پھر مہدی نے مقنع کی تباہی کے لئے سعید قریشی کی ماتحتی میں ایک بھاری لشکر بھیجا۔ مقنع بڑی خوزیزی کے بعد سیام کے قلعہ میں متحصن ہو گیا اسی طرح اسلامیہ آلات حصار شکن لے کر قلعہ کی طرف بڑھے مقنع کے ہمراہیوں نے گھبرا کر خفیہ طور سے امان طلب کی سعید قریشی نے امان دے دی تیس ہزار آدمی قلعہ کا دروازہ کھول کے نکل آئے مقنع کے پاس تقریباً دو ہزار جنگ آور باقی رہ گئے۔ صواعق محرقہ میں مقنع کی ہلاکت کی ایک دلاویز حکایت لکھی ہے کہ جب مقنع محاصرے سے تنگ آ گیا تو بہت سی آگ جلوائی اور اپنے معتقدوں کو خوب سی شراب پلوائی جب وہ نشے میں مدہوش ہو گئے تو سب کو مار کر آگ میں جلا دیا اور راکھ سب کی برباد کر دی پھر آپ ایک برتن میں تیزاب بھر کر اس میں بیٹھ گیا تیزاب کی تاثیر سے وہ بھی پانی ہو گیا محاصرین کو ابھی تک یہ خیال تھا کہ سب محصورین قلعہ میں موجود ہیں ایک عورت اس قلعہ میں بیماری کی وجہ سے ایک کونے میں پڑی ہوئی تھی وہ بچ رہی تھی جب اسے افاقہ ہوا تو قلعہ میں تنہائی کی وجہ سے گھبرائی اور دیوار پر چڑھ کر پکارا کہ قلعہ میں سوا میرے کوئی نہیں ہے لوگ اوپر چڑھ گئے اور کواڑ کھول دیئے لشکر داخل ہوا دیکھا تو واقعی قلعہ کو خالی پایا مقنع کے بعض معتقد جو پہلے ہی لڑائیوں میں اس سے علیحدہ ہو گئے تھے تاسف کرنے لگے کہ فی الحقیقت وہ اللہ تھا ہم ساتھ نہ ہوئے ورنہ اس کے ساتھ آسمان پر چڑھ جاتے وہ عورت اگر چہ مرض میں بے ہوش تھی مگر کبھی کبھی آواز و شور سن کر کچھ کچھ حالات سے مطلع ہو جاتی تھی اس نے یہ ساری کیفیت بیان کی تاریخ کامل میں بھی اس حکایت کو بیان کیا ہے اور اس میں اس طرح ہے جب مقنع کو یہ یقین ہو گیا کہ میں اب غنیم کے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا تو اپنی سب عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے زہر پلا دیا اور آپ بھی پی لیا اور اپنے معتقدوں سے یہ بات کہی کہ مجھے جلا دینا تاکہ میری لاش دشمن کے ہاتھ میں نہ پہنچے اور بعض کہتے ہیں کہ قلعہ میں جس قدر چار پائے اور کپڑے وغیرہ تھے ان کو جلا دیا پھر ساتھیوں سے کہا کہ جس کو اس بات کی خواہش ہو کہ میرے ساتھ آسمان پر چڑھ جائے وہ اس آگ میں میرے ساتھ کود پڑے سب نے تعمیل کی اور جل کر خاک ہو گئے۔ جب لشکر قلعہ میں داخل ہوا تو کچھ نہ پایا جس قدر اس کے معتقد باقی رہ گئے تھے وہ اس بات سے زیادہ فتنے میں پڑے اس کے اصحاب ملک ماوراء النہر میں مہیضہ کہلاتے ہیں مگر اپنے اعتقاد کو چھپاتے ہیں عرصہ دراز تک مہیضہ ماوراء النہر کہتے رہے کہ مقنع آسمان پر چڑھ گیا ہے زمانہ آئندہ میں وہاں سے اترے گا بعض کہتے ہیں کہ اس نے اپنے ہمراہیوں

کو زہر دے دیا تھا اور آپ بھی زہر کھالیا تھا لشکر نے قلعہ میں گھس کر اس کا سر کاٹ لیا اور حلب میں مہدی کے پاس بھیج دیا یا مقنع یحییٰ بن زید شہید کے قتل کا منکر تھا جن کا حال فرقہ زید یہ کے ضمن میں اسی کتاب میں آتا ہے کہتا تھا کہ یحییٰ روپوش ہو گئے ہیں اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے اور نگارستان میں جو لکھا ہے کہ وہ برقعہ منہ پر ڈالے رہتا تھا اس لئے برقی مشہور ہو گیا۔ یہ بات پایہ تحقیق کو نہیں پہنچی صنابہ الطرب میں لکھا ہے جب طالبین نے عباسیوں پر خروج کیا تو اپنے پھر یروں کا رنگ سفید رکھا اسی وجہ سے ان کو مبیضہ کہنے لگے یہی رنگ عبیدی اور قرامطہ میں قائم رہا۔ مورخین فارسی و اردو مبیضہ کا ترجمہ سفید جامگان و سفید پوشان لکھتے ہیں منی الارب میں لکھا ہے کہ مبیضہ میم کے ضمہ اور بائے موحده کے فتح اور یائے مٹاۃ تحتانی کی تشدید و کسرہ اور ضاد نقطہ دار کے فتح سے ایک گروہ ہے مثنویہ میں سے جو مقنع کے اصحاب ہیں چونکہ یہ لوگ سفید کپڑے پہنتے تھے اس لئے مبیضہ کہلانے لگے اور اسی کتاب میں بیان کیا ہے کہ مثنویہ ثنائے مثلثہ اور نون کے فتحون اور واڈ کے کسرے کے ساتھ ایک گروہ ہے جو دو اللہ بتاتا ہے۔ فائدہ جلیلہ آثار البلاد میں لکھا ہے کہ یہ چاند ابن مقنع نے ایجاد کیا تھا اور صاحب غیاث اللغات نے کہا ہے کہ اس چاند کو مجازاً مقنع کی طرف منسوب کر کے ماہ مقنع کہتے ہیں حالانکہ اس کو مقنع کے بیٹے نے بنایا تھا انتہی یہ بیان غلط ہے روضۃ الصفا نے محمد خاوند شاہ اور روضۃ الصفا نے ناصری میں جہاں خلیفہ مہدی عباسی کے حالات لکھے ہیں وہاں اس حکیم مقنع کا بھی مفصل بیان تحریر کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں میں ہادی بن مہدی کے حالات میں لکھا ہے کہ اس کے عہد میں ایک جماعت زندقہ کی ظاہر ہوئی مسعودی کہتا ہے کہ جو شخص زرتشت سے محرف ہو کر اس کی کتاب ژند کی کی تاویل کرتا تھا اہل فارس (ایران) اس کو ژندیہ کہتے تھے بعد ازاں عرب نے اس کو معرب کر کے زندیق کہا اس میں کل وہ لوگ شامل ہو گئے جو ظاہر کی مخالفت کریں اور درحقیقت باطن کے مقرر ہوں بعد ازاں عرف شرع میں زندیق اس کو کہنے لگے جو بظاہر اسلام کا قائل اور درحقیقت کفر کا پابند ہو۔

ان میں سے ایک شخص کا نام عبداللہ بن مقنع تھا یہ شخص فصاحت و بلاغت میں بے نظیر تھا اس نے کلیلہ و دمنہ کو فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا صالح بن عبداللہ بن داؤد کہ ابو العباس سفاح کا چچا زاد بھائی ہے اور عبداللہ ہاشمی وغیرہ امرا بھی اسی روش اور طریق پر تھے اور ان مسلمانوں پر جو نماز و روزہ اور حج ادا کرتے تھے استہزا کرتے ایک روز ان سب نے

یہ مشورہ کیا کہ مسلمانوں کا دار و مدار قرآن پر ہے اگر ہم کوئی کتاب اس کے مقابل بنائیں گے تو قرآن کو وقعت نہ رہے گی اور ہمارا کام چل جائے گا سب نے اس پر اتفاق کیا کہ ابن مقفع یہ کام انجام دے اور سب نے یہ اقرار دیا کہ یہ آیت کہ نہایت فصیح و بلیغ ہے۔

يٰۤاَرۡضُ اَبۡلَعِيۤ مَآءَ كَ وَ يَسۡمَآءُ اَقۡلِعِيۤ - سورۃ ہود ۱۱۔ آیت ۴۳۔ پہلے ابن مقفع اس کے مقابل کلام کہے اگر اس سے یہ کام ہو سکا تو امید ہے کہ وہ تو ان کے جواب سے عہدہ برآ ہو جائے گا تمام سامان آسائش کا ابن مقفع کے لئے تیار کر کے ایک مکان میں اسے بٹھا دیا۔ ابن مقفع نے چھ ماہ تک برابر محنت کی اور مسودوں کا انبار ہو گیا مگر چند لفظ ایسے نہ بنا سکا جو اس آیت سے مشابہت رکھتے۔ یاروں نے کہا جب اتنی مدت میں ایک آیت کا جواب نہ ہو سکا تو پورے قرآن کا کیسے جواب ہو سکے گا اور اس ارادے سے باز آئے ہادی کو جب ان کا حال معلوم ہوا تو سب کو مروا ڈالا۔

انیسواں راوندیہ

یہ فرقہ منسوب ہے عبداللہ یا حرب بن عبداللہ راوندی کی طرف جو خلفائے عباسیہ کا ایک نقیب اور داعی تھا مرآۃ البھان میں لکھا ہے کہ راوند ایک گاؤں ہے کاسان کے ضلع میں جو سین مہملہ سے ہے اور یہ کاسان اصفہان کے اطراف میں واقع ہے اور جو شہر کاشان شین معجمہ سے ہے وہ قم کے علاقے میں ہے اور راوند نیشاپور کے متصل بھی ایک مقام کا نام ہے روضۃ الصفائے ناصری کی جلد ششم میں اس فرقہ کا نام رووندیہ بغیر الف کے لکھا ہے اور ان کے داعی کا نام عبداللہ رووندی بتایا ہے اور بیان کیا ہے کہ اس عبداللہ کے مزاج میں سہولت تھی اور یہ برخلاف ابو مسلم خراسانی کے کشت و خون نہیں کرتا تھا اس لیے راوندیہ نے عبداللہ سے کہا کہ اس شخص کی کوئی فکر کرنا چاہیے تاکہ مخلوق کو اس کے پنجہ ظلم سے نجات حاصل ہو عبداللہ نے ابو مسلم کو ایک روز سمجھایا کہ آپ کو یہ خونریزی زیبا نہیں پہلے لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف دعوت کیجئے جب وہ نہ مانیں تو پھر جو دل میں آئے کیجئے ابو مسلم نے کہا کہ جو مہم ہم نے سوچ رکھی ہے اس کا سرانجام بغیر قتل عام کے دشوار ہے عبداللہ نے کہا کہ اگر آپ کی یہی رائے ہے تو میرے بھی بہت سے تابع ہیں آپ ان سے بھی کام لیجئے ابو مسلم نے کہا کہ ان کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دو عبداللہ نے اس خیال سے کہ ابو مسلم ان لوگوں کو عمدہ عمدہ منصب دے گا ان کے ناموں کی فہرست ابو مسلم کے پاس بھیج دی ابو مسلم

نے عبد اللہ سے کہا کہ تم ان سب کو میرے پاس لے آؤ عبد اللہ نے سب کو حاضر کیا ابو مسلم نے کہا ہر ایک گروہ علیحدہ علیحدہ شہر ادا یا جائے جب سب کا انتقال ہو گیا تو عبد اللہ کو قتل کر ادا یا اور پھر اس کے متبعون کے گروہ علیحدہ علیحدہ بلواتا اور قتل کراتا ان میں سے جو باقی بچے وہ ابو مسلم کی پرستش کرنے لگے اور کہنے لگے یہ اللہ ہے روزی رسان یہی ہے ابو مسلم نے اپنی نسبت ان کا یہ عقیدہ سن کر پھر بہت سے راندیہ کو تلاش کرا کے قتل کرایا۔ وہ راوندیہ تاریخ کے قائل تھے چنانچہ تاریخ ابوالفدا کا مل میں لکھا ہے کہ عقیدی ان کا یہ ہے کہ آدم کی روح عثمان بن نہیک میں داخل ہوئی تھی اور روضۃ الصفا میں کہا ہے کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ منصور کی روح عثمان بن نہیک کی روح سے متعلق ہو گئی ہے اور کہتے تھے کہ رب ہمارا جو کھانے پینے کو پہنچاتا ہے ابو جعفر منصور ہے جو خلفائے عباسیہ کا دوسرا خلیفہ تھا جب کہ یہ بات انہوں نے ظاہر کی اور منصور کو اس کا حال معلوم ہوا تو منصور نے ان کے دوسو سردار پکڑ کر قید کر دیے اور حکم دیا کہ اس جماعت کے آدمی باہم نہ ملیں اور ایک مقام پر نہ رہیں یہ لوگ منصور سے ناراض ہو گئے اور ایک خالی تابوت اٹھا کر بہت سے راوندیہ اس کے ساتھ چلے جب جیل خانے کے قریب پہنچے تو اس کو زمین پر ڈال کر اندر گھس گئے اور اپنے سرداروں کو چھڑا لیا اور شہر کے دروازے بند کر دیے تاکہ فوج شہر میں داخل نہ ہو سکے اور منصور کے قتل کے ارادے سے اس کے محل کی طرف چلے یہ چھ سو آدمی تھے منصور سے لڑے مگر آخر کار شکست پائی اور مارے گئے یہ واقعہ ۱۲۱ ہجری میں واقع ہوا تھا اور منصور کا دار الخلافت اس وقت تک شہر ہاشمیہ تھا جو نواح کوفہ میں اس کے بھائی نے آباد کیا تھا۔

بیسواں مسلمیہ

مقریزی نے شیعہ عالیہ کے ضمن میں یہ فرقہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ فرقہ راوندیہ میں سے ہے ان کا اعتقاد یہ ہے کہ امامت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علیؑ اور حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ و محمد بن حنفیہ میں آئی پھر ابو ہاشم عبد اللہ محمد بن حنفیہ میں آئی پھر ان سے منتقل ہو کر علی بن عبد اللہ بن عباس میں بطور وصیت کے آئی پھر ابو العباس سفاح میں پھر ابو سلمہ صاحب دولت بنی عباس میں حکایت :- پرگنہ کش ضلع ماوراء النہر میں ایک شخص نے اہل مرو سے جو آنکھ سے کانا تھا اور اس کو ہاشم کہتے تھے یہ دعویٰ کیا کہ اللہ کی روح ابو سلمہ میں منتقل ہو کر آئی پھر ابو سلمہ سے اس کے اندر منتقل ہو گئی ہے۔ یہ دعوت اس یک چشم

کی اس علاقے میں پھیل گئی تھی اپنے اصحاب سے پردہ کرتا تھا اور اپنے لیے اس نے ایک منہ سونے کا بنایا تھا اس لیے مصیغ کہلانے لگا اس کے یاروں نے چاہا کہ اس کو دیکھیں ان سے وعدہ کیا کہ میں اپنے کو تمہیں دکھاؤں گا اگر تم جل نہ جاؤ اور اپنے سامنے ایک آتشی شیشہ جلانے والا رکھا جس پر سورج کی دھوپ پڑتی تھی جب بعض معتقد اس کے پاس آئے جل گئے باقی لوٹ گئے اور فتنے میں پڑ گئے اور معتقد ہو گئے کہ وہ اللہ ہے اس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اپنی جنگ و حرب میں اس کو اللہ کہہ کر پکارتے تھے (اتھی ترجمہ کلامہ) یاد رکھو کہ صانع (سار) زر گر یعنی سونے کے کام کرنے والے کو کہتے ہیں تو مصیغ وہ شخص ہوگا جو سونے کو استعمال کرتا ہو کیونکہ لفظی معنی اس کے سونے سے بنا ہوا ہیں میرا خیال یہ ہے کہ لفظ مصیغ لفظ مقنع کی تحریف ہے یہ ہاشم وہی شخص ہے جس نے ماہ نخب تیار کیا تھا کیونکہ یہ حالات اسی کے حالات سے ملتے ہوئے ہیں اور ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ کے حالات تفصیل وار کیسانہ کے فرقوں میں سے ہاشمیہ میں بیان ہوں گے۔ نواب محمد صابق حسن خان باوجود یکہ تقلید کو دین و مذہب میں برا جانتے تھے مگر تصنیف و تالیف میں بالکل پرانے کلام کو اپنی کتابوں میں بھردیتے ہیں اور یہ تقلید سے بدتر ہے اور پھر پرانے مطالب ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ اس کی عبارت کو بھی اپنی عبارت بنا لیتے ہیں چنانچہ الخطط والآثار میں جس قدر فرقہ ہائے اسلام کو بیان کیا ہے یہ سب بیان نواب صاحب نے کتاب مذکور سے علیحدہ کر کے اس کا نام حبیبہ الاکوان رکھ دیا ہے اور اس کے ترجمہ کا نام کشف الغمہ عن افتراق الامہ ہے اگر نواب صاحب اس تقلید میں کسی قدر بھی تحقیق سے کام لیتے تو ان کو ضرور کتب تواریخ سے اس بات کا پتہ چلتا کہ یہ مصیغ وہی مقنع ہے جس کے حالات کتب تواریخ میں مذکور ہیں اور ابو سلمہ ایک سردار کا نام ہے جو سفاح کے اشارے اور ابو مسلم کی رائے سے مراد بن انس کے ہاتھ سے مارا گیا تھا یہ شخص وزیر آل محمد کے لقب سے موسوم کیا جاتا تھا اور ابو مسلم خراسانی امیر آل محمد کے لقب سے مشہور تھا ابو مسلم کو منصور عباسی نے مرواڈالا تھا۔

اکیسواں حلاجیہ

شیخ ابن ہابوہ اپنے رسالہ اعتقاد یہ میں کہتے ہیں کہ غلاۃ میں ایک فرقہ حلاجیہ بھی ہے جن کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر بسبب عبادت کے تجلی فرماتا ہے پھر باوجود اس کے دین ان کا ترک نماز و روزہ و جملہ فرائض ہے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کا اسم

اعظم جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں میں حلول کرتا ہے اور ان کا یہ بھی زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ولی جب کہ مخلص کامل ہو اور اپنے دین کو پہچانے تو وہ انبیاء سے افضل ہے اور اس رسالے کی شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حسین بن منصور حلاج کے ملبعون سے جدا ہیں جن کا شمار صوفیان اہل سنت میں ہے۔

فرقہ کیسانیہ

واضح ہو کہ کیسانیہ منسوب ہیں کیسان کی طرف کہ حسب تحقیق صاحب صحاح وقاموس وغیرہ اہل لغت نام ہے مختار بن عبید ثقفی کا جو واسطے بدلہ لینے حسینؑ کے کھڑا ہوا تھا منتہی القال فی احوال الرجال میں کئی کتابوں سے نقل کیا ہے کہ اصمغ بن بنانہ سے مروی ہے کہ ایک بار میں نے مختار کو حضرت علیؑ کی گود میں بیٹھے دیکھا اور آپ اس کے سر پر ہاتھ پھیر پھیر کر فرماتے تھے یا کیس یا کیس اور تعلیقہ میں بھی اسی طرح ہے اور کیس جید کے وزن پر زیرک کے معنی میں ہے اور کثی نے مختار کے ذکر میں کہا ہے کہ اس کا لقب کیسان اس لیے مقرر ہوا کہ اس کے ایک افسر ابو عمر کا یہ نام تھا پھر مختار کو بھی اس افسر کی وجہ سے کیسان کہنے لگے مگر اباب تواریخ کی یہ رائے ہے کہ کیسان حضرت علی بن ابی طالب کا غلام تھا۔ ملل و نحل شہرستانی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور تحفہ اثنا عشریہ میں ذکر کیا ہے کہ سبط اکبر حسن مجتبیٰ کے ایک غلام کا نام کیسان تھا اسی نے مختار کو حضرت حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کو آمادہ کیا تھا اس لیے مختار بھی کیسان مشہور ہو گیا۔ کیسان حضرت علی کی وفات کے بعد محمد بن حنفیہ کی رفاقت میں رہا اور علوم غریبہ ان سے حاصل کیے غنیۃ الطالبین میں بیان ہے کہ کیسانیہ ان چار شخصوں کی امامت کے قائل ہیں حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ اور محمد بن حنفیہ مگر اس فن کی کتب سے عموماً فرقہ ہائے کیسانیہ کے خیالات ترتیب آئمہ کے بارے میں ایسے نہیں ثابت ہوئے اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ کیسانیہ کے نزدیک اللہ پر تکلیف واجب ہے اور الخطط والآثار میں آیا ہے کہ کیسانیہ بدء کے جواز کے اللہ پر قائل ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کی بعض مرادیں واقع نہیں ہو سکتیں اور شیطان اور کافروں کی واقع ہو جاتی ہیں طرفہ یہ ہے کہ کیسانیہ جن لوگوں کو امام بتاتے تھے وہ اس دعوے سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ ہم پر افترا کرتے ہیں کیسانیہ اس کے جواب میں کہتے تھے کہ یہ انکار ہمارے آئمہ کا بوجہ خوف جان کے ہے دشمنوں کے ڈر سے تقیہ کرتے ہیں کیونکہ ابھی

مروانیہ مدینے کے حاکم ہیں ان کی طرف سے اندیشہ ایذا کا ہے بعد اس کے مذہب تشیع میں تقیہ کی رائے نے بہت رواج پالیا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ کیسانیہ کو حرماقیہ کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں اس وجہ سے کہ ابو مسلم کا لقب حرماق تھا جو ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کا داعی تھا چونکہ بعض کیسانیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ابو ہاشم محمد بن حنفیہ کے بعد ان کی وصیت سے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو امامت پہنچی بعد ازاں ان کے بیٹے حضرت ابراہیم کو اس لیے ابراہیم کے ایک داعی کی طرف منسوب کر کے حرماقیہ کہنے لگے یہ کئی فرہتے ہیں ان میں قدر مشترک محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل ہونا ہے۔ یہ محمد بن علی کے بیٹے تھے ابن حنفیہ اس وجہ سے کہلاتے ہیں کہ ان کی ماں ایک عورت سیاہ قام خول بنت جعفر نام قوم بنی حنفیہ سے تھی ابن خلدون مغربی نے لکھا ہے کہ جب حضرت حسن مصلحنا زمام حکومت معاویہ کے سپرد کر دی تو شیعہ نے اس وقت حضرت حسینؑ کو بلایا انہوں نے آنے سے انکار کیا تو شیعہ محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اور در پردہ ان کے ہاتھ پر اس شرط سے بیعت کی کہ جب موقع ہو خلافت ضرور حاصل کرنا محمد بن حنفیہ نے ہر شرط پر اپنی طرف سے ایک شخص کو مقرر کیا جو در پردہ ان کی خلافت کی لوگوں کو ترغیب دیتا تھا ایک مدت تک شیعہ اسی حالت پر رہے اور معاویہ اس کی روک تھام کرتے جاتے تھے کسی بنظر سیاست ملکی شہر بدر کر دیتے تھے اور جب کوئی اس کا سرغزہ گرفتار کر لیا جاتا تھا تو اس کو قلع و قمع بھی کر دیتے تھے لیکن ساتھ ہی اس کے معاویہ اہل بیت کے راضی رکھنے کی کوشش کرتے اور ان دعوے تقدم و استحقاق سے چشم پوشی کر جاتے تھے اور ان میں سے بھی کوئی شخص ان کے منہ نہ آتا تھا۔ پندرہ رجب ۶۰ ہجری میں معاویہ انتقال کر گئے بعد ان کے چودہویں ربیع الاول ۶۳ ہجری کو ان کے بیٹے یزید کا انتقال ہوا اس کے مرتے ہی بلا جہد جہد اہل حجاز و یمن و عراق و خراسان نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لی صرف ملک شام مصر والے ان کی بیعت سے باہر تھے۔ عبداللہ بن زبیر نے محمد بن حنفیہ سے بیعت کرنے کو کہا تھا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن ہانی کنڈی کو آپ کے پاس بھیجا اس نے سختی کی درستی سے پیش آیا لیکن محمد بن حنفیہ برابر صبر و تحمل سے کام لیتے رہے مجبور ہو کر چھوڑ دیا گیا مگر جب ہوا خواہاں علی بن ابی طالب نے کھلم کھلا محمد بن حنفیہ کو دعوت دینی شروع کی تو عبداللہ بن زبیر نے اس خوف سے کہ مبادا محمد بن حنفیہ کے بیعت نہ کرنے سے لوگ برہم نہ ہو جائیں بجز بیعت لینے کا ارادہ کیا اور اس غرض کے حاصل

کرنے کے لیے مقام زمزم میں ان کو قید کر دیا اور ایک مدت مقرر کر دی کہ اگر اس عرصے میں بیعت نہ کر لو گے تو قتل کر ڈالے جاؤ گے انہوں نے مختار کو یہ واقعات لکھ بھیجے جو کونے میں محمد بن حنفیہ کی امامت کا داعی تھا اور اہل کوفہ نے اس کی اطاعت کر لی تھی مختار نے اس خط کو لوگوں کے روبرو پڑھا سب کے آنسو بھر آئے ان میں سے چند امرا کو تین سو سواروں کے ساتھ مکے کی طرف روانہ کیا جنہوں نے زمزم پہنچ کر مجلس کا دروازہ توڑ کر محمد بن حنفیہ کو نکالا صرف دو دن مدت مقرر کے باقی رہ گئے تھے عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کی اجازت طلب کی انہوں نے فرمایا میں حرم میں جنگ کرنا جائز نہیں سمجھتا بعد اس کے بقیہ لشکر آگیا اس سے عبداللہ ابن زبیر خائف ہو گئے محمد بن حنفیہ نکل کر شعب علی میں چلے گئے رفتہ رفتہ آپ کے پاس چار ہزار آدمی جمع ہو گئے جب مختار مارا گیا اور عبداللہ بن زبیر کے قدم حکومت کے زینے پر جم گئے تو محمد بن حنفیہ سے پھر بیعت کرنے کو کہا آپ نے خائف ہو کر اس واقعہ سے عبدالملک بن مروان کو مطلع کیا اس نے لکھ بھیجا کہ آپ شام چلے آئیے جب تک لوگوں کا کسی پر اجتماع نہ ہو اس وقت تک نہایت عزت و احترام سے میرے پاس رہئے میں آپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں گا چنانچہ وہ مع اپنے ہمراہیوں کے روانہ ہوئے راستے میں عبدالملک کی بد عہدی سے ڈر کر ایلہ میں قیام کر دیا تھوڑے دنوں میں جب ان کے معتقدین کا دائرہ وسیع ہو گیا تو عبدالملک نے بیعت کرنے کو کہلا بھیجا۔ یہ ایلہ سے مکے کی طرف لوٹے اور شعب ابی طالب میں پہنچ کر مقیم ہو گئے پھر عبداللہ بن زبیر نے یہاں سے نکالا تو طائف کی طرف چلے گئے اور عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی ۶۹ سال کی عمر پائی ۸۱ ہجری میں انتقال کیا۔ (فرقہ ہائے کیسانیہ کی تفصیل یوں ہے۔) کیسانیہ جو منسوب ہیں کیسان مذکور کی طرف یہ شخص حضرت حسینؑ کی شہادت کے بعد بہت سے مسلمانوں کو موافق کر کے واسطے بدلہ لینے حضرت حسینؑ کے کھڑا ہوا تھا مگر دشمنوں پر کامیاب نہ ہوا آخر کار مارا گیا یہ کیسان اور اس کے معتقد حضرت حسنؑ کی امامت کے منکر تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ بعد حضرت علیؑ کے محمد بن حنفیہ ہیں اس لیے کہ حضرت علیؑ نے جنگ جمل و صفین میں نشان انہیں کے ہاتھ میں دیا تھا اور حضرت حسینؑ نے صلح کے باب میں بھائی کی پیروی کی تو وہ بھی امامت کے لائق اس کے نزدیک رہے تھے۔ اس فرقے کا ظہور ۶۴ ہجری میں ہوا تھا۔

مختار یہ

یہ لوگ مختار بن ابو عبید بن مسعود ثقفی کے تابع ہیں جس کو بعد قتل کیسان کے اس کے پیروؤں نے رئیس بنایا تھا یزید کے مرنے سے چھ مہینے کے بعد پندرہ رمضان کو یہ شخص وارد کوفہ ہوا اور لوگوں کو خون حسینؑ کے معاوضہ لینے پر ابھارنے لگا لوگوں نے کہا کہ ہم نے محض اسی کام کے انجام دینے کو سلیمان بن مردخزاعی کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور وہ بالفعل اس کو مصلحت نہیں سمجھتا ہے مختار نے کہا کہ سلیمان ایک پست ہمت آدمی ہے وہ لڑائی جھگڑے سے جی چراتا ہے مجھے مہدی محمد بن حنفیہ نے اپنا وزیر و امین مقرر کر کے بھیجا ہے تم لوگ ان کی میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور خون حسینؑ مظلوم کا معاوضہ ان کے قاتلوں سے لو ایک گروہ کثیر ہوا خواہاں امیر المومنین علیؑ کا اس کی طرف مائل ہو گیا عبد اللہ بن یزید انصاری نے جو عبد اللہ بن زبیر کی طرف سے کوفے کا گورنر تھا مختار کو گرفتار کر کے قید کر دیا بعد اس کے عبد اللہ بن عمر کی سفارش سے باین شرط رہا کیا گیا کہ آئندہ وہ بغاوت نہ کرے گا اور نہ ان لوگوں کے خلاف خروج کرے گا اور اگر ان شرائط کی پابندی نہ کرے تو ایک ہزار قربانی خانہ کعبہ میں اس کو کرنی ہوگی جب یہ رہا ہوا تو پھر خواہاں حسینؑ بن علیؑ کے پاس آنے جانے لگے پھر چند لوگ کوفے سے محمد بن حنفیہ کے پاس مختار کا حال دریافت کرنے کو گئے آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے خون حسینؑ کا معاوضہ لینے پر مامور کیا ہے جب یہ لوگ واپس ہو کر کوفے میں آئے اور لوگوں سے محمد بن حنفیہ کا بیان کہا تو مختار کی طرف لوگوں کا رجحان بڑھ گیا۔ ۶۶ ہجری میں مختار نے خون حسینؑ کا معاوضہ لینے کا اعلان کر دیا۔ اور قصر امارت کوفہ پر قبضہ کر لیا صبح ہوئی لوگ مسجد میں جمع ہوئے مختار نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور لوگوں کو محمد بن حنفیہ کی بیعت کی طرف بلایا شرفائے کوفہ نے کتاب و سنت اور اہل بیت کی ہمدردی پر بیعت کی بعد اس کے مختار نے اطراف و جوانب پر فوج کشی کرنے کے لیے چند لوہا بنائے اور سرداروں کو مرحمت کر کے روانہ کیا عبید اللہ بن زیادہ موصل میں تھا اس کی فوجوں سے اور مختار کے لشکر سے جنگ ہونے لگی اور شامی شکست پانے لگے پھر بعض وجوہ سے شرفائے کوفہ مختار کی مخالفت پر تل گئے جن کے سرگروہ حبیب بن ربیع۔ محمد بن اصف عبد الرحمن بن سعد بن قیس شمر بن ذی الجوشن کعب بن کعب نخعی عبد الرحمن بن مخنف ازدی وغیرہ تھے اور سب کے سب مسلح ہو کے مختار کے پاس گئے کہ ہم نے تم کو معزول کیا

کیونکہ محمد بن حنفیہ نے تجھ کو مامور نہیں کیا ہے مختار نے ابراہیم بن اشتر کو بلوا کر ان پر حملہ کرایا خون ریز لڑائی کے بعد ان کو شکست ہوئی ان کے ہمراہی نہایت ابتری سے بھاگ کھڑے ہوئے پانچ سو آدمی ایک مقام سے گرفتار کر کے لائے گئے ان میں سے نصف آدمیوں کو جو شہادت حسینؑ بن علیؑ میں شریک تھے قتل کر ڈالا اور باقی کو رہا کر دیا۔ شمر بن ذی الجوشن کی مختار کے ایک ہمنشیں سے لڑائی ہوئی سات سو اسی آدمی مارے جانے پر لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ جس میں اکثر اہل یمن تھے اور شمر کو قتل کو کے لاش کتے کے آگے ڈالوا دی اس واقعہ کے بعد شرفائے کوفہ خوف زدہ ہو کر بصرے کی جانب نکل کھڑے ہوئے اور مختار قاتلین حسینؑ بن علیؑ کو چن چن کر قتل کرنے لگا عبید اللہ بن اسد جہنی مالک بن نصیر کندی حمل بن مالک محاربی کو قادیہ سے گرفتار کر کے قتل کیا بعد ازاں زیاد بن مالک ضبعی عمران بن خالد عسری عبدالرحمن بن ابی شکارہ بجلی۔ عبداللہ بن قیس خولانی جنہوں نے واقعہ کربلا میں حسینؑ بن علیؑ کا اسباب لوٹا تھا پابز نجیر حاضر کئے گئے مختار نے ان سبھوں کے قتل کا حکم دے دیا پھر عبداللہ یا عبدالرحمن بن طلحہ۔ عبداللہ بن وہب ہمدانی (عشی کا چچا زاد بھائی) پیش کئے گئے اور اسی وقت قتل کر ڈالے گئے۔ اور عثمان بن خالد جہنی۔ ابوالسماء بشر بن سمیط قابسی (جنہوں نے عبدالرحمن بن عقیل کو شہید کیا اور ان کا اسباب لیا تھا) قتل کر کے آگ میں جلا دیے گئے۔ خولی بن یزید انجی جس نے حضرت حسینؑ کا سر اتارا تھا خوف جان سے چھپ گیا ڈھونڈتے ڈھونڈتے لوگ پہنچ گئے اور اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس لائے مختار نے اس کو جلوادیا۔ ان لوگوں کے قتل ہونے کے بعد عمرو بن سعد بن ابی وقاص کے قتل کا حکم صادر ہوا اگرچہ اس نے عبداللہ بن ابی جعدہ کی معرفت مختار سے امن حاصل کر لیا تھا لیکن ابو عمرہ حسب حکم مختار اس کا سر کاٹ لایا اتفاق یہ کہ مختار کے پاس اس وقت اس کا بیٹا حفص بیٹھا ہوا تھا اور یافت کیا تم اس کو پہچانتے ہو جواب دیا ہاں لیکن اس کے بعد زندگی کا مزہ نہیں ہے مختار نے اس کے بھی قتل کا حکم دے کر کہا وہ (یعنی عمرو بن سعد) بعوض خون حسینؑ تھا اور یہ (یعنی حفص بن عمرو) علی اصغر بن حسینؑ کے خون کا بدلہ ہے اور ان دونوں کے سر محمد بن حنفیہ کے پاس بھیج دیئے۔ اور یہ لکھا کہ قاتلین حسینؑ بن علیؑ میں سے جن لوگوں پر میرا قابو چل گیا تھا ان کو تو میں نے قتل کر ڈالا ہے اور باقی لوگوں کی گرفتاری اور قتل کی فکر میں ہوں عمرو بن سعد کے بعد حکیم بن طفیل طائی بھی پیش کیا گیا جس نے حضرت حسینؑ پر تیر چلایا تھا۔ اور عباس کا اسباب لیا تھا عدی بن حاتم نے حاضر ہو کر سفارش کی لیکن اب کامل

نے اس سے پیشتر بخیاں سفارش عدی بن حاتم اس کو قتل کر ڈالا تھا۔ پھر مرہ بن منذ بن عبد القیس قاتل علی اصغر بن حسین کی گرفتاری کا حکم صادر ہوا لوگوں نے پہنچ کر اس کے گھر کا محاصرہ کر لیا مرہ گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور نیزہ بازی کے جوہر دکھاتا ہوا مصعب بن زبیر کے پاس بھاگ کر چلا گیا لیکن اس خلفشار میں ایک ہاتھ اس کا بیکار ہو گیا پھر زبیر بن لقاد جسانی کی گرفتاری جاری ہوئی چاروں طرف سے سپاہیوں نے گھیر لیا چونکہ اس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیر سے شہید کیا تھا ابن کامل نے کہا اس پر تیر برساؤ۔ سب ہوں نے تیر مارتے گرا دیا اور زندہ گرفتار کر کے جلا دیا سان بن انس نخعی جس نے حسین بن علی کو تیر مار کر زمین پر گرایا تھا۔ اور بقول بعض تن شریف سے سر مبارک بھی اسی نے جدا کر کے خولی کے حوالے کیا تھا بصرہ بھاگ گیا مختار نے اس کا گھر منہدم کر دیا بعد وہ عمرو بن صبح صدائی کے گرفتار کر لانے پر سپاہیوں کو متعین کیا مشکلیں بندھی ہوئی پیش کیا گیا مختار نے حکم دیا اس کو برچھی سے مار ڈالو محمد بن اشعث قادسیہ کے قریب ایک گاؤں میں تھا اس کی گرفتاری کا حکم دیا محمد بن اشعث یہ سن کر مصعب بن زبیر کے پاس بھاگ گیا مختار نے اس کے مکان کو گروا دیا اور بقیہ لوگوں کی گرفتاری کا حکم دیا جو شریک واقعہ کربلا اور قتل حضرت حسین سے متہم تھے یہ لوگ اس خبر سے مطلع ہو کر مصعب بن زبیر کے پاس چلے گئے اور مختار نے ان کے مکانات منہدم کر دئے۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ مختار کو قاتلین حسین سے قصاص لینے کا خیال اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ یزید بن شراہیل انصاری ایک مرتبہ محمد بن حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے محمد بن حنفیہ نے برسبیل تذکرہ فرمایا مختار کا یہ خیال ہے اور وہ اس امر کا مدعی ہے کہ وہ ہمارا ہوا خواہ ہے حالانکہ اس کے پاس قاتلین حسین کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے گپ مارا کرتے ہیں مختار کے کان تک یہ خبر پہنچی تو اس نے قاتلین حسین کی قتل کی قسم کھالی اور اسی وقت سے ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرانے لگا۔

جس وقت مختار کو آخر ۶۶ ہجری میں مہم کوفہ سے فراغت حاصل ہوئی تو اس نے ابراہیم بن اشتر کو جنگ عبید اللہ بن زیاد کے لیے روانہ کیا اور اپنے نامی نامی مصاحبین اور نامور نامور شہسواروں جنگ آوردوں کو مع اس کرسی کے اس کے ہمراہ کر دیا جس سے وہ مدد طلب کرتا تھا۔ یہ ایک کرسی سونے سے منڈھی ہوئی تھی اپنے گردہ والوں سے اس نے کہہ رکھا تھا کہ جیسا بنی اسرائیل میں تابوت سیکڑا تھا ویسا ہی تم میں یہ کرسی ہے یہ جان کیا جاتا

ہے کہ یہ کرسی امیر المومنین علی بن ابی طالب کی تھی جس کو مختار نے طفیل بن جعدہ بن ہبیرہ سے لیا تھا جو ام ہانی بنت ابی طالب یعنی بہن علی بن ابی طالب کا بیٹا تھا بعض کہتے ہیں کہ یہ کرسی طفیل ایک روغن فروش کی دوکان سے اٹھالایا تھا امیر المومنین کی نہ تھی ابراہیم بن اشتر کوفی سے روانہ ہو کر عراق کو چھوڑتا ہوا سرزمین موصل میں پہنچا جس پر عبید اللہ ابن زیاد نے اس سے پیشتر قبضہ کر لیا تھا لڑائی ہوئی میدان ابراہیم کے ہاتھ رہا اور عبید اللہ ابن زیاد کی فوج شکست کھا گئی عبید اللہ بن زیاد مارا گیا سر کاٹ کر لاش کو جلا دیا گیا اس واقعہ میں شرجیل بن ذی الکلاع خمیری بھی مارا گیا جو سواران شام کا سپہ سالار تھا۔ مفتاح النجا میں لکھا ہے کہ واقعہ مختار میں ملک شام کے ستر ہزار آدمی کام آئے مختار نے تین ہزار آدمیوں کا ایک لشکر بظاہر عبید اللہ ابن زبیر کی اعانت کے نام سے مدینے کی طرف روانہ کیا مگر عبید اللہ ابن زبیر کے خیالات مختار کی طرف سے بدل گئے تھے اس لیے اس فوج کو راستے میں برباد کر دیا اس واقعہ سے مختار کو محمد ابن حنفیہ اور عبید اللہ ابن زبیر کے لڑا دینے کا موقع مل گیا فوراً ایک شکایت آمیز خط لکھ بھیجا جس کا یہ مضمون تھا۔ میں نے ایک لشکر آپ کی فرمان برداری اور دشمنان اہل بیت کے ذلیل کرنے کو روانہ کیا تھا عبید اللہ ابن زبیر نے ان کے ساتھ یہ یہ برتاؤ کئے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیجئے تو میں ایک لشکر مدینے کی طرف روانہ کروں بشرطیکہ آپ بھی اپنی طرف سے ایک آدمی بھیج دیجئے تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں آپ کا مطیع ہوں محمد بن حنفیہ نے جواباً لکھا میں تمہارا ارادہ تمہاری حق شناسی کو جانتا ہوں میرے نزدیک محبوب ترین امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر قدم نہ رکھا جائے پس تم حتی الامکان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور مسلمانوں کی خونریزی سے محترز رہو اگر میرا ارادہ لڑائی کا ہوتا تو میرے پاس لوگ بہت جلد مجتمع ہو جاتے میرے معین و مددگار بکثرت ہیں لیکن میں نے ان کو معزول کر رکھا ہے اور میں صبر و شکر کر رہا ہوں تاکہ اللہ جل شانہ کوئی حکم صادر فرمائے اور وہی خیر الحاکمین ہے۔

شرفائے کوفہ جنہوں نے مختار کے خوف سے جلا وطنی اختیار کر لی تھی رفتہ رفتہ مصعب بھائی عبد اللہ بن زبیر والی بصرہ سے آملے جو حضرت حسینؑ کے داماد اور حضرت سکینہ و خنجر حضرت حسینؑ کے شوہر تھے شہت بن ربیع و انوثاہ و انوثاہ چلاتا ہوا بعدہ محمد بن اشعث آیا اور مختار پر حملہ کرنے کی تحریک کی مصعب نے مہلب بن ابی صفیرہ کو جو عبد اللہ بن زبیر کی طرف سے فارس کا گورنر تھا بلا بھیجا وہ ایک عظیم الشان لشکر اور ضرورت سے زیادہ مال و

اسباب لے کر بصرہ میں داخل ہوا مختار کو مصعب کی چڑھائی کی خبر لگی تو اس نے اپنے ہمراہیوں کو لڑائی کی ترغیب دے کر ایک چھوٹا سا لشکر امیر بن شمیٹ کے ساتھ روانہ کیا مقام نزار میں فریقین نے صف آرائی کی مہلب نے ایسے سخت سخت حملے کیے کہ مختار کی سپاہ و سرداروں کو شکست فاش ہوئی مصعب نے عباد کو حکم دے دیا کہ جس قدر لوگ قید کئے جائیں قتل کر ڈالے جائیں محمد بن اشعث نے سواران اہل کوفہ کو لے کر منہزم گروہ کا تعاقب کیا جس کو پایا قتل کر ڈالا مصعب نے فتحیابی کے بعد کوفہ کا رخ کیا جب مختار کو اس کی اطلاع ہوئی کہ ابن شمیٹ کو سخت شکست ہوئی اور اس کے تقریباً کل ہمراہی معرکہ جنگ میں کام آگئے اور یہ کہ مصعب برابر بڑھتے چلے آتے ہیں تو وہ بقصد مقابلہ کوفہ سے نکلا مختار نے حروراء میں قیام کر دیا اس عرصے میں مہلب بھی آپہنچے اور لڑائی شروع ہوئی تمام رات لڑائی ہوتی رہی چاروں طرف ایک شور قیامت برپا تھا صبح ہونے سے تھوڑا پہلے مختار کے ہمراہی آنکھیں بچا بچا کر علیحدہ ہونے لگے مختار یہ رنگ دیکھ کر قصر امارت میں جا چھا مصعب نے قصر امارت کا محاصرہ کر کے رسد و غلہ بند کر دیا اور یہاں تک انتظام کیا کہ مختار اور اس کے ہمراہیوں کا شدت تشنگی سے حال ابتر ہو چلا پانی میں شہد ملا کر پینے لگے جب اس سے بھی سیری نہ ہوئی تو مختار نے اپنے ہمراہیوں سے امن حاصل کرنے کو کہا کسی نے کچھ خیال نہ کیا تب مختار نے بالوں میں تیل ڈالا عطر لگایا اور تقریباً بیس آدمیوں کو جن میں سائب سلک اشعری بھی تھا لے کر قصر امارت سے نکل کھڑا ہوا سائب ملامت کرنے لگا مختار نے کہا تف ہو تجھ پر اے احمق میں نے دیکھا کہ مصعب ابن زبیر نے حجاز پر قبضہ کر لیا اور نجدہ نے یمامہ پر اور ابن مروان نے شام پر اور میں بھی انہیں لوگوں کی طرح تھا لیکن میں جب کہ عرب اس سے غافل ہو گیا تھا اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے کا طالب ہو گیا اگر تیری یہ نیت نہ ہو تو اپنے بازو پر لڑ سائب یہ سن کر خاموش ہو گیا اور مختار آگے بڑھا لڑائی ہونے لگی بالآخر طرفہ و طرفہ پسران عبداللہ بن دجاہ حنفی کے ہاتھ اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ مختار کے مارے جانے کے بعد اہل قصر نے مصعب کے پاس پیام بھیجا اور مصعب کے کہنے سے دروازہ کھول دیا گیا۔ مہلب نے ان کے قتل کرنے سے منع کیا مگر شرفائے کوفہ نے اس سے اختلاف کیا پس مصعب نے باتفاق رائے ان لوگوں کے سب کو قتل کر دیا بعد اس کے مصعب کے حکم سے مختار بن ابی عبید ثقفی کی ہتھیلیاں کاٹ کر دروازہ مسجد پر لٹکادی گئیں جن کو حجاج نے اپنے زمانہ حکومت میں اتروایا۔

جلد دوم عقد الفرید مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۱۹ میں مرقوم ہے کہ مختار جس وقت قاتلین حسینؑ اور شرفا کو نیست و نابود کر چکا تو اس نے اور صحابائے امت کے استیصال کی فکر کی لوگوں پر اس کا ارادہ اور حبث نفس ظاہر ہو گیا اس نے نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا کہتا تھا کہ میرے پاس جبریلؑ امین وحی لے کر آتے ہیں اور طبقات دول اسلام میں ذہبی کہتے ہیں کہ مختار کہتا تھا مجھے علم غیب ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے دو ہاتھ ثابت کرتا تھا اور نزل الابرار میں لکھا ہے کہ مختار کہتا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ میں حلول کیا ہے۔

ترمذی نے عبد اللہ بن عمر سے جو روایت کی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فی ثقیف کذاب و مبیر یعنی قوم بنی ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک مفسد و ہلاک ہوگا اسی طرح ابو نوفل معاویہ بن مسلم تابعی سے مسلم نے جو روایت کی ہے کہ حجاج نے عبد اللہ بن زبیر کو سولی دی تو اسما ان کی والدہ نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا تھا ان فی سقیف کذاباً و مبیراً سو علما کذاب کو اسی مختار پر اور مبیر کو حجاج بن یوسف پر حمل کرتے ہیں۔ مختار اگرچہ صاحب علم و فضل تھا مگر صحابی نہ تھا ہاں اس کا والد جلیل القدر صحابیوں میں سے تھا اور اول اول مختار اہل بیت سے نہایت دشمنی رکھتا تھا یہاں تک کہ ان کی عداوت میں مشہور تھا اور بعد از شہادت حضرت حسینؑ اظہار محبت کیا اور یہ سب واسطے طلب دنیا اور طلب امارت کے تھا چنانچہ مل و نخل میں شہرستانی کہتا ہے کہ مختار پہلے خارجی تھا پھر زبیری بنا پھر شیعہ اور کیسانی ہو گیا قصہ مختصر مختار اور اس کے قبیعین حضرت علیؑ کے بعد بلا فاصلہ محمد بن حنفیہ کو امام اور مہدی جانتے تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ مختار یہ حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کی امامت کے بھی مقرر تھے اور کہتے تھے کہ حضرت حسینؑ کے بعد کار امامت محمد بن حنفیہ سے متعلق ہو گیا ہے مختار یہ وہی لوگ تھے جنہیں کیسانیہ کہتے تھے مختار نے ان کا نام مختار یہ مقرر کر دیا تھا جب کہ مختار مارا گیا اور لوگ اس کے افعال و اقوال پر نکتہ چینی کرنے لگے تو مختار یہ نے دوبارہ اپنے کو کیسانیہ مشہور کر دیا۔

جب محمد بن حنفیہ نے انتقال کیا تو کیسانیہ امامت میں مختلف ہو گئے بعض نے کہا ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد حنفیہ کی طرف امامت منتقل ہو گئی۔ تاریخ فرشتہ میں جہاں کشا سے نقل کیا کہ کیسانیہ کی رائے و عقیدہ یہ ہے کہ اسمعیل بن جعفر صادق اپنے والد کے بعد زندہ تھے اور وہ اپنے والد کے بعد امام تھے نہ موسیٰ کاظم اور اسمعیل کے بعد ان کے بیٹے محمد کو امامت پہنچی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں کچھ کیسانیہ اسماعیلیہ بھی ہو گئے تھے۔

کریبیہ

ابو کریب ضریر کے اصحاب ہیں یہ لوگ حضرت علی مرتضیٰ کے بعد محمد بن حنفیہ کو امام جانتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے نشان لشکر بصرہ میں ان کو دیا تھا اس امر کو محمد بن حنفیہ کی امامت پر نص مانتے ہیں اور ان کا زعم یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ زندہ ہیں مرے نہیں مدینے کے پاس کوہ رضوی کے ایک درے میں اپنے چالیس اصحاب کیساتھ مخفی ہیں اور ان کے پاس دو چشمے قدرت سے شہد و پانی کے جاری ہو گئے ہیں امام منتظر و مہدی موعود وہی ہیں وہ ظہور کریں گے تو سارا عالم عدل سے بھر جائے گا کثیر شاعر کہ ان کا ایک شیعہ ہے کہتا ہے۔

الا ان الائمة من قریب
یعنی خبردار ہو کہ امام قریش میں سے چاہیے
ولا الامة ارار بسعة سواء
اور حاکم دین اسلام کے چار ہیں پورے پورے
فبسط بسط ایمان و بر
پس ان میں سے ایک حضرت حسنؑ ہیں جو ایمان اور نیکی کے فرزند ہیں
وسبط غیبتہ کربلاء
اور دوسرے حضرت حسینؑ ہیں جن کو کربلا نے غائب کیا ہے
وسبط لا یذوق الموت حتی
اور تیسرے محمد بن حنفیہ ہیں جو نہیں مرے گے یہاں تک کہ
یبقود الخیل یقدمہ اللواء
سردار ہوں گے لشکر کے ان کے آگے آگے جھنڈا ہوگا
بغیب فلا یسر فیہم زمانا
غائب ہو جائیں گے پس نہیں دیکھے جائیں گے لوگوں میں ایک زمانہ تک
برضوی عندہ غسل و ماء
کوہ رضوی میں ان کے پاس شہد اور پانی کے چشمے ہوں گے

بعض کہتے ہیں کہ یہ شعرا اسمعیل بن حمد حمیری کے ہیں جس کا لقب سید ہے کہ وہ پہلے
کیسانی تھا پھر اس عقیدے کو ترک کر کے دین جعفر میں آ گیا اور ایک نصیذہ اپنی توبہ اور

انابت کے باب میں لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے

تَجْعَفَرْتُ بِاسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَ أَيْقُنْتُ أَنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ وَ يَغْفِرُ

اور یہ لوگ اکثر جمعہ کی راتوں کو اس پہاڑ میں جمع ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔ شیعوں میں سے پہلے جو شخص صاحب الزمان کے مخفی ہونے کا قائل ہوا ہے۔ وہ یہی ابو کریب ہے کہ کہتا تھا امام دشمنوں کے خوف سے چھپ گئے ہیں پھر ایک مدت کے بعد ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل سے بھر دیں گے اور یہ بات پھر شیعوں میں خوب رائج ہو گئی اور جو امام جن شیعوں کی مرضی کے موافق تھا وہ اسی کو صاحب الزمان جان کر دشمنوں کے خوف سے اس کے غائب ہو جانے کے قائل ہو گئے۔

اسحاقیہ

یہ لوگ اسحاق بن عمر کی طرف منسوب ہیں یہ محمد بن حنفیہ کی موت کے قائل ہیں اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ امامت نے محمد بن حنفیہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ابو ہاشم عبد اللہ کی طرف انتقال کیا ابو ہاشم کے بعد ان کی اولاد میں امامت کو منتقل جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ایک والد اپنے بیٹے کے لئے وصیت کرتا گیا تھا مستفا و از تحفہ اثنا عشریہ۔

ہاشمیہ

شہرستانی نے مل و نحل میں کہا ہے کہ جو لوگ محمد بن حنفیہ کے بعد امامت کو ان کے بیٹے ابو ہاشم میں مانتے ہیں ان کا نام ہاشمیہ ہے ان کا اعتقاد یہ ہے کہ ابو ہاشم عبد اللہ کو محمد بن حنفیہ سے اسرار علوم پہنچے تھے اور ان کو نفسوں پر آفاق کے مطابق کرنے کے طریقے اور تنزیل کی تاویل اور ظاہر کو باطن سے ملانے کے حالات معلوم ہوئے تھے ان کے نزدیک ہر ظاہر کے لئے باطن ہے اور ہر شخص کے لئے روح ہے اور ہر تنزیل کے لئے تاویل ہے اور جو مثال اس عالم میں موجود ہے اس کے لئے اس عالم میں حقیقت موجود ہے اور جس قدر حکمتیں اور اسرار آفاق میں منتشر ہیں وہ سب ایک شخص انسانی میں موجود ہیں اور وہ علم ہے جو حضرت علیؑ نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو بتلایا تھا اور انہوں نے وہ اسرار اپنے بیٹے ابو ہاشم کو سکھائے اور جس شخص میں یہ تمام مجتمع ہو وہ امام برحق ہے اور بعد انتقال ابو ہاشم کے ہاشمیہ میں اختلاف پیدا ہو کر پانچ فرقے ہو گئے ایک فرقہ کہتا ہے کہ ابو ہاشم جب ملک شام

میں سلیمان بن عبد الملک کے پاس گئے اور اس نے ان کو دودھ میں زہر دلوایا اور یہ قریب المرگ ہو گئے تو حمیرہ (بضم حائے ہطی) کو کہ ارض شراط (یہ شین معجمہ) ضلع بلقا ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے پاس چلے گئے امامت کے لئے ان کے حق میں وصیت کی تھی اور اس گھرانے میں امامت ابو العباس سفاح تک جاری رہی یہ لوگ کہتے ہیں کہ خاندان عباس خلافت کے لئے اور سب سے زیادہ مستحق ہے کیونکہ نسب میں رسولؐ کے ساتھ اتصال رکھتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وراثت کے لئے اولے تھے دوسرے فریقے نے کہا کہ ابو ہاشم کے بعد امامت ان کے بھتیجے حسن بن علی بن محمد بن حنفیہ کو پہنچی تیسرے فریقے نے کہا کہ ابو ہاشم نے اپنے بھائی علی بن محمد حنفیہ کے لیے وصیت کی تھی ان کی رائے یہ ہے کہ امامت محمد بن حنفیہ کے گھرانے سے غیر لوگوں کی طرف نہیں آئی چوتھے فریقے نے یہ کہا کہ ابو ہاشم نے عبد اللہ بن حرب کندی کے لیے امامت کی وصیت کی تھی اور امامت بنی ہاشم سے نکل کر عبد اللہ کو پہنچی۔ پانچویں وہ لوگ ہیں جنہوں نے عبد اللہ بن حرب کندی میں بددیانتی اور کذب و خباثت پا کر اس سے قطع تعلق کیا اور کہنے لگے کہ عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب امام ہیں۔ اصحاب عبد اللہ بن معاویہ اور اصحاب محمد بن علی کے درمیان معاملہ امامت میں بڑا اختلاف ہے ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ ابو ہاشم نے ہمارے مقتدا کے حق میں وصیت کی تھی اب ہم دونوں عبد اللہ اور محمد بن علی کے فرقوں کے حالات علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

حربیہ (کندیہ)

حربیہ جو کندیہ کے لقب سے بھی ملقب ہیں یہ لوگ عبد اللہ بن حرب کندی کے عہد میں جو ہاشمیہ میں سے ایک سرگردہ تھا اور ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ کے بعد عبد اللہ بن حرب کو امام جانتے ہیں کہتے ہیں کہ اس کی امامت کے لیے ابو ہاشم نے وصیت کر دی تھی اور ابو ہاشم کی روح نے عبد اللہ میں حلول کیا ہے یہ عبد اللہ صاحب علم و دیانت نہ تھا اس کا یہ مذہب ہے کہ رو میں ایک شخص سے دوسرے شخص میں تنازع کرنی ہیں اور روح کو ثواب و عذاب اسی تنازع اور تبدیل ابدان کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور دعویٰ کرتا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی روح نے مجھ میں حلول کیا ہے اور الوہیت اور نبوت کا دعویٰ تھا اور کہتا تھا کہ مجھے علم غیب

ہے اس کے شیعہ اس کی عبادت کرتے تھے اور قیامت کا انکار کرتے تھے کہتے تھے کہ تاسخ دنیا میں ہوتا ہے اور ثواب و عذاب انہیں اشخاص میں ہوتا رہتا ہے اور قرآن میں جو آیا ہے۔ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ "فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا تَقَوُّوا وَأَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا ۖ وَمِنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا ۖ وَأَحْسِنُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ"۔ سورۃ مائدہ ۵۔ آیت ۹۳۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر گناہ نہیں جو پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور نیک کام کئے پھر ڈرے اور ایمان لائے پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو اس آیت میں عبد اللہ یوں تاویل کرتا تھا کہ جو شخص امام تک پہنچ گیا اور اسے پہچان لیا اس سے تمام شرعی احکام اور حرج ساقط ہو جاتے ہیں جو کچھ چاہے کھائے اس پر کوئی گناہ نہیں وہ کامل ہے اور مقصد اعلیٰ کو پہنچ گیا ہے۔ شہرستانی کہتا ہے کہ اس گمراہی سے مذہب خرمیہ اور مزدکیہ عراق میں پیدا ہوا۔ دبستان مذاہب میں لکھا ہے ضرکیہ منسوب ہیں ضرک کی طرف یہ شخص قباد شہنشاہ ایران کے عہد میں تھا نوشیروان نے اس کو مروا ڈالا وہ کہتا تھا دنیا کے دو صانع ہیں خیر کا فاعل یزدان ہے اور شر کا اہرمن یزدان نور ہے اور اہرمن ظلمت اس کا یہ مذہب تھا کہ آدمیوں میں فساد کا سبب مال اور عورتیں ہیں اس لیے عورتوں کو آزادی دینا چاہیے اور مال جائز کرنا چاہیے اس نے تمام آدمیوں کو مال اور عورتوں میں شریک کر دیا جیسا کہ پانی اور آگ میں شریک ہیں کہتا تھا نہایت ستم کی بات ہے کہ ایک آدمی کی بیوی تو حسین عورت ہو اور دوسرے کی بد صورت پس عدالت اور دینداری کا مقتضی یہ ہے کہ آدمی اپنی خوب صورت عورت تھوڑے دن کے واسطے اس آدمی کے تصرف میں دے دے جس کی عورت بد صورت ہے اور اس کی بد صورت عورت کو اس عرصے تک اپنے پاس رکھے اور یہ بے رحمی کی بات ہے کہ ایک شخص مالدار ہو دوسرا غریب اس لیے مناسب ہے کہ اپنے مال کو آدھا آدھا آپس میں بانٹ لیں اور جو کوئی مال اس کی آسائش کا سامان مہیا کر دینا چاہیے اور جو اس تقسیم پر راضی نہ ہو وہ اہرنسی ہے اس سے مال طاقت سے چھین لینا چاہئے ضرک نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام دیس ناؤ ہے یہ اس کے مذہب کے متعلق تھی زبان اس کی پہلوی تھی اس لیے سمجھنا مشکل تھا اس کے ایک پیرو نے جس کا نام آئین شکیب تھا اس کتاب کا موجودہ فارسی زبان میں ترجمہ کیا محمد قلی کرد اور اسماعیل بیگ گرجی اور احمد تیرانی اسی مذہب کے پیروی کرتے تھے اور تہران ایک گاؤں ہے اصفہان کے علاقے میں اور ان سے سنا گیا

اب ضرر دکیان زرتشت کے پیروکاری نہیں ہیں۔

حارثیہ

جب عبداللہ نے خراسان میں انتقال کیا تو اس کے بعض اصحاب کہنے لگے وہ ابھی نہیں مرا ہے زندہ ہے رجوع کرے گا اور کچھ لوگ کہنے لگے کہ مر گیا اس کی روح نے اسحاق بن زید بن حارث انصاری میں حلول کیا ہے یہ لوگ حارثیہ کہلاتے تھے حارثیہ کہتے ہیں کہ آرام سے زندگی بسر کرنا چاہیے کسی پر کوئی تکلیف نہیں انہوں نے تمام محرّمات کو جائز قرار دے دیا ہے۔

طیاریہ

غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ طیاریہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار کی طرف منسوب ہیں شفاء قاضی عیاض میں اس کی جگہ طیارہ بھی لکھا ہے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ابو حاشم بن محمد حنفیہ نے عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب کے لیے امامت کی وصیت کر دی تھی اس لیے بعد ابو ہاشم کے عبداللہ امام ہیں ان عبداللہ کی بیعت خلافت کو نے میں کی گئی تھی لیکن عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے غالب ہو جانے سے مدائن چلے گئے اور ان کے پیچھے پیچھے اکثر اہل کوفہ وغیرہ شیعان علی بھی چلے آئے تھے پس انہوں نے جبال کا رخ کیا اور اس پر قبضہ حاصل کر کے حلوان قومس اصفہان اور رے (تہران) پر بھی قابض اور متصرف ہو گئے اور اصفہان میں قیام کر دیا۔ جب یزید بن عمر بن ہبیرہ والی عراق ہو کے آیا تو اس نے عبداللہ بن معاویہ کو شکست دی عبداللہ بن معاویہ نے خراسان میں جا کے دم لیا۔ منجملہ ان لوگوں کے جو عبداللہ بن معاویہ کے ہمراہیوں میں سے گرفتار کئے گئے تھے عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس بھی تھے حرث بن قطن ہلالی کی سفارش سے وہ رہا ہو گئے رہائی کے بعد انہوں نے عبداللہ بن معاویہ کے معائب بیان کئے اور ان کے ہمراہیوں کو خلاف وضع فطرت افعال کرنے سے متہم کیا آخر کار عبداللہ بن معاویہ نے ہامید امداد ابو مسلم خراسان کا راستہ اختیار کیا جس کے حکم سے ابو نصر مالک بن ہبیم خزاعی والی ہرات نے ان کو مار ڈالا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہو باوجودیکہ ابو مسلم لوگوں کو حمایت آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دیتا تھا ابو نصر مالک نے عبداللہ بن

معاویہ سے نسب دریافت کیا تھا تو انہوں نے بتایا مالک نے کہا عبداللہ و جعفر کو تو میں جانتا ہوں لیکن معاویہ کو میں نہیں جانتا کہ ان بزرگوں میں سے کسی کا نام رہا ہو عبداللہ بن معاویہ نے جواب دیا میرے دادا عبداللہ بن جعفر جن دنوں شام میں معاویہ کے پاس تھے میرے باپ پیدا ہوئے معاویہ نے ایک لاکھ درہم اس تقریب سعید میں بھیج دئے مگر شرط یہ رکھی کہ مولود کو میرے نام سے موسوم کرو مالک بولا چونکہ تم لوگوں نے اسمائے خبیثہ کو نہایت ذلیل و کم قیمت پر خرید کیا ہے لہذا تمہارا کوئی حق ہم پر نہیں۔

حسانیہ

کتاب دوم ناسخ التواریخ کی جلد سوم کے صفحہ ۷۰۴ میں لکھا ہے کہ جماعت کیسانیہ میں سے ایک فرقہ کو حسانیہ کہتے ہیں یہ حسان سراج کے اصحاب ہیں ان کا قول یہ ہے کہ امام چار ہیں امیر المؤمنین علی اور حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ امام ہیں اور چوتھے محمد بن حنفیہ ہیں۔

عباسیہ

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہاشم بن محمد حنفیہ کے بعد امامت حضرت علی بن ابی طالب کے گھرانے سے نکل گئی اور اولاد عباس چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہو گئی اس سے پیش تر ہم بیان کر آئے ہیں کہ جب کہ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ سلیمان بن عبدالملک کے پاس سے شام سے آتے ہوئے حمیمہ (مضافات بلقاء) میں محمد بن عبداللہ بن عباس کے پاس ٹھہرے اور وہیں جاں بحق تسلیم کی تو بوقف وفات خلافت اسلامی حاصل کرنے کی وصیت کر گئے چونکہ اس سے پیشتر ابو ہاشم نے شیعوں کو جو عراق اور خراسان میں تھے اس امر سے مطلع کر دیا تھا کہ عنقریب امامت و خلافت محمد بن علی کی اولاد میں منتقل ہونے والی ہے اس وجہ سے ابو ہاشم کی وفات کے بعد ان کے ہوا خواہوں نے محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہو کے خفیہ طور سے ان کی بیعت کر لی اور انہوں نے بھی عہد حکومت عمر بن عبدالعزیز میں اپنے دعا کو اطراف و جوانب ممالک اسلامیہ کی جانب بھیج دیا از انجملہ میسرہ عراق کی جانب محمد بن حمیس۔ ابو عکرمۃ السراج (یعنی ابو محمد صادق) اور حیان عطاء (ابراہیم بن سلمہ کا مامون) خراسان کی جانب بھیجے گئے چنانچہ یہ لوگ خراسان پہنچ کے در

پردہ لوگوں کو خلافت عباسیہ کی ترغیب دینے لگے اس خراسان نے عام طور سے بطیب خاطر ان کی دعوت قبول کر لی بعد چند دنوں کے محمد بن حنیس وغیرہ ان لوگوں کے خطوط لے کر میسرہ کے پاس آئے جنہوں نے ان کی دعوت قبول کی تھی اور میسرہ نے ان خطوط کو محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے پاس بھیج دیا اس کے بعد ابو محمد صادق نے محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے لیے بارہ نقیب منتخب کئے دعاۃ بنی عباس نقبا کہلاتے ہیں جن کے یہ اسم تھے۔ سلیمان بن کثیر خزاعی۔ لہزین قریطہ تميمی۔ قطبہ بن شیبہ طائی۔ موسیٰ بن کعب تميمی۔ خالد بن ابراہیم۔ قاسم بن مجاشع تميمی۔ ابوالنجم عمران بن اسماعیل۔ (ابومعیط کا آزاد غلام) مالک بن ہشیم خزاعی۔ طلحہ بن زریق خزاعی۔ ابو حمزہ بن عمر بن اعین (خزاعہ کا آزاد غلام) ابو علی شہل بن طہمان ہروی (بنو حنفیہ کا آزاد غلام) عیسیٰ بن اعین۔ اور ان کے بعد ستر آدمیوں کو دعوت دینے کے لئے انتخاب کیا۔ محمد بن علی نے ایک ہدایت آمود خط ان لوگوں کو لکھ کے مرحمت کیا تاکہ اس کے مطابق لوگوں کو دعوت دیں اور عمل درآمد کریں ایک مدت تک یہی معمول رہا بعد ازاں ۱۰۲ ہجری زمانہ گورنری سعد خذینہ و عہد خلافت یزید بن عبد الملک میں میسرہ نے اپنے ایلچیوں کو عراق سے خراسان کی طرف روانہ کیا اتفاق سے یہ راز طشت از بام ہو گیا۔ سعید خذینہ نے میسرہ کے ایلچیوں کو گرفتار کر لیا عند الاستفسار ایلچیوں نے اپنے کو سوداگر ظاہر کیا ربیعہ اور یمن کے چند لوگوں نے ان کی فعل ضامنی کر لی رہا کر دئے گئے ۱۰۴ ہجری میں محمد بن علی کا بیٹا عبد اللہ سفاح پیدا ہوا اسی زمانے میں ابو محمد صادق دعاۃ خراسان کے ایک گروہ کو لئے ہوئے محمد بن علی سے ملنے کو آ گیا محمد بن علی نے عبد اللہ سفاح کو باہر نکال کر کے ابو محمد صادق وغیرہ کو دکھلا کے کہا کہ اس کے ہاتھ پاؤں چوموں یہی تمہارا سردار ہوگا اسی کے ہاتھ سے یہ کام انجام پذیر ہوگا اس وقت عبد اللہ سفاح کی عمر پندرہ دن کی تھی۔ پھر اس دعوت میں بکیر بن ماہان بھی سندھ سے آ کے شریک ہو گیا۔ یہ جنید کے ساتھ سندھ میں تھا جب جنید معزول کیا گیا تو بکیر کو فہ میں چلا آیا ابو عکرمہ ابو محمد صادق محمد بن حنیس اور عمار عبادی (ولید ازرق کے مامون) سے ملاقات ہوئی ان لوگوں نے بنو ہاشم کی خلافت کی دعوت کا تذکرہ کیا بکیر نے بطیب خاطر منظور کر لیا یہ واقعہ اواخر ۱۰۵ ہجری کا ہے بعد اس کے ۱۰۷ ہجری زمانہ گورنری اسد قسری و عہد خلافت ہشام میں بکیر نے ابو عکرمہ ابو محمد صادق محمد بن حنیس عمار عبادی اور زیاد کو مع چند دیگر شیعوں کے خراسان کی طرف خلافت عباسیہ قائم کرنے کی ترغیب دینے کو روانہ کیا کسی نے اسد قسری تک یہ خبر پہنچادی

اسد نے جن جن کو ان میں سے پایا ان کے ہاتھ کٹوائے صلیب دے دی عمار بھائے کے بکیر کے پاس چلا آیا۔ بعض کا بیان ہے کہ پہلا جو شخص محمد بن علی کی جانب سے وارد خراسان ہوا وہ ابو محمد زیاد (ہمدان کا آزاد غلام) تھا اس کو ۱۰۹ ہجری زمانہ گورنری اسد و عہد خلافت ہشام میں محمد بن علی نے روانہ کیا تھا اور یہ ہدایت کی تھی کہ یمن میں قیام کرنا مضر ہے بہ نرمی و ملاحظت پیش آنا اور غالب نیشاپوری سے جو کہ بنو فاطمہ کا ہو خواہ ہے احتراز کرنا پس زیاد نے سردی کا موسم مرو میں بسر کیا شیخان علی اس کے پاس آتے جاتے رہے اتفاق سے اسد کو اس کی اطلاع ہو گئی فوراً زیاد کو گرفتار کرا کے مع اور دس آدمیوں کے جو کہ کوفے کے رہنے والے تھے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد خراسان میں کوفے کا ایک شخص کثیر نامی آیا اور ابو نجم کے مکان پر مقیم ہوا دو یا تین برس تک دعوت دیتا رہا اسد بن عبد اللہ نے ۱۱۷ ہجری اپنے دوبارہ گورنری کے زمانے میں سلیمان بن کثیر۔ مالک بن یشم۔ موسیٰ بن کعب اور لائز بن قریط کو گرفتار کرا کے تین تین سو کوڑے پنا کے قید کر دیا ۱۱۸ ہجری کے شروع ہوتے ہی بکیر نے عمار بن زید کو ہوا خواہان بنو عباس کا سردار بنا کے خراسان کی جانب روانہ کیا مرو میں پہنچ کے اس نے اپنے کو خراش کا نام سے موسوم کیا جب لوگ اس کے مطیع ہو چلے تو خرمیہ کی تعلیم دینے لگا۔ عورتوں کو جائز کر دیا روزہ و نماز اور حج کی تاویل کر کے کہنے لگا کہ روزہ کے معنی یہ ہیں کہ ذکر امام کا روزہ رکھو اور اس کا نام کبھی بھول کر بھی زبان پر نہ لاؤ اور نماز کے معنی یہ ہے کہ اس کے لیے دعا کرو حج یہ ہے کہ اس کی طرف ارادہ کرو خراش ایک عیسائی کوفے میں تھا مالک بن یشم اور حریش بن سلیم نے اس کی باتوں پر عمل کیا۔ اسد کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عمار بن زید یعنی مصنوعی خراش کو گرفتار کرا کے صلیب دے دی محمد بن علی تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اہل خراسان سے خط و کتابت بند کر دی اس لیے کہ ان لوگوں نے خراش کی تقلید کر لی تھی۔ ۱۲۰ ہجری میں اہل خراسان کی طرف سے سلیمان بن کثیر حالات عرض کرنے اور غفو تقصیر کرانے کی غرض سے محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ایک خط اہل خراسان کے نام لکھ کر اس کے حوالے کیا جس میں سوائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اور کچھ نہ تھا اہل خراسان یہ دیکھ کے بہت رنجیدہ ہوئے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ خراش کے کرتوتوں کی بدولت امام وقت ہم سے ناراض ہو گئے ہیں سلیمان کی واپسی کے بعد محمد بن علی نے بکیر بن ماہان کو ایک خط دے کر روانہ کیا جس میں خراش کی مذمت اور برائیاں تھیں اہل خراسان نے باور نہ کیا بکیر مجبور ہو کے محمد بن

علی کے پاس چلا آیا تب انہوں نے چند لائھی مرحمت فرما کے دوبارہ بھیجا بعض پر لوہا بعض پر تانبا لگا ہوا تھا بکیر نے سھوں کو مجتمع کر کے ہر ایک کو ایک لائھی دی۔ ہوا خواہان دولت عباسیہ کو اس سے یقین ہو گیا اپنے کیے پر شرمندہ ہوئے تو بہ کی۔ ۱۲۳ ہجری کا جوں ہی دور شروع ہوا محمد بن علی داعی اجل کو لبیک کہہ کے رہی ملک جادوانی ہوئے مرتے وقت اپنے لڑکے ابراہیم کو اپنا جانشین بنا گئے اور دعا کو ان کی تقلید کی وصیت کر گئے اسی وجہ سے ہوا خواہان دولت عباسیہ ان کو امام کہا کرتے تھے بکیر بن ماہان محمد بن علی کی خبر موت اور امام ابراہیم کی ہدایتیں و دعائے کے خراسان کی طرف روانہ ہوا مرو میں پہنچ کے قیام کر دیا شیعان علی و نقباء مجتمع کر کے امام ابراہیم کی ہدایتیں سنائیں سھوں نے بسر و چشم قبول و منظور کیا اور جو کچھ ان لوگوں کے پاس زر نقد جمع ہو گیا تھا سب کا سب بکیر کے حوالے کر دیا جس کو بکیر نے ابراہیم کی خدمت میں لا کے پیش کر دیا ان واقعات کے بعد اسی ۱۲۳ ہجری میں ابراہیم امام نے اپنی طرف سے ان لوگوں کے پاس جو خراسان میں دعوت دیتے تھے ابو مسلم کی سند ولایت عنایت کر کے روانہ کیا تاکہ لوگوں میں ان کے احکام قائم رکھے اور ان کی ہدایات کو جاری کرے۔ خلفائے عباسیہ کی سلطنت کا بانی یہی ابو مسلم ہے اسی کی بدولت عباسی خلافت کی سلسلہ جنابانی جو ایک مدت سے ہو رہی تھی مروان حمار کے عہد میں قوت پکڑ گئی اور اس شخص نے تمام ملک میں سازشوں کا جال پھیلا دیا اور مروانی حکومت کی جڑ ہلا دی امام ابراہیم نے ابو مسلم کے پاس جھنڈے بھیجے جن میں سے ایک کا نام الظل تھا اور دوسرے کا نام السحاب تھا لڑائی میں یہ اپنے ہم خیالوں کو سیاہ کپڑے پہناتے تھے اور جھنڈوں کے پھریرے سیاہ رکھتے تھے پھر بنی عباس نے اپنے جھنڈے کے پھریرے کا رنگ سیاہ رکھا اسی وجہ سے ان کو مسودہ کہنے لگے تھے اس لفظ میں میم مضموم اور سین مہملہ مفتوح اور واو مشد و مکسور اور دال مفتوح ہے انتہا یہ تھی کہ ان جھنڈوں کو اپنے ممبروں پر بھی نصب کرتے تھے اور عباسیوں سے سیاہ لباس پہننا اختیار کیا اور یہ رسم ابو جعفر منصور عباسیوں کے دوسرے خلیفہ کے وقت سے جاری ہوا تھا ایک بار ابو مسلم اور سلیمان بن کثیر خزاعی کو گاؤں سفیدنج میں عید الفطر کا دن آ گیا سلیمان نے نماز پڑھائی لشکر گاہ میں ممبر تھا اس پر چڑھ کے خطبہ دیا خطبے کے پہلے نماز بلا اذان و اقامت پڑھی اور پہلی رکعت میں چھ تکبیریں کہیں دوسری میں پانچ برعکس اس کے کہ بنی امیہ کرتے تھے کہ ان کا دستور تھا کہ خطبہ نماز کے قبل پڑھتے اور نماز کو اذان و اقامت کے ساتھ ادا کرتے تھے پہلی رکعت میں چار تکبیریں کہتے تھے اور

دوسری میں تین اور یہ کل وہ امور تھے کہ امام ابراہیم اور ان کے والد نے اس کی ہدایت کی تھی۔ ایک بار امام ابراہیم کا ایک خط جو ابو مسلم کے خط کے جواب میں تھا مردان کے اہلکاروں کے ہاتھ پڑ گیا۔ لکھا تھا کہ موقع اور قابول جانے سے اکثر تم نے نصر و کرمانی کا خاتمہ نہ کر دیا تو سخت نالائقی کی بات ہے اور دیکھو خبردار خراسان پر متصرف ہونے کے بعد خراسان میں کسی عربی زبان بولنے والے کو باقی نہ رکھنا مروان اس خط کو پڑھ کر سخت برہم ہوا اور اپنے عامل کو جو بلقاء نے ایسا ہی کیا اور مروان نے ابراہیم کو حران میں قید کر دیا چنانچہ ان کا وہیں انتقال بھی ہوا۔ امام ابراہیم نے خود ہی اپنی موت کی خبر اپنے اہل بیت کو دی تھی اور ان لوگوں کو کوفے چلے جانے کی ہدایت اور اپنے بھائی ابو العباس سفاح کے لیے جس کا نام عبد اللہ ہے امامت کی وصیت کی تھی پس ابو العباس مع اہل بیت اور بھائیوں اور بھتیجیوں اور چچاؤں وغیرہ کے ماہ صفر میں استقبال کو آئے ابو سلمہ نے ان لوگوں کو ولید بن سعد بنو ہاشم کے آزاد غلام کے مکان پر ٹھہرایا اور کل سپہ سالاران و شیعیان علی سے اس راز کو چالیس راتوں تک مخفی رکھا ابو سلمہ نے جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے اس امر کی کوشش کی تھی کہ زمام خلافت آل ابی طالب کے سپرد کی جائے لیکن شیعوں میں سے ابو جہم نے مخالفت کر کے سمجھایا کہ ابھی اس کا وقت نہیں ہے جلد بازی نہ کر ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲ ہجری کو جمعہ کے دن لشکریاں و ہوا خواہان دولت عباسیہ مسلح ہو کے خالی سواریاں لیئے ہوئے ابو العباس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو مع اہل بیت کے سوار کر کے دارالامارت میں لے گئے۔ پھر ابو العباس دارالامارت سے نکل کر مسجد میں آیا اور خطبہ دیا نماز باجماعت پڑھی حاضرین نے بہ طیب خاطر بیعت کی بیعت لینے کے بعد دوبارہ ممبر کے اوپر کے زینے پر چڑھ گیا اور خطبہ دیا جس میں اپنے کو مستحق خلافت اور وراثت ہونا بیان کیا تھا اور لوگوں کے وظائف بڑھادئے ابو العباس تپ و اعضا شکنی میں مبتلا تھا تکلیف سے بیٹھ گیا اس کا چچا داؤد اٹھا اور ممبر کے اوپر کے زینے پر چڑھ کر بنو امیہ کی مذمت بیان کرتے ہوئے لوگوں کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہدایت کی اور یہ بھی بیان کیا کہ کوفہ ان کا دارالامارت ہے جہاں سے وہ لوگ کبھی علیحدہ نہ ہوں گے اور یہ کہ اس ممبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی خلیفہ سوائے امیر المومنین علی بن ابی طالب اور امیر المومنین عبد اللہ بن محمد کے نہیں چڑھا اس فقرے کے کہتے وقت سفاح کی طرف اشارہ کیا تھا اور یہ خلافت و حکومت ہمارے ہی خاندان میں رہے گی یہاں تک کہ ہم اس کو عیسیٰ بن مریم کے سپرد

کردیں گے حالانکہ جب سفاح نے بنی امیہ سے لڑائی شروع کی تھی اور ان کا ملک لینے کا ارادہ کیا تھا تو اس وقت اس کے ظاہر حال سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ اہل بیت پر جو جو ظلم بنی امیہ نے کئے ہیں ان کا بدلہ لینا چاہتا ہے اور پھر سلطنت علویین کو دلوانے کا ارادہ رکھتا ہے رات کے وقت ابو العباس دارالامارت سے نکل کے ابو سلمہ کے لشکر میں گیا اور اس کے ساتھ اس کے خیمے میں مقیم ہوا مگر دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل تھا۔ کوفہ میں بیعت عامہ لینے کے بعد سفاح نے کوفہ اور سرزمین کوفہ کی نیابت اپنے چچا داؤد کو دی اور امدادی فوجیں بلا مختلف کی طرف روانہ کیں۔ ۱۳۳ ہجری میں مروان بن محمد مارا گیا اس مروان کو مروان حمار بھی کہا کرتے تھے اس وجہ سے کہ متوقع جنگ پر نہایت برداشت و تحمل اور دلیری سے کام لیتا تھا اور اس کے مخالفین اس کو جعدی کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے کیونکہ اس نے جعد بن درہم سے مذہب کی تعلیم پائی تھی اور وہ خلق قرآن کا قائل اور زندقہ کی طرف مائل تھا اس کو خالد قسری نے ہشام کے حکم سے قتل کیا تھا بنو عباس نے کامیابی حاصل کر کے بنو امیہ کے قتل پر کمریں باندھ لیں بچے بچے کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرنے لگے ایک بار عبداللہ بن علی مع اسی یا نوے نفوس بنی امیہ کے نہر ابی فطرس کے کنارے ایک دسترخوان پر بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا اتفاقاً شیل بن عبداللہ (بنو ہاشم کا آزاد غلام) آ گیا بنو امیہ کو اس عزت و احترام سے دیکھ کے فی البدیہہ یہ شعر پڑھے جن میں ہاشمیوں کا بدلہ بنو امیہ سے لینے کی ترغیب دی گئی تھی۔ ان اشعار کے سننے سے عبداللہ بن علی کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں خادموں کو حکم دیا کہ ان جان باختہ بد بختوں کو مار مار کر فرش کر دو خادموں نے ایسا ہی کیا پس جب وہ سب کے سب بدحواس ہو کے زمین پر لے لے لیٹ گئے تو ان کے اوپر دسترخوان بچھا کے دوبارہ کھانا چنا گیا عبداللہ بن علی مع اپنے اور ہمراہیوں کے کھانا کھانے لگا اور ان زخمیوں کے کراہنے کی آواز برابر آرہی تھی یہاں تک کہ مر گئے بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ سفاح کے سامنے گزرا ہے۔ اس واقعہ کے بعد بنی امیہ کے ایک ایک گروہ قتل کر کے لاشوں کو راستوں میں پھینکوا دیا جس کو مدتوں کتے کھاتے رہے بنی امیہ کی قبریں کھدوائی گئیں جن میں راکھ کے مشابہ چیز کے سوا کچھ نہ نکلا معاویہ بن ابی سفیان کی قبر میں ایک موہوم خط سا نکلا عبدالملک کی قبر سے ایک کھوپڑی برآمد ہوئی اور کسی کسی قبر میں بعض بعض اعضا بھی ملے مگر ہشام بن عبدالملک کا لاشہ جیون کا تیون نکلا صرف ناک کی اونچائی جاتی رہی تھی۔ نعش پر کوڑے لگوا کے صلیب پر چڑھایا اور پھر اس کو جلا کے راکھ کو ہوا میں اڑا دیا۔ اس عام

خوزری سے بنو امیہ کا کوئی متنفس جانبر نہ ہوا سوائے شیر خوار بچوں اور ان لوگوں کے جو اندلس (اسپین) کی طرف بھاگ گئے تھے ان واقعات کے بعد بنو امیہ کے بعض ہوا خوا ہوں اور سپہ سالاروں نے سفاح پر خروج کیا اور انہوں نے سفید کپڑے پہنے اور سفید ہی رایات (پھریے) نصب کیے جو شعار عباسیہ کے خلاف تھا اس لیے ان کو کتب توارث عربی میں مبیضہ اور کتب فارسی میں سفید جامگان اور کتب اردو میں سفید پوشان کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ غرض کہ ذی الحجہ ۱۳۶ ہجری میں اپنی حکومت سے چار برس آٹھ مہینے کے بعد ابوالعباس سفاح انتقال کر گیا اپنی موت سے پہلے اپنے بھائی ابو جعفر منصور ووداعی کی خلافت کے لئے وصیت کی تھی فرقہ عباسیہ صرف منصور عباسی ہی تک اس خاندان میں امامت کا قائل ہے مگر جتنے علوی فرقے تھے وہ اس بات کا انکار ہی کرتے رہے کہ خلافت کا حق کسی طرح بنی عباس یا کسی اور کو نہیں پہنچ سکتا ان کا یہ قول تھا کہ ہرگز ابو ہاشم محمد بن حنفیہ تک خلافت نہیں پہنچتی نہ تو وصیت کے ذریعہ سے نہ کسی اور طریقے سے جس زمانے میں کہ سفاح نے اپنے خلیفہ ہونے پر عوام الناس سے بیعت لی اس وقت تک اسلامی لشکر کو یہی خیال تھا کہ یہ مسند عظیم علویوں ہی کا حق ہے اور وہ مرتبہ غلو جو نصریوں کو ہے اس سے اجتناب کرتے تھے اس سبب سے جہاں سفاح نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی سلطنت کی چولوں کو مضبوط کروں اور اپنی شوکت شاہانہ کو قوی کروں تاکہ کسی طرح میرے بعد امام مہدی تک یہ حق سلطنت میری اولاد کے سوا کسی اور کو نہ ملے وہاں اس کے بھائی ابو جعفر منصور نے خلیفہ بنتے ہی یہ ارادہ کر لیا کہ جہاں تک ہو سکے علویوں کو تباہ و ذلیل کردوں ایسا نہ ہو کہ میری سلطنت میں مزاحمت کریں۔

زید یہ

یہ گروہ زید بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب کی طرف منسوب ہے یہ لوگ حضرت علیؑ کے بعد حضرت حسنؑ کو ان کے بعد حضرت حسینؑ کو ان کے بعد علی زین العابدینؑ کو ان کے بعد ان کے بیٹے زید کو امام مانتے ہیں۔

۱۲۱ ہجری اور بقولے ۱۲۲ ہجری میں زید بن علی نے ہشام بن عبدالملک مروانی پر خروج کیا تھا لوگوں نے ان کے خروج کے سبب بیان کرنے میں اختلاف کیا ہے بعضے کہتے ہیں کہ یہ عہد گورنری خالد بن عبداللہ قسری میں عراق گئے خالد نے معقول طور سے جانی اور

مالی ان کی خدمت کی تھی پس جب یوسف بن عمر ثقفی گورنر عراق ہوا تو اس نے ہشام بن عبد الملک کو یہ تمام حال لکھ بھیجا ہشام نے مدینے سے ان کو بلوا کے خالد کے سامنے تصدیق کرانے کی غرض سے یوسف کے پاس عراق کو روانہ کر دیا مدینے کو واپسی کے وقت قادسیہ میں پہنچ کے قیام کیا اہل کوفہ نے یہ خبر پا کے خط و کتابت کی پس زید ان کی طرف چلے گئے داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے جو ہمراہ تھے کوفے کی طرف واپس جانے پر زید کو بہت کچھ سمجھایا حضرت حسینؑ کا ماجرا سنایا شیعہ بولے یہ خود اسیر بننا چاہتے ہیں اس وجہ سے آپ کو کوفے میں جانے سے روکتے ہیں زید و مہدی میں آکر کوفہ واپس گئے۔

اور بعض اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ زید بن علی اور عبد اللہ بن حسن ثقیفی میں ایک مال موقوفہ حضرت علیؑ کی بابت نزاع تھی رفع نزاع کی غرض سے یہ دونوں اکثر عامل مدینہ خالد بن عبد الملک بن حرث کے پاس جایا کرتے تھے ایک روز اتفاق سے خالد کی مجلس میں دونوں بھائی گئے باتوں باتوں میں طعن و تشنیع کی نوبت آگئی خالد ان دونوں کو حکمت عملی سے مشتعل کرتا جاتا تھا زید کو اس کا یہ فعل ناگوار گزرا سخت و ناملائم کلمات کر کے اٹھ آئے دوسرے دن مدینے سے دمشق کی جانب روانہ ہو گئے ایک مدت تک ہشام نے حاضری کی اجازت نہ دی حیلہ و حوالہ کر کے ٹالتا رہا بالآخر زمانہ دراز کے بعد اجازت دی دیر تک باتیں کرتے رہے اثنائے کلام میں ہشام نے کہا میں نے سنا ہے کہ تم میری مخالفت کرتے ہو اور خلافت کے متمنی ہو حالانکہ تم اس کے اہل نہیں ہو پھر کچھ سوچ کے کہا اور اگر تمہارا یہ خیال قائم ہو گیا ہے تو بسم اللہ ہم پر خروج کرو آپ نے جواب دیا ہاں میں ایسا خروج نہ کروں گا جو تم کو جبر نہ گزرے ہشام یہ سن کے خاموش ہو گیا اور آپ دمشق سے کوفے کی جانب چل کھڑے ہوئے محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہا کہ تم کوفے کو نہ جاؤ ان کے قول و قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے انہوں نے ہمارے اور تمہارے جد امجد کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے زید بن علی نے اس پر کچھ تو نہ کی جوں توں ملے مسافت کر کے کوفے پہنچے پوشیدہ طور سے قیام کیا اور بعض کہتے ہیں کھلم کھلا قیام فرمایا تھا عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے زید بن علی کو ایک خط نصیحتاً نہ لکھا اور اس ارادے سے روکا لیکن انہوں نے کچھ سماعت نہ کی آپ کے پاس کوفے میں عورت و مرد بکثرت آتے اور بیعت کرتے تھے تھوڑے ہی دنوں میں ایک معقول جماعت ہو گئی جن کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ تیس ہزار آدمی شیعہ تھے اس لیے میں سے

اکثر ان میں کیسانہ اور مختاریہ تھے اور تھوڑے سے وہ لوگ تھے جو حضرت زین العابدین کی امامت کے قائل تھے جمع ہو گئے آپ نے تیاری کا حکم دے دیا ان دنوں کوفہ اور عراقین کا گورنر ہشام کی طرف سے یوسف بن عمر ثقفی تھا یوسف کو یہ خبر لگی تو اس نے آپ کو تلاش کرایا لیکن آپ نہ ملے آپ نے یوسف کے خوف سے خروج میں تعجیل کی یوسف ان دنوں حیرہ میں تھا کوفہ میں حکم بن الصلت امارت کر رہا تھا شیعان علی یہ سن کے کہ یوسف آپ کو تلاش کر رہا ہے گھبرائے کیونکہ جان جانے اور محبت کے امتحان کا وقت قریب آ گیا تھا ایک جماعت نے زید شہید سے دریافت کیا کہ آپ شیخین کے حق میں کیا کہتے ہیں زید نے کہا۔ کہ میں ان کو اچھا جانتا ہوں اور میرے خاندان میں سے جس نے ان کا ذکر کیا ان کو نیکی کے ساتھ یاد کیا ہم میں سے کسی نے اس سے زیادہ نہیں کہا کہ نبی کی خلافت کے لیے سب سے زیادہ ہم مستحق تھے شیخین نے ہمارا حق ہم کو نہیں پہنچنے دیا مگر اس بات سے ان کا کفر لازم نہیں آتا انہوں نے مخلوق میں عدل و انصاف کیا قرآن اور سنت رسول پر عمل درآمد رکھتے ہیں تو ان کے ساتھ جنگ کے لیے تم کیوں ہم کو بلا تے ہو اس صورت میں یہ بھی ظالم نہ ہوں گے، زید شہید نے فرمایا کہ بنی امیہ کو حضرت ابو بکر و عمر سے کیا مناسبت یہ تمام مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں شیعہ کہنے لگے تم ہمارے امام نہیں ہمارے امام گزر گئے مراد اس سے حضرت محمد باقر تھے اور اب ان کے بعد جعفر ان کے بیٹے امام ہیں اور بیعت تو ذکر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے مگر خالص مخلص ہمراہ رہ گئے ان واقعات کے بعد حکم بن صلت نے یوسف کے حکم سے اہل کوفہ کو جامع مسجد میں جمع کیا اور زید بن علی کو تلاش کرایا آپ رات ہی کے وقت نکل کھڑے ہوئے چند شیعہ نے آپ کے پاس مجتمع ہو کے آگ روشن کی اور یا منصور کی آواز دی حکم نے مسجد کے دروازے بند کرا کے یوسف کو اس واقعہ سے مطلع کیا یوسف یہ خبر پاتے ہی کوفے کے قریب آپہنچا اور دو ہزار سواروں اور تین سو پیادوں کو کوفے کی طرف بڑھنے کو کہا شیعہ یہ سن کے دائیں بائیں آنکھیں چرا گئے زید بن علی نے دریافت کیا یہ سب لوگ کہاں گئے جواب دیا گیا جامع مسجد میں محصور ہیں حاضرین شمار کئے گئے تو دو سو بیس نکلے جو سپاہ زید بن علی پر حملے کو آئے تھے اس کو نصر بن خزیمہ عیسیٰ اور زید بن علی نے اپنے مروانہ حملے سے شکست دی اور زید بن علی لڑتے بھڑتے انس بن عمراز دی کے مکان تک پہنچے چونکہ اس نے بھی بیعت کی تھی آپ نے آواز دی باہر آنا تو درکنار صدائے برنخاست کا مضمون ہوا رفتہ رفتہ کنا سہ پہنچے جہاں پر اہل شام کا جگمگٹ تھا زید نے

ان پر بھی حملہ کیا اہل شام شکست کھا کے منتشر ہو گئے شامیوں نے پھر زید کا تعاقب کیا کوفہ کی گلیوں میں ہلڑ سا مچا ہوا تھا آگے آگے زید بن علی تھے اور پیچھے پیچھے اہل شام تھے زید بن علی اہل کوفہ کی ایفائے بیعت سے ناامید ہو کے نصر بن خزیمہ سے بولے افسوس ہے کہ تم لوگوں نے میرے ساتھ بھی حسینؑ کا جیسا برتاؤ کیا نصر نے عرض کیا لیکن میں۔ واللہ میں تمہارے ساتھ جان دوں گا زید نے مع نصر کے دارالرزق میں رات بسر کی صبح ہوتے ہی یوسف نے عباس بن سعد مزنی کو بسرگروہی لشکر شام زید بن علی کے مقابلے پر بھیجا آپ کمال مردانگی سے میدان جنگ میں آئے نصر بن خزیمہ اور معاویہ بن اسحاق بن زید بن ثابت دونوں بازوؤں پر تھے اور آپ قلب میں ایک سخت اور خوزیز لڑائی کے بعد نصر مارے گئے مگر لشکر شام بھی میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مغرب کا وقت آ گیا تھا لڑائی موقوف ہو گئی عشاء کے وقت یوسف نے اپنے ہمراہیوں کو دوبارہ مرتب کر کے زید پر شب خون مارنے کو بھیجا لیکن ان کے جان نثاروں نے نہایت دلیری سے پسا کر دیا یوسف نے یہ رنگ دیکھ کے تیر اندازوں کو تیر باری کا حکم دیا جنگ کا عنوان بدل گیا لڑائی نہایت سخت سے جاری ہو گئی معاویہ بن اسحاق مارے گئے اتفاقاً ایک تیر زید کی پیشانی پر لگا جس کے صدمے سے طائر روح نفس بدن سے اڑ گیا تاریخ الخمیس میں لکھا ہے کہ یوسف نے زید کے جسم کو برہنہ کر کے سولی دی اور چار سال تک ان کا جسم یوں ہی سولی پر رہا اور ان کے مہر پر مٹری نے جالاتان دیا تھا جو لوگ زید شہید کے ساتھ تھے وہ اپنے آپ کو شیعہ خالص کہنے لگے اور کہا کہ امام برحق یہی تھے کہ اپنے اسلاف کی طرح ظالم دشمنوں سے لڑ کر مارے گئے اور اپنی جان امامت کی راہ میں دے دی اور امام کو یہی چاہیے کہ راہ اللہ میں کسی سے نہ ڈرے اور تلوار کے ساتھ نکلے اور کسی کی پشتی و رفاقت یا ترک مدد کی پروا نہ کرے اور جو لوگ ان سے جدا ہو گئے تھے انہیں روافض کہنے لگے مگر جب ان جھوٹے شیعوں نے ترک رفاقت کی تو خود زید شہید نے کہا تھا کہ یہ لوگ روافض ہیں۔ غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ شیعہ وہ ہے کہ تفصیل نہ دے حضرت علیؑ پر اور رافضی وہ ہے کہ تفصیل دے حضرت علیؑ کو حضرت عثمانؓ پر۔

مولوی شبلی صاحب نے سیرۃ النعمان میں کہا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ زید بن علی نے بنی امیہ کے عہد میں جو بغاوت کی تھی امام ابوحنیفہ اس میں شریک تھے نامہ دانشوران کے مولفوں نے بھی ایسا ہی گمان کیا ہے لیکن ہم اس پر

یقین نہیں کر سکتے جس قدر تاریخیں اور حال کی کتابیں ہمارے سامنے ہیں ان میں کہیں اس کا ذکر نہیں حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو ایک قابل ذکر واقعہ تھا غالباً خاص ارادت رکھتا تھا حضرت صاحب نے ایک مدت تک امام باقر کے دامن فیض میں تربیت پائی تھی کوفہ کی ہوا میں ایک مدت تک شیعہ پن کا اثر تھا ان اتفاقی واقعات نے حضرت ابوحنیفہ کی نسبت یہ گمان پیدا کر دیا۔ اور تاریخی شہادتیں بالکل اس کے خلاف ہیں۔ اٹھنی کلامہ ماضی حال یہ ہے کہ زنجیری نے کشاف میں اس آیت کی تفسیر میں لایسنال عہد الظالمین لکھا ہے کان ابوحنیفۃ یفتی سر ابو جوب نصرۃ زید بن علی رضوان اللہ علیہ وحمل المال الیہ والخروج معہ علی اللص المتغلب المسمی بالامام و الخلیفۃ کالدوانقی و اشباہہ یعنی امام اعظم کوفی مخفی طور پر لوگوں کو فتویٰ دیتے تھے کہ زید بن زین العابدین کی مدد کرنا چاہیے اور لڑائی میں متغلب چوروں مثل منصور ووائقی اور اس کی طرح کے لوگوں کے مقابل ان کا ساتھ دینا چاہیے زنجیری کے اس قول کو نامہ دانشوران اور فوائخ سبعہ میں بھی نقل کیا ہے اور اس کی نقل کے بعد کوئی تکذیب نہیں کی ہے اور جلد اول تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ یہ قصہ بھی مشہور ہے کہ زید بن علی نے ہشام بن عبدالملک مروانی پر خروج کیا تو حضرت ابوحنیفہ لوگوں کو مخفی طور پر فتویٰ دیتے کہ زید بن علی کی مدد کرنا اور ان کی رفاقت میں جنگ کرنا واجب ہے اور امام صاحب نے مدد کے لیے مال و اسباب زید بن علی کے پاس بھیجا اور صواعق محرقہ میں زید بن علی کے حق میں بیان کیا ہے۔ ومن القائلین بصحة امامته و جواز خروجه علی الظلمۃ دو جوب اتباعہ ابوحنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی یعنی زید بن علی کی امامت کی صحت کے حضرت ابوحنیفہ قائل تھے اور ان کے خروج کو اس وقت کے حکام ظالم پر جائز قرار دیتے تھے اور ان کی مدد اور شرکت کو واجب بتاتے تھے شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں اسی صواعق محرقہ کی اتباع کی ہے اگرچہ مولوی شبلی صاحب کی تحریر پر جو ہمارے وقت میں فن تاریخ میں کوس لمن الملکی بجا رہے ہیں اور ان لوگوں کی نظروں میں جو علوم عربیہ سے نابلد ہیں اور ان کے مبلغ تحقیقات کا مدار اخبارات کی تحریرات پر ہے اور جو کسی قدر ترقی یافتہ ہیں وہ تعلیم انگریزی کے کسی درجے میں پاس پا چکے ہیں اعلیٰ درجے کے مورخ اور محقق ہیں کسی امر میں شبہ ظاہر کرنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر مولوی صاحب نے اس واقعہ کا بے اصل ہونا جن وجوہ اور قرائن سے قرار دیا ہے اس سے اس واقعہ کی غلطی ثابت نہیں ہوتی۔ ہم مولوی شبلی صاحب سے دریافت

کرتے ہیں۔

(۱) شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحریر اتنی شہادتوں کے سامنے قابل وثوق ہے یا نہیں اور یہ شہادتیں معتبر ہیں یا نہیں اگرچہ زنجبیری کو علم تاریخ سے مس نہ تھا جیسا کہ شبلی صاحب نے الفاروق کی جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ میں اس کی تصریح کر دی ہے لیکن امام فخر الدین رازی نے جن کی تفسیر نہایت صحیح اور مستند خیال کی جاتی ہے اس واقعہ کی تغلیط کیوں نہیں کر دی۔ اور نامہ دانشوران کے مولفوں نے اس روایت پر جو زنجبیری نے تحریر کی کیوں نہ اعتراض کیا بلکہ اعتراض تو درکنار اس کو صحیح سمجھ کر خود بھی روایت کر دی۔

(۲) مولوی صاحب کا یہ قول کہ تاریخی شہادتیں بالکل اس کے خلاف ہیں پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ مورخین نے اس قصے کی تغلیط اور تردید کی ہے یا یہ لکھ دیا ہے کہ حضرت ابو حنیفہ نے زید بن علی کی مدد نہیں کی تھی حالانکہ اکثر تواریخ کے ورق ورق لوٹ کر دیکھ لئے گئے کسی مورخ نے کوئی اس قسم کا لفظ نہیں لکھا جس سے اس بات پر دلالت ہو سکے کہ حضرت ابو حنیفہ نے زید بن علی کی مدد نہیں کی یا ان کے خروج کو برا جانتے تھے یا یہ واقعہ غلط ہے نہایت کار یہ ہے کہ طبری ابن الاثیر ابن خلکان ابن خلدون ابوالفدا وغیرہ نے اس قصے کو نہیں لکھا ہے مگر جائے انصاف ہے کہ ان مورخوں نے اس قصے کو غلط بھی نہیں قرار دیا پس ان کی خاموشی سے یہ غلط نہیں ہو سکتا۔

(۳) اگر واقعی یہ قصہ غلط تھا تو مولوی شبلی صاحب کے زید بن علی کی مدد کرنے میں کیا قباحت تھی حالانکہ انہوں نے ابراہیم کی علانیہ تائید کی تھی جو فرقہ زید یہ کے امام ہشتم تھے اور انہوں نے منصور دوانیقی پر خروج کیا تھا اور یہ کس نے لکھا ہے کہ حضرت ابو حنیفہ نے زید کی مدد نہیں کی صرف اپنے قیاس و تخمین سے تغلیط کرنا قابل وثوق نہیں۔

(۴) خاندان اہل بیت کے ساتھ اس وقت کے اور بھی مقدس آدمی عقیدت رکھتے تھے پھر ان کی نسبت ایسی غلط روایت کیوں نہ مشہور ہو گئی۔

(۵) مولوی شبلی نے کسی روایت ضعیف یا قوی کا کسی تاریخ کے حوالے سے تذکرہ تحریر نہیں کیا کہ فلاں تاریخ یا روایت میں یہ قصہ خلاف روایت مشہورہ کے موجود ہے۔

(۶) اکثر کتب اہل سنت میں اس واقعہ کو تحریر کیا ہے اور آج تک کسی عالم اہل سنت یا شیعہ نے اس قصے کی تردید نہیں کی۔

(۷) کیا طبری یا کامل وغیرہ تواریخ میں کوئی کلی یا جزئی واقعہ فرو گذاشت نہیں ہو گیا

کیا بالاستیعاب سب واقعات لکھ لیے گئے ہیں۔

(۸) کیا حضرت ابوحنیفہ کے تمام مخفی و علانیہ واقعات قلم بند ہو گئے ہیں۔

(۹) کیا زنجیری یا امام فخرالدین رازی یا مولف صواعق محرقہ وغیرہ کوئی تاریخ کی

کتاب لکھتے تو ان کا پایہ طبری یا کامل یا تاریخ ابن خلدون یا وفیات الاعیان یا ابوالفدا وغیرہ کے سامنے قابل اعتبار نہ ہوتا۔

(۱۰) کیا جن لوگوں نے اس واقعہ کو لکھا ہے ان سے مولوی شبلی زیادہ نقاد یا علوم عربیہ

و تاریخ کے زیادہ ماہر ہیں۔

(۱۱) کیا مولوی شبلی کی نظر تمام تواریخ اور اسمائے رجال کی کتابوں پر حاوی ہو گئی

ہے۔ بوجہ مذکور جس طرح یہ قصہ مشہور ہے اسی طرح اس کی صحت ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس قدر مخلص زید کے ساتھ رہے تھے انہوں نے اپنی جانوں کو

زید کی طرف منسوب کر دیا اور مذہب جداگانہ نکال لیا ان میں سے عمدہ راہی یہ لوگ ہیں

یحییٰ بن زید بن علی بن حسین شہید کر بلا بعض زید یہ ان یحییٰ کو امام مانتے ہیں اور یحییٰ بن

حسین بن ہاشم کہ حسن بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ کی نسل سے تھے۔ انہوں نے اپنا لقب

بادی رکھا اور ۲۰۸ ہجری میں خروج کیا اور یمن اور حجاز کے شہروں پر قبضہ کر لیا اور احکام نام

کی ایک کتاب فقہ زید یہ میں تصنیف کی اور ان کے بیٹے مرتضیٰ بھی زید یہ کے مذہب کے

داعی تھے اور حسن بن احمد بن یحییٰ بن حسین اور یحییٰ بن احمد یحییٰ بن حسین یہ دونوں بھی

زید یہ کے دعاۃ میں سے تھے اور یہاں تک زید یہ کا مذہب خالص رہا کہ اصحاب کبار پر تبرا

نہیں کرتے اور زید سے بہت سے خصوص اس مدعا پر نقل کرتے ہیں اور سب کو نیکی کے

ساتھ یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ امامت حضرت علیؑ کا حق تھا مگر انہوں نے خود

خلفائے ثلاثہ کو دے دی اور کہتے ہیں کہ خلفا کی خطا نہ تھی اس لیے کہ حضرت علیؑ اس سے

راضی تھے اور معصوم خطا و باطل سے راضی نہیں ہوتا ہے زید یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے

خليفة مقرر کرنے میں مصلحت تھی اس لیے کہ حضرت علیؑ کی تلوار بھی دشمنان دین کے خوف

سے خشک نہ ہوئی تھی اور عداوتیں دلوں میں موجود تھیں اگر انہیں خلیفہ کر دیتے تو شاید دین

میں خلل پڑ جاتا اور انتظام بگڑ جاتا اور حضرت ابوبکرؓ کے مقرر کرنے میں جھگڑوں کے دفعیہ کا

خیال تھا ان کا سارا مذہب امامت کے باب میں اہل سنت و جماعت کے مذہب کے موافق

تھا فرق اس قدر ہے کہ ان کے نزدیک امام کا فاطمی ہونا شرط ہے اور جب وہ فاطمی کسی غیر

فاطمی کو امامت سپرد کر دے تو اس کی امامت منعقد ہو جاتی ہے لیکن یہ حال ان لوگوں کا تھا جو خاص زید شہید کے تابع تھے پھر بعض زید یہ نے بعض باتیں اسماعیلیہ و امامیہ کے مذہب میں سے لے کر مذہب زید یہ میں داخل کر کے آپ داعی اس مذہب کے بنے اور ہر ایک کے قبیحین سے ایک ایک فرقہ مقرر ہو گیا جیسے ابوالجارود کہ کنیت اس کی ابوالنجم ہے اور سلیمان بن جریر اور ابتر ثومی اور حسین بن صالح اور نعیم بن یمان اور یعقوب وغیرہ سب زید یہ میں شمار ہوتے ہیں اور زید یہ کی رائے یہ ہے کہ امام کا مقرر کرنا اللہ پر واجب ہے بعض زید یہ کے نزدیک یہ وجوب دلیل عقلی سے ثابت ہے اور اکثر زید یہ کے نزدیک دلیل سمعی سے اور ان کے نزدیک امام کا معصوم ہونا واجب نہیں۔ زید بن علی بن حضرت حسین بن امیر المومنین علی واصل بن عطار کیس معتزلہ کے شاگرد تھے اصول عقائد کو اسی سے لیا تھا یہ دراصل اپنے وقت کا امام معتزلہ تھا اور جنگ صفین و جمل میں حضرت علیؑ کے برسر صواب ہونے میں اس کو تردد تھا ایک دن زید نے اس عقیدے کو بر سبیل تذکرہ بیان کیا۔ باقر ان کے بھائی نصیحت کرنے لگے بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم ایسے شخص سے علم حاصل کرتے ہو جو تمہارے دادا سے بدظن ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ سارے زید یہ اصول میں معتزلی ہیں مگر مسئلہ امامت میں معتزلہ سے مخالف ہیں۔ زید بن علی کا مذہب واصل بن عطا سے لیا گیا ہے انتہی سید شریف نے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں زید یہ مقلد ہیں اصول عقائد میں اعتزال کے طریق پر ہیں اور فروع میں مذہب حنفیہ کے طریق پر مگر چند مسائل میں خلاف رکھتے ہیں اسعاف الراغبین میں لکھا ہے کہ زید کے شاگرد واصل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے مذہب پر ہوں۔ کتاب الاذہار میں کہ فقہ زید یہ میں ایک معتبر کتاب ہے۔ کتاب السیر کے اندر لکھا ہے کہ زید یہ کے نزدیک وجوب امامت کا طریق شرع ہے اور زید یہ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص میں خصلتیں ہوں علم زہد شجاعت اور اولاد فاطمہ زہرا سے ہوسنی ہو یا حسینی اور بعض نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ صبیح الوجہ بھی ہو اور کسی طرح کی آفت اس میں نہ ہو اور وہ تلوار کے ساتھ خروج کرے اور لوگوں کو اپنی امامت کی طرف بلائے تو امامت اس کی منعقد ہو جاتی ہے کتاب الاذہار میں مذکور ہے کہ کوئی آدمی نہ دعوت سے امام بن سکتا ہے نہ امام مقرر کئے جانے سے جب تک اس میں امامت کی شرطیں موجود نہ ہوں جن میں سے کچھ خلعتی (پیدائشی) ہیں اور کچھ اکتسابی۔ شرائط خلعتی یہ ہیں۔ (۱) مکلف (یعنی بالغ ہو)۔ (۲) مرد ہو۔ (۳) آزاد ہو۔ (۴) علوی

فاطمی ہو اگر چہ آزاد کیا ہوا ہو اس طرح کہ کوئی مرد فاطمی کسی کی کنیز سے عقد کر لے اور اس کنیز سے بیٹا پیدا ہو تو یہ بیٹا فاطمی علوی ہے مگر مملوک ہے جب اس بیٹے کو کنیز کا مالک آزاد کر دے گا تو اس میں امامت کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی مگر ایسا مرد جس کی نسبت علوی دعویٰ کرے کہ میرے نطفے سے ہے اور غیر علوی کہے کہ میرے نطفے سے ہے اس وقت تک امامت کے قابل نہیں جب تک یہ مقرر نہ ہو جائے کہ یہ علوی کا نطفہ ہے غیر کا نطفہ نہیں۔ (۵) حواس اور اعضا درست ہوں۔

اور شرط اکتسابی یہ ہیں۔ (۱) علوم دینی کا مجتہد ہو۔ (۲) صاحب عدالت ہو۔ (۳) سخی ہو اس بات میں کہ جہاں مال خرچ کرنا مناسب ہو وہاں خرچ کرے بیکار نہ خرچ کرے۔ (۴) مدبر ہو یعنی اس کی رائے زیادہ تر صائب ہو۔ (۵) جری اور بہادر ہو ایسے محل پر جہاں اپنے سلامت رہنے کی امید نہ ہو۔ (۶) ایسے وقت میں دعوت کرے کہ اس کی دعوت سے پہلے کسی شخص جامع الشرائط کی جانب سے دعوت امامت نہ ہو چکی ہو اور کوئی ایسا آدمی امام نہ مان لیا گیا ہو۔ کیونکہ جب امامت کی دعوت اس کی دعوت سے قبل شروع ہو کر تسلیم کر لی گئی ہے تو وہ پہلا شخص امام ہے پھر دوسرے جامع الشرائط کو اپنی ذات کی طرف دعوت نہ کرنا چاہیے بلکہ پہلے شخص کی طرف دعوت کرنا چاہیے نہیں تو یہ دوسرا شخص باغی قرار پائے گا اور ایک زمانے میں دو اماموں کا ہونا صحیح نہیں۔

امام کو ان نو کاموں کے سوا اور کچھ نہ کرنا چاہیے۔ (۱) حدود یعنی ان سزاؤں کا قائم کرنا جو شرع میں معین ہیں۔ (۲) جمعہ اور جماعت کا قائم کرنا۔ (۳) مسلمانوں میں حکام مقرر کرنا۔ (۴) احکام جاری کرنا۔ (۵) جس پر کسی کا حق ہو تو اس کو ادا کرنے کے لئے مجبور کرنا۔ (۶) واجبات دینی جیسے نماز و روزہ وغیرہ کی لوگوں سے تعمیل کرنا اور ان چیزوں پر ان کا پابند کرنا۔ (۷) مصالح عامہ کے لئے والی مقرر کرنا۔ مثلاً جن لوگوں کے لیے دلی مقرر کرنے کی ضرورت ہو ان کے دلی مقرر کرنا۔ (۸) کفار سے جہاد کرنا باغیوں کو زیر کرنا۔ (۹) زکوٰۃ وغیرہ حقوق مالیہ لوگوں سے وصول کرنا۔

جب امامت کی دعوت متواتر طور پر کسی مسلمان کو پہنچے تو اس کو چاہیے کہ اس میں شروط امامت کو تلاش کرے جب کامل الشروط ثابت ہو تو اس کی دعوت قبول کر لے کیونکہ اگر دعوت ایسی حالت میں قبول نہ کرے گا تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی یعنی اس کا تقویٰ اور پرہیزگاری اور مروت باقی نہ رہے گی گواہی اس کی قبول نہ ہوگی غنیمت میں سے

مال نہ پائے گا اور جو امام کے ساتھ دل سے عداوت کرے وہ مخطی ہے اور جو زبان سے عداوت ظاہر کرے وہ فاسق ہے اور جو ہاتھ سے بھی مخالفت کرے وہ محارب ہے اور اس باغی کے لیے غنیمت سے حصہ ہے جو امام کی بعض معاملات میں مدد کرے اور ہر مجتہد معیب ہے اصح یہی ہے اور زندہ امام کی تقلید مرے ہوئے امام کی تقلید سے اولیٰ ہے اور جو امام زیادہ علم رکھتا ہو خواہ مردہ ہو یا زندہ اس کی تقلید اولیٰ ہے اور اہل بیت میں سے آئمہ مشہور اپنے غیر سے تقلید کے لیے اولیٰ ہیں۔ اور کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ امامت کا طریق دعوت ہے۔ شارح کہتا ہے کہ اکثر زید یہ جیسے جاروویہ اور تمیر یہ اور صالحیہ کے نزدیک ثبوت امامت کا طریق دعوت ہے اور دعوت کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو بلائے کہ کفار سے جہاد کریں حدود اور جمعہ اور جماعت قائم کریں باغیوں کو مغلوب کریں غزوات میں ساتھ دیں ظالموں اور کافروں کی صحبت سے حتی الامکان بچیں ابن جبیر نے اپنے سفر نامے میں واقعات ماہ جمادی الاولیٰ ۵۷۹ ہجری میں لکھا ہے کہ حرم شریف میں اہل سنت کے چار امام ہیں۔ اور فرقہ زید یہ کا ایک امام ہے اس شہر میں اکثر شرفا کا مذہب زید یہ ہے اور یہ لوگ اذان میں حی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل اور اضافہ کرتے ہیں نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے ہیں اور مغرب کی نماز اہل سنت کے اماموں کے بعد ادا کرتے ہیں ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ زید کی شہادت کے بعد زید یہ میں امام کی نسبت اختلاف ہو گیا کچھ زید یہ ان کے بیٹے یحییٰ کو امام ماننے لگے جو خراسان میں گئے اور امامت کے لیے ریشہ دوانی کرنے لگے اور بلخ میں پہنچ کے حریش بن عمرو کے مکان پر مقیم ہوئے پس جب ولید تحت نشین ہوا تو یوسف نے نصر بن سيار گورنر خراسان کو لکھ بھیجا کہ حریش کے مکان سے یحییٰ بن زید کو گرفتار کر کے بھیج دو نصر نے یحییٰ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور ایک اطلاعی عرضداشت ولید کے پاس بھیج دی مگر ولید نے یحییٰ اور ان کے ہمراہیوں کو رہا کر دیا۔ یحییٰ مع اپنے ہمراہیوں کے بلخ سے روانہ ہو کر سرخس میں پہنچے نصر نے وہاں سے ان کو نکلوا دیا مجبور ہو کے نیشاپور میں چلے آئے یحییٰ کے ساتھ ستر آدمی تھے چونکہ روزانہ سفر کی تھکان سے سب کے سب تھک گئے تھے اس وجہ سے ان لوگوں نے چند سواریاں خرید کی تھیں عمرو بن زرارہ حاکم نیشاپور نے یہ حال نصر کو لکھ بھیجا اس نے جنگ کرنے کا حکم دے دیا عمروں ہزار کی جمعیت سے مقابلے پر آیا لڑائی ہوئی عمرو اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے میدان جنگ یحییٰ کے ہاتھ رہا خاتمہ جنگ کے بعد یحییٰ نے

ہرات کی طرف کوچ کیا نصر نے یہ خبر پا کر مسلم بن احور مازنی کو یحییٰ کے تعاقب میں روانہ کیا جو زجان میں مڈ بھینڑ ہو گئی ایک نہایت خون ریز جنگ کے بعد یحییٰ مارے گئے اور آپ کے کل ہمراہی بھی کام آئے مسلم نے یحییٰ کا سر ولید کے پاس دمشق بھیج دیا اور نعش جو زجان میں صلیب پر چڑھا دی وہ برابر صلیب پر چڑھی رہی یہاں تک کہ ابو مسلم خراسانی خراسان پر مسلط ہوئے اور اس نے لاش کو صلیب پر سے اتروا کے دفن کر دیا اور یحییٰ کے جو جو قاتل ملے ان کو قتل کر ڈالا۔ یحییٰ بن زید نے محمد بن عبداللہ بن حسن ثنی بن حسن مجتبیٰ کی امامت کے لیے وصیت کی تھی ان محمد کو نفس زکیہ کہتے ہیں نفس زکیہ نے حجاز میں خروج کیا اور مہدی کے لقب کے ساتھ مشہور ہوئے نفس زکیہ منصور عباسی کے لشکر سے شکست کھا کر مارے گئے انہوں نے اپنے بھائی ابراہیم کے لیے وصیت کر دی تھی ابراہیم نے بصرے میں خروج کیا ابراہیم کے ساتھ عیسیٰ بن زید بن علی سجاد بھی تھے فوج منصور کے ہاتھ عیسیٰ اور ابراہیم دونوں مارے گئے پس یہ ابراہیم زید یہ کے آٹھویں امام ہیں اور بعض کتابوں میں محمد نفس زکیہ کو چھٹا امام اور ابراہیم کو ساتواں امام بھی لکھا ہے اور یہ ان لوگوں کی رائے کے مطابق صحیح ہو سکتا ہے جو یحییٰ بن زید شہید کو مذہب زید یہ کا داعی قرار دیتے ہیں۔ دوسرے زید یہ کہتے کہ محمد نفس زکیہ کے بعد محمد بن قاسم بن علی بن عمر امام ہوئے یہ عمر زید بن علی سجاد کے بھائی تھے محمد بن قاسم نے طالقان میں خروج کیا مگر معتصم کے لشکر نے ان کو مغلوب کر کے گرفتار کر لیا اور ایک گروہ زید یہ کا کہتا ہے کہ یحییٰ بن زید ان کے بھائی عیسیٰ امام ہیں اور یہ وہی عیسیٰ ہیں جو ابراہیم کے شریک ہو کر منصور سے لڑے اور مارے گئے اور یحییٰ کے بعد امامت ان کی اولاد میں قرار دیتے ہیں اور ایک جماعت کہتی ہے کہ محمد نفس زکیہ بن عبداللہ کے بعد ان کے بھائی ادریس بن عبداللہ بن حسن ثنی امام ہیں جب حسین بن علی بن حسن ثنی نے خلیفہ ہادی عباسی کے عہد میں خروج کیا تو یہ ادریس ان کے ہمراہ تھے اور ۱۶۹ ہجری میں مقام فتح میں جو کے کے قریب طائف کی طرف واقع ہے لشکر ہادی کے ہاتھ سے حسین مارے گئے تو ادریس مصر کی طرف بھاگ گئے اور وہاں سے اندلس کی جانب چلے گئے اور اقصائے مغرب کے شہر طنجہ میں دعوت شروع کی زنگیوں نے ان کی دعوت قبول کی اور بہت سا ملک ان کے قبضے میں آ گیا جب ادریس کی شوکت و قوت بڑھ گئی تو رشید عباسی نے سلیمان بن حریر کو زید یہ کا متکلم تھا ادریس کے پاس بھیجا جس نے ان کو زہر دے کر مار ڈالا ادریس کی ایک کنیز کو حمل تھا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بھی ادریس رکھا اور وہ بڑھ کر والد کا

قائم مقام ہوا جنات الفردوس میں لکھا ہے کہ جب سلطنت اندلس بنی مروان کے ہاتھ سے نکل گئی تو یہ ولایت بھی بنی ادریس کے ہاتھ میں آگئی لیکن بڑے بڑے شہر اور اچھے اچھے مقام آل تاشقین کے ہاتھ میں رہے اور ان کے بعد بنی عبدالمومن نے ان پر قبضہ کر لیا ان کے بعد بنی مزین کے قبضہ و تصرف میں آگئے یہاں تک کہ ۹۰۰ عیسوی میں تمام ملک افریقہ بنی ادریس کے زیر نگیں ہو گیا جب بنی ادریس کی حکومت مٹ گئی تو زید یہ کا کام ابتر ہو گیا۔ ابونصر بخاری کہتا ہے کہ ابراہیم اکبر بن حضرت موسیٰ کاظم نے یمن میں مامون عباسی خلیفہ بغداد کے عہد میں خروج کیا تھا اور وہ فرقہ زید یہ کے ایک امام تھے۔ زید یہ کے ایک داعی نے جس کا نام حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید شہید ہے۔ ۲۵۰ ہجری میں طبرستان میں خروج کیا ان کو داعی کبیر اور داعی اول کہتے تھے۔ ۲۵۲ ہجری میں انہوں نے سلیمان بن طاہر پر حملہ کیا اور اس کو طبرستان سے نکال کر تمام ملک پر قبضہ کر لیا یہ نہایت خونریز تھے ان کی حکومت میں بہت سے آدمی مارے گئے اور اکثر اشراف سادات قتل ہوئے بیس سال حکومت کر کے ۲۷۰ ہجری میں وفات پائی داعی کبیر کے بعد ان کے بھائی محمد داعی کے لقب سے ملقب ہوئے اور احمد ابوالحسن کو جو داعی کا بہنوئی تھا شکست دے کر تمام حکومت طبرستان پر ۲۷۱ ہجری میں قبضہ کر لیا اور سترہ سال ۷ ماہ حکومت کر کے محمد بن ہارون سرخی صاحب اسماعیل بن احمد سامانی کے مقابلے میں مارے گئے یہ محمد اتنے نیک سیرت تھے کہ ایک شخص کو جس نے اقرار کر لیا تھا کہ میں زید بن معاویہ کی اولاد سے ہوں اس قدر حصہ دیا جس قدر بنی عبدمناف میں سے ایک ایک شخص کو دیا تھا اور فرمایا کہ اللہ ایک شخص کو دوسرے کے گناہ کی وجہ سے عذاب نہ دے گا۔ لہذا خون حسین کا تجھ پر مواخذہ نہیں۔ زید یہ میں سے ناصر طروش نے ولیم میں اس مذہب کی طرف دعوت شروع کی ہزاروں آدمی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ان کا نام حسن بن علی بن حسن بن علی بن عمر ہے اور یہ عمر زید بن علی سجاد کے بھائی ہیں۔

یعقوب بن داؤد بن طہمان شیعہ جب مہدی خلیفہ عباسی کا وزیر ہوا تو اس نے زید یہ کو کل ممالک محروسہ کے معزز و ممتاز عہدوں پر مقرر کر دیا۔

زید یہ کے بعض عقائد

سارے زید یہ کا مثل امامیہ کے یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کا ارادہ حادث ہے اور اس کا ارادہ

سارے موجودات پر عام و محیط نہیں بلکہ بہت سے موجودات اس کے بلا ارادہ پیدا ہو گئے ہیں جیسے شر اور آفت اور کفر اور معصیت اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ کی بعض مرادیں واقع نہیں ہو سکتیں اور شیطان اور کافروں کی واقع ہو جاتی ہیں اور زید یہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ بعض کافروں کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے مگر شیطان اور مغویان بنی آدم اسے گمراہ کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان کے سامنے نہیں چل سکتا یہی عقیدہ امامیہ کا ہے اور کہتے ہیں کہ تکلیف اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یہی مذہب امامیہ کا ہے برخلاف اہل سنت کے ان کے نزدیک اللہ پر تکلیف واجب نہیں بلکہ وہ ابرار پر فضل ہے اور نجار کے حق میں عدل ہے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ زید یہ آٹھ فرقے ہیں جن میں قدر مشترک زید بن علی کی جماعت ہے ان میں سے اکثر کے نزدیک آئمہ کا ایک وقت ایک مقام میں متعدد ہونا جائز ہے مروج الذہب میں کہا ہے الزید یہ کانت فی عصر ہم ثمانیۃ فرق یعنی زید یہ اپنے زمانے میں آٹھ فرقے تھے اور ان میں مرتبہ اور ابرقیہ اور عقبیہ اور یمانیہ اصحاب محمد بن یمان کوئی یہ چار نام لکھے ہیں بغیر تفصیل کے اور چار نام یہ لکھے ہیں۔ یعقوبیہ۔ ابتریہ۔ جریریہ اور جارود یہ اور نفاس الفنون میں کہا ہے کہ زید یہ پانچ فرقے ہیں۔ جارودیہ۔ سلیمانہ۔ صالحیہ چوتھا فرقہ ناصر یہ کہ یہ شریف ناصر الکبیر کے تابع ہیں جن کی قبر آمل میں ہے پانچواں فرقہ ابوالحسنین جو تابع ہیں شریف ابوالحسنین کے دیلم میں مدفون ہیں ہم جس ترتیب سے یہاں فرقے لکھیں گے وہ شرح مواقف کے مطابق ہے۔

جارودیہ

صاحب کشاف اصطلاحات فنون نے اس فرقے کے بیان میں حروف کی عجیب تصحیف کر دی ہے صفحہ ۱۹۵ میں کہا ہے جارودیہ زید یہ کا ایک فرقہ ہے ذکر ان کا باب زائے معجمہ کی فصل دال مہملہ میں کیا جائے گا اور صفحہ مذکور میں جارودیہ کا لفظ رائے مہملہ و او و دال مہملہ کے ساتھ لکھا ہے مگر اعراب نہیں لکھے۔ اور زید یہ کے بیان میں صفحہ ۶۱۴ میں جارودیہ کے عقائد بھی ذکر کئے گئے ہیں جو شرح مواقف وغیرہ میں موجود ہیں اور صفحہ ۲۲۳ میں جارودیہ رائے مہملہ اور واؤوزائے معجمہ کے ساتھ لکھا ہے اور کہا ہے کہ ابی الجاروز کے اصحاب ہیں۔ کشکول بہائی میں مذکور ہے کہ جارودیہ ابوالجارود بن زیاد بن معبد عبدی حضرت کے اصحاب ہیں اور مجمع البحرین میں بیان کیا ہے کہ اس فرقے کا رئیس خراسان کا

باشندہ تھا اور اسے ابوالجارود زیاد بن منذر عبدی ہی کہتے تھے۔

شرح مواقف میں مسطور ہے کہ حضرت محمد باقر نے اس کا نام سرحوب رکھا تھا سرحوب ایک شیطان ہے نابینا کہ دریا میں مقیم ہے اور مجمع البحرین سے معلوم ہوتا ہے کہ سرحوب طویل کے معنی میں ہے اسی لیے اس فرقہ کو سرحوبیہ بھی کہتے ہیں اس فرقے کا عقیدہ تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کی امامت کے لیے نص کر دی تھی مگر یہ نص وصف کے ساتھ تھی نام کے ساتھ نہ تھی حضرت سرور کائنات نے حضرت علیؑ کا نام نہیں لیا تھا بلکہ جو خصلتیں اور علامتیں اور نشانیاں اپنے بعد امام میں بتائی تھیں ارباب فراست نے ان سے جان لیا کہ مراد آپ کی حضرت علیؑ کی ذات فائض البرکات ہے کوئی اور نہیں اس لیے کہ وہ سب خصائل انہی میں موجود ہیں دوسروں میں موجود نہیں پس جب کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کی امامت پر ایسی نص کی جو نام لینے کے برابر ہے اور صحابہ نے سرور کائنات کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو اختیار کر کے ان کو خلیفہ بنایا تو یہ کام نص رسول کے خلاف کیا اور لوگ حضرت علیؑ اور حسن و حسینؑ اور ان کی اولاد کی بیعت کے ترک کرنے سے کافر ہو گئے مواقف میں لکھا ہے کہ جارود یہ کا مذہب یہ ہے کہ امامت حسنؑ اور حسینؑ کے بعد ان کی اولاد میں شورئی ہے جو کوئی ان میں سے تلوار کے ساتھ خروج کرتا اور حق کی طرف بلاتا ہوگا اور امور دین کا عالم اور شجاع ہوگا وہی امام ہے اس کی اطاعت واجب ہے اسی لیے یہ کہتے ہیں کہ اگر دو امام ایک زمانے میں دو مقاموں پر حکومت کرتے ہوں اور ان میں امامت کی شرطیں جمع ہوں اور اطاعت ان کی لوگوں نے تسلیم کر لی ہو اور مفترض الطاعت مان لیا ہو تو یہ بات جائز ہے اور یہ قول اجماع سلف کے خلاف ہے۔ شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ جارود یہ معتز اور خوارج اور اہل سنت کے ساتھ اس بات میں متفق ہیں کہ امامت اہل حل و عقد کے اختیار کر لینے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے اور ان کو آئمہ کی ترتیب اور توقف اور امام منتظر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ سے امامت حضرت حسنؑ کو پہنچی اور حضرت حسنؑ سے حضرت حسینؑ شہید کر بلا کو اور حضرت حسینؑ سے حضرت علی بن زین العابدین کو ان سے زید شہید کو اور زید سے اولاد امام حسنؑ کو اور اس سلسلے میں محمد عبد اللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط میں امامت کے تمام خصائل جمع تھے وہی امام منتظر ہیں یہ محمد منصور کے عہد میں دعوت امامت کی وجہ سے مدینہ میں مقتول ہوئے اور لوگ ان کے مقتول ہونے کے منکر ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ محمد بن

بعد اللہ جلدی خروج کریں گے اور زمین کو عدل سے بھروں گے اور بعض جارود یہ کی رائے ہے کہ محمد واقعی مقتول ہو چکے ہیں اور ان کے بعد امامت محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی بن حضرت حسین بن علی بن ابی طالب کو پہنچی جنہیں صاحب طالقان کہتے ہیں یہی امام منتظر ہیں انہوں نے معتصم کے زمانے میں خروج کیا اور گرفتار ہوئے معتصم نے انہیں قید خانے میں رکھا وہیں انتقال کیا پس یہ لوگ ان کی موت کے منکر ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ امامت ان کے بعد یحییٰ بن عمرو بن یحییٰ کو پہنچی جو حسین ذی الدمعہ بن زید شہید بن علی زین العابدین کی نسل سے تھے ان یحییٰ نے مستعین باللہ کے عہد محمد بن عبداللہ بن طاہر حاکم عراق پر خروج کیا تھا کتب تواریخ اور انساب کی کتابوں میں ان کا نام صاحب شاہی ذکر کرتے ہیں یحییٰ مستعین کے عہد میں مارے گئے مگر یہ لوگ ان کی موت کے منکر ہیں اور ملل و نخل شہرستانی میں جو یحییٰ کو عمر بن زید شہید کا فرزند لکھا ہے یہ غلطی ہے اس لیے کہ نسا بن کا اس پر اتفاق ہے کہ یحییٰ بن زید شہید نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی نامہ دانشوران میں ابن عقد جارودی کے حالات میں اس کی صراحت کی ہے یحییٰ نے چونکہ کوفہ میں خروج کیا تھا اس لیے صاحب کوفہ مشہور ہیں۔

دکینیہ

یہ فضل بن وکین کے پیرو ہیں اور تمام باتوں میں جارود یہ کے موافق ہیں مگر طلحہ اور زبیر اور ام المومنین عائشہ کو کافر بتاتے ہیں باقی صحابہ کو برا کہتے ہیں

سلیمانہ (جریریہ)

سلیمانہ ہے جسے جریریہ بھی کہتے ہیں یہ لوگ سلیمان بن جریر کے تابع ہیں اور غنیۃ الطالبین میں سلیمان کے والد کا نام کثیر لکھا ہے اس فرقے کا اعتقاد یہ ہے کہ امامت نام شورے کا ہے درمیان خلق کے اور ادو مسلمانوں کے مقرر کرنے سے بھی منعقد ہو جاتی ہے کثکول بہائی میں لکھا ہے کہ ان کے نزدیک امامت کا طریق بیعت ہے اور بیعت واجتہاد کے ذریعہ سے حضرت ابو بکر و عمر کی امامت کے منعقد ہو جانے کا اعتراف کرتے ہیں پھر کبھی یہ لوگ اس اجتہاد کو صواب قرار دیتے ہیں اور کبھی خطا جانتے ہیں اور ان کے نزدیک امامت مفضول کی فاضل کے موجود ہوتے صحیح ہے اور سلیمان یہ کہتا تھا کہ لوگ ترک بیعت

حضرت علیؑ سے کافر نہیں ہوئے بلکہ خطا وار ہوئے کہ افضل کو چھوڑ دیا یہ جاہل و جاہل کی تکفیر کرتے ہیں اس لیے کہ وہ صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں مگر سلیمانہ طحی اور معاویہ اور حضرت عائشہؓ کو کافر جانتے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حضرت علیؑ سے جنگ کی تھی اور حضرت عثمان بن عفان کو بھی کافر بتاتے ہیں بسبب ان خلاف امورات جاری کرنے کے جو انہوں نے اپنی خلافت میں نکالے تھے اور اہل سنت کہتے ہیں کہ وہ سارے فتور ان کے اقارب بنی امیہ کے تھے نہ حضرت عثمانؓ کے ان لوگوں نے مخلوق پر دست درازی کرنا شروع کی تھی چھیڑ کرنے لگے تھے وہ جبر ان پر آن پڑا اختلاف کثیرہ پیدا ہو گئے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مواخذات کیے گئے اور سلیمانہ کے نزدیک حضرت علیؑ نے کسی کی امامت پر نص نہیں کی بلکہ بعد ان کے امر شور نے ہو گیا۔

بتیریہ (ثومیہ)

بتیریہ کہ ثومیہ بھی کہلاتے ہیں تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ مغیرہ بن سعد کے اصحاب ہیں جو ابتر کے لقب سے مشہور تھالیب الالباب فی تحریر الانساب اور اتحاف ذوی الالباب میں لکھا ہے بتیریہ نقح ہائے موحده و سکون تائے فوقانی اور شرح مواقف میں ہے کہ بتیریہ بتیریہ ثومی کے اصحاب ہیں اور تعریفات سید شریف اور تعریفات ابونصر کی میں بھی لکھا ہے کہ بتیریہ بتیریہ ثومی کی طرف منسوب ہیں اور بتیریہ میں ہائے موحده کے بعد تائے فوقانی اور اس کے بعد یائے تحتانی ہے اور مروج الذهب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقے کا نام ابتریہ ہے چنانچہ حالات ہشام میں ہے۔ ثم الفرقة السادسة المعروفة بالابتیریة وهم اصحاب كثير النوى الا بتر والحسن ابن صالح جن اور مل و نخل شہرستانی میں ہے البتیریہ اصحاب كثير النومی الا بتر اور كشف الغمہ عن الفتراق الامہ میں ہے بتیریہ اتباع ہیں حسن بن صالح بن کثیر ابتر کے اور ترجمہ مل و نخل میں بتیریہ کو اصحاب کثیر بن بتری لکھا ہے اور بہانی نے تعلیقہ میں لکھا ہے۔ البتیریة بضم الباء و قبل بكسر هامنسوبون فی كثير النومی لانه كان بتر الید و قبل الی المغيرة ابن سعید یعنی بتیریہ میں ہائے مضموم ہے اور بعض کے نزدیک مکسور ہے اور یہ فرقہ کثیر نومی کی طرف منسوب ہے چونکہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا اس لیے ابتر کہلاتا تھا پس اس کے فرقے کو بھی کو بتیریہ کہنے لگے کیونکہ عربی میں ابتر مقطوع اور نا تمام کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ

رقہ مغیرہ بن سعید کی طرف منسوب ہے اور صواعق محرقہ کی یہ عبارت ہے۔ البتہ البتہ و
 قال لهم التومية اصحاب بتیر التومی و هو المغيرة بن سعد الملقب بالا بتر
 بنی تیر یہ کو تومیہ بھی کہتے ہیں۔ اور یہ تیر تومی کے تابع ہیں جس کا نام مغیرہ بن سعد اور
 ابتر تھا بہر صورت اس نام میں بڑا اختلاف ہے کوئی بتر یہ لکھتا ہے کوئی تیر یہ بیان کرتا
 ہے کوئی ابتر یہ بتاتا ہے اسی طرح کوئی تومیہ تحریر کرتا ہے کوئی تومیہ اور کوئی نومیہ یہ لوگ
 امت میں سلیمانہ کے موافق ہیں مگر کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ امامت کے لئے اولیٰ و افضل
 بن گویا حضرت ابوبکرؓ بھی امام تھے اور ان کی امامت خطا نہ تھی نہ کفر بلکہ خود حضرت علیؑ نے
 ان کو امامت دے دی اور حضرت عثمانؓ کی تکفیر نہیں کرتے ہیں ان میں متوقف ہیں اس
 سلسلے کے ان کے حق میں حضرت علیؑ کا سکون اور رضامندی ان کے خاطر خواہ ثابت نہ ہوئی
 کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ اپنی بیعت کے بعد سے امام ہوئے تو صیح المقال میں بعض فضلا
 سے نقل کیا ہے کہ تیر یہ کے نزدیک تقدیم مفضول کی فاضل پر جائز ہے۔

نعیمیہ

نعیمیہ ہے یہ نعیم بن یمان کے مقلد ہیں اور غنیۃ الطالبین میں ابو نعیم بن یمان لکھا
 ہے یہ سارے عقائد میں تیر یہ کے موافق ہیں مگر حضرت عثمان کو کافر جانتے ہیں باقی صحابہ کو
 سبکی سے یاد کرتے ہیں۔

یعقوبیہ

یعقوبیہ ہے یعقوب بن علی کونی کے اصحاب ہیں یہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی
 امامت کے قائل ہیں اور رجعت کے منکر ہیں مگر بعضے یعقوبیہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ
 سے تبرا کرتے ہیں اور اموات کے دنیا میں قیامت سے پہلے رجوع کرنے کے قائل ہیں۔

حشبیہ

حشبیہ ہے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ یہ لوگ خلف بن عبدالصمد کے اصحاب ہیں
 حشبیہ ان کا اس وجہ سے نام ہے کہ جب سلطان وقت پر انہوں نے خروج کیا تھا تو ان کے

پاس اسباب جنگ اور ہتھیار نہ تھے صرف لکڑیاں اور لائٹھیاں لے کر مقابل ہوئے تھے اور حسب زبان عربی میں لکڑی کو کہتے ہیں جیسا کہ نفائس اللغات میں لکھا ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ امامت نام ہے شورے کا اولاد حضرت فاطمہ میں اگر کوئی شخص امام بن جائے تو اس پر خروج کرنا واجب ہے معارف میں ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ جب ابراہیم بن اشتر نے عبید اللہ بن زیاد سے بغاوت کی تو اس کے اکثر ساتھیوں کے پاس لکڑیاں تھیں اس لیے شبیہ کہلائے پس اس سے معلوم ہوا کہ شبیہ ابراہیم بن اشتر کے اصحاب ہیں میرے نزدیک زید یہ میں جو فرقہ شبیہ لکھا جاتا ہے وہ ابراہیم کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ابراہیم پہلے کیسانی تھا اور مختار کا معاون تھا جس کو محمد بن حنفیہ نے خون حسین کا معاوضہ لینے پر مامور کیا تھا اور وہ کھلم کھلا محمد بن حنفیہ کی دعوت دیتا تھا ابراہیم نے عبداللہ بن مطیع کی جو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا تمام قوت پامال کر کے مختار کی حکومت بنائی تھی اور اسی نے موصل میں عبید اللہ ابن زیاد اور اہل شام کو زیر و زبر کیا تھا اور اسی وقت ابراہیم کے ساتھ زبردست لشکر اور بہت سا سامان جنگ اور نامی نامی شہسوار جنگ آور تھے اور مختار کے مارے جانے کے بعد ابراہیم زبیری ہو گیا تھا اور بھائی عبداللہ بن زبیر کے ساتھ عبدالملک بن مردان کے مقابلے میں مارا گیا تھا۔

صالحیہ

صالحیہ یہ حسن بن صالح بن حمی کی طرف منسوب ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کوئی فاطمی صفت شجاعت و سخاوت و علم کے ساتھ متصف ہو اور تلوار لے کر خروج کرے وہ امام ہے اور یہ لوگ حضرت ابو بکرؓ کی امامت کو ثابت رکھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک فاطمی اور علوی ہونا امامت کے شرائط میں سے نہیں یہ کہتے ہیں کہ امام قریش میں سے کسی ایک خاندان کا آدمی ہونا چاہیے۔ اور حضرت علیؓ کو تمام صحابہ پر تفضیل دیتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کے حامل میں متوقف ہیں نہ انہیں مومن جانتے ہیں نہ کافر اس لیے کہ حضرت علیؓ کی زبان سے ان کے حق میں فضائل بھی منقول ہیں اور ذائل بھی۔

امامیہ

اب غور سے سنو کہ امام کا مقرر کرنا زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد واجب ہے یا

نہیں اور واجب ہے تو کیا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یا خلق پر واجب ہے اور ثبوت اس وجوب کا دلیل شرعی کے ساتھ ہے یا عقلی کے۔

خوارج یہ کہتے ہیں کہ امام کا مقرر کرنا مطلقاً واجب نہیں جائزات میں سے ہے اور شیعہ اسماعیلیہ اور امامیہ اور غلاة کہتے ہیں کہ امام کا مقرر کرنا اللہ پر واجب ہے اور اس وجوب کے ثبوت پر عقل دلالت کرتی ہے اور ملاحظہ کا بھی یہی مذہب ہے مگر شیعہ کے یہ فرقے اس بات میں باہم مختلف ہیں کہ امام کا تقرر کس ضرورت کے لئے ہے اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ امام اس غرض سے مقرر ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی شناخت کرائے اور جو باتیں اللہ کے حق میں جائز اور واجب ہیں اور جو اس کے حق میں محال ہیں سب کی پہچان بتائے اور معرفت الہی کی تعلیم فرمائے کیونکہ ان کے نزدیک بغیر کسی معلم کے اللہ کی معرفت ناممکن ہے اور امامیہ کہتے ہیں کہ معصوم یعنی امام کی طرف حاجت معرفت الہی کی تعلیم کے لیے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ واجبات عقلی و شرعی کے ادا کرنے اور قبائح عقلی و شرعی سے بچنے میں لطف ہو غرضیکہ اسماعیلیہ کے نزدیک امام کا تقرر اللہ کی معرفت کے لئے واجب ہے اور امامیہ کے نزدیک قوانین شرع کی محافظت کے لئے واجب ہے اور اسماعیلیہ امام کو اللہ کی معرفت کا معلم قرار دیتے ہیں اور امامیہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے حق میں لطف مانتے ہیں اور امامیہ کے نزدیک امام ادائے واجبات میں لطف ہے اسماعیلیہ کے نزدیک معارف میں لطف ہے اور غلاة کہتے ہیں کہ امام کا تقرر لغات کی تعلیم کرنے اغذیہ اور ادویہ اور سموم اور حروف اور صناعات کے احوال بتانے اور آفات و مصائب سے بچانے کے لیے ہے اور اہل سنت اور معتزلہ اور زیدیہ کی یہ رائے ہے کہ امام کا مقرر کرنا مخلوق پر واجب ہے مگر بعض معتزلہ اور بعض زیدیہ کے نزدیک وجوب دلیل عقلی سے ثابت ہے۔

شرح مقاصد میں لکھا ہے ہشام بن عمرو غوطی معتزلی اور اس کے اصحاب کے نزدیک امن و امان کی حالت میں امام کا مقرر کرنا واجب ہے تاکہ شعائر اسلام کو ظاہر کرے اور فتنہ و فساد کی حالت میں واجب نہیں اس لیے کہ سرکش لوگ اس کی اطاعت نہ کریں گے تو خونریزی ہوگی اور ابو بکر اصم معتزلی اور اس کے اصحاب کی یہ رائے ہے کہ فتنہ و فساد کے وقت میں امام کا مقرر کرنا واجب ہے اور امن و اطمینان کی حالت میں واجب نہیں کیونکہ اس وقت میں امام کی کیا حاجت ہے اتنی شرح مواقف اور نہایت العقول میں لکھا ہے کہ

جاہظ اور کعبی اور ابوالحسن بھری یہ کہتے ہیں کہ امام کا مقرر کرنا مخلوق پر عقلاً اور شرعاً دونوں طرح واجب ہے اتنی اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک تقرر امام کا وجوب مخلوق پر دلیل سمعی (شرعی) سے ثابت ہے اور عامہ معتزلہ اور اکثر زیدیہ کا بھی یہ مشرہد ہے۔ اور تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کوئی آدمی صرف امامت کی صلاحیت رکھنے سے امام نہیں بن سکتا بلکہ امام مقرر ہونے کے لیے کچھ اور بھی چیزوں کی ضرورت ہے اور وہ چیزیں یہ ہیں۔

(۱) اللہ اور رسول کی طرف سے نص وارد ہونا یا امام سابق کا ولی عہد بنانا اور وصیت کرنا۔ (۲) امامت کے لیے دعوت کرنا۔ (۳) اعیان دارکان کا بیعت کرنا۔ پہلی چیز یعنی نفس منصوص علیہ کے امام ہونے کا سبب مستقل ہے پچھلے دونوں طریق ایسے ہیں کہ ان کے سبب مستقل ہونے میں اختلاف ہے امامیہ ان دونوں طریق کو نہیں مانتے مگر معتزلہ اور اہل سنت اور خوارج اور زیدیہ میں سے صالحیہ کہتے ہیں کہ اختیار کر لینا بھی امامت کے ثبوت کا طریق ہے اور صرف زیدیہ کا مذہب یہ ہے کہ دعوت بھی ثبوت امامت کا طریق ہے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ صالحیہ اس کے قائل نہیں مگر کتاب الازہار کا شارح صالحیہ کا بھی یہی مذہب بتاتا ہے اور دعوت کے یہ معنی ہیں کہ جس میں شرائط امامت کے جمع ہیں وہ مظلوموں کی مدد کرے امر معروف اور نہی منکر بجلائے اور اپنی متابعت کے لیے لوگوں کو بلائے اسی لیے ان کی رائے یہ ہے کہ جو فاطمی تلوار لے کر خروج کرے اور اللہ کی راہ کی طرف دعوت کرے وہ امام ہے پس ان کے نزدیک دعوت حصول امامت کا سبب مستقل ٹھہرا اہل مذاہب میں سے سوائے جہائی کے کسی نے ان کی اس تجویز کے ساتھ موافقت نہیں کی ہے۔ امامیہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی امامت کی دعوت کرے اس کی شوکت بڑھ جائے امت اس کی دعوت قبول کر لے مگر امامت اس کی صحیح نہیں معتزلہ اور اہل سنت کہتے ہیں کہ بیعت کا منعقد ہو جانا حصول امامت کا سبب ہے اور امامیہ کے نزدیک صرف بیعت سے امامت نہیں حاصل ہو سکتی اور امامیہ بلکہ تمام شیعہ کہتے ہیں کہ فاضل کے موجود ہوتے مفضول کی امامت درست نہیں اور اہل سنت میں سے شیخ ابوالحسن کا میلان بھی اسی جانب ہے اور شیخ ابوالمنصور کا مذہب یہ ہے کہ امامت مفضول کی فاضل کے موجود ہوتے ہوئے منعقد ہو جاتی ہے۔

اور امامیہ کہتے ہیں کہ خلافت جامع و شامل ہے امامت اور سلطنت کو خواہ حقیقت کے

ساتھ ہو جیسے حضرت علیؑ کی خلافت کہ وہ امامت و سلطنت و حقیقت تینوں باتوں کو جامع تھی یا صرف غلبے اور تسلط کے ساتھ ہو جیسے خلافت خلفائے ثلاثہ کی کہ وہ حقیقت کے ساتھ نہ تھی اور نہ وہ امامت کو جامع تھی۔ امامت خاص ہے یعنی صرف نبی کی نیابت بدون سلطنت و امامت و حکومت کے اسی لیے شیعہ خلفائے ثلاثہ کو امام نہیں جانتے اور آئمہ اثنا عشرہ کو امام مانتے ہیں اور محققین اہل سنت خلافت عامہ اور امامت دونوں کو مترادف جانتے ہیں اور دونوں کے معنی بادشاہی کے لیتے ہیں جو واسطے انتظام دین اسلام کے پیغمبرؐ کی نیابت میں ہو اور کہتے ہیں کہ جب خلیفہ میں دین اسلام کا انتظام کرنے کے صفات ہوں اور حکم اس کا جاری ہو تو یہ بادشاہی اس کے لیے موجب گناہ نہیں افضل امت ہو یا نہ ہو اور امامیہ کہتے ہیں کہ افضل امت ہو کہ حکم الہی میں اس کی اطاعت تمام امت پر واجب ہے بادشاہ اور فرمان روا ہو یا نہ ہو۔

تمہید میں سالمی نے لکھا ہے کہ امامیہ کے نزدیک امام کا معصوم ہونا واجب ہے اور معتزلہ نے بھی امام کا معصوم ہونا واجب قرار دیا ہے بلکہ معتزلہ کے نزدیک امام نماز کا بھی معصوم ہونا واجب ہے اگر معصوم نہ ہوگا تو اس کے پیچھے نماز ناجائز ہوگی مگر سالمی کا یہ قول غلط ہے نہایت العقول میں امام رازی نے لکھا ہے کہ تمام امت میں سے سوائے ملاحظہ اور امامیہ کے کوئی بھی امام کے لیے عصمت شرط نہیں قرار دیتا بلکہ اربعین میں تو امام صاحب نے صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ اہل سنت اور معتزلہ اور زیدیہ اور خوارج کے نزدیک امام کا معصوم ہونا واجب نہیں اسماعیلیہ اور اثنا عشریہ کے نزدیک معصوم ہونا واجب ہے معارف شرح صحائف میں بھی کہا ہے کہ اہل سنت اور معتزلہ اور زیدیہ عصمت امام کے منکر ہیں ان کے نزدیک عدالت ظاہری کافی ہے۔

امامیہ یہ کہتے ہیں کہ عصمت ایک ایسی صفت ہے کہ جس میں وہ ہوتی ہے اس شخص سے گناہ نہ عمداً سرزد ہوتے ہیں نہ سہواً نہ خطا اور نہ اس سے حکم شرعی میں خطائے اجتہادی واقع ہو سکتی ہے اور اس وجہ سے آئمہ کا قول مثل قول انبیاء کے واجب الاتباع ہے اور ان کا ارشاد عین اللہ کا فرمان ہے اور ان کی نسبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی ہے جیسے اور انبیاء کی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھی جو تورات پر عمل کرنے کے لیے منجانب اللہ مامور تھے اور اہل سنت کے نزدیک ایسی عصمت انبیاء سے خصوصیت رکھتی ہے خاص ان امور میں جن کی خبر وحی کے ذریعہ سے ان کو حاصل ہوتی ہے اور ان پر وہ مستقر ہوتے ہیں آئمہ

اہل بیت کا حال دوسرے مجتہدین کا سا ہے ان کے اجتہاد میں خطا جائز ہے جب کہ انہما سے اجتہادات میں خطا میں سرزد ہوئیں تو ان سے کیوں کر سرزد نہیں ہو سکتیں۔

اور اہل سنت کے نزدیک مسئلہ افضلیت ظنی ہے اس کی قطعیت پر کوئی دلیل قائم نہیں اور مسئلہ ترتیب خلافت پر متضرع نہیں اور نہ ترتیب خلافت پر موقوف ہے اگر فرض کیا جائے کہ خلافت اس ترتیب پر نہ ہوتی تب بھی ترتیب افضلیت اسی سبب پر ہوتی کہ سب اصحاب رسول میں سے افضل ابو بکر صدیق ہیں پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ تمام اہل سنت و جماعت اور قدمائے معتزلہ اسی مذہب پر ہیں اور خوارج اور نواصب کے نزدیک بھی صرف حق شیخین میں بھی یہی ترتیب ہے اور خطابیہ کے نزدیک سب سے افضل حضرت عمرؓ ہیں اور فرقہ عباسیہ جو امامت حضرت عباس اور ان کی اولاد کا قائل ہے افضل اصحاب عباس بن عبدالمطلب کو جانتا ہے اور شیعہ تمام علی الاطلاق حضرت علیؓ کو سب سے افضل کہتے ہیں اور معتزلہ متاخرین کا بھی یہی مذہب ہے۔

لوگوں نے امام میں بعد سرور کائنات کے اختلاف کیا ہے جمہور کا مذہب یہ ہے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں عباسیہ کا مذہب یہ ہے کہ عباس بن عبدالمطلب ہیں اس لیے کہ وہ حضرت محمدؐ کے چچا اور وارث تھے تو وہ بھتیجے سے زیادہ حقدار ہیں اور کشف الغمہ عن افتراق الامم میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ربوید یہ کا ہے جو ابو ہریرہ ربویدی یا عباس ربویدی کے اصحاب ہیں اور شرح مقاصد میں ربویدیہ کی جگہ روندیہ پیروان قاسم بن روند لکھا ہے۔ اور عثمانیہ اور بنو امیہ نے کہا۔ حضرت عثمان بن عفان ہیں اور حشوہ نے کہا کہ سوائے بنو امیہ کے اور کوئی امام نہیں پھر اوروں نے کچھ اور کہا شیعہ کا قول یہ ہے کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب امام ہیں شیعوں کے یہاں امامت میں ایک بڑا اختلاف پڑا یہاں تک کہ اس باب میں تین سو فرقے ہو گئے۔ شیعہ زیدیہ میں سے بعض فرقے امامت حضرت ابو بکرؓ کے مقرر ہیں جمہور اہل سنت اور معتزلہ اور خوارج اور مرجیہ کا یہ مذہب ہے کہ نبیؐ نے اپنے بعد کسی کے امام ہونے کی نسب نص نہیں کی تھی ان کے سوا اسلام کے اور فرقے قائل ہیں اس بات کے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نص کی ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ نص کس شخص کے لیے کی ہے۔ بکر یہ یا ابو بکر یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے لیے نص کی ہے پھر اس فرقے میں بھی باہم اس بات کا اختلاف ہے کہ بعض حضرت سے نص خفی ثابت کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں حضرت

ابوبکرؓ کو امام نماز بنایا تھا اور یہ حسن بصری کی رائے ہے بعض اہل حدیث نص جلی کے قائل ہیں اور وہ یہ ہے۔ ایتونی بقرطاس اکتب لابی بکر کتاباً بالا یختلف فیہ اثنان کذا فی نہایة العقول . یعنی لاؤ کاغذ تا کہ میں تم کو ابی بکر کے لیے ایک تحریر کر دوں کہ پھر اس میں دو شخصوں کو بھی خلاف کرنے کا موقع نہ ملے اور دوسری روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ ادعی لی ابا بکر اباک و اخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل اناولا . یابی اللہ و المسلمون الا بابی بکر کذا فی صحیح المسلم . یعنی تم اپنے والد ابوبکرؓ اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلا لو تا کہ ایک کاغذ لکھ دوں کیونکہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کوئی آرزو کرنے والا یہ آرزو کرے اور کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میں مستحق ہوں حالانکہ وہ مستحق نہ ہوگا اللہ اور مسلمان انکار کرتے ہیں مگر ابوبکرؓ سے کسی کو انکار نہیں شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے حق میں نص کی تھی اور تمام شیعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت علیؓ کی امامت کے باب میں نص خفی ثابت ہے اور نص خفی اسے کہتے ہیں کہ جس سے مراد بالبداہت نہ معلوم ہوتی ہو اور نص جلی حضرت علیؓ کے حق میں وارد ہونے کے زید یہ تو منکر ہیں اور امامیہ اس کے قائل ہیں۔ وہ نص یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔ سلمو علی علی یامرة المؤمنین و اسمعوا طیعوا الہ و تعلموہ و لا تعلموہ . یعنی سلام کرو علی کو بطور امیر المؤمنین کے اور سنو اس سے اور اطاعت کرو اس کی اور سیکھو اس سے اور نہ سکھلاؤ اسے اور جناب رسالت مآب نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔ یا علی انت اخی و انت وارث علمی و انت الخلیفة من بعدی و انت قاضی دینی . یعنی اے علی تم میرے بھائی ہو اور تم میرے علم کے وارث ہو اور تم میرے بعد خلیفہ ہو اور تم میرے قرض کے ادا کرنے والے ہو۔

اور جو لوگ عباس چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کے قائل ہیں انہوں نے نص کا ذکر تو نہیں کیا مگر ان کے امام ہونے کے باب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اقوال ذکر کرتے ہیں جن سے سمجھا جاتا ہے کہ اوروں کی بہ نسبت خلافت کے لیے وہی حق ہیں کتاب میسر میں لکھا ہے کہ بعض اہل حدیث کا یہ قول ہے کہ حضرت سرور عالم نے اپنے چچا عباس کی امامت کے لیے کہہ دیا تھا اور عمدہ نسبی میں مذکور ہے کہ بعض راوندیہ یہ

کہتے ہیں کہ امامت کا ثبوت وراثت کے ساتھ ہے صناجۃ الطرب میں بیان کیا ہے کہ خراسانی بنی عباس کے شیعہ کا گروہ راوندیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا ان لوگوں کا اعتقاد یہ یہ تھا کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امامت کا استحقاق سب سے زیادہ ان کے چچا عباس کو تھا کیونکہ وارث بھی وہی تھے اور ان کی وفات کے وقت زندہ بھی تھے اور اپنی سند میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ سورة انفال۔ ۸۔ آیت ۷۵۔ جس کے معانی یہ ہیں کہ بعض قرابت دار بعض قرابت داروں سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں مگر لوگوں نے ان کو امام نہ ہونے دیا اور ان کا حق غصب کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہی حق ان کی اولاد تک پہنچا دیا یہ لوگ ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کو خلیفہ نہیں مانتے اور بالکل ان سے بری ہوتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی بیعت کو جائز سمجھتے تھے اس سبب سے کہ عباس نے ان سے کہا تھا کہ اے میرے بھتیجے آؤ میں تم سے بیعت کروں تاکہ کوئی شخص تمہاری امامت میں اختلاف نہ کرے ہدایہ فی اصول الدین میں لکھا ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا ہے کہ طریق اثبات امامت کا وارث ہے ادو اہل سنت کہتے ہیں کہ خلافت اور امامت کا وجود ان دو طور سے ہوا ہے ایک اہل صل و عقد کی بیعت سے دوسرے اختلاف سے۔ ان کے نزدیک امامت کا سارا بحث مسائل فقہیہ سے ہے اس لیے کہ امام کا مقرر کرنا امت پر بدلیل سمعی واجب ہے پس یہ حکم مکلف سے متعلق ہے جو فقہ کا موضوع ہے مگر اہل سنت اور غیر اہل سنت کا اختلاف کھول دینے کی غرض سے علم کلام میں لے آتے ہیں اور امامیہ مسئلہ امامت کو اصول عقائد سے جانتے ہیں اس لیے اپنی جانوں کو امامیہ کہتے ہیں اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ زمان تکلیف امام فاطمی سے خالی نہیں ہوتا اور امامت اولاد حضرت فاطمہ میں ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نص کی وجہ سے اور قدر مشترک ان کے سارے فرقوں میں یہی عقیدہ ہے اور ان کے نزدیک سارے صحابہ مرتد ہو گئے مگر حضرت علیؓ اور ان کے دونوں صاحبزادے حضرت حسن و حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ابوذر غفاری اور سلمان فارسی اور کچھ اور تھوڑے سے لوگ ارتداد سے بچ گئے ان کے نزدیک امام وہ شخص ہے کہ معصوم ہو گناہاں صغیرہ و کبیرہ سے اور خطا و غلطی سے مثل نبی کے اور محدث ہو یعنی ملک نے اس سے کلام کیا ہو بغیر اس کے ملک اس کے سامنے ظاہر ہوا ہو ہاں پیام الہی اس کو پہنچایا ہو امامیہ کے نزدیک مثل پیغمبر کے امام کی اطاعت خلافت پر واجب ہے اور تحریم و تحلیل و غیرہ تمام امور دینی اسی پر ملحوظ ہوتے ہیں جو چاہے کرے اور جو

تصرف چاہے عمل میں لائے اور کسی کو اس کے قول و فعل پر مجال دم زدن نہیں ہوئی نہ یارائے عدم فرمان بری چہ جائے اعتراض و محل سخن اور امام کے لیے دعویٰ امامت اور اظہار معجزہ مشروط گردانتے ہیں اور ان کے نزدیک امام کا مقرر کرنا لطف ہے اور لطف اللہ پر واجب ہے پس امام کا مقرر کرنا اللہ پر واجب ہے اور ان کے نزدیک امامت کا ثبوت نص سے ہوتا ہے بدون نص رسول کے یا نص امام سابق کے لاحق کے لیے امامت مسلم نہیں سب سے پہلے جس نے مذہب امامیہ میں کلام کیا علی بن اسماعیل میثم تمار اور ہشام بن الحکم اور ہشام بن سالم جو ایقی و محمد بن علی بن نعمان کوئی و زرارہ بن اعین کوئی ہیں کہ بعد قتل زید شہید کے ان لوگوں نے شیعہ کیسانیہ و مختاریہ کو حضرت محمد باقر و حضرت جعفر صادق کی امامت کی طرف دعوت کرنا شروع کی اور ان کے گروہ بڑھ گئے اور اپنے واسطے خاص امامیہ کا لقب اختیار کر لیا اور زید شہید کے اتباع کو زید یہ کہنے لگے اور ان دعاۃ امامیہ نے اپنے نفسوں کو حضرت زین العابدین اور ان کی اولاد کی طرف منسوب کیا اور محمد بن حنفیہ اور ان کی اولاد کی امامت سے انکار کرنے لگے جس قدر مختار یہ رہ گئے تھے وہ اور جماعت تفضیلیہ ان میں مل گئی اور مذہب امامیہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ یہی لوگ مذہب امامیہ کے پیشوا اور اسلاف ہیں اور ان کے مذہب کے راوی بھی یہی ہیں انہیں سے امامیہ نے اپنے دین و مذہب کو لیا ہے اور ان کے قول و فعل پر اعتماد رکھتے ہیں اور زرارہ بن اعین اور بکر بن اعین و سلیمان جعفر و محمد بن مسلم وغیرہ کو عیون الطائفہ و وجوہ الطائفہ کہتے ہیں حالانکہ یہ مجسمہ ہیں کہ اپنے واسطے معبود موہوم ذہنی تراش کے اس کے واسطے جسم اور صورت اور جہت ثابت کرتے ہیں چنانچہ علی بن اسماعیل میثم اور ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم اور محمد بن علی بن نعمان کوئی متفقاً یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے تو ملائکہ آسمان ہائے بالا اور حاملان عرش و کرسی اور ساکنان جنت اس کے اوپر ہو جاتے ہیں پس ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ جہت تحت میں ہوتا ہے اور جن آئمہ کے یہ داعی بننے کے مدعی تھے وہ ان باتوں سے متنفر تھے شرح مسلم الثبوت میں لکھا ہے کہ امامیہ کے نزدیک حسن و قبح ہی اللہ کی طرف سے حکم کا موجب ہوتا ہے پس اگر شرع نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ افعال ایجاد کرتا تو احکام اسی طرح واجب ہوتے جیسا کہ اب شرع میں واجب کیے گئے ہیں اور ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ارادہ حادث ہے اور اس کا ارادہ سارے موجودات پر عام و محیط نہیں بلکہ بہت سے موجودات اس کے بلا ارادہ پیدا ہو گئے ہیں جیسے شر اور آفت اور کفر اور

معصیت اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ بعض بندوں کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے مگر شیطان و مغویان بنی آدم سے گمراہ کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان کے سامنے نہیں چل سکتا اور کہتے ہیں تکلیف اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور امامیہ اکثر صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں کہ انہوں نے حق حضرت علیؑ کو چھین لیا اور چھپایا۔ اور ان فرقہ ہائے امامیہ کی دو قسمیں ہیں ایک قسم میں وہ فرقے ہیں جو حضرت علیؑ کے بعد حضرت حسنؑ اور ان کی اولاد میں امامت کو منحصر سمجھتے ہیں دوسری قسم میں وہ فرقے ہیں جو حضرت حسنؑ کے بعد حضرت حسینؑ کو امام جانتے ہیں اور ان کے بعد ان کی اولاد کو۔

وہ فرقے جو حضرت علیؑ کے بعد حضرت حسنؑ اور ان کی اولاد میں امامت کو منحصر سمجھتے ہیں

حسینیہ

ان کا ظہور ۱۹۵ ہجری میں ہوا ان کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے بعد حضرت حسن مجتبیٰ کو امامت پہنچی پھر ان کے بیٹے حسن مثنیٰ کو امام حسن کی وصیت سے امامت پہنچی ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ یہ حسن مثنیٰ (حدیث من کنت مولاه فعلی مولاً یعنی میں جس کا مولا ہوں اس کا علی مولا ہے) کو حضرت علیؑ کی خلافت پر نص نہیں مانتے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قول سے خلافت کا ارادہ رکھتے تو مسلمانوں کے سمجھنے کے لیے واضح کر کے بیان کرتے اس لیے کہ حضرت محمد تمام آدمیوں سے زیادہ فصیح اور تمام آدمیوں سے زیادہ صاف بولنے والے تھے تو ضرور تھا کہ فرماتے یا ایہا الناس هذا والی امری والقائم علیکم بعدی فاسمعوا واطیعوا یعنی اے لوگوں یہ والی میرے مہر کا اور قائم مقام تم پر میرے بعد ہے سو تم اس کے حکم کو سنو اور اس کی اطاعت کرو پھر انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم اگر اللہ اور اس کا رسول حضرت علیؑ کو اس کام کے لیے اختیار کرتا اور حضرت علیؑ اس کی تعمیل نہ کرتے اور اس کام میں پیش قدمی نہ فرماتے تو ضرور فرمان الہی اور فرمان حضرت رسالت پناہی کے ترک کرنے کی وجہ سے بڑے خطاوار لوگوں میں ہوتے ایک آدمی نے حسن مثنیٰ کا یہ کلام سن کر کہا کہ کیا جناب سرور کائنات نے یہ نہیں فرمایا ہے۔

من کنت مولاه فعلی مولاه حسن ثنی نے جواب دیا آگاہ ہو کہ اللہ کی قسم رسول اللہ اگر اس قول سے خلافت کا ارادہ کرتے تو وہ اپنی مراد کو خوب کھول دیتے اور تصریح کر دیتے جس طرح نماز و زکوٰۃ کو صاف صاف بیان کیا ہے حسن ثنی کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ محض امام ہوئے اور ان عبداللہ کے ساتھ حضرت جعفر صادق کا مناقشہ طول طویل اور اس میں بہت کچھ رد و بدل واقع ہوا تھا جو کتب اثنا عشریہ میں مذکور ہے اور ایک تقریب سے ماہ ربیع واعظ نے بھی ابواب البیان میں کلینی سے نقل کیا ہے منصور خلیفہ بغداد نے عبداللہ محض کو قید کر دیا وجہ اس کی یہ ہوئی کہ ان کے دو بیٹے محمد اور ابراہیم منصور سے چھپ گئے تھے منصور کو یہ خیال ہوا کہ کہیں یہ امامت کا دعویٰ کر کے خروج نہ کر دیں منصور نے عبداللہ محض کو محمد کے حاضر کرنے میں مجبور کرنا شروع کیا عبداللہ نے سلیمان بن علی سے اس بابت مشورہ کیا سلیمان نے کہا اگر منصور درگزر کرنے کا عادی ہوتا تو اپنے چچا عبداللہ بن علی سے درگزر کرتا عبداللہ یہ سن کے متنبہ ہو گئے اور اس وقت سے برابر اپنے بیٹوں کو چھپانے میں سعی بلیغ کرنے لگے منصور نے جاسوسوں کو حجاز کے تمام جنگلوں میں محمد کی جستجو کے لیے پھیلا دیا کوئی چشمہ کوئی مقام ایسا نہیں تھا جہاں پر منصور کے جاسوس نہ رہتے ہوں جب اس میں بھی منصور کو کامیابی نہ ہوئی تو ایک بار منصور نے عقبہ بن سالم ازدی کو بلا کے ایک خط محمد کے ہوا خواہان خراسان کی جانب سے لکھ کے دیا اور بہت سا مال و اسباب دے کے عبداللہ محض کے پاس روانہ کیا جوں ہی عقبہ نے عبداللہ کے پاس پہنچ کے ہوا خواہان خراسان کا جعلی خط اور مال و اسباب دیا عبداللہ نے خط پھینک دیا جھڑک کے بولے میں ان لوگوں کو نہیں جانتا تم میرے پاس سے چلے جاؤ اس وقت تو عقبہ چلا آیا لیکن وقتاً فوقتاً آتا جاتا رہا یہاں تک کہ عبداللہ اس سے مانوس ہو گئے اور اپنے دلی حالات کہنے لگے عقبہ نے عرض کیا اس خط کا جواب لکھ دیجئے عبداللہ نے جواب دیا خط کا جواب تو نہ لکھوں گا مگر ان لوگوں کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہہ دینا کہ میرے دونوں بیٹے فلاں وقت خروج کریں گے عقبہ لوٹ کے منصور کے پاس آیا کل حالات عرض کیے منصور نے بقصد حج کوچ کر دیا۔ مکہ پہنچا بنو حسن ملنے کو آئے عبداللہ بھی ان کے ساتھ تھے منصور نے عبداللہ سے خطاب کر کے کہا کیوں صاحب آپ نے تو اقرار کیا تھا کہ ہم کبھی مخالفت نہ کریں گے نہ تمہاری حکومت میں خلل اندازی کریں گے عبداللہ بولے میں اس وقت تک اسی اقرار پر ہوں منصور نے عقبہ سے مقابلہ کرایا عقبہ نے عبداللہ کے سامنے ایک ایک بات بیان کی منصور نے یہ باتیں سن کے

عبداللہ کے قید کا حکم دے دیا پھر ۱۴۰ ہجری میں منصور حج کرنے کو آیا اور عبداللہ کو ان کے دونوں بیٹوں محمد و ابراہیم کے حاضر کرنے پر مجبور کیا زعاد عامل مدینہ نے ضمانت کی تو غریب کی جان بچی ۱۴۴ ہجری میں رباح بن عثمان بن حیان مزنی کو مدینہ منورہ پر مقرر کر کے روانہ کیا اس نے مدینہ میں پہنچ کے عبداللہ کو لڑکوں کے نہ حاضر کرنے پر دھمکی دی عتاب شاہی سے ڈرایا عبداللہ نے کہا واللہ تو آج ایسا قسی القلب ہو رہا ہے جیسا کہ قصاب بکری کے ذبح کرنے کے وقت ہو جاتا ہے بعد اس کے رباح نے بنو حسن کو گرفتار کرا کے قید کر دیا جن کے یہ اسما تھے۔ عبداللہ بن حسن ثنی بن حسن سبط بن امیر المؤمنین علی حسن و ابراہیم جعفر پسران حسن ثنی۔ سلیمان و عبداللہ پسران داؤدان لوگوں میں علی بن حسن بن حسن بن علی العابد نہ تھے اگلے دن رباح کے پاس گئے فرمایا میں تیرے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ تو مجھ کو بھی میری قوم کے ساتھ قید کر دے رباح نے ان کو بھی انہیں لوگوں کے ساتھ قید کر دیا منصور کو اس کی اطلاع دی گئی تو اس نے لکھا کہ انہیں لوگوں کے ساتھ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان معروف بہ دیباج کو بھی قید کر دو یہ عبداللہ محض کے اختیانی بھائی تھے کیونکہ ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت الحسین ہیں رباح نے اس فرمان کے مطابق محمد بن عبداللہ کو پکڑوا کے قید کر دیا انہیں ایام میں گورز مصر نے علی بن محمد بن عبداللہ محض کو گرفتار کر کے منصور کے پاس بھیج دیا تھا ان کو ان کے والد نے دعوت دینے کی غرض سے مصر بھیجا تھا بعض کا بیان ہے کہ پہلے عبداللہ محض قید کیے گئے تھے اور ایک مدت تک قید میں رہے بعد یہ چندے منصور کے مشیروں نے بقیہ اولاد حسن ثنی بن حسن سبط کے قید کر دینے کی رائے دی چنانچہ سب کے سب گرفتار ہو کے قید خانہ بھیج دئے گئے اس واقعہ کے بعد ۱۴۴ ہجری میں منصور حج کرنے کو گیا مکہ معظمہ پہنچا عبداللہ محض نے حاضری کی اجازت طلب کی منصور نے کہا واللہ میری آنکھیں اس کو اس وقت تک نہ دیکھیں گی جب تک وہ اپنے دونوں بیٹوں کو میرے پاس حاضر نہ کرے گا عبداللہ محض نہایت محسن مقبول خلایق اور بے حد خلایق تھے جس سے جو کچھ کہتے تھے وہ قبول کر لیتا ادائے حج کے بعد منصور ربذہ کی طرف روانہ ہوا رباح بھی بنظر مشاہیت ساتھ آیا منصور نے اولاد حسن کو مع ان لوگوں کے جو ان کے ساتھ تھے عراق بھیج دینے کا حکم دیا چنانچہ رباح نے ان لوگوں کو قید خانے سے نکال کے جھکڑیاں طوق اور بیڑیاں پہنا کے بغیر کجاوے کے اونٹوں پر سوار کرا کے عراق کی جانب روانہ کر دیا جعفر الصادق پردے کی آڑ سے یہ سب معاملات دیکھتے جاتے تھے

را آنکھوں سے آنسو جاری تھے دوران سفر میں محمد و ابراہیم بدوؤں کے لباس میں اپنے والد
 عبداللہ کے پاس اکثر آیا کرتے تھے اور خروج کی اجازت چاہتے تھے عبداللہ محض کہا کرتے
 تھے میرے نور نظر و عجلت نہ کرو جب تک مناسب موقع ہاتھ نہ آئے اگر ابو منصور تمہاری
 کریمانہ زندگی کا مخالف ہو تو تم لوگ اس سے باز نہ آنا کہ کریمانہ موت مرور بزدہ پہنچا تو
 منصور کی خدمت میں محمد بن عبداللہ عثمانی پیش کیے گئے منصور سخت کلامی سے پیش آیا گالیاں
 میں اس پر بھی صبر نہ آیا تو ایک سو پچاس درے لگوائے بعضوں کا بیان ہے کہ ریاح نے
 منصور کو اس جبر و تعدی پر آمادہ کیا تھا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ اہل شام ان کے ایسے ہوا خواہ ہیں
 کہ ان میں سے ایک بھی ان کی مخالفت نہ کرے گا اس واقعہ کے بعد ابو عون گورنر خراسان
 نے منصور کے پاس ایک عرضداشت باہین مضمون روانہ کی کہ اہل خراسان میں اندرونی
 مباحثیں بہت ہو رہی ہیں اور یہ لوگ محمد بن عبداللہ کے خروج کا انتظار کر رہے ہیں منصور
 نے اس سے مطلع ہوتے ہی محمد بن عبداللہ عثمانی کو قتل کی غرض سے جلاد کے حوالے کر دیا اور
 راتروا کے خراسان بھیج دیا اس سر کے ساتھ چند آدمی ایسے بھیجے گئے تھے جنہوں نے
 خراسان پہنچ کے قسم کھائی تھی کہ یہ سر محمد بن عبداللہ محض کا ہے اور ان کی دادی کا نام فاطمہ
 بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ پھر منصور ربدہ سے روانہ ہو کے کوفہ پہنچا اور بنو حسن کو
 نصر ابن ہبیرہ میں قید کر دیا بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے ان میں سے محمد بن ابراہیم بن حسن ثنی
 شہید کیے گئے اس طرح پر کہ زندہ ستون میں جن دئے گئے بعد ازاں عبداللہ محض بن حسن
 ثنی بعدہ علی بن حسن ثنی نے وفات پائی کہا جاتا ہے کہ منصور کے حکم سے یہ لوگ شہید کیے
 گئے ان میں بجز سلیمان و عبداللہ پسران داؤد اور اسحاق و اسماعیل پسران ابراہیم بن حسن اور
 جعفر بن حسن کے اور کوئی جانبر نہ ہوا سب کے سب کمال بے کسی سے منصور کے پنجہ ظلم کے
 نذر ہو گئے۔

عبداللہ محض کے بعد ان کے بیٹے محمد الملقب بہ مہدی جن کا عرف نفس زکیہ ہے امام
 ہوئے ریاح حاکم مدینہ ان کی تلاش میں سرگرمی سے کام لینے لگا اور یہ ایک مکان سے
 دوسرے مکان میں چھپتے پھرتے تھے اس روپوشی اور احتفا کی نوبت اس حد تک پہنچ گئی تھی
 کہ ایک دفعہ کنوئیں میں ڈول کی طرح لٹک کے جان بچائی اسی تک و دو میں ایک پہاڑ پر
 سے ان کی بیوی گر پڑیں جس کے صدے سے حمل ساقط ہو گیا غرض ریاح ہر وقت محمد کی
 جستجو و تلاش میں رہتا تھا اور یہ چھپتے پھرتے تھے جب بھاگنے اور چھپنے سے تنگ آ گئے تو

بصلاح دشورائے اپنے ہمراہیوں کے خروج کا ارادہ کر دیا اور نذر مقام سے ایک سو پچاس آدمیوں کی جمیعت سے ۱۲۵ ہجری میں خروج کر دیا ان کے ساتھی تکبیریں کہتے جاتے تھے قید خانے کی طرف آئے قیدیوں کو رہا کیا دارالامارت پر پہنچے اپنے ہمراہیوں کو آواز کرتے جاتے تھے کہ کسی کو قتل نہ کرنا کسی کو قتل نہ کرنا وہاں داخل ہو کے ریاح اور اس کے بھائی عباس محمد ابن مسلم بن عقبہ کو قید کر دیا بعد ازاں مسجد کی طرف آئے ممبر پر چڑھ کے خطبہ دیا جس میں منصور کی ان عادات خسیہ و خصائل رذیلہ کا ذکر کیا جس کا وہ خوگر ہو گیا تھا اور لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کے برتاؤ کرنے کا وعدہ کیا اور ان سے امداد کے خواستگار ہوئے۔ مدینہ منورہ کے انتظام سے فارغ ہو کے مکے کی جانب روانہ ہوئے بوقت خروج اہل مدینہ نے حضرت مالک سے محمد کے ساتھ خروج کرنے کی بابت باظہار اس امر کے استفسار کیا تھا کہ ہماری گردنوں میں منصور کی بیعت کا ہار پڑا ہوا ہے حضرت مالک نے جواب دیا کہ منصور نے تم سے جبراً بیعت خلافت لی ہے اور مجبور پر یمن نہیں ہے اس سے لوگوں کے خیالات بدل گئے اور بہ طیب خاطر محمد کے اعوان و انصار میں شامل ہو گئے منصور اس وجہ سے حضرت مالک سے ناراض ہو گیا مگر حضرت مالک نے اپنا مکان نہ چھوڑا اور حضرت ابوحنیفہ نے بھی مسلمانوں کو فتویٰ دیا کہ ان کے ساتھ خروج کریں۔ محمد مہدی نے اسمعیل بن عبداللہ بن جعفر کو بھی بیعت کرنے کے لیے طلب کیا تھا یہ ایک معمر شخص تھے انہوں نے کہلا بھیجا اے بھتیجے واللہ تم مارے جاؤ گے میں تمہاری بیعت کیسے کروں تھوڑے سے آدمی اس جواب کو سن کے پھر گئے اور بنو معاویہ بن جعفر نے محمد مہدی کا ساتھ دینے میں عجلت کی حمادہ بنت معاویہ نے اپنے چچا اسماعیل بن عبداللہ کے پاس حاضر ہو کے اپنے بھائیوں کی شکایت کی کہ اے چچا جان آپ کے اس کلام سے کچھ لوگ محمد سے جدا ہو گئے ہیں اور ہنوز میرے بھائی انہیں کے ہمراہ ہیں مجھے خوف ہے کہ مبادا یہ لوگ بھی مارے نہ جائیں۔ اسماعیل نے حمادہ کو ناکام لوٹا دیا بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے حمادہ کو عداوت پیدا ہو گئی چنانچہ موقع پا کے اس نے اسماعیل کو قتل کر ڈالا۔ محمد مہدی کے ظہور کے نویں دن ایک شخص آل اولیس بن ابی سرح سے جس کا نام حسین بن صخر تھا طے مسافت کر کے منصور کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان واقعات سے اس کو آگاہ کیا منصور بولا تو نے اس کو دیکھا ہے عرض کیا ہاں میں نے چشم خود دیکھا ہے ممبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے ان سے باتیں کی ہیں منصور کو اس کے کہنے کا یقین نہ ہوا اگلے دن سے مہدی کے خروج کی متواتر

خبریں آنے لگیں تب تو منصور کو خوف و ہراس پیدا ہوا اور کوفہ پہنچ کے قطع حجت کے خیال سے محمد مہدی کے پاس ایک خط مشعر امان لکھ کے روانہ کیا محمد نے اس کے اقوال کو رد کیا اور اپنے شریف النسب ہونے پر فخر کیا اور لکھا کہ ہمارا والد علی وصی اور امام تھا پیش تم کیسے ان کی ولایت کے وارث ہو گئے حالانکہ ان کے بیٹے بقید حیات میں اس کا بیٹا ہوں جس کا جنت میں سب سے بڑا درجہ ہوگا (یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم) اور بیٹا ہوں اس کا جس پر دوزخ میں کمتر عذاب ہوگا (مراد اس سے ابوطالب ہے) منصور نے ان کے خط کا جواب ویسا ہی ترکی بترکی دیا جیسا کہ انہوں نے لکھا تھا جس کے بعض فقرات کا ترجمہ یہ ہے تمہارے فخر کا دار و مدار عورتوں کی قرابت پر ہے جس سے جہاں اور بازاری دھوکا کھا سکتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں۔ باپوں۔ عصبہ اور ولیوں کی طرح نہیں بنایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چچا کو والد کا قائم مقام بنایا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ عورتوں کی قرابت کا لحاظ و پاس کرتا تو آمنہ (مادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے نہایت قریب اور عزیز اور بڑی حق والی ہوتیں اور جنت میں داخل ہونے والوں سے اولیٰ ہوتیں اور تم نے جو فاطمہ ام ابوطالب اور اس سے پیدا ہونے کا ذکر کیا ہے تو اس کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کسی لڑکے اور کسی لڑکی کو اسلام نصب نہیں کیا اور اگر اللہ تعالیٰ مردوں میں سے کسی کو بوجہ قرابت دائرہ اسلام میں دخل کرتا تو عبداللہ کو کرتا اور وہ بے شک ہر طرح سے دنیا و آخرت میں بہتر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور اس وقت آپ کے چار چچا تھے پس اللہ عزوجل نے آیہ کریمہ **وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ** (سورۃ شعراء ۲۶- آیت ۲۱۴) یعنی ڈرا تو اپنے قریب ترین عزیزوں کو) نازل فرمائی چنانچہ آپ نے ان لوگوں کو عذاب الہی سے ڈرایا دین حق کی طرف بلایا ان میں سے دو نے اس دین کو قبول کر لیا ازاں جملہ ایک میرا والد تھا یعنی عباس اور دوسرے حمزہ اور دو نے دین حق قبول کرنے سے انکار کیا ان میں سے ایک تمہارا والد تھا یعنی ابوطالب اور دوسرا ابولہب اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا سلسلہ ولایت آپ سے منقطع کر دیا اور آپ میں اور ان دونوں میں کوئی ذمہ و میراث نہ قائم کی اور یہ کہنا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکے ہو سو اللہ تعالیٰ تو اپنی کتاب میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔ **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ** (سورۃ احزاب ۳۳- آیت ۴۰) محمد تم لوگوں میں سے کسی کے والد نہیں۔ لیکن تم لوگ ان کی بیٹی کے بیٹے اور یہ بے شک قرابت قریبہ ہے مگر اس کو میراث نہیں پہنچ سکتی اور نہ یہ ولایت کی

وارث ہو سکتی ہے اور نہ اس کو امامت جائز ہے پس کیونکر اس قرابت کے ذریعہ سے تم وارث ہو سکتے ہو اور تمہارے والد نے ہر طرح اس کی خواہش کی تھی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دن میں نکالا اور در پردہ ان کو بیمار کیا اور رات کے وقت دفن کیا باوجود اس کے لوگوں نے سوائے شیخین (ابوبکر و عمرؓ) کے کسی کو منظور نہ کیا اور جو تم نے علیؓ اور ان کے سابق الاسلام ہونے کی وجہ سے فخر کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا بعد ازاں لوگ ایک کے بعد دوسرے کو امام بناتے گئے اور ان کو منتخب نہ کیا حالانکہ یہ بھی ان بزرگوں میں تھے لیکن سبوں نے ان کو اس امر کے قابل نہ سمجھ کے چھوڑ دیا اور ان لوگوں نے اس میں ان کو حقدار نہ خیال کیا اور عبدالرحمن نے تو ان پر عثمان کو مقدم کر دیا اور وہ اس معاملے میں معتم بھی ہیں اور طلحہ و زبیر ان سے لڑے اور سعد نے ان کی بیعت سے انکار کیا دروازہ بند کر لیا بعد ازاں معاویہ کی بیعت کی بعد اس کے تمہارے والد نے خلافت کی پھر تمنا کی اور لڑے اور ان سے ان کے مصاحبین علیحدہ ہو گئے اور قبل حکم مقرر کرنے کے ان کے ہوا خواہ ان کے مستحق ہونے کی بابت مشکوک ہوئے پھر انہوں نے دو شخصوں کو برضا مندی حکم مقرر کیا اور ان کو اللہ کا عہد و میثاق دیا ان دونوں شخصوں نے ان کی معزولی پر اتفاق کر لیا پھر حسن خلیفہ ہوئے انہوں نے حکومت و خلافت کو معاویہ کے ہاتھ کپڑوں اور دراہم کے بدلے فروخت کر ڈالا اور حجاز چلے آئے اور اپنے ہوا خواہوں کو معاویہ کے سپرد کر دیا اور حکومت کو نااہل کے حوالے کر دیا پس اگر تمہارا کچھ حق بھی تھا تو اس کو تم نے فروخت کر ڈالا اور قیمت وصول کر لی شاید تم نے یہ گمان کیا ہے کہ تمہارے والد کو حمزہ و عباس اور جعفر پر مقدم ہونے کی وجہ سے ہم ذکر کیا کرتے ہیں حالانکہ یہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ تمہارا گمان ہے البتہ یہ لوگ دنیا سے ایسے صاف گئے ہیں کہ سب لوگ ان کے مطیع اور ان کے افضل ہونے کے قائل تھے اور تمہارا والد جدال و قتال میں جتلا گیا بنوامیہ ان پر لعنت و بیانی کرتے تھے جیسا کہ کفار پر نماز فرائض میں کی جاتی ہے پس ہم نے جھگڑا کیا ان کے فضائل بیان کئے بنوامیہ پر سختی کی اور بوجہ حرکات ناشائستہ کے ان کی ہم نے گوشالی کی۔ محمد بن عبداللہ کو دعویٰ تھا کہ وہ مہدی موعود ہیں اور اپنے دعوے پر وہ اس حدیث کو سند سمجھتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان المہدی من ولدی اسمہ اسمی و اسم ابیہ ابی۔ یعنی مہدی میری اولاد میں سے ہوگا جس کا اپنا نام میرے نام کے مطابق ہوگا اور اس کے والد کا نام

میرے والد کے نام کے موافق اور نفس زکیہ ان کو اس لیے کہتے ہیں کہ جب وہ فتح سے مایوس ہوئے تو وہ رجسٹر جس میں ان سے بیعت کرنے والوں کے نام تھے جلو ادا کیا تا کہ کوئی انہیں جان نہ لے لے پس وہ اس حدیث رسول اللہ کا مصداق ہو گئے۔ یُقْتَلُ بِأَحْجَارِ الزَّيْتِ مِنْ وَلَدِي نَفْسٍ زَكِيَّةٍ۔ یعنی میرے فرزندوں میں سے نفس زکیہ احجار زیت میں مقتول ہوگا اور وہ قتل بھی اسی مقام پر ہوئے تھے کہتے تھے کہ نفس زکیہ حضرت جعفر صادق کے موافق نہ تھے منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس کو محمد سے جنگ کرنے کے لیے مدینے کو روانہ کیا روانگی کے وقت منصور نے یہ ہدایت کی تھی کہ اگر تم کو ان پر کامیابی حاصل ہو جائے تو اپنی تلوار کو میان میں کر لینا امان دے دینا اگر محمد روپوش ہو جائیں تو اہل مدینہ کو گرفتار کر لینا یہ ان کے حالات کو جانتے ہیں اور آل ابوطالب میں سے جو شخص تم سے ملاقات کرے اس کا نام میرے پاس لکھ بھیجنا اور جو شخص نہ ملے اس کا مال و اسباب ضبط کر لینا چنانچہ جعفر صادق منجملہ ان لوگوں کے تھے جو روپوش ہو گئے تھے پس عیسیٰ بن موسیٰ نے ان کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا الغرض عیسیٰ نے مدینے کے قریب پہنچ کے چند لوگوں کو طلبی کے خطوط روانہ کئے پس عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب مع اپنے بھائی ابو عمر اور ابو عقیل محمد بن عبد اللہ بن محمد عقیل کے مدینے سے نکل آئے مہدی کو عیسیٰ بن موسیٰ کے آنے کی خبر لگی تو مدینے میں قیام کر کے خندق کھودنے کا حکم دیا اور اسی خندق کو کھدوایا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب میں کھدوایا تھا۔ پھر عیسیٰ نے مدینے سے چار میل کے فاصلے پر پہنچ کر پڑاؤ کیا اور فوج کا ایک دستہ مکے کے راستے کی طرف بھیج دیا تا کہ بوقت ٹھکست محمد کو مکہ جانے سے مانع ہو اور مہدی کے پاس کہلا بھیجا کہ خلیفہ منصور تم کو امان دیتے ہیں اور کتاب و سنت کی طرف تم کو بلاتے ہیں اور انجام کار بغاوت سے ڈراتے ہیں مہدی نے جواب دیا میں ایک ایسا شخص ہوں جس نے قتل کے خوف سے فرار کیا ہے عیسیٰ یہ سن کے خاموش ہو رہا سولہویں رمضان ۱۴۵ ہجری کو عیسیٰ نے بقصد جنگ اطراف مدینہ میں اپنے سپہ سالاروں کو پھیلا دیا محمد مہدی بھی مع اپنے ہمراہیوں کے میدان جنگ میں آئے پھر یرہ عثمان بن محمد بن خالد بن زبیر کے ساتھ تھا اور ان کا شعار احد تھا محمد مہدی نے اس معرکہ میں بہت بڑی مردانگی سے کام لیا بڑے بڑے زخموں میں مبتلا ہوئے ستر آدمی ان کے ہاتھ سے مارے گئے عیسیٰ کے حکم سے حمید بن قحطبہ ایک سو پیادوں کے ساتھ لڑ بھڑ کر خندق کو طے کر کے محمد کے ہمراہیوں سے لڑنے لگا

عصر کے وقت تک برابر لڑتا رہا ہنوز جنگ کا بازار گرم ہی تھا کہ عیسیٰ کی رکاب کی فوج بڑھی خندق اسباب سے پاٹ کر راستے بنا دیے سواران لشکر عبور کر کے محمد مہدی کے لشکر میں جا بھڑے گھسان کی لڑائی ہونے لگی محمد نے میدان جنگ سے واپس آ کر غسل کیا خوشبو لگائی پھر میدان جنگ کی طرف لوٹے عبداللہ بن جعفر بولے آپ نے بڑی غلطی کی اس عظیم الشان لشکر کا مقابلہ کرنا آپ کی طاقت سے باہر ہے کاش مکے چلے گئے ہوتے جو اب دیا میں اہل مدینہ کو اس حالت میں نہیں چھوڑ سکتا واللہ میں یہ فعل نہ کروں گا اس سے زیادہ نہیں کہ مارا جاؤں گا اور تم کو بہ نسبت میرے آسانی ہے۔ جہان چاہیے چلے جاؤ عبداللہ بن جعفر تھوڑی دور تک ساتھ رہے پھر لوٹ آئے اسی طرح تقریباً کل ہمراہی منتشر و متفرق ہو گئے صرف تین سو آدمی باقی رہ گئے ہمراہیوں میں سے کسی نے کہا آج ہم لوگوں کی وہی تعداد ہے جو اہل بدر کی تعداد تھی عیسیٰ بن حفص مہدی کے ہمراہیوں میں سے بصرہ یا اور کسی شہر کی طرف چلے جانے کو بار بار کہتا تھا اور مہدی یہی جواب دیتے تھے واللہ تم لوگ میرے ساتھ بتلائے بلا نہ ہو جس طرف تمہارا جی چاہے چلے جاؤ بعد اس کے مہدی نے ظہر بن ادا کی عیسیٰ بن حفص و یوان کی طرف چلا گیا اور اس رجسٹر کو جلادیا جس میں بیعت کرنے والوں کے نام تھے۔ محمد بطن سلع کی طرف بڑھے ان کی رکاب میں بنو شجاع کی جماعت تھی ان لوگوں نے اپنی سواریوں کے پاؤں کاٹ ڈالے اور تلواروں کے میان توڑ کے مرجانے پر عہد و پیمانہ کر کے بھڑ گئے عیسیٰ کی فوج کو دو یا تین بار شکست دی کچھ لوگ اس کے ہمراہیوں میں سے پہاڑ پر چڑھ گئے اور دوسری جانب سے اتر کے مدینے میں آئے اور ایک عہد کی عورت کی سیاہ اوڑھنی لے کے منارہ مسجد پر پھریرے کی طرح سے اڑا دیا محمد کے ہمراہیوں کے جو اس وقت تک کمال مردانگی سے لڑ رہے تھے اس واقعہ کو دیکھنے سے چٹکے چھوٹ گئے اور یہ سمجھ گئے کہ عیسیٰ کے لشکر نے مدینے پر قبضہ کر لیا بھاگ کھڑے ہوئے طرہ اس پر یہ ہوا کہ بنو غفار نے بھی عیسیٰ کے ہمراہیوں کو اپنی جانب سے راستہ دے دیا عیسیٰ کے لشکر کی مدینہ ہو کے محمد کے لشکریوں کے سامنے سے اپنے محمد نے حمید بن قحطہ کو لکارا حمید نے مقابلے پر آنے سے انکار کیا اور عیسیٰ بن حفص کو پکار کے بولا تم جنگ نہ کرو میں تم کو امان دیتا ہوں عیسیٰ ابن حفص اس پر ملتفت نہ ہوا برابر لڑتا رہا یہاں تک کے لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کے گر پڑا محمد اس کے لاشے پر لڑ رہے تھے عیسیٰ کے لشکر کی چاروں طرف سے ان پر حملہ کر رہے تھے اور محمد کمال استقلال سے لکار لکار کے ان حملوں کا جواب دیتے جاتے

ایک شخص نے لپک کے پیٹھ پر نیزہ مارا صدمہ زخم سے جوں ہی جھکے حمید بن قحطبہ نے
 کر سینے پر ایک بر چھا رسید کیا تیورا کے گر پڑے حمید ابن قحطبہ نے گھوڑے سے اتر کے
 مار لیا اس وقت محمد کی عمر ۴۵ سال کی تھی عیسیٰ نے محمد کے سر کو منصور کے پاس بھیج دیا اور
 بشارت فتح قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب لے کے گئے اس واقعہ
 محمد مہدی کے قبضے میں ذوالفقار علی تھی جس کو انہوں نے بعوض ایک مطالبے کے جو ان
 واجب الادا تھا ایک تاجر کو دے دیا تھا پس جب جعفر بن سلیمان والی مدینہ منورہ ہو کے آیا
 اس نے اس مطالبے کو ادا کر کے ذوالفقار علی تاجر سے لے لی خلیفہ مہدی کو اس کی اطلاع
 کی تو اس نے جعفر بن سلیمان سے لے لی چونکہ اس کی پیٹھ پر مہروں کی قطار بنی ہوئی تھی
 اس لیے ذوالفقار کہتے تھے یہ مہرے ابھرے ہوئے نہ تھے اور تعداد میں اٹھارہ تھے اور اس
 مانے میں جو ذوالفقار کی نقل دوزبان والی شمشیر کی اتارتے ہیں تحقیق کے خلاف ہے بعض
 تاریخین نے اپنے تخیلات سے یہ بات پیدا کر لی ہے محمد مہدی کے ساتھ اس جنگ میں
 شاہیر بنی ہاشم سے محمد کا بھائی موسیٰ بن عبداللہ حمزہ بن عبداللہ محمد بن علی بن حسین۔ اور حسین
 علی پسران زید بن علی بن حسین تھے منصور حسین و علی کے نام پر کہا کرتا تھا کہ میں نے تو
 نہیں دونوں کے والد کا بدلہ لیا ہے پھر انہوں نے کیوں محمد کی اعانت کی علی وزید پسران
 حسن بن زید بن حسن تو محمد کے ساتھ تھے اور ان دونوں کے والد حسن بن زید منصور کے
 ہمراہ تھے اور حسن و زید و صالح پسران معاویہ بن عبداللہ بن جعفر۔ قاسم بن اسحاق بن
 عبداللہ بن جعفر اور علی بن جعفر بن اسحاق بن علی بن عبداللہ بن جعفر محمد کے معین و مددگار
 تھے اور ان کا والد منصور کے لشکر میں تھا۔ محمد نفس زکیہ کے ظہور کے بعد ان کے بھائی ابراہیم
 نے جن کا عرف امیر المومنین تھا علم امامت بلند کیا ان کی جستجو پانچ برس سے برابر ہو رہی تھی
 اور ابراہیم ہمیشہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے رہتے تھے گاے فارس گاے
 کرمان گاے جبل گاے حجاز گاے یمن اور کبھی شام میں بھی جا پہنچتے تھے ایک بار موصل میں
 منصور کے دسترخوان پر حاضر ہوئے تھے دوبارہ بغداد میں منصور کو اس کی خبر لگ گئی فوراً
 آدمیوں کو ان کی گرفتاری پر مامور کر دیا ابراہیم لوگوں میں ایسے چھپ رہے کہ وہ لوگ بے
 نیل مراد واپس گئے یحییٰ بن زیاد بن حیان بنطی نے ان کو بصرہ میں بلایا اور اپنے مکان میں
 ٹھہرایا اور لوگوں کو ان کے بھائی کی بیعت کی طرف بلانے لگا لوگوں میں ان کی دعوت پھیل
 گئی ایک جماعت کثیر فضلاء و اہل علم کی مجتمع ہو گئی چار ہزار آدمیوں نے بیعت کر لی بصرے

کے گلی کوچے میں ابراہیم کے کام کی شہرت ہو گئی ان دنوں منصور کو فنے کے باہر پڑا ہوا تھا اور چند سپہ سالاروں کو سفیان کے پاس بھیج دیا تھا اور یہ ہدایت کر دی تھی کہ بروقت ظہور ابراہیم سفیان کی مدد کرنا پہلی رمضان ۱۲۵ ہجری کو ابراہیم نے بقصد خروج ظہور کیا جامع مسجد میں آئے نماز صبح ادا کی پھر مسجد سے نکل کے دارالامارت میں داخل ہوئے سفیان کو مع ان سپہ سالاروں کے جن کو منصور نے اس کی کمک پر بھیجا تھا قید کر دیا جعفر و محمد پسران سلیمان بن علی یہ خبر پا کے چھ سو آدمیوں کی جمعیت سے دوڑ پڑے ابراہیم نے معین بن قاسم جزری کو پچاس آدمیوں کے ساتھ مامور کیا اس نے ان دونوں کو بھگا دیا جعفر و محمد کی شکست اور دارالامارت پر قبضہ کرنے کے بعد ابراہیم نے امان کا اعلان کر دیا اور بیت المال سے بیس لاکھ درہم برآمد کر کے پچاس پچاس ہراہیوں میں تقسیم کر دیے بعد اس کے ہواز اور فارس اور واسط کی طرف فوجیں بھیجیں اہواز اور فارس پر قبضہ حاصل ہو گیا اور واسط پر پوری پوری کامیابی کا پھریرا نہیں اڑ سکا اس کے بعد ہی محمد مہدی کے مارے جانے کی خبر ابراہیم کے پاس قبل عید الفطر پہنچی لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی اور ان لوگوں کو اس حادثہ جان کاہ سے مطلع کیا لشکریوں اور عوام الناس کو منصور سے اور زیادہ نفرت بڑھ گئی ابراہیم چونکہ شجاعت اور دلیری کے ساتھ بڑے عالم اور مقتدائے عام تھے ان کی دعوت خلافت پر ہر طرف سے لبیک کی صدائیں بلند ہوئیں خاص کو فنے میں کم و بیش لاکھ آدمی ان کے ساتھ جان دینے کو تیار ہو گئے اور پیشوایان مذہب کے ساتھ حضرت ابو حنیفہ نے بھی ان کی تائید کی اور حضرت ابو حنیفہ علانیہ ابراہیم کے طرفدار اور بجز اس کے کہ خود شریک جنگ نہ ہو سکے اور ہر طرح ان کی مدد کی اور ان کی بیعت کی اور مسلمانوں کو ان کی شرکت کے لئے فتویٰ دیا حضرت ابو حنیفہ نے ابراہیم کو خط میں الفاظ لکھا تھا۔ اما بعد فانی قد ارسلت الیک اربعة الاف درہم لم یکن عندی غیر ہا دلولا امانات للناس عندی للجمت بک فاذا لقیتم القوم و ظفرت فافعل کما فعل ابوک فی اہل صفین اُقتل مذ برہم فَاَجْهَزْ عَلَیْہِمْ جَزِیْبَہُمْ وَلَا تَفْعَلْ کَمَا فَعَلَ ابوک فی اہل الجمل فان القول لہم فیہ۔ یعنی چار ہزار درہم حاضر تھے وہ تمہارے واسطے بھیجتا ہوں اس وقت اس سے زیادہ پاس نہ تھا اگر میرے پاس لوگوں کی امانتیں نہ ہوتیں تو خود بھی تمہارے لشکر میں پہنچتا اور جب کہ تم سپاہ دشمن کو دیکھو اور اس پر فتح پالو تو ان کے ساتھ وہ کام کرنا جو تمہارے والد حضرت علیؑ نے اہل صفین کے ساتھ کیا تھا مدبر کو مار ڈالنا اور زخمی کو بھی زخم نہ چھوڑنا اور ایسا

مت کرنا کہ تمہارے والد نے جنگ جمل میں کیا تھا کہ انہوں نے اپنے لشکر کو حکم دے دیا تھا کہ زخمیوں کو تکلیف نہ دیں اور مقتولین کی عیال کو قید نہ کریں اور ان کا مال نہ لوٹیں اس لیے کہ یہ قوم لائق ایسے ہی معاملے کے ہے کہتے ہیں کہ یہ خط منصور کے ہاتھ لگ گیا اور اس کو حضرت ابو حنیفہ کی طرف سے بے حد عداوت پیدا ہو گئی۔

نامہ دانشوران میں ابراہیم کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ اصول عقائد میں معتزلہ کے آئین پر تھے اور جلد پنجم تاریخ التواتر حالات حضرت حسن میں بھی یہی لکھا ہے کہ یوں کے اصرار سے ابراہیم نے کوفے پر چڑھائی کی منصور نے ان کے مقابلے کے واسطے عیسیٰ بن موسیٰ کو عجلت کے ساتھ بلا لیا اور کئی سپہ سالاروں کو ابراہیم کی طرف بڑھنے کو تحریر کیا منصور نے نہایت حزم و احتیاط سے ہر سمت کی حفاظت پر فوجیں روانہ کیں اور ہر فساد کے دروازے کو نہایت ہوشیاری سے بند کیا پچاس دن تک مصلے پر بیٹھا رہا اور اس اضطراب میں دو مہینے تک کپڑے نہیں بدلے سر ہانے سے نکیہ اٹھالیتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نہیں جانتا یہ نکیہ میرا ہے یا ابراہیم کا جب کسی ضرورت سے باہر آتا تھا تو شاہی سیاہ کپڑے پہن لیتا تھا اور جس وقت اندر پہنچتا تھا اتار ڈالتا تھا انہیں دنوں مدینہ منورہ سے دو عورتیں فاطمہ بنت محمد بن عیسیٰ بن طلحہ عبید اللہ اور امۃ الکریم بنت عبداللہ (خالد بن ولید کی نسل سے) تحفۃ بھیجی گئی تھیں مگر منصور نے ان کے ساتھ خلوت نہ کی اور یہ کہا کہ ایام عورتوں کے ساتھ لہو و لعب کرنے کے نہیں ہیں جب تک میں ابراہیم کا سراپے رو برو نہ دیکھ لوں یا ابراہیم کے سامنے میرا سر نہ دیکھا جائے جوں ہی عیسیٰ بن موسیٰ دار الخلافت میں حاضر ہوا پندرہ ہزار فوج کے ساتھ ابراہیم کی جنگ پر بھیج دیا اس کے مقدمتہ لکھنؤ پر حمید بن قحطبہ تین ہزار کی جمعیت سے تھا ابراہیم بصرے سے ایک لاکھ فوج لے کے آئے ہوئے تھے اور عیسیٰ بن موسیٰ کے مقابلے پر کوفے سے ۲۸ میل کے فاصلے پر پڑاؤ کئے ہوئے تھے مسلم بن قتیبہ نے کہلا بھیجا کہ اپنے ارد گرد خندق کھود لو ابراہیم کے ہمراہیوں نے نہ مانا اور کہا ہم غالب ہیں اور ابو جعفر گویا ہمارے قبضے میں ہے اگلے دن بہ قصد جنگ صف آرائی شروع کی لڑائی تیزی کے ساتھ شروع ہو گئی حمید بن قحطبہ مع اپنی رکاب کی فوج کے بھاگ کھڑا ہوا اس کے ساتھ اکثر لشکری بھاگ گئے عیسیٰ کے پاس ایک جماعت قلیل باقی رہ گئی مگر یہ سب نہایت استقلال کے ساتھ مرنے پر تیار ہو کے لڑ رہے تھے کہ اس اثنا میں جعفر و محمد پسران سلیمان بن علی ایک لشکر لیے ہوئے ابراہیم کے لشکر کے پیچھے سے آ پہنچے ابراہیم کے ہمراہی اس اچانک حملے

سے گھبرا کے ان کی جنگ و مقادمت کی طرف متوجہ ہوئے تو عیسیٰ کے لشکریوں نے ان کا تعاقب کیا منہز میں یہ رنگ دیکھ کے سب کے سب لوٹ پڑے درمیان میں ابراہیم کا لشکر تھا۔ نہ تو آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ چاروں طرف سے گھر جانے کی وجہ سے جی کھول کے مقابلہ کر سکتا تھا مجبور ہو کے بے ترتیبی کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے صرف یہ سوچا چار یا چھ سو فوج باقی رہ گئی۔ حمید برابر حملے پر حملہ کر رہا تھا اتفاق سے ایک تیر ابراہیم کے گلے میں آ کے پوست ہو گیا ہمراہیوں نے گھوڑے سے اتار لیا اور چاروں طرف سے حلقہ کر کے اپنے حریف کے حملوں کا جواب دینے لگے حمید نے اپنی رکاب کی فوج کو مجموعی جوش سے حملہ کرنے کا حکم دیا ان لوگوں کا حملہ کرنا تھا کہ ابراہیم کے ہمراہی بدحواس ہو کے منتشر ہو گئے حمید کے لشکریوں نے ابراہیم کا سراٹار کے عیسیٰ کے روبرو لاکے رکھ دیا عیسیٰ نے سجدہ شکر ادا کر کے منصور کے پاس بھیج دیا یہ واقعہ پچیسویں ذیقعد ۱۴۵ ہجری کا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ذی الحجہ میں مارے گئے ۴۸ برس کی عمر تھی اور یہ فرقہ حسد کے چھٹے امام تھے امام اول حضرت علی، امام دوم حسن، امام سوم حسن ثنی، امام چہارم عبداللہ محض، امام پنجم محمد نفس زکیہ اور امام ششم ابراہیم۔

منصور نے بعد اس کے یہ ارادہ کر لیا کہ جہاں تک ہو سکے علویوں کو ذلیل کرو اور جو کوئی جان دار اور جیالا نظر آئے اس کو مار ہی ڈالو ایسا نہ ہو کہ میری سلطنت میں مزاحمت کرے منصور کے بعد جتنے خلفا ہوئے ان سب نے یہی رسم جاری رکھی کہ جہاں تک ہوں سکے سیدوں کو قتل کرو جب مختصر کی خلافت کا زمانہ آیا تو اس نے اپنے گورنر مصر کو لکھ بھیجا کہ خبردار کوئی سید علوی کسی کا ہدیہ نہ قبول کرنے پائے نہ کبھی گھوڑے پر سوار ہونہ اپنے خیمے سے کسی طرف سفر کرنے نکلے ایک غلام سے زیادہ غلام نہ خریدے اگر کسی قسم کا جھگڑا سید اور غیر سید میں پڑے تو غیر سید کو ترجیح دی جائے اور جو کوئی رسول کے نواسوں کا نام لے کر فریاد کرے اسے سخت سزا دو اور بہت بری طرح اس کو مارو۔

نفسیہ

یہ فرقہ بھی حسد میں سے ہے مگر اس بات میں اس سے جدا ہے کہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ نفس زکیہ مارے نہیں گئے بلکہ غائب اور مخفی ہیں اور عرصے کے بعد ظہور کریں گے اسی لیے ان لوگوں کا نام نفسیہ مشہور ہے۔

محمدیہ

اس فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ امام قائم محمد معروف بہ نفس زکیہ بن عبداللہ بن حسن ثنی بن حضرت حسن بن علی بن ابی طالب ہیں اور انہوں نے ابو منصور کی طرف امامت کی وصیت کی تھی نہ بنی ہاشم کی طرف جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے الیسع بن شیط کے لیے وصیت کی تھی اور اپنے بیٹے اور بھتیجے کے لیے وصیت نہ کی۔

حسینیہ

یہ فرقہ کہتا ہے کہ نفس زکیہ کی وصیت سے ابو منصور کو امامت پہنچی اور ابو منصور نے اپنے بیٹے حسین کے لیے امامت کی وصیت کی تھی اس لیے ابو منصور کے بعد وہ امام ہوئے۔ قائدہ جلیلہ محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم فرقہ بزید یہ کے آئمہ میں بھی شمار پاتے ہیں اس لیے کہ زید یہ کے ایک گروہ کا اعتقاد یہ ہے کہ یحییٰ بن زید نے جو زید یہ کے چھٹے امام ہیں اپنے بعد نفس زکیہ کی امامت کے لیے وصیت کی تھی اور نفس زکیہ نے ابراہیم کی امامت کے لیے وصیت کر دی تھی۔

فرقے جو حضرت حسن مجتبیٰ کے بعد حضرت حسینؑ شہید کربلا اور

ان کی اولاد میں امامت مانتے ہیں

وہ امامیہ جو حضرت علی کے بعد حضرت حسنؑ کو اور ان کے بعد حضرت حسینؑ کو اور ان کے بعد ان کی اولاد کو امام مانتے ہیں ان سب کا طریقہ، امامت ہیں حضرت محمد باقر تک اتفاق ہے ان کے اختلاف کرتے ہیں ان میں سے بعض فرقے حضرت جعفر صادق تک کو نہیں پہنچاتے ہیں باقی سب فرقے جعفر صادق تک امامت کے معاملے میں مشترک ہیں۔

وہ فرقے جو محمد باقر کے بعد جعفر صادق کو امام نہیں مانتے

باقریہ

ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت حسنؑ کے بعد حضرت حسینؑ کو امامت پہنچی ان کے بعد علی زین العابدینؑ کو ان کے بعد محمد باقرؑ کو اور محمد باقرؑ مرے نہیں زندہ ہیں اور مہدی منتظر ہیں۔

حاصرہ

ان کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد باقرؑ کے بعد ان کے بیٹے زکریا امام ہیں اور حاصر میں چھپے ہوئے ہیں جب ان کو اللہ حکم دے گا تو نکلیں گے۔

فرقے جو جعفر صادق تک امامت کے معاملے میں مشترک ہیں
اور جو ان کے بعد امام میں اختلاف کرتے ہیں

میثمیہ

یہ فرقہ علی بن اسماعیل میثم تمار کی طرف منسوب ہے جو حضرت علیؑ کے اصحاب سے تھا جیسا کہ مجمع البحرین کی جلد دوم میں لکھا ہے کہ کتاب خراج الجرائح میں ہے کہ میثم تمار ایک عورت کا اہل کوفہ میں سے غلام تھا حضرت علیؑ نے اسے خرید کر آزاد کر دیا اور علیؑ نے اسے کتاب خلاصہ میں متقد میں ذکر کیا ہے اور مختار کشی میں مذکور ہے کہ اس کا خاندان بیت التمارین کے نام سے مشہور تھا اس فرقے کا قول یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو امامت پہنچی پھر حضرت حسینؑ کو پھر علی بن حسینؑ کو پھر محمد باقرؑ کو پھر جعفر صادقؑ بن محمد کو پھر ان کے بیٹے موسیٰ کاظمؑ کو اور اس کے بعد میثم تمار کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے اور اس کے لیے اعضا ہیں۔

حکمیہ (ہشامیہ)

ہشام بن حکم کندی شیبانی کوفی کے اصحاب ہیں ان کو ہشامیہ بھی کہتے ہیں ہشام کا قول ہے کہ صنایع اور مصنوعات کے درمیان کوئی مشابہت ضروری ہے ورنہ مصنوعات صنایع پر دلالت نہیں کر سکتے اور اس کا قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ محدود ہے اور چاندی کے ٹکڑے کی طرح سفید اور صاف ستھرا ہے اور ہر طرف سے چمکتا اور روشن ہے اور انسان کی صورت پر طویل و عریض و عمیق ہے طول اس کا مثل عرض کے اور عرض اس کا مثل عمق کے ہے اور اپنے بالشت سے سات بالشت ہے رنگ اور مزہ اور بور رکھتا ہے اور یہ تمام صفات اس کی ذات کے مغائر نہیں ہیں اور وہ کھڑا ہوتا اور بیٹھتا اور ہلتا اور ٹھہرتا اور چلتا پھرتا بھی ہے اور ماتحت الٹری کو بذریعہ شعاع نوری کے جانتا ہے جو اس کے جسم سے نکل کر اس طرف پڑتی ہے اور عرش پر رہتا ہے جب اس سے لوگوں نے پوچھا تیرا اللہ بڑا ہے یا کوہ احد تو کہا کوہ احد حکمیہ مقاتل بن سلیمان پر طعن کرتے ہیں کہ وہ اس بات کا قائل گوشت و خون رکھتا ہے اور ہشام کہتا ہے ارادہ الہی ایک حرکت ہے جو نہ اس کی عین ہے اور نہ غیر ہے اور اللہ تعالیٰ کو اشیا کا علم ان کے پیدا ہو جانے کے بعد حاصل ہوتا ہے قبل ان کے وجود کے وہ انہیں نہیں جان سکتا اور اس کا علم نہ قدیم ہے اور نہ حادث ہے اور کلام اس کی صفت ہے جو نہ مخلوق ہے اور نہ غیر مخلوق اور اللہ تعالیٰ اعراض دلالت نہیں کر سکتے بلکہ اجسام اس پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ اجسام کے ساتھ اس کو مشابہت ہے اور یہ شخص اللہ تعالیٰ پر بدع بھی تجویز کرتا تھا اور اس کے زعم میں امام پر معصیت جائز نہیں ہے اور انبیاء پر جائز ہے اور کہتا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لینے میں اسیران بدر سے عصیان اللہ کا کیا تھا مختار کشی میں ہشام کے چچا عمر بن یزید سے منقول ہے کہ وہ اوائل میں جہم بن صفوان کے مذہب پر تھا پھر حضرت جعفر صادق کی ہدایت سے شیعہ جعفریہ میں داخل ہو گیا۔ (مجالس المؤمنین)

ہشام کی تالیفات سے بہت سی کتابیں ہیں مختلف بیانوں میں جیسے توحید اور حدود اجسام اور جبر و قدر اور امامت اور ابطال امامت مفضول اور رومعتزلہ اور روز مفادقہ اور روظلمہ وزیر اور استطاعت وغیرہ میں اور اس نے ایک کتاب اللہ تعالیٰ کی جسمیت کے بیان میں لکھی ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

ہشام کا قول یہ بھی ہے کہ اہل جنت و دوزخ کی یہ نوبت پہنچے گی کہ وہ اپنی حالت

سے مدہوش اور بے ہوش ہو جائیں گے اپنی جانوں پر ان کا قابو نہ رہے گا جیسے کسی کونشہ ہوتا ہے ایسے متوالے ہو جائیں گے۔ (میسر)

فرقہ حکمیہ کا ظہور ۱۹۰ ہجری میں ہوا تھا ابن حزم وغیرہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے اول دین اسلام میں یہ بات کہی کہ اللہ جسم ہے وہ یہی ہشام بن حکم ہے۔ (منہاج السنۃ جلد اول)

جوانکیہ

ہشام بن سالم جو ائقی جوز جانی کونی کی طرف منسوب ہیں جو بشر بن مروان بن حکم کا غلام تھا اس کا قول یہ تھا کہ اللہ انسان کی صورت پر ہے نصف اس کا مجوف ہے یعنی خالی اور نصف اسفل مصمت ہے یعنی ٹھوس اللہ کے سر کے بال کالے ہیں وہ گوشت اور خون نہیں رکھتا ہے بلکہ ایک چمکتا نور ہے اس کے حواس خمسہ مثل حواس انسان کے ہیں اور حواس اس کے باہم متغائر ہیں اس طرح کہ جس حس سے مثلاً سنتا ہے وہ وہ نہیں ہے جس سے دیکھتا ہے۔ (منہاج السنۃ جلد اول)

ہاتھ پاؤں منہ آنکھ کان سب کچھ رکھتا ہے مگر شرمگاہ اور داڑھی نہیں ہے۔ اس فرقے کا ظہور ۱۱۳ ہجری میں ہوا خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ حضرت جعفر صادق اور موسیٰ کاظم کے اصحاب سے تھا۔ اور اس فرقے کو سالیہ بھی کہتے ہیں اور کبھی ہشامیہ بھی ان کو بولتے ہیں۔ (مجالس المؤمنین)

زراریہ

زرارہ بن اعین شیبانی کونی کے تابع ہیں یہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حادث ہیں اور قبل حدوث صفات کے اللہ نہ عالم تھا اور نہ سمیع اور نہ بصیر اور نہ قادر اور نہ حی یہاں تک کہ اس نے اپنے لیے یہ سب کچھ کتاب کیا اس فرقے کا ظہور ۱۲۵ ہجری میں ہوا زرارہ مسئلہ امامت میں عمائیہ کے قدم بہ قدم ہے جنہیں فطیہ بھی کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے یہ رائے ترک کر دی تھی اس نے عبد اللہ بن جعفر صادق سے مسائل دریافت کئے جب نہ بتائے تو موسیٰ بن جعفر کے پاس چلا گیا یہ مشہور بھی تھا کتاب ابن داؤد میں مرقوم

ہے کہ زرارہ حضرت محمد باقر و حضرت جعفر صادق و حضرت موسیٰ کاظم کے راویوں میں سے ہے ۱۵۰ ہجری میں انتقال کیا اس نے ایک کتاب استطاعت اور جبر کی میں لکھی ہے۔
(مجالس المؤمنین)

میزان ذہبی میں مذکور ہے کہ ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ زرارہ نے حضرت محمد باقر سے روایت کی ہے اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ اس نے باقر کو نہیں دیکھا تھا۔

یونسیہ

یونس بن عبدالرحمن قمی کے پیرو ہیں اس کا اعتقاد تھا کہ اللہ عرش پر ہے جس کو ملائکہ اٹھائے ہوئے ہیں اور اس کی قوت ملائکہ کی قوت سے زیادہ ہے منتہی المقال میں لکھا ہے کہ یونس حضرت جعفر سے کوہ صفا و مروہ میں ملا تھا مگر ان سے روایت نہیں کی ہے ابوالحسن موسیٰ کاظم اور ان کے بیٹے علی رضا سے روایت کی ہے اور حضرت رضا کا وکیل اور مخلص دوست تھا اور کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ حضرت رضا سے اہل علم و فتویٰ سے شمار کرتے تھے فرقہ واقفیہ نے اس کو بہت کچھ مال و اسباب دینا چاہا کہ ان سے اس بات میں اتفاق کر لے کہ حضرت موسیٰ کاظم پر امامت منہتی ہوگئی مگر اس نے قبول نہ کیا اور مختار میں مذکور ہے کہ فضل بن شادان کہتا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ یونس آل یقطین کا غلام ہے یہ غلط ہے اس لیے کہ یونس ہشام بن عبدالملک کے آخر عہد میں پیدا ہوا تھا اور آل یقطین اس عہد میں نہ تھے بلکہ بنی عباس کے زمانے میں گزرے ہیں۔ ۲۰۸ ہجری میں یونس فوت ہوا۔ حلت متعہ کے بیان میں یونس نے ایک کتاب تصنیف کی ہے اور یہ بڑا بھاری مشہ تھا اور بدء کا قائل تھا بدء کے بیان میں اس کی ایک کتاب ہے اور ایک کتاب غلاۃ کے رو میں ہے۔

مفوضہ یا تفویضیہ

اس فرقہ کا ظہور ۱۴۵ ہجری میں ہوا تھا ان کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے خلق عالم و تدبیر عالم کو ان کے سپرد کر دیا ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے ان کے لیے جائز کر دیا ہے پس تمام عالم انہی کا پیدا کیا ہوا ہے اور ان میں سے بعض نے یہ کہا ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب کے سپرد فرمایا ہے اور ایک فرقہ ان میں سے یہ کہتا ہے کہ دونوں کے سپرد کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سب آئمہ کے سپرد کیا ہے مفوضہ جب بادلوں کو

دیکھتے ہیں تو اسے سلام کرتے ہیں۔ اس گمان سے کہ اس میں علی کرم اللہ وجہہ ہیں مع الہتون ترجمہ، اردو جلاء العیون میں لکھا ہے کہ حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ اللہ غالیوں پر لعنت کرے کہ ہم اہل بیت کے حق میں غلو کرتے ہیں اور حد سے گزر جاتے ہیں اور اللہ مفوضہ پر لعنت کرے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے تمام عالم کو آئمہ کے مفوض کیا ہے واضح ہو کہ مفوضہ نے معصیت اللہ کو صغیر جانا اور اپنے اللہ سے کافر ہو گئے اور شریک اللہ کے لیے قرار دیا ہے اور گمراہ ہو گئے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا ہے۔ فرائض اللہ پر اقامت نہ کریں اور حقوق اللہ اور خلق اللہ ادا نہ کریں اور ابوہاشم جعفری کہتا ہے کہ امام رضا نے غالیوں کو کافر اور مفوضہ کو مشرک کہا ہے اور ارشاد یہ میں بیان کیا ہے کہ مفوضہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن سبا کے قبیح ہیں جو سب سے پہلے تفویض کا قائل ہوا تھا یعنی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب کام پیغمبر اللہ اور حضرت علیؑ کے سپرد کر دیے ہیں اور آپ معطل ہو گیا ہے یہی حضرات پیدا کرتے ہیں اور یہی مارتے ہیں اور یہی رزق بانٹتے ہیں غرض جو کام کہ اللہ کے ہیں وہ سب عبید اللہ اور اس کے تابعوں کے نزدیک پیغمبر اللہ اور حضرت علیؑ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کچھ نہیں کرتا درحقیقت یہ فرقہ غلات میں داخل ہے اسی سبب سے صاحب مل و نحل نے مفوضہ کو غلات میں شمار کیا ہے مگر چونکہ غالیوں اور مفوضہ میں اتنا فرق ہے کہ غالی حضرت علیؑ کی الوہیت کے قائل ہیں اور ان کو اللہ جانتے ہیں اور مفوضہ ان کی الوہیت کے قائل نہیں مگر تفویض کے قائل ہیں اور اسی سبب سے بعض روایات میں ذکر مفوضہ کا مقابل غلات کے آیا ہے پس اس وجہ سے تسیم یعنی مقابل غلات کے ہوں گے بہر حال یہ دونوں فرقے حد شرح سے تجاوز کرنے والے ہیں اور معنی غلو کے کسی کام کے کرنے میں حد سے گزر جانے کے ہیں مفوضہ اور غلات کہتے ہیں علمائے قم نے حضرت علیؑ کی محبت میں بہت کمی کی ہے۔

نعمانیہ

یہ محمد بن علی بن نعمان کوفی صیرفی کی طرف منسوب ہیں جس کو اہل سنت شیطان الطاق اور شیعہ مومن الطاق کہتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کوفے میں ایک مقام طاق کے نام سے مشہور ہے وہاں اس کی دوکان تھی جس میں بیضا ہوا اور ہم و دینار پر کھا کرتا تھا اور اہل سنت کی کتب میں یہ فرقہ شیطانہ کے نام سے زیادہ مشہور ہے مگر شہرستانی وغیرہ نے نعمانیہ کے نام سے لکھا ہے کنیت اس کی ابو جعفر اور لقب احول ہے اسی لیے ابو جعفر احول

کہلاتا ہے اس کی تالیف سے کئی کتابیں ہیں ایک حضرت علیؑ کی امامت کے بیان میں حجاج نامی کتاب ہے اور دوسری خوارج کے رو میں۔ یہ شخص معتزلہ و شیعہ دونوں کے راہب میں ملا جلا رہا کرتا تھا اس کا مذہب یہ تھا کہ اللہ کو اشیا پیدا کرنے سے قبل اس کا علم نہیں ہوتا اگر اللہ بندوں کے افعال کا عالم ہوتا تو یہ بات مستحیل ہوتی کہ بندوں کا امتحان اختیار کرتا اور اس کا زعم تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک نور ہے غیر جسمانی اور باوجود اس کے اس بات کا قائل تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کی سی صورت رکھتا ہے اور یہ شخص رجعت کا قائل تھا اس فرقے کا ظہور ۱۱۳ ہجری میں ہوا ہے۔

بدائیہ

یہ لوگ اس کے قائل ہیں کہ اللہ پر جائز ہے یعنی جائز ہے یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کسی شے کا ارادہ کرے اور پھر اس سے پشیمان ہو جائے اس لیے کہ اس پر وہ چیز ظاہر ہو جو اس پر پہلے سے اس پر ظاہر نہ تھی جس طرح کہ آدمی میں تبدیل رائے ہوتی ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی بھی اسی طرح پر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ انہیں خلیفہ بنا کر پشیمان ہوا اور ان کی تعریف میں جس قدر آیات نازل کیں وہ سب آخر کار اس کے واسطے موجب ندامت کا ہوئیں صواعق محرقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ظہور ۱۲۵ ہجری میں ہوا اور یہ قول مساحت سے خالی نہیں اس لیے کہ اس سے قبل شیعہ کے بعض فرقے بدء کے قائل ہو چکے تھے چنانچہ کیسانہ کا یہ عقیدہ ہے حالانکہ اس فرقے کا ظہور ۶۴ ہجری میں ہوا تھا اور فرقہ جو ایقہ میں بھی جس کا دوسرا نام سالیہ ہے اس امر کا اعتقاد تھا اس فرقے کا ظہور ۱۱۳ ہجری میں ہوا صواعق محرقہ میں ان فرقوں کے سن ہائے ظہور کی نسبت بہت کچھ تسامح ہوا ہے چنانچہ لکھا ہے۔ ثم ظهرت الزرارية و اليونسية و المفوضة و الكيسانية و البدائية و النعمانية منهم و بدو ظهورهم في حدود سنة خمس و اربعين و مائة . حالانکہ ان کے ابتدائے ظہور کے سن میں بڑا تفاوت ہے علم اور زراریہ اور دوسرے امامیہ جیسے مالک جہنی و دارم بن حکم و ریان بن صلت بھی اللہ تعالیٰ پر بدء کے قائل ہیں۔ امامیہ اپنے اوپر سے اعتراض اٹھانے کے لیے یلیں کے معنی میں تاویلیں کرنے لگے ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ اہل سنت نے سمجھا ہے بدء کے امامیہ کے نزدیک وہ معنی نہیں بلکہ اس کے اور معنی ہیں جو لائق انکار نہیں ابو الفتوح نے کنز الفوائد میں اس کی تحقیق و تفصیل کی ہے۔ امامیہ

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رائے اور تجویز میں کبھی خطا اور غلطی واقع نہیں ہوتی کیونکہ وہ عواقب امور اور مصالح امور سے بخوبی آگاہ ہے اور کوئی شے اس پر مجہول نہیں سب حال اس پر ظاہر اور ہویدا ہے جو وہ کرتا ہے سمجھ کر کرتا ہے نہ خطا سے کہ پشیمان ہو کر رائے اول سے رائے دوسری کی طرف عدول کرے بدء بائین معنی شیعوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر محال ہے بلکہ شیعہ کی اصلاح میں بدء عبارت ہے تغیر و تبدل سے احکامات میں بسبب اختلاف مصالح اور اوقات کے یعنی ایک وقت میں باعتبار ایک مصلحت کے ایک حکم دیا دوسرے وقت میں باعتبار دوسری مصلحت کے اس حکم کو بدل ڈالا اس کو نسخ تشریحی کہتے ہیں اور تغیر عالم کون میں یعنی وہ تغیرات جو دنیا میں ہوتے ہیں جیسے موجود کرنا اور معدوم کرنا اور زندہ کرنا اور مردہ کرنا اس کو نسخ تکوینی کہتے ہیں پس بدء بائین معنی فرقہ شیعہ کے نزدیک اس کو اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ایک شان میں ہے جو مصلحت دیکھتا ہے وہ کرتا ہے اور جس میں مصلحت نہیں دیکھتا اس کو نہیں کرتا کبھی مارتا ہے کبھی جلاتا ہے کبھی بیمار ڈالتا ہے کبھی صحت دیتا ہے غرض ہر وقت موافق مصلحت کے کام کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے آگاہ ہے پس یہ معنی صحیح ہیں کہ ان میں کسی طرح کا فساد نہیں اور بد اس معنی میں آیات اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے اور یہ آیات اور اخبار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ نے دلوں میں پیدا کی ہیں اور ان میں جمیع کائنات اور حوادث کو لکھا ہے ایک کا نام لوح محفوظ ہے پس اس لوح میں جو کچھ اللہ کے حکم سے لکھا جاتا ہے اس میں کسی طرح کا تغیر واقع نہیں ہوتا اور مطابق علم الہی کے ہوتا ہے اور دوسری لوح کا نام لوح محو اثبات ہے کہ اس میں موافق مصلحت کے اللہ کے حکم سے بعض چیزیں لکھی جاتی ہیں اور بعض محو کی جاتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّثُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ** (سورۃ رعد ۱۳- آیت ۳۹) توضیح اس کی یہ ہے کہ پہلے مثلاً اس لوح میں لکھا کہ اس کی عمر پچاس برس کی ہے یعنی مضماعائے حکمت یہ ہے کہ عمر اس کی اس قدر ہو جب تک کہ کوئی سبب زیادتی اور نقصان کا اس سے عمل میں نہ آئے پس جس وقت کہ اس سے کوئی عمل نیک مثل صلہ رحم یا صلہ عترت طاہرہ اور ذریت اختیار رسول مختار یا تصدق مساکین مومنین ابرار پر عمل میں آیا اور ان چیزوں میں سے کسی کو بجالایا تو پچاس سال کی عمر اس کی محو ہو جاتی ہے اور اس کی عمر ساٹھ سال کی لکھی جاتی ہے اور اگر اس سے خلاف ان امور کے کوئی عمل بد مثل قطع رحم یا ترک صلہ سادات مومنین کے ظہور میں آیا تو اس کی عمر پچاس برس

کی جگہ پر چالیس برس کی لکھی جاتی ہے اور دس برس کم ہو جاتے ہیں اور لوح محفوظ میں اول امر سے لکھا جاتا ہے کہ زید صلہ رحم بجالائے گا اور عمر اس کی اس وجہ سے ساٹھ برس کی اللہ کی طرف سے متعین ہوئی ہے یا اس کی عمر اس وجہ سے کہ وہ قطع رحم یا اسی طرح کا کوئی اور بُرا کام کرے گا چالیس برس کی مقرر ہوئی ہے جیسا کہ طبیب حاذق کو کسی شخص کے مزاج کا حال معلوم ہو جائے تو وہ حکم کر سکتا ہے کہ عمر اس کی ساٹھ کی ہوگی پس اگر اس نے زہر کھالیا یا کسی نے اس کو قتل کر دیا اور عمر اس کی ساٹھ برس سے کم ہوگئی یا مثلاً اس نے کوئی دوائے مقوی کھائی اور اس کی عمر ساٹھ برس سے بڑھ گئی تو یہ نہ کہیں گے کہ طبیب نے غلطی کی پس بدء عبارت ہے تغیر تقدیر سے لوح محو و اثبات میں اور غرض لوح محو و اثبات سے یہ ہے کہ بندے بسبب خبر دینے انبیا اور اوصیا کے اس لوح سے یہ جان لیں کہ اعمال حسنة ان کے کاموں کی اصلاح میں تاثیر رکھتے ہیں تاکہ اعمال نیک کی طرف راغب ہوں اور اعمال بد سے باز رہیں۔

کتاب توحید اور عیون اخبار الرضا میں روایت ہے کہ حضرت رضا نے فرمایا کہ اے سلیمان تو کیوں بدء کا انکار کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَوْلَا یَسْذُکُّرُ الْاِنْسَانَ اَنَا خَلَقْتُهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكْ شَیْئًا (سورۃ مریم ۱۹۔ آیت ۶۷) آیا نہیں دیکھتا انسان کے ہم نے پیدا کیا اس کو پہلے سے اور وہ کوئی چیز نہ تھا غرض کہ بدء شیعہ کے نزدیک محو و اثبات ہے نہ بدلنا رائے کا دوسری رائے کی طرف پشیمان ہو کر امامیہ کہتے ہیں کہ یہ امر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ اول کسی امر کو نہ جانے اور پھر اس پر ظاہر ہو جائے یا اپنے ارادے سے پشیمان ہو۔ حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جو کوئی ایسا اعتقاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے کل ایک کام کیا اور کل اس کی برائی کو نہ جانا اور آج اس کی برائی کو جانا کہ یہ کام جو میں نے کیا تھا برا تھا اور اس کام کے کرنے سے آج پشیمان ہوا تو ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس قسم کے اعتقاد کرنے والے کو آپ نے کافر فرمایا ہے۔

رسالہ اعتقاد یہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کبھی ایسا بدء نہیں ہوا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے باب میں اس کو بدء ہوا آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی امر کسی شے میں ایسا ظاہر نہیں ہوا جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے باب میں ظاہر ہوا کہ ان کو مجھ سے پہلے مارا تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ میرے بعد امام نہیں ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ بدء امور تکوینی میں مثل نسخ کے ہے احکام شرعی میں اور نسخ یہ ہے کہ

شارع کا ایک حکم پہنچا اور ہم نے گمان کیا کہ وہ ہمیشہ رہے گا اور بعد اس کے وہ حکم منسوخ ہو گیا اور دوسرا حکم مقرر ہوا اور یہی حال امور تکوینی میں ہے مثلاً ایک کام علل اور اسباب اور قرآن حال کی وجہ سے ایسا معلوم ہوا کہ ہمیشہ رہے گا اور بعد اس کے وہ امر جاتا رہا اور دوسری طرح پر ہوا اس کو بدء کہتے ہیں جیسے اسماعیل کو حضرت جعفر صادقؑ کے بڑے بیٹے تھے اور آدمیوں کو بہ ظاہر حال یہ گمان تھا کہ امام موصوف کے بعد وہی امام ہوں گے پھر جب کہ انہوں نے وفات پائی تو آدمیوں نے جانا کہ امامت ان کو جو گمان کی گئی تھی برطرف ہوئی اور امامت موسیٰ کاظم کے لیے ثابت ہوئی اور کہتے ہیں کہ اس کو بدء اس لیے کہتے ہیں کہ ان پر وہ امر ظاہر ہو کہ پہلے اس سے ظاہر نہ تھا۔

نور اللہ شوستری نے جو اس باب میں مجالس المؤمنین میں لکھا ہے ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر میں لفظ بدء سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم دینے کے بعد اس کے وقت مقررہ پر واقع ہونے سے قبل ممانعت کر دے اور اس سے جہل و پشیمانی اللہ پر لازم نہیں آتی اور نہ اس کی خطا ثابت ہوتی ہے اس لیے کہ مطلب اس قول سے یہ ہے کہ کبھی آقا کو اپنے نوکر کی اطاعت و تابعداری دوسروں پر ظاہر کرنی ہوتی ہے تو ایک مشکل کام کا حکم فرماتا ہے اور جب یہ شخص وہ کام شروع کرتا ہے تو منع کر دیتا ہے مصداق اس کا حضرت ابراہیمؑ کا قصہ ہے کہ ان کو اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے ذبح کرنے کا حکم دیا اور جب وہ تعمیل کو آمادہ ہوئے اور دونوں نے حکم الہی پر صبر و رضا مندی رکھی تو منع کر دیا اور اجر ان کا المضاعف کر دیا۔

ناؤسیہ

یہ عبد اللہ بن ناؤس بصری کے تابع ہیں یہ چھ شخصوں کی امامت کا قائل ہے حضرت علیؑ سے جعفر صادقؑ تک اس کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت جعفر صادقؑ زندہ ہیں اور غائب ہو گئے ہیں اور وہی مہدی موعود ہیں اور بعض ناؤسیہ کہتے ہیں کہ بعض شیعہ صادقؑ کبھی کبھی خلوت میں ان کو دیکھ بھی لیتے ہیں ان کا ظہور ۱۴۵ ہجری میں ہوا۔ یہ لوگ بغداد میں تھے خاص کر ۵۰۰ ہجری میں پھر تاتاریوں کی یورش کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔ ناؤسیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جو اپنے نفس کو غیر پر فضیلت دے وہ کافر ہے۔

عمار یہ

عمار یہ کو عمار کے قبیح ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت جعفر صادقؑ نے وفات پائی ان کے بیٹے محمد نامی امام ہوئے بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عمار یہ میں سے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ امامت بعد محمد بن جعفر کے ان کی اولاد میں رہی اس گروہ کو شمیٹ یہ کہتے ہیں۔

عمائیہ

یہ لوگ عبداللہ بن عماء کے یار ہیں اور سات شخصوں کی امامت کے مقرب ہیں۔ حضرت علیؑ بن ابی طالب سے جعفر صادقؑ تک اور بعد ان کے عبداللہ بن جعفر صادقؑ کو امام جانتے ہیں ان عبداللہ کا لقب ^{فطح} تھا الف کے فتح اور فا کے سکون اور طائے مہملہ کے فتح اور حائے ہطی کے سکون سے ان کو ^{فطح} اس لیے کہتے تھے کہ ان کے دونوں پاؤں چوڑے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ سر چوڑا تھا اور یہ ^{فطح} اسماعیل بن جعفر کے حقیقی بھائی تھے عمائیہ کہتے ہیں کہ ^{فطح} چونکہ لا ولد مرے ہیں اور امامت کا سلسلہ ان کی نسل میں جاری نہیں رہا ہے اس لیے پھر دنیا میں آئیں گے اور صواعق مخرقہ میں لکھا ہے کہ اقطیجہ جنہیں عمائیہ بھی کہتے ہیں عبدالرحمن بن عمر کے اصحاب ہیں۔ صیب السیر میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن جعفر سب بھائیوں میں بڑے تھے باپ کی وفات کے بعد امامت کے مدعی ہوئے بہت سے شیعہ نے ان کی متابعت کی لیکن بالآخر ان میں سے بہت سے منحرف ہو کر حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کے قائل ہو گئے اور جو لوگ عبداللہ کی امامت کے معتقد رہے وہ ^{فطح} مشہور ہو گئے اس لیے کہ ان کا داعی عبداللہ بن ^{فطح} تھا اور بعض کہتے ہیں کہ خود عبداللہ بن جعفر کا عرف ^{فطح} تھا اور فتیٰ المقال سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ ^{فطح} کی امامت کے جو لوگ قائل ہیں وہ ^{فطح} کہلاتے ہیں اور یہ ^{فطح} آئمہ اثنا عشر کی امامت کے مقرب ہیں اور ساتھ ان کے عبداللہ ^{فطح} کو بھی امام مانتے ہیں کہ ان کو صادق اور کاظم کے درمیان میں داخل کرتے ہیں اور شہید سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ ^{فطح} کی امامت کے حضرت موسیٰ کاظم اور حضرت علی رضا کے درمیان میں قائل ہیں۔

توضیح المقال میں لکھا ہے کہ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ فرقہ ^{فطح} اس لیے کہلاتا ہے کہ سرگروہ اس کا عبداللہ ^{فطح} کوئی تھا اسی کی طرف یہ منسوب ہیں نامہ دانشوران میں ابن قہ

کے حالات میں ہے کہ زید علوی کا قول ہے کہ اب فرقہ فطمیہ کو اسماعلیہ کہتے ہیں اس لیے کہ ان لوگوں میں سے جو عبداللہ ارح کی امامت کے معتقد تھے کوئی باقی نہیں رہا یہ عبداللہ بن جعفر کم علم تھے کتاب جمہرۃ النسب میں مذکور ہے کہ زرارہ بن اعین کوئی بھی اول اول عبداللہ ارح کی امامت کا معتقد تھا جب مدینے کو گیا تو عبداللہ ارح کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے مسائل فقہیہ کا سوال کیا عبداللہ نے جو جواب دئے ان سے نہایت جہل ثابت ہوا۔

بعض کتب میں لکھا ہوا ہے کہ سائل نے عبداللہ سے دریافت کیا کہ دو سو درہم پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہے بولے پانچ درہم پھر سائل نے کہا سو درہم پر کس قدر ہے قیاس لگا کر کہا اڑھائی درہم اور یہ امامیہ کے مذہب کے خلاف ہے اس لیے کہ سو درہم پر زکوٰۃ نہیں چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں الغرض زرارہ ارح کی امامت سے پھر گیا اور جب کوفے کو واپس آیا تو اس کے دوست ملنے کو آئے اور امام کا حال دریافت کیا اس وقت زرارہ کے پاس قرآن رکھا ہوا تھا اس نے قرآن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میرا تو یہ امام ہے اس کے سوا میرا کوئی امام نہیں پس شیعہ افضلیہ اپنے امام سے پھر گئے۔

اسحاقیہ

یہ کہتے ہیں کہ اسحاق بن جعفر اپنے والد کے بعد امام ہیں اور یہ اسحاق نہایت متقی اور اعلیٰ درجے کے عالم تھے ثقافت محدثین نے ان سے روایات نقل کی ہیں جیسے سفیان بن عیینہ وغیرہ۔

یعفور یہ

صواعق محرقہ میں اسحاقیہ اور مفصلیہ کے درمیان میں اس فرقے کو لکھا ہے یہ ابن ابی یعفور کے اصحاب ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء سے گناہوں کا صدور جائز ہے۔

مفصلیہ

یہ اصحاب ابوالمفصل بن عمرو کے ہیں کہتے ہیں کہ جعفر صادق کے بعد موسیٰ کاظم امام

ئے کیونکہ جعفر نے ان کے واسطے نام لے کر نص کر دی تھی اس طرح کہ ساتواں تمہارا کہ تم و امام تمہارا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یوں کہا تھا کہ صاحب تمہارا کہ قائم تمہارا ہے آگاہ کہ وہ ہم نام صاحب توریث ہے اور یہ لوگ ان کی وفات کے قائل ہیں ان کو قطعاً بھی کہتے ہیں اس لیے کہ ان کی موت کو قطعاً بھی جانتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ مفصلیہ وہ فرقہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم مر گئے اور امامت ان کے بیٹے محمد کی طرف منتقل ہو گئی اور قطعاً ایک جداگانہ فرقہ ہے جس کا اعتقاد یہ ہے کہ موسیٰ کاظم کے بعد امامت علی رضا کو پہنچی پھر ان پر امامت کو قطع کر دیا ان کے بیٹے کی امامت کو بیان نہ کیا اس لیے ان کا نام قطعاً قرار پایا۔ اور قطعاً کے رئیس کا نام یونس بن عبدالرحمن ہے۔

موسویہ

ان کو امام موسیٰ کاظم کی موت و حیات میں شک ہے اسی واسطے امامت کو انہیں پر منحصر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے بعد سلسلہ امامت بند ہو گیا اور کہتے ہیں کہ اگر امامت غیر موسیٰ کاظم کے لیے صحیح ہو تو وہ نافذ ہے۔

مضطوریہ

یہ لوگ موسیٰ کاظم کی حیات کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ وہ نہیں مرے انہی کو مہدی موعود امام منتظر جانتے ہیں بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مضطوریہ امام موسیٰ کاظم کی موت میں توقف ہے ان کو مضطوریہ اس لیے کہتے ہیں کہ ایک بار قطعاً کے ساتھ انہوں نے مناظرہ کیا تھا قطعاً کے رئیس نے جس کا نام یوسف بن عبدالرحمن ہے ان کو کہا انتم اہون عندنا من الکلاب الممطورۃ یعنی تم ہمارے نزدیک بارش کے بھیکے ہوئے کتوں سے بھی زیادہ حقیر ہو اس وقت سے یہ لوگ مضطوریہ مشہور ہو گئے۔

راہیہ کاظمیہ

راہیہ ان کو کاظمیہ بھی کہتے ہیں ان کا قول یہ ہے کہ موسیٰ کاظم کا انتقال ہو گیا لیکن وہ پھر دنیا میں لوٹ کر آئیں گے اور چونکہ یہ تینوں فرقے امامت کو موسیٰ کاظم پر موقوف رکھتے

ہیں اور ان کو حی لایموت سمجھتے ہیں اس لیے واقفہ بھی کہلاتے ہیں۔

نامہ دانشوران میں ابن قہ کے حالات میں بیان کیا ہے کہ واقفہ بھی مختلف طور پر بعضے حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق پر توقف کرتے ہیں اور تھوڑے سے ابو محمد باقر پر توقف کرتے ہیں اور ایک گروہ موسیٰ بن جعفر پر توقف کرتا ہے علمائے رجال و محدثین امامیہ کی اصطلاح میں غالباً واقفہ کو پچھلی قسم پر اطلاق کرتے ہیں توضیح المقال میں اختیار سے سلسلہ وار ابو القاسم حسین محمد بن عمر بن یزید کے چچا تک روایت کی ہے کہ واقفہ کی ابتدا کی یہ صورت ہے کہ اشاعہ کے پاس تیس ہزار دینار بابت زکوٰۃ وغیرہ کے جو کچھ ان پر واجب تھا جمع ہو گئے انہوں نے وہ دینار حضرت موسیٰ کاظم کے وکلاء کے پاس بھیج دیئے جو کونے میں موجود تھے اور یہ دو شخص تھے جن میں سے ایک کا نام حیان سراج ہے اور موسیٰ کاظم اس زمانہ میں ہارون الرشید کے حکم سے بغداد میں مجبوس تھے ان وکیلوں نے ان دیناروں سے مکانات اور غلہ وغیرہ اشیا خرید لیں جب موسیٰ کاظم کا ۱۸۳ ہجری میں انتقال ہو گیا تو یہ وکلاء ان کی موت کے منکر ہو گئے اور واسطے دبا لینے اس اموال کے شیعوں میں یہ بات مشہور کر دی کہ وہ نہیں مریں گے فرماتے تھے کہ میں حی لایموت ہوں کیونکہ وہی مہدی ہیں پس بہت سے شیعہ کا اسی پر عقیدہ جم گیا کہ حضرت موسیٰ کاظم زندہ ہیں اور وہ مال دونوں وکیلوں کے پاس دم آخر تک رہا پھر انتقال کے وقت انہوں نے وصیت کر دی کہ حضرت موسیٰ کاظم کے ورثا کو دے دیا جائے تب شیعہ واقف ہوئے کہ انہوں نے مال کی حرص سے یہ فقرہ گانٹھا تھا اور کتاب فوائد میں یہ ہے کہ واقفہ کا اطلاق ان لوگوں پر کرتے ہیں جنہوں نے موسیٰ کاظم کے غیر کی امامت پر توقف کیا اور ان کے بعد پھر کسی کو امام نہ مانا اور جب مطلق واقفہ استعمال کرتے ہیں تو یہی فرقہ مراد ہوتا ہے جو موسیٰ کاظم پر امامت کو موقوف رکھتا ہے اور جب کہیں واقفہ اور معنی میں آتا ہے تو وہ کسی قرینے کے ساتھ ہوتا ہے جن میں سے یہ ایک قرینہ ہے کہ جس نے موسیٰ کاظم کو نہ پایا اور ان سے قبل یا ان کے زمانے میں مر گیا تو یہ واقفی اس وجہ سے ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کا مقرر نہیں ہوا جیسے ساعد بن مہران اور علی بن حنوف اور یحییٰ بن القاسم اور تحقیق یہ ہے کہ واقفہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جو امامت کو موسیٰ کاظم پر موقوف رکھتے ہیں دوسرے وہ ہیں جنہوں نے خود موسیٰ کاظم کی امامت میں انہیں کے وقت میں کسی شبہ کی وجہ سے توقف کیا انہیں امام تسلیم نہ کیا۔

احمدیہ

یہ لوگ کہتے ہیں کہ موسیٰ کاظم کے بعد ان کے بیٹے احمد امام ہوئے۔

جعفریہ

یہ لوگ کہتے ہیں کہ جعفر صادق کے بعد موسیٰ کاظم بن جعفر امام ہیں پھر علی رضا بن موسیٰ پھر محمد تقی بن علی رضا پھر علی نقی بن محمد تقی پھر حسن عسکری بن علی نقی اور حسن عسکری لا ولد فوت ہوئے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور نہ ان کے کوئی بیٹا محمد نامی پیدا ہوا پس یہ محمد مہدی کی ولادت کے منکر ہیں۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جعفریہ ان کا نام اس لیے ہے کہ ان کے نزدیک حسن عسکری کے بعد ان کے بھائی جعفر امام ہیں بعضوں نے توقف کیا ہے اور محمد تقی کے حال میں شک کرتے ہیں۔

اثنا عشریہ

جب لفظ امامیہ مطلقاً بلا قید بولتے ہیں تو یہی فرقہ مراد ہوتا ہے ابن اثیر نے شرح کتاب جامع الاصول کی بحث نبوت میں کہا ہے کہ مذاہب مشہورہ اسلام میں جن پر تمام عالم کے مسلمانوں کا مدار ہے مذہب شافعی اور ابوحنیفہ اور مالک احمد رحمت اللہ علیہم کا اور مذہب امامیہ ہے اور اس بات کی تعیین کی ہے کہ مذہب امامیہ کے مجدد دوسری صدی ہجری کے اوائل میں حضرت علی رضا بن موسیٰ کاظم تھے اس لیے کہ گمان اس کا یہ ہے کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آغاز میں ایک ایسا شخص بھیجتا ہے جو امت مذکورہ کے لئے دین کی تجدید کرتا ہے یعنی دین کو روشن اور زندہ کرتا ہے۔ پس ایسا مجدد کسی ایک مذہب سے خصوصیت نہیں رکھتا ہے بلکہ ہر ایک مذہب کا ہر صدی کے اول میں ایک مجدد ہوتا ہے کہتے ہیں کہ اثنا عشریہ کا ظہور ۲۵۶ ہجری میں ہوا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب حضرت حسن عسکری بن علی نقی نے وفات پائی تو پانچ برس کا ایک لڑکا محمد نامی سون باز جس کنیز کے شکم سے چھوڑا جو جمعہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ ہجری میں رات کے وقت جیسا کہ عبدالوہاب شعرانی نے کتاب بواقیت و جواہر میں بیان کیا ہے پیدا ہوا تھا مہدی موعود اور خاتم الآئمہ یہی ہیں

خلیفہ معتمد علی اللہ عباسی کے عہد میں بقول ابن وردی نو برس کی عمر میں تہ خانہ سامرہ میں جو ایک بڑا شہر ہے مکریت اور بغداد کے درمیان میں شرقی دجلہ پر آباد کیا ہوا معتمد کا چھپ گئے اور وقت مخفی ہونے کا ۱۵ شعبان ۲۶۶ ہجری ہے اور یافعی کے نزدیک ۲۶۵ ہجری ہے شیخ عبدالحق نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اول اصح ہے ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اس تہ خانے کے دروازے پر سواروں اور سواری کو کھڑے دیکھا ہے۔ ابن بطوطہ کا سفر ۲ رجب ۷۲۵ ہجری سے شروع ہو کر ۳ ذیقعدہ ۷۵۶ ہجری کو ختم ہوا۔

اور تحفہ احمدیہ میں لکھا ہے کہ اول امامت میں کہ سن شریف محمد بن حسن کا پانچ یا چار سال کا تھا خوف سے حکام وقت کے غائب ہوئے وہ غیبت صغریٰ تھی سفیر اور نائب حضرت کا ظاہر رہتا تھا پہلے عثمان بن سعید تھے بعد ان کے بیٹے ان کے محمد ہوئے پھر حسین بن روح ہوئے پھر علی بن محمد سمیری ان کے بعد غیبت کبریٰ ہوئی کہ نائب ظاہر کوئی نہ رہا مدت غیبت صغریٰ کی چوتھریس تقریباً رہی۔ محمد بن حسن عسکری کے ماننے والے کہتے ہیں کہ امام بارہ ہیں اس لیے ان کا لقب اثنا عشری ہو گیا ہے ان کے نزدیک ایمان لانا رجعت پر واجب ہے یعنی حضرت محمد مہدی صاحب الامر ظہور اور خروج فرمائیں گے اس وقت مومن خاص اور کافر و منافق مخصوص سب عالم کو پراز عدل و داد کریں گے ہر ایک اپنی داد و انصاف کو پہنچے گا اور ظالم سزا پائیں گے یاد رکھو کہ چہارم وہ معصوم میں ترتیب اس طرح مشہور ہے۔ محمد۔ علی۔ فاطمہ۔ حسن۔ حسین رضی اللہ عنہم۔ محمد باقر۔ جعفر صادق۔ موسیٰ کاظم۔ علی رضا۔ محمد تقی۔ علی نقی۔ حسن عسکری۔ محمد مہدی۔ ناخ التواریخ کی کتاب دوم کی جلد پنجم میں جہاں چہارہ معصومین کے کفن و دفن میں ملائکہ کے مدد دینے کا ذکر کیا ہے اس بیان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ چہارہ معصومین انہیں سے مراد ہے اور تحفہ العوام میں لکھا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب سے حضرت محمد مہدی تک یہ بارہ امام معصومین ہیں اور حضرت رسالت مآب اور حضرت فاطمہ زہراء دو معصوم ہیں انہیں کو چہار معصومین کہتے ہیں لیکن مولوی قدرت اللہ نے جام جہان نما میں لکھا ہے کہ عوام کے نزدیک چہارہ معصومین بارہ اماموں اور حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت فاطمہ زہراء سے عبارت ہے اور یہ غلط ہے صحیح یہ ہے کہ چہارہ معصومین یہ ہیں۔

(۱) حسن بن علی کرم اللہ وجہہ جو حضرت فاطمہ سے ہیں ان کی قبر جنت بقیع میں ہے مرآت آفتاب نما میں لکھا ہے کہ حسن ایام حمل میں شکم سے ساقط ہو گئے تھے

- رسالت پناہ نے ساقط ہونے سے قبل ان کا نام محسن رکھا تھا۔
- (۲) عبداللہ بن حضرت حسن یہ سات برس کی عمر میں طلحہ بن عامر کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر جنت بقیع میں ہے۔
- (۳) جعفر بن حضرت حسین یہ تین برس کی عمر میں تشنگی سے جان بحق تسلیم ہوئے ان کی قبر کربلا میں ہے۔
- (۴) قاسم بن حضرت حسن ان کی قبر کربلا میں ہے۔
- (۵) حسین بن حضرت زین العابدین یہ تین برس کی عمر میں حجاج کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر رے (تہران) میں ہے۔
- (۶) صالح بن حضرت محمد باقر اور بعض کے نزدیک قاسم بن حضرت زین العابدین یہ تین برس کی عمر میں حجاج کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر بھی رے (تہران) میں ہے۔
- (۷) علی اقطر بن حضرت محمد باقر آٹھ برس کی عمر میں احمد بن منصور کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر شام میں ہے۔
- (۸) عبداللہ بن حضرت جعفر صادق یہ دو برس کی عمر میں خلیفہ بغداد کے سامنے عبداللہ بن محمود کوفی کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر بغداد میں ہے۔
- (۹) یحییٰ بن حضرت جعفر صادق تین برس کی عمر میں باسطان کے درمیان شہید ہوئے ان کی قبر باسطان میں ہے۔
- (۱۰) صالح بن حضرت موسیٰ کاظم تین برس کی عمر میں یوسف بن ابراہیم بن احمد دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر ان کی رے (تہران) میں ہے۔
- (۱۱) طیب بن حضرت موسیٰ کاظم سات برس کی عمر میں یمن دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر ان کی شیراز میں ہے۔
- (۱۲) جعفر بن حضرت محمد تقی چار برس کی عمر میں یوسف بن ابراہیم دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر کوفہ میں ہے۔
- (۱۳) جعفر بن حضرت حسن عسکری یہ بھی یوسف بن ابراہیم دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کی قبر بھی رے (تہران) میں ہے۔
- (۱۴) قاسم بن محمد مہدی تین برس کی عمر میں منصور بن ناصر بن ابراہیم کے ہاتھ

سے شہید ہوئے ان کی قبر شیراز میں ہے۔

مرات آفتاب نما میں بھی چہار وہ معصومین کی تفصیل اسی طرح لکھی ہے لیکن بعض باتوں میں اختلاف کیا ہے جس کی صورت یہ ہے۔

(۳) عبداللہ بن حضرت حسین یہ دو برس کی عمر میں عبید بن زیاد ازرق دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر کربلا میں ہے۔

(۴) قاسم بن حضرت حسن تین سال کی عمر میں تشنگی سے مرے قبر کربلا میں ہے مگر یہ صحیح نہیں وہ عمرو بن سعد بن نفیل کے ہاتھ سے میدان کربلا میں شہید ہوئے اور عمران کی اس وقت نو سال کی تھی ناسخ التواریخ کی چھٹی جلد میں تذکرہ الآئمہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

(۵) حسن بن حضرت زین العابدین یہ چھ برس کی عمر میں منصور بن احمد کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر کوفہ میں ہے۔

(۶) قاسم بن حضرت زین العابدین یہ دو سال کی عمر میں عدوان بن یزید کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر بصرہ میں ہے۔

(۷) علی بن حضرت محمد بن باقر چھ سال کی عمر میں منصور دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر ساوہ میں ہے۔

(۸) عبداللہ بن حضرت جعفر صادق یہ پانچ سال کی عمر میں دامغان و بسطام کے درمیان شہید ہوئے قبر بسطام میں ہے۔

(۹) یحییٰ بن ہادی بن جعفر صادق دو سال کی عمر میں عبداللہ بن محمود کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر بغداد میں ہے۔

(۱۱) طیب بن موسیٰ کاظم عثمان بن محمود کے ہاتھ سے شیراز میں شہید ہوئے تھے۔

(۱۲) جعفر بن تقی کی قبر قم میں ہے۔

(۱۳) جعفر بن حضرت حسن عسکری ایک سال کی عمر میں منصور بن ناصر بن ابراہیم دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر رے (تہران) میں ہے۔

(۱۴) قاسم بن محمد بن حسن عسکری یہ بھی منصور بن ابراہیم دمشقی کے ہاتھ سے شہید ہوئے قبر خراسان میں اور بعض کے نزدیک ہرات میں ہے۔

آئمہ کی ترتیب

شیعہ اثنا عشری کہتے ہیں کہ انبیا کی طرح سے امام بھی منصوص من اللہ ہیں یعنی اللہ کی جانب سے مقرر ہوتے ہیں اور ان کے ہاں آئمہ کی ترتیب اس طرح ہے۔

امام اول: حضرت علی بن ابی طالب ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد خالائی تھے جمعہ کے روز ۱۳۔ رجب کو اور بنا بروایت جعفر صادق کے ساتویں شعبان کو ہجرت سے ۲۳ سال قبل بیت الحرم میں فاطمہ بنت اسد سے پیدا ہوئے۔

اسعاف الراغبین اور ابوالفدا وغیرہ میں ہے کہ ۱۷ رمضان سنہ چالیس ہجری میں جمعہ کی صبح کو عبدالرحمن بن ملجم کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اتوار کی رات کو ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا روضہ الصفاۃ ناصری میں لکھا ہے کہ ارباب اخبار کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ۲۰ رمضان کو انتقال فرمایا اور ایک گروہ کہتا ہے کہ ۱۷ رمضان کو فوت ہوئے اور ایک گروہ بیان کرتا ہے کہ ۲۱ ماہ مذکور کو رہگرائے عالم بقا ہوئے مشہور یہی ہے۔ تین کپڑوں کے اندر مقام عمر تخری یعنی نجف میں یا مسجد کوفہ میں قبلہ رویا قصر امارۃ کوفہ میں دفن ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت حسنؑ نے ان کو مدینہ میں لے جا کر بقیع میں حضرت فاطمہؑ کی قبر کے پاس دفن کیا۔ قبر ان کی خوارج کے کھودنے کے خوف سے مخفی رکھی گئی۔ ناخ التواریخ کی کتاب دوم کی جلد سوم کے صفحہ ۴۸۷ میں مذکور ہے کہ جب حضرت حسنؑ نے ان کے دفن کرنے کے لئے زمین کھودی تو وہاں قبر اور لحد اور چند اینٹیں ملیں اور ایک تختی بھی تھی جس میں بخط سریانی دو سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ قبر ہے جس کو نوحؑ نے علیؑ وصی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طوفان سے سات سو برس قبل کھودا ہے بہر صورت ہارون کے زمانے تک ان کی قبر کا حال سوائے آئمہ اہل بیت کے دوسرا شخص نہیں جانتا تھا۔ آپ کی مہر پر کندہ تھا۔ الملک لله الواحد القہار۔

امام دوم: حضرت حسنؑ بن علیؑ ہیں منگل ۱۵ ماہ رمضان ۲ یا ۳ ہجری میں پیدا ہوئے تھے ان کی کنیت ابو محمد ہے اور لقب تقی اور زکی اور سبط اور ولی ہے اور ان میں اشہر تقی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سید لقب عطا کیا تھا اور ان کی عمر حضرت علیؑ کی وفات کے وقت ۳۷ سال کی تھی صاحب کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمہ نے لکھا ہے کہ ۶ یا ۷ اور تین دن تک کار خلافت میں دخل دیا اور ۴۱ ہجری میں ۱۵ جمادی الاول کو معاویہ کو کار خلافت سپرد

کر کے صلح کر لی اور ایک لاکھ درہم سالانہ معاویہ نے ان کے مقرر کر دئے۔ شیعہ کو اس سے برہمی پیدا ہوئی خفیہ طور سے استحقاق اہل بیت اور ان کی امداد کے مشورے کرنے لگے اور حضرت حسنؑ سے بھی اسی وجہ سے ناراض ہو گئے حضرت حسینؑ کو طلبی کا خط لکھا آپ نے سر دست آنے سے انکار کر دیا مگر یہ وعدہ کر لیا کہ معاویہ کے مرنے کے بعد میں اس اقرار کو پورا کروں گا۔ اعلام الوریٰ میں طبری نے لکھا ہے کہ وہ صلح کے بعد مدینے میں دس سال تک زندہ رہے پھر ان کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے معاویہ کے کہنے سے اور بقولے مروان کی ترغیب سے زہر دے دیا جس سے پانچویں یا ساتویں ربیع الاول ۵۰ ہجری یا ربیع الاول ۴۹ ہجری یا ۲۸ صفر ۵۰ ہجری یا صفر ۴۹ ہجری میں ۴۶ برس چند ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا معاویہ نے یہ خبر سنی تو سجدے میں گر گئے اور بعض کہتے ہیں یزید کے بہکانے سے کہ میں تجھ سے حضرت حسنؑ کے نکاح کر لوں گا زہر دیا مگر یزید نے بھی اس سے نکاح نہ کیا حضرت حسنؑ بقیع میں مدفون ہوئے یہاں امامت حقیقت میں ۹ سال ہیں خضاب سیاہ کرتے تھے۔ سلسلہ حسنیہ انہیں سے مخصوص ہے اور بعض اور سلسلے بھی حسنؑ کے ذریعہ سے ان سے ملتے ہیں اور آپ کی مہر پر کندہ تھا العزۃ للہ۔

امام سوم: حضرت حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب ہیں جو جمعرات اور بقولے منگل تیسری یا چوتھی یا پانچویں شعبان اور بقولے آخر ماہ ربیع الاول اور بقولے تیرہویں ماہ رمضان ۴ ہجری اور بقولے ۳ ہجری میں پیدا ہوئے ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور القاب رشید و طیب و زکی و دوفی و سید و مبارک و تابع المرضاة اللہ و سبط ہیں اور ان میں بہت مشہور زکی ہے ان کی عمر حضرت علیؑ کی وفات کے وقت ۳۶ سال کی تھی اور حضرت حسنؑ کے انتقال کے وقت ۴۶ سال کی عمر تھی کربلا میں پیر یا جمعہ یا ہفتہ دس محرم ۶۱ ہجری کو ۵۸ سال کی عمر میں شہید ہوئے سار بن انس نخعی خاص ان کا قاتل ہے ان کی مہر پر کندہ تھا لکل اجل کتاب و بروایتی ان اللہ بالغ امرہ نقش نگین تھا بھائی کے بعد کچھ کم دس سال تک امامت کی ناخ التواریخ کی جلد حالات حسینؑ صفحہ ۱۵ سطر ۲ مطبوعہ ایران میں ذکر ہے "بل حسینؑ و محبت رسول اللہ با حضرت محمدؐ میں لکھا ہے کہ علیؑ نے فرمایا ان النسبی کشف عن اریة الحسین فقبل زبوا و قام فصلى من غیر ان يتوضا یعنی رسول اللہ ان فرود ناف تازانوے حسینؑ را از جامہ باز کرد و زبہ (سر ذکر) اور ابو سید و برخاست و نماز گزار شد بے آنکہ وضو سازد۔ ان کے سر کے باب میں تین قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ

یزید نے حکم دیا کہ اس کو تمام ملکوں میں پھرانا چاہیے اس کے حکم کی تعمیل ہوئی اور جب عسقلان میں پہنچا تو وہیں دفن کرادیا گیا پھر خلفائے فاطمیین کے ایک وزیر نے جس کا نام صالح ہے اسے عسقلان سے مصر میں منگا کر دفن کرایا قاہرہ میں خان خلیلی کے پاس وہ مقام ہے جہاں یہ سردفون ہے۔

(۲) بقیع میں حضرت حسنؑ کی قبر کے پاس مدفون ہے۔

(۳) امامیہ کہتے ہیں کہ شہادت سے چالیس دن کے بعد کربلا میں اسے جسم مبارک کے ساتھ دفن کیا تھا۔ بحالانوار کی دسویں جلد میں علل الشرائع سے نقل کیا ہے کہ حضرت جعفر صادق نے عبداللہ بن فضل ہاشمی سے فرمایا کہ ایک بار جماعت کا بیان ہے کہ وہ ہمارے محبت کہلاتے ہیں اور وہ ہماری امامت پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت حسینؑ شہید نہیں ہوئے بلکہ نظر مردم میں ایسا معلوم ہوا کہ وہ شہید ہوئے جس طرح کہ عیسیٰ بن مریم مردم میں قتل ہوتے دکھائی دئے اور فی الواقع قتل نہیں ہوئے پس اس قول کے بموجب چاہئے کہ کچھ عتاب و ملامت و عذاب بنی امیہ نہ ہواے چچا زاد بھائی جو کوئی دعویٰ کرے کہ حضرت حسینؑ شہید نہیں ہوئے پس اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان آئمہ کی تکذیب کی ہے جنہوں نے حضرت حسینؑ کے شہید ہونے کی خبریں دی ہیں اور جو کوئی رسول اللہ اور آئمہ کی تکذیب کرے وہ کافر ہے جو کوئی جس شخص سے ایسا سنے اس کو اس کا خون جائز ہے پھر عبداللہ بن فضل نے کہا یا ابن رسول اللہ آپ شیعوں کی اس جماعت کے باب میں کیا فرماتے ہیں جن کو یہ اعتقاد ہے۔ حضرت حسینؑ نے فرمایا وہ ہمارے شیعہ نہیں ہیں میں ان سے بیزار ہوں۔ دمع الہون میں لکھا ہے کہ ابن بابویہ نے بہ سند معتبر روایت کی ہے کہ ابوالصلت ہروی نے حضرت رضا کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک جماعت کوفہ میں ہے وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت حسینؑ شہید نہیں ہوئے اور اللہ نے مشابہ ان کے حنظلہ بن اسعد شامی کو دکھایا اور حضرت حسینؑ کو آسمان پر لے گیا جس طرح عیسیٰ کو آسمان پر لے گیا۔

امام چہارم: علیؑ بن حسینؑ شہید ہیں جن کا لقب زکی وا میں وسجاد وزین العابدین اور کنیت ابوالحسن و ابو محمد ہے اور علی اصغر نام ہے ناسخ التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام علی اوسط ہے اور علی اصغر معرکہ کربلا میں زخم تیر سے شہید ہوئے تھے صحیح یہ ہے کہ حضرت حسین کے تین بیٹوں کے نام علی ہیں اول علی اکبر شہید جو برہ دختر بن مسعود ثقفی سے پیدا

ہوئے تھے دوسرے علی امام اور علی اوسط تیسرے علی اصغر ان دونوں کی ماں کا نام شہر بانو اور لقب شاہ زنان ہے یزدجرد شاہ ایران کی بیٹی تھیں اسیر ہو کر آئی تھیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے کسی نے شہر بانو کسی نے شہربان اور کسی نے شاہ زنان کسی نے سلامہ اور کسی نے سلامہ اور کسی نے غزالہ اور کسی نے خولہ لکھا ہے بہر صورت شاہ زنان ان کا نام حضرت حسینؑ نے رکھا تھا۔ اس لئے بعض نے انہیں ام ولد کہا ہے اور کئیوں میں شمار کیا ہے اور یہ شایان نہ تھا لوائح الانوار فی طبقات الاخیار میں حضرت حسینؑ کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے تین فرزند تھے علی اکبر علی اصغر جن کی نسل سے یہ سارے سادات کے خاندان ہیں تیسرے جعفر اور دو بیٹیاں فاطمہ اور سکینہ اور اسعاف الراغبین میں لکھا ہے کہ ان کے چھ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ (۱) علی اکبر (۲) علی اوسط (۳) علی اصغر (۴) عبداللہ (۵) محمد (۶) جعفر۔ بیٹیاں۔ (۱) زینب (۲) فاطمہ (۳) سکینہ۔ کشف الغمہ فی مفرقہ الاممہ میں بھی بیٹوں کے یہی چھ نام گنوائے ہیں ان میں سے علی اصغر و عبداللہ معرکہ کربلا میں والد کی گود میں زخم تیر سے شہید ہوئے اور علی اکبر بھی اسی معرکہ میں شہادت کو پہنچے علی اوسط زین العابدین کے لقب سے ملقب ہوئے اور پھر یہی علی اکبر کے نام سے مشہور ہو گئے ناسخ التواریخ کی کتاب دوم کی چھٹی جلد میں لکھا ہے کہ نہایت تحقیق کے بعد ثابت ہوا کہ ان کے چار بیٹے تھے علی اکبر علی اوسط جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہوئے اور علی اصغر اور عبداللہ اور دو بیٹیاں تھیں فاطمہ و سکینہ چونکہ علی اکبر و علی اصغر و عبداللہ کربلا میں شہید ہو گئے اس لیے حضرت حسینؑ کی نسل حضرت زین العابدین سے باقی ہے یہ ہفتہ اور بقولے جمعہ اور بروایت جمعرات پانچویں شعبان اور بقولے پندرہویں جمادی الثانی اور بقولے پندرہویں جمادی الاول ۳۸ ہجری میں رات کے وقت پیدا ہوئے تھے اور بعض نے سال ولادت ۳۷ ہجری اور بعض نے ۳۶ ہجری اور بعض نے ۳۳ ہجری لکھا ہے اور واقعہ کربلا میں ۲۲ سال کی عمر رکھتے تھے جیسا کہ مجمع البحرین میں مذکور ہے اور حبیب السیر میں ۳۳ سال کی عمر لکھی ہے مریض ہونے کی وجہ قتل ہونے سے بچ گئے اس حادثے کے بعد ۳۴ سال اور زندہ رہے ایک بار محمد بن حنفیہ نے ان سے کہا کہ میں حضرت علیؑ کا صلیبی بیٹا ہوں اس لئے بہ نسبت تمہارے امامت کا میں زیادہ مستحق ہوں پس حضرت محمد رسول کریمؐ کے ہتھیار میرے پاس رہنا چاہئیں زین العابدین نے فرمایا اے چچا اللہ سے ڈرو اور جو چیز آپ کا حق نہیں اسے طلب نہ کرو محمد بن حنفیہ نے اصرار کیا زین العابدین نے

رمایا کہ آؤ حجر اسود کے پاس چلیں اور اس سے دریافت کریں کہ امام زمان کون ہے محمد اس
راضی ہوئے اور دونوں حجر اسود کے پاس گئے زین العابدین کے کہنے سے محمد بن حنفیہ
نے اس سے پہلے سوال کیا اور اللہ سے استدعا کی تاکہ حجر اسود ان کی امامت پر شہادت
دے لیکن اس سے جواب نہ ملا پھر زین العابدین نے کہا اے حجر اللہ کے واسطے تو ہم کو عربی
میں خبر دے کہ وحی و امام حسین کے کون ہے حجر ہلا اور نہایت فصیح عربی میں جواب دیا کہ
حضرت حسینؑ کے بعد امامت اور وصیت علی بن حسین کا حق ہے اور امام زمان وہی ہیں محمد
نے یہ دیکھ کر ان کی امامت تسلیم کر لی بقول ابن صباع مالکی صاحب فصول مہمہ ولید بن
عبدالملک کے زہر دلوانے سے یوم ہفتہ بانیسویں محرم اور بقولے بارہویں یا اٹھارہویں یا
بچیسویں ماہ مذکور ۹۳ ہجری یا ۹۵ ہجری کو ۵۷ سال کی عمر میں فوت ہو کر اپنے چچا حسن سبط
کی قبر کے پاس مدفون ہوئے ۳۳ سال امامت کی مروان اور عبدالملک اور اس کا بیٹا ولید ان
کے ہم عصر تھے ان کی مہر پر یہ کندہ تھا و ما توفیقی الا باللہ اور بعض نے نقش نگین یہ لکھا
ہے حسبی اللہ لکل ہم۔

امام پنجم: محمد بن علی ہیں یہ ایسے ہاشمی ہیں کہ دو ہاشمی سے پیدا ہوئے اور ایسے علوی
ہیں کہ دو علوی سے پیدا ہوئے کیونکہ والد حضرت زین العابدین بن حضرت حسین ہیں اور
ماں فاطمہ بن حضرت حسن ہیں مدینے میں منگل یا جمعہ یا پیر پہلی ماہ رجب یا ۳ صفر ۵۷
ہجری میں پیدا ہوئے اور بعض نے لکھا ہے کہ غرہ رجب سنہ ہجری مذکور میں پیدا ہوئے
لقب ان کے باقر و شاکر و ہادی ہیں اور کنیت ابو جعفر ہے والد کی وفات کے وقت ۳۸ سال
کی عمر تھی روز پیر تاریخ ساتویں ذی الحجہ اور بقولے ربيع الاول ۱۱۳ ہجری میں انتقال فرمایا۔
اس روایت کے بموجب کہ نہایت صحیح ہے ۵۷ سال کی عمر پائی اور ۱۹ برس امامت کی اور
بقول مولف نور الابصار تریسٹھ سال یا ۵۸ سال کی عمر میں ۱۱۷ ہجری میں فوت ہوئے درد
الاصداف میں ہے کہ ان کو زہر دیا گیا تھا تاریخ گزیدہ میں مسطور ہے کہ ہشام بن
عبدالملک بن مروان نے زہر دلویا تھا اور رسالہ اعتقاد یہ میں ہے کہ ابراہیم بن ولید نے
زہر دلویا تھا مگر یہ قول تحقیق کے خلاف معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ بیسویں ذی الحجہ ۱۲۶ ہجری
کو یزید بن ولید نے انتقال کیا تو اس کا بھائی ابراہیم بن ولید خلیفہ مقرر ہوا تھا جس نے چار
مہینے اور بعض کے نزدیک ستر دن تک خلافت غیر مستقل کی اور ۱۲۷ ہجری میں مروان بن محمد
کے ہاتھ سے معزول ہوا البتہ ہشام بن عبدالملک ان کی وفات کے وقت سریر خلافت پر

متمکن تھا جو ۱۰۵ ہجری میں یزید بن عبدالملک کے بعد مسند نشین ہو کر ۶ ربیع الاول ۱۲۵ ہجری میں فوت ہوا ہے۔ بقیع میں قبۃ العباس کے اندر دفن ہوئے ان کی مہر پر رب لا تدرنی فردا کندہ تھا۔

امام ششم: جعفر بن محمد ہیں جن کے لقب صادق و فاضل و طاہر ہیں اور کنیت ابو عبداللہ ہے اکثر علمائے کہا ہے کہ مدینے میں پیر ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور بعض نے لکھا ہے کہ جمعہ کے دن پہلی رجب کو پیدا ہوئے تھے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ ۷ ربیع الاول ۸۳ ہجری میں امام فرود دختر قاسم بن محمد بن حضرت ابو بکر صدیق سے پیدا ہوئے اور قاسم کی ماں عبدالرحمن بن ابوبکر کی بیٹی ہیں اسی لئے کہا کرتے تھے۔ ولد فسی صدیق مرآتین اور بعض نے کہا ہے کہ یوں فرمایا کرتے تھے۔ ولد فسی ابوبکر مرتین علم حدیث اپنے والد اور قاسم بن محمد بن ابی بکر اور عروہ اور عطا اور نافع اور زہری سے حاصل کیا اور ان سے سفیان بن عبید اور سفیان ثوری اور مالک اور یحییٰ بن سعید انصاری اور شعیب اور یحییٰ بن سعید القطان اور عتیہ نے سیکھا روایت اول کے بموجب اپنے والد کی وفات کے وقت ان کی عمر ۳۲ سال کی تھی اور دوسری روایت کے بموجب ۳۱ سال کی ان کی مہر پر کندہ تھا۔ ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ اور بعض نے بیان کیا ہے ان کی مہر پر اللہ خالق کل شئی اور بعض نے کہا ہے انت اتقی ففنی شر خلقک کندہ تھا ابو جعفر منصور ان کا معاصر تھا بقول نور الابصار شوال میں اور بقول بعض ۱۵ رجب روز پیر کو ۱۳۸ ہجری میں منصور کے عہد میں وفات پائی اور اپنے باپ دادا کے مقبرے میں مدفون ہوئے ۳۳ سال امامت کی پہلی روایت کے بموجب اڑسٹھ سال کی عمر پائی اور دوسری روایت کے بموجب ۶۵ سال کی تاریخ گزیدہ میں مذکور ہے کہ علمائے شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کو منصور دوانیقی نے زہر دلویا تھا۔

امام ہفتم: موسیٰ بن جعفر ہیں جن کا لقب صابر و صالح و امین ہے اور زیادہ مشہور کاظم ہے اور کنیت ابوالحسن اور ابوالبرہم ہے ان کے معاصر منصور دوانیقی اور مہدی اور ہادی اور ہارون الرشید تھے اہل عراق انہیں باب قضاء الحوائج کہتے تھے اس لیے کہ ان سے کام بہت نکلتے تھے مسماۃ حمیدہ بربر یہ سے مقام ابوا میں کہے اور مدینے کے درمیان میں ہے اتوار ساتویں اور بقولے سترہویں صفر ۱۲۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور بعض نے سال ولادت ۱۲۹ ہجری لکھا ہے جعفر صادق کی وفات کے وقت بیس سال کی عمر رکھتے تھے ہارون جس

سال حج کو گیا تو مدینے کو بھی گیا اور ان کو قید کر کے بھرے کو بھیج دیا عیسیٰ بن جعفر بن منصور
یہاں کا حاکم تھا اس کے پاس ایک سال تک محبوس رہے پھر ہارون ان کو بغداد کو لے گیا اور
سندی بن شاہک یا یحییٰ بن خالد نے ہارون کے حکم سے ان کو کھجوروں میں زہر دے دیا اور
تاریخ گزیدہ میں مذکور ہے کہ گرم سبسہ ان کے حلق میں پلایا ۲۵ رجب یا ۵ یا ۶ یا ۲۳ یا ۲۴
ماہ مذکور ۱۸۳ ہجری یا ۱۸۱ ہجری یا ۱۸۶ ہجری میں ۵۵ سال اور چند ماہ کی عمر پا کر وفات پائی
بغداد میں باب التین کے اندر دفن ہوئے ۳۵ سال امامت کی ان کی مہر پر یہ کندہ تھا
الملك لله وحده۔

امام ہشتم: علی بن موسیٰ ہیں اکثر علما کے نزدیک ۱۱ ذی الحجہ ۱۵۳ ہجری کو مدینے میں
پیدا ہوئے اور بعض نے لکھا ہے کہ ۱۱ یا ۲۱ ذی قعد اور بقولے ۱۱ ربیع الاول روز جمعرات یا
جمعہ ۱۵۳ ہجری یا ۱۴۸ ہجری میں پیدا ہوئے ان کی ماں کے نام میں اختلاف ہے شواہد النبوة
میں ہے کہ ان کے بہت سے نام ہیں اردی اور نجمہ اور سمانہ اور ام البنین اور کشف الغمہ فی
معرفۃ الآئمہ میں ہے کہ سکیذہ نوبیہ نام تھا اور بعض کے نزدیک خیزران مر بسہ اور بعض نے کہا
ہے کہ صحیح یہ ہے کہ تکتم نام تھا اور شعری لقب ہے اور مشہور یہ ہے ان کا نام تھا اور ام البنین
کہا کرتے تھے یہ ازدی ام ولد تھیں اول روایت کے بموجب موسیٰ کاظم اس کی وفات کے
وقت میں سال کی عمر رکھتے تھے رضا و صابر دولی و مرتضیٰ دونی ان کے لقب ہیں مگر رضا زیادہ
مشہور ہے اور کنیت ابوالحسن ہے ان کا رنگ سیاہ مگر اعتدال کے ساتھ اس لئے کہ ان کی ماں
سیاہ قام تھیں۔ ان کی مہر پر حسبی اللہ اور بروایتی ما شاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ کندہ
تھا امین اور مامون ان کے معاصر تھے ۲۰۱ ہجری میں جب ان کی عمر ۲۸ سال کی تھی ان کو
مامون نے اپنا ولی عہد بنایا اور اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح ان کے بیٹے محمد تقی کے ساتھ کر دیا
مگر غلات شیعہ عباسیہ کو جن کا بغداد میں نہایت غلبہ تھا یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے
اس ولی عہدی کی خبر سن کر مامون کو برا کہنا شروع کیا کہنے لگے کہ اگر وہ رشید کا فرزند ہوتا تو
اس کی اولاد کو خلافت سے کیوں محروم کرتا۔ کئی سال کے بعد مامون نے علی رضا کو مروا ڈالا
وجہ اس کی یہ ہوئی کہ یہ ہمیشہ مامون کو نصیحت کرتے رہتے تھے جو اس کو ناگوار ہوتی تھی آخر
کار اس کا دل ان سے مکر ہو گیا اور یہ کدورت یہاں تک بڑھی کہ منگل یا جمعہ ۱۳ ذی قعد یا ۱۴
یا ۲۱ رمضان یا سترہ صفر ۲۰۳ ہجری میں اور بقولے ۲۰۲ ہجری میں اور بروایتی ۲۰۱ ہجری
میں موضع سنا با و علاقہ طوس ملک خراسان میں مامون نے ان کو زہر دلوادیا وہیں انتقال فرمایا

صحیح یہ ہے کہ پچاس سال کی عمر پائی بیس سال امامت کی موضوع سنا باد میں قبر ہارون الرشید کے پاس دفن ہوئے۔

امام نہم: محمد بن علی رضا ہیں جن کا لقب تقی (تائے فوقانی سے) جو ادو قانع مرتضیٰ ہے اور کنیت ابو جعفر ہے اور ان کو ابو جعفر ثانی بھی کہتے ہیں۔ اکثر فضلا کی روایت کے موافق مدینے میں جمعہ کے دن ۱۷ رمضان کو ۱۹۵ ہجری میں سیکڑہ مرہیہ سے جو ام ولد تھیں پیدا ہوئے اور بعض نے تاریخ ولادت ۱۵ رمضان اور بعض نے ۱۹ رمضان اور بعض نے ۱۰ رجب سنہ مذکور لکھی ہے بعض نے ان کی ماں کا نام خیزران اور بعض نے ریحانہ اور بعض نے سبیکہ بھی لکھا ہے اپنے والد کی وفات کے وقت سات برس اور چند ماہ کی عمر رکھتے تھے نعم القادر اللہ اور بروایتی المہیمن عضدی ان کی مہر پر کندہ تھا مامون و معتمد ان کے معاصر تھے بغداد میں دس رجب اور بقولے اذ یقعده اور بروایتی ۶ یا ۸ ذی الحجہ ۲۲۰ ہجری میں انتقال فرمایا بنی ہاشم کے مقبرے میں موسیٰ کاظم کی قبر کے پاس دفن ہوئے اس مقام کو اب کاظمین کہتے ہیں ۲۵ سال کی عمر پائی ۷ سال امامت کی بعض علمائے شیعہ اور اہل سنت کہتے ہیں کہ معتمد خلیفہ بغداد نے زہر دلویا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اپنی اجل طبعی سے مرے اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے ان کی زوجہ ام الفضل بنت مامون نے اپنے باپ کے اشارے سے زہر دیا تھا ان کی غلطی ہے اس لئے کہ مامون ۲۱۸ ہجری میں اٹھارہویں رجب کو فوت ہوا۔

امام دہم: علی بن محمد ہیں جن کے لقب ہادی و طیب ہیں اور ابو الحسن کنیت ہے اور عرف تقی (نون سے) ہے اور عسکری بھی کہلاتے ہیں جمعہ یا منگل ۲ یا ۱۳ رجب یا ۱۵ یا ۲۷ ذی الحجہ ۲۱۳ ہجری میں مدینے کے اندر سمانہ مغربیہ یا امام الفضل بنت مامون سے پیدا ہوئے سمانہ مغربیہ ام ولد تھیں اور بعض کے نزدیک ۲۱۲ ہجری میں پیدا ہوئے تھے باپ کی وفات کے وقت چھ سال کے تھے متوکل نے اپنی حکومت کے زمانے میں یحییٰ بن ہرثمہ بن اعین کو بھیج کر انہیں مدینے سے بلالیا اور سرمن رائے میں کہ اب سامرہ کے نام سے مشہور ہے لکھا ان کی مہر پر اللہ ربیبی و هو عصمنی من خلقہ اور بقولے من اخلاق المعبود حفظ المہود منقوش تھا سامرہ میں دس برس رہ کر روز ہفتہ یا پیر ۳ رجب اور بروایتی ۲۷ جمادی الثانی ۲۵۳ ہجری میں وفات پائی ۴۰ سال کی عمر پائی ۳۳ سال اور چند ماہ امامت کی اور اپنے مکان ہی میں دفن ہوئے اہل سنت کہتے ہیں کہ وہ اپنی اجل طبعی سے مرے ہیں

اور شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کو زہر دلویا گیا تھا جس نے زہر دلویا اس کے نام میں اختلاف کرتے ہیں اعتقاد یہ میں لکھا ہے کہ متوکل عباسی نے زہر دلویا تھا اور اعمال الصالحین میں بیان کیا ہے کہ زہر دلوانے والا معتز تھا ان میں سے مولف اعتقاد کے قول کے غلط ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں اس لئے کہ جب حضرت علی نقی نے انتقال فرمایا تو متوکل زندہ نہ تھا کیونکہ وہ ۲۶ رمضان اور بقولے ۴ شوال ۲۴۷ ہجری کو مار ڈالا گیا تھا البتہ معتز باللہ اس وقت برسر حکومت تھا جو ۴ محرم ۲۵۲ ہجری کو مسند نشین ہو کر ۲۷ رجب ۲۵۵ ہجری کو معزول کیا گیا تھا جیسا کہ تاریخ ابوالفدا - حبیب السیر - جنات الفردوس اور مقابح التوارخ وغیرہ میں مذکور ہے پس اگر زہر دلویا ہے تو اسی نے دلویا ہے۔

امام یازدہم: حسن بن علی ہیں جن کا لقب خالص وزکی و سراج و کنیت ابو محمد اور عرف عسکری ہے مدینے میں جمعہ یا پیر یا منگل ۴ یا ۸ یا ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ ہجری یا ۲۳۱ ہجری میں پیدا ہوئے تھے ماں ان کی ام ولد تھیں حدیث یاسون یا عفان یا حرسہ نام تھا والد کی وفات کے وقت ۲۳ یا ۲۲ سال کے تھے اور معتمد خلیفہ بغداد کے عہد میں مقام سامرہ میں جمعہ اور بقولے پیر اور بروایت ہفتہ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری کو انتقال فرمایا بعض علما کے نزدیک ماہ ربیع الثانی سنہ مذکور میں اور بعض کے نزدیک ۲۳ رمضان سنہ۔۔۔ مذکور میں انتقال فرمایا والد کی قبر کے پاس مدفون ہوئے ۲۹ یا ۲۸ برس کی عمر پائی ۶ یا ۷ سال امامت کی سبحان من له مقالید السموات والارض اور بروایت انا للہ شہید ان کی خاتم پر کندہ تھا معتز اور مہدی اور معتمد ان کے معاصر تھے طبری نے کہا ہے کہ ہمارے اکثر اصحاب کہتے ہیں کہ ان کو زہر دیا گیا تھا رسالہ اعتقاد یہ میں ہے کہ ان کو معتمد نے زہر دلویا تھا۔

امام دوازدہم: محمد بن حسن خالص ہیں جن کی کنیت ابو القاسم ہے اور القاب مہدی و منظر و خلف الصدق و صاحب الزمان و حجت و قائم ہیں اور مشہور زیادہ مہدی اور یہی امام منتظر ہیں ان کو پچھلی اور اگلی باتوں کا علم بخوبی حاصل ہے ان کو زندہ غیر مردہ بتاتے ہیں کہتے ہیں کہ خوف اعدا سے غائب ہو گئے ہیں ظاہر ہو کر زمین کو عدل سے بھر دیں گے جس طرح کے جور سے بھر گئی ہے مگر ان کی غیبت کے وقت اور سنہ و سال میں بہت اختلاف کر کے چند فرقے بن گئے ہیں بلکہ بعض کہتے ہیں کہ وہ مر گئے ہیں پھر لوٹ کر دنیا میں آئیں گے کہتے ہیں ان کی مہر پر کندہ تھا انا حجة اللہ و خاصیہ۔

باب

حضرت محمد مہدی کی غیبت صغریٰ کے بعد دعاۃ کا سلسلہ بند ہو گیا ہاں بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم امام غائب اور امامیہ کے درمیان سفارت کرتے ہیں اور پھر یہ سفیر اپنی وفات کے وقت جانشین کر دیتے اور یہ سلسلہ ۲۶۶ ہجری سے شروع ہوا وکیل اول عثمان بن سعید عمری اسدی تھے ان کے بعد ان کے بیٹے ابو جعفر محمد وکیل ہوئے یہ قریب پچاس سال کے وکیل رہے ان کے بعد ابو القاسم حسین بن روح وکیل ہوئے انہوں نے اپنے بعد علی بن محمد سمیری کے لئے وصیت کی یہ علی بن محمد ۳۱۶ ہجری میں سفیر ہوئے۔ اور ۳۲۸ ہجری میں فوت ہوئے ان کے بعد سے سفارت کا سلسلہ بند ہو گیا اور وہ خاتم السفر سمجھے جاتے ہیں اور ان کے بعد امام کی جانب سے کوئی سفیر نہیں آیا اور امام نے غیبت کبریٰ اختیار کر لی۔ شریف مرتضیٰ کہتے ہیں کہ ابتدائے زمانہ غیبت میں صاحب الزمان اپنے دوستوں پر ظاہر ہوتے اور دشمنوں سے مخفی رہتے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ میری تلاش میں مخالفین و معاندین نہایت مصروف ہیں تو دوستوں کی نظروں سے بھی غائب ہو گئے اس لئے کہ نادان دوست ان کی خبر کو مشہور کر دیتے اور دشمن اس شہرت سے ورغلا کر زیادہ درپے ہو جاتے تھے۔ صاحب الزمان حضرت عیسیٰ کے نزول تک زندہ رہیں گے اور تمام عالم کے مالک بنیں گے اور نماز میں حضرت عیسیٰ کی امامت کریں گے اور آدمیوں کو اللہ کی عبادت پر طوعاً و کرہاً لائیں گے اور انتقام واجبی اور اپنے اسلاف کے دشمنوں سے لیں گے بعد اس کے خود بخود مر جائیں گے۔ اثنا عشریہ کہتے ہیں کہ آئمہ کا لوگوں سے مخفی ہونا اپنی جانوں کے خوف سے تھا کہ لوگوں نے ان کو اتنا ڈرایا دھمکایا کہ وہ چھپ رہے اور اظہار امامت سے جان چرائی رفتہ رفتہ امام وقت محمد ابو القاسم مہدی منتظر نے ۳۲۸ ہجری سے بالکل غیبت اختیار کر لی پس غیبت کبریٰ کی ابتدا ۳۲۸ ہجری سے ہے جب تک ان کے پاس سے سفیر آتے رہے وہ غیبت صغریٰ کہلاتی ہے جس کی مدت ۷۴ سال ہے جیسا کہ صاحب کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمہ نے تصریح کی ہے حبیب السیر میں لکھا ہے کہ غیبت قصری یعنی صغریٰ محمد بن حسن کی ولادت کے زمانے سے ان کی سفارت کے انقطاع تک ہے اور غیبت طولی یعنی کبریٰ سفارت کے انقطاع کے زمانے سے اس وقت تک ہے جب تک اللہ نے ان کے ظاہر ہونے کو مقدر کیا ہے امامیہ صغیر کو ان کے باب کہتے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے کذب و افتراء کے طور پر بھی باہت اور سفارت کا دعویٰ کیا تھا جن کی تکذیب کے باب میں

مخفی کی طرف سے فرمان کتب امامیہ میں مندرج استر آبادی نے رجال کبیر میں ایسے فیروں کی ایک مفصل فہرست لکھی ہے ان میں سے یہ ہیں ابو محمد حسن شریعی اور محمد بن نصیر بیری اور ابن ابی العزاقر اور احمد بن ہلال اور ابو طاہر بن ہلال وغیرہ۔ مجالس المؤمنین میں لکھا ہے کہ اگلے زمانے میں ایک دیندار شیعہ جزیرہ اخضر میں کہ دریائے اندلس میں واقع ہے اور صاحب الزمان مع اولاد و اصحاب کے وہاں رہتے ہیں یہاں پہنچ کر ان سے ملا تھا۔

فرقہ اثنا عشریہ کے ترقی کرنے کی کیفیت

ابتدا میں شیعہ اثنا عشری متفرق طور پر ملک عراق میں رہتے تھے اور اپنے آپ کو اہل سنت میں ملائے ہوئے تھے اور تقیہ کی حالت میں دور دور جاتے تھے جب خلفائے عباسیہ کے زوال اقبال کے آغاز سے قریب قریب تمام سنہ ایک ہزار ہجری میں عراقیوں اور خراسان میں سلاطین اثنا عشریہ کا زور ہو گیا تھا تو اثنا عشریہ نے تقیہ چھوڑ دیا اور ظاہر ہو گئے چنانچہ ایک شخص بویہ نامی جس کی کنیت ابو شجاع ہے اور نسب اس کا یزدجرد آخری بادشاہ شاہان بویہ جنہیں دیالمہ بھی کہتے ہیں۔ ملک فارس تک اور وہاں سے نسل در نسل بہرام گور تک پہنچتا ہے ویلمان گیلان میں بحالت افلاس رہا کرتا تھا کہ ملک فارس کے انقلاب کے بعد اس کا خاندان گیلان میں چلا آیا تھا بویہ کے تین بیٹے تھے علی، احمد اور حسن کہ پہلے کا خطاب عماد الدولہ دوسرے کا رکن الدولہ اور تیسرے کا معز الدولہ ہوا یہ بڑے بچے شیعہ اثنا عشری تھے انہوں نے آل نہ یار کے پاس رہ کر جو مازندران میں خلفائے عباسی کی طرف سے حکمران تھے امارت حاصل کی اور قاہر باللہ بن معتضد عباسی کے عہد سے جو ۳۲۰ ہجری میں بعد قتل مقتدر کے خلیفہ ہوا ان کی دولت کا ظہور شروع ہوا اور انہوں نے مذہب اثنا عشری کا اظہار کیا تو شیعہ اثنا عشری کو بڑی قوت ہاتھ آئی اور عماد الدولہ نے ماہ ذی الحجہ سنہ مذکور میں ارجان اور اصفہان پر فتح پائی پھر برابر سلسلہ فتوحات کا ان کے ہاتھ میں جاری رہا یہاں تک کہ راضی باللہ کے عہد میں ۳۲۳ ہجری تک سارا فارس عماد الدولہ بن بویہ کے ہاتھ میں آ گیا اور رے (تہران) وغیرہ میں رکن الدولہ نے اپنا قدم جمایا اور یہ تینوں یکے احد دیگرے صاحب سلطنت ہوئے اور یہاں تک زور باندھا کہ خلفائے بغداد پر غالب آ گئے اور خلفا کا عزل و نصب ان کے اختیار میں ہو گیا اور تمام آزر بائجان و خراسان و جرجان و مازندران و جیلان و ولیم و اصفہان و رے اور شیراز وغیرہ پر انہیں کا

قبضہ رہا اور ۱۲۷ برس ان کی سلطنت قائم رہی اس لئے کہ آخری بادشاہ ان کا ملک الرحیم خسرو فیروز ہے رکن الدولہ بن بویہ کی اولاد میں سے جس کو سلطان طغرل بیگ نے ۴۴۰ ہجری میں گرفتار کیا تھا یہ لوگ غلامۃ اثنا عشری سے تھے غلو کا ان کے یہ حال تھا کہ ۳۵۱ ہجری میں جب رکن الدولہ بن بویہ نے طبرستان و جرجان فتح کیا تو حکم دیا کہ تمام شیعہ اثنا عشری مساجد پر یہ لکھ دیں لعن اللہ معاویہ بن ابی سفیان و لعن من غضب فاطمة فد کا ومن منع ان یوفن الحسن عند قبر حدہ و من نفی اباذر الغفاری و من اخرج العباس عن الشوری . یعنی اللہ لعنت کرے معاویہ پر اور اس شخص پر لعنت کرے جس نے حضرت فاطمہؑ سے ظلم کے ساتھ فدک کو چھین لیا اور اس پر جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس حضرت حسنؑ کو مدفون ہونے سے روکا اور اس پر جس نے ابوذر غفاری کو شہر بدر کرایا اور اس پر جس نے حضرت عباسؑ کو شورے میں شریک کرنے سے چھوڑ دیا اور جلد اول نزہت اثنا عشریہ میں من غضب فاطمة فد کا کی جگہ من اغضب فاطمة رضی اللہ عنہا واقع ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس نے حضرت فاطمہؑ کو غصہ دلایا سو اس کلام میں لعن طعن حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت المؤمنین عائشہؓ اور حضرت عمرؓ پر بھی آگیا اس واسطے کہ حضرت محمدؐ کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فاطمہؑ کو باغ فدک میراث میں نہ دیا اور یہ کہا کہ حضرت محمد ﷺ کا مال میراث نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ فرما چکے تھے لانـسـودث ماتر کناہ صدقة متفق علیہ یعنی نہیں چھوڑتے ہم یعنی گروہ انبیاء میراث ہم چھوڑتے ہیں صدقہ ہیں اور جب کہ حضرت فاطمہؑ نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ باغ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ہیہ کر چکے ہیں تو ان سے گواہ طلب کئے ان کی طرف سے حضرت علیؑ ام ایمنؓ دو شاہد پیش ہوئے تو ان کی شہادت کو اس لئے قبول نہ کیا کہ ایک مرد ایک عورت کی شہادت کافی نہیں بلکہ ایک اور عورت کی ضرورت تھی اس کاروائی کے بعد حضرت فاطمہؑ حضرت ابو بکرؓ سے ناخوش ہو گئیں اور ان سے بولنا چالنا ترک کر دیا حالانکہ مسور بن مخرمہ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ فَاطِمَةُ "بِضْعَةٍ" مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي یعنی فاطمہ میرا جز ہے جس نے ان کو غصہ دلایا اس نے مجھ کو غصہ دلایا اور حضرت حسنؑ نے وفات کے قریب وصیت کی تھی کہ مجھ کو میرے نانا کی قبر کے پاس دفن کرنا جب انتقال ہوا تو بنی ہاشم نے چاہا کہ حضرت محمد ﷺ کی قبر کے پاس دفن کریں

معاویہؓ کی طرف سے مردان بن حکم مدینے کا حاکم تھا اس نے منع کیا قریب تھا کہ بنی امیہ و بنی ہاشم میں تلوار چلے حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یہ مکان میرا ہے میں اجازت نہیں دیتی اس لئے بقیع میں مدفون ہوئے اور شیعہ کا قول یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ابوذرؓ کو مدینے سے ربذہ کو نکلوا دیا تھا اور جب کہ حضرت عمرؓ کی موت کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے ان چھ شخصوں کو مشورہ خلافت اور کار خلافت کے لئے منتخب کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ، علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعدؓ اور عبدالرحمنؓ اور حضرت عباسؓ کو چھوڑ دیا تھا من اخرج العباس عن الشوریٰ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے رات کو بعض لوگوں نے اس تحریر کو مٹا دیا تب وزیر مہلمی کے اشارے اور معز الدولہ کے اذن سے یوں لکھا گیا۔ لعن اللہ الظالمین لارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم دیا کہ لعن میں سوائے معاویہؓ کے دوسرے کا ذکر نہ کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اس معز الدولہ کو تشیع سے اتنی دلچسپی تھی کہ ۳۴۱ ہجری میں مہلمی نے ایک قوم تناخہ کی گرفتاری کی جس میں ایک نوجوان تھا کہ اس کو اس طاقت کا زعم تھا کہ حضرت علیؓ کی روح نے مجھ میں حلول کیا ہے اور اس قوم میں ایک عورت تھی کہ وہ کہتی تھی کہ مجھ میں حضرت فاطمہؓ کی روح نے انتقال کیا ہے اور ایک شخص یہ کہتا تھا کہ مجھ میں جبریلؑ نے انتقال کیا ہے جب ان لوگوں کے یہ کلمات سن کر پٹوایا تو کہنے لگے کہ ہم محبان اہل بیت ہیں معز الدولہ نے بوجہ اس کے کہ خود بھی شیعہ تھا ان کو رہا کر دیا۔ (نجوم الزاہرہ جلد دوم)

اثنا عشریہ کو آل بویہ کے عہد میں جنہیں دیا لمہ بھی کہا کرتے ہیں بڑی قوت ہاتھ آئی بڑے بڑے علما جمع ہوئے تصانیف سے مذہب کی تائید کی اور بغداد میں ۴۴۱ ہجری میں شیعہ سنی کے فتنے برپا ہوئے شیعہ نے اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کی جگہ کھل کھلا حسی علی خیر العمل شروع کیا کرخ میں اس کا رواج ہو گیا۔

چنگیز خانی

پھر چنگیز خان تاتاری کی اولاد میں سے سلطان غازان بن ارغون بن القابن ہلاکو بن تولی بن چنگیز خان شیخ صدر الدین ابراہیم خلف شیخ سعد الدین حموی کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر سلطان محمود کے نام سے مشہور ہوا اور اس بادشاہ کے ساتھ ایک لاکھ فوج بھی مسلمان ہو گئی اور اس نے ایک اثنا عشری عالم مسکی تاج الدین کے سمجھانے سے یہ مذہب قبول کیا پھر تمام ملک میں یہ مذہب پھیل گیا بڑے بڑے علما جمع ہوئے چنانچہ ابن مطہر علی بھی ان

میں تھے اور اس سلطان کی حیات تک اس فرقے کا غلبہ بہت ہی بڑھتا رہا ابن مطہر نے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں یہ بادشاہ ۶۷۰ ہجری میں پیدا ہوا تھا اور ۶۹۳ ہجری میں مسند نشین سلطنت ہوا اور اسی سال میں مسلمان ہوا تھا۔ (کتاب و صاف جلد سوم)

ترکمان بادشاہ

پھر سلطنت ترکمانوں کی جنگ اصل فرقہ اثنا عشری سے تھی دیار بکر اور اس کے گرد نواح میں جو ولایت ایران میں داخل ہے اور فی الحال سلطان روم کے ماتحت ہے ۸۶۰ ہجری میں قائم ہوئی اور اس فرقے کو از سر نو رونق ہو گئی اور پچاس برس تک اس ریاست میں برادغول کا غلبہ رہا اور علمائے اثنا عشری آ کر جمع ہو گئے۔ ترکمانوں کی سلطنت کے زوال کے بعد۔

سلاطین صفویہ

سلاطین حیدریہ نے جنہوں نے اپنا لقب صفویہ رکھا فتوحات اسلامیہ میں کہا ہے کہ ان کو شیخ صفی الدین اودبیلی کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے صفویہ کہتے ہیں جو سنی المذہب اور مشائخ اہل سلوک میں سے تھے ان کے سلسلے کا طریق احمد غزالی بھائی حضرت محمد غزالی تک پہنچتا ہے۔ سلطنت ایران پر قبضہ کر لیا ان کی سلطنت کا بانی شاہ اسماعیل صفوی ہے جس کی شہرت اور ظہور ۹۰۵ ہجری اور ۹۱۶ ہجری تک سب عراق عجم اور کرمان اور مازندران اور آذربائیجان و خراسان و تبریز مفتوح ہو گیا یہ شخص محض پیری اور مریدی کی برکت سے اس شوکت و دولت کو پہنچا تھا سلاطین صفویہ کو یہاں تک غلبہ تھا کہ شاہ اسماعیل صفوی مردوج طریقہ اثنا عشری نے ایک ٹوپی سرخ رنگ ایجاد کی جس کے بارہ گوشے ہوتے تھے اور ہر ایک گوشے میں ایک امام کا آئینہ اثنا عشریہ میں سے نام لکھا جاتا تھا اور یہ ٹوپی خاص شیعہ اثنا عشری کے اوڑھنے کے واسطے بنوائی گئی تھی تاکہ شیعہ اور غیر شیعہ میں فرق و تمیز رہے اور چونکہ سرخ رنگ کو ترکی زبان میں قزل کہا کرتے تھے اس لئے اس کے اوڑھنے والے قزلباش مشہور ہو گئے پھر فرقہ اثنا عشریہ کا زور و شور ایران میں یہاں تک بڑھ گیا کہ ان میں سے ایک بادشاہ کو علمائے اثنا عشری نے صاحب الزمان کا نائب قرار دے کر اس کے لئے رسم سجدہ جاری کرائی اور اس بادشاہ نے زبردستی مخلوق کو اس مذہب میں ڈالا جس نے انکار

کیا قتل کرایا اہل سنت کے جمعہ و جماعات روک دئے اور خطبوں میں ممبروں پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ اور بڑے بڑے صحابہ کی علانیہ مذہب بیان کرانا شروع کی بلکہ کوچہ بازار میں ان پر لعنت کرائی ہزار ہا علمائے اہل سنت کو قتل کرایا ان کی مساجد خراب کرادیں اور ان میں سے بڑے بڑے علما کی قبریں اکھڑوا کر ہڈیاں جلوادیں جیسے عین القضاة ہمدانی اور قاضی ناصر الدین بیضاوی وغیرہ اور ہزاروں اہل سنت خانہ بدوش دتباہ برباد ہو کر توران میں بارشاہان ماوراء النہر کے پاس پناہ گزیں ہوئے زوال دولت صفویہ کے بعد تک وہاں مقیم رہیں۔

سلاطین زندیہ

سلاطین زندیہ بھی اسی مذہب پر ہوئے اور زندیہ سے سلاطین قاچار یہ نے یہ سلطنت پھین لی کہ فتح علیخان قاچار طہماسپ ثانی کا سپہ سالار تھا نادر شاہ نے اسے قتل کرادیا اس کے دو بیٹے تھے محمد حسین خان، محمد حسن خان محمد حسن خان کے بیٹے آقا محمد خان نے لطف علی خان زند پر کہ سلاطین زندیہ کا آخری بادشاہ ہے غلبہ پا کر سلطنت ایران حاصل کی۔

سلاطین قاچار یہ

۱۲۱۰ ہجری میں مستقل طور پر سلطنت مذکور کا تخت نشین ہو کر آقا محمد شاہ کے نام سے مشہور ہوا اور ۲۱ ذی الحجہ ۱۲۱۲ ہجری میں اس کے مقتول ہونے کے بعد اس کا بھائی فتح علی شاہ حکمران ہوا اور ۱۹ جمادی الاول ۲۵۰ ہجری کو اس نے انتقال کیا تو محمد شاہ والی سلطنت ہوا اور اس نے جب ۶ شوال ۲۶۳ ہجری کو وفات پائی تو اس کا بیٹا ناصر الدین شاہ فرمان روا ہو اب اس کی اولاد میں سے احمد شاہ مالک سلطنت ایران ہے اور ان تمام سلاطین قاچار یہ کا مذہب اثنا عشری ہے ان کے غلو کا یہ حال ہے کہ ناسخ التواریخ میں جہاں جہاں خلفائے ثلاثہ اور حضرت عائشہؓ کے تاریخی حالات تمام کیئے ہیں وہاں ان پر مطاعن بھی ضرور لکھ دیئے ہیں اور جوابوں کو چھوڑ دیا ہے بلکہ کسی جلیل القدر صحابی کو جوان کے چند واجب التعظیم صحابہ سے باہر ہے طعن و تشنیع سے معاف نہیں رکھا ہے کہیں رمز و کنائے کے طور پر اور کہیں صاف لفظوں میں ہر ایک کو برا کہا ہے اور عیب نکالا ہے سرجان مالک کی تاریخ میں لکھا ہے کہ مذہب شیعہ کا رواج ایران میں وہاں کے رہنے والوں میں اتفاق پیدا ہو جانے کے

سبب واقع ہوا ہے اور بقدر حب وطن کے دلوں میں راسخ ہو گیا ہے اس زمانے میں ایرانیوں کو وہ تعصب مذہبی باقی نہیں رہا جو پہلے تھا اور اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ ان میں ترقی و تربیت آگئی ہے بلکہ جوش و ہیما ہو گیا ہے اہل سنت و جماعت کو کافر نہیں قرار دیتے کہتے ہیں یہ لوگ مسلمان ہیں مگر مومن نہیں اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں کی خلافت کو قبول کر لیا ہے جنہوں نے آل رسول کا حق مار لیا اور جور کے ساتھ خلافت چلائی پس یہ لوگ اس وجہ سے خطا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

شاہان بہمنیہ

سنہ ایک ہزار ہجری میں دکن ملک ہندوستان میں سلاطین بہمنیہ اور عادل شاہیہ سلطنت کرتے تھے اور ان سب لوگوں کا مذہب اشاعشری تھا اور تشیع میں بہت غلور کھتے تھے خاندان بہمنیہ کا بانی اول شاہ علاء الدین حسن گنگو بہمنی ہے کہ چوتھی ربیع الاول ۷۸۲ ہجری میں ملک دکن کا فرمان روا ہوا اور اس خاندان کا آخری شاہ کلیم اللہ بہمنی بن محمد شاہ بہمنی ہے جو اپنے ملک سے بیدخل ہو کر ۹۳۳ ہجری میں برہان نظام شاہ کے پاس جا کر وہیں راہی ملک بچا ہوا اس خاندان نے ملک دکن میں ایک سو بیاسی برس تک سلطنت کی ان کا دارالسلطنت احمد آباد بیدرتھا۔

شاہان عادل شاہیہ

یوسف عادل شاہ جو ۸۹۵ ہجری یا ۸۹۶ ہجری میں بیجا پور واقع ملک دکن کا بادشاہ ہوا تھا اس کی طبیعت میں بھی ایران کے رہنے سہنے اور شیخ صنفی کے خاص خاص متقدوں کے ملنے جلنے سے تشیع کی گرم جوشی بیٹھ گئی تھی اس نے اس مذہب کو اپنی سلطنت کا طریقہ ٹھہرایا یعنی اسی مذہب کی تائید و حمایت کرتا تھا ان عادل شاہیوں سے مادشاہ ابراہیم عادل شاہ ۹۳۲ میں تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے اسلاف کے مذہب کو ترک کر دیا اور خطبے میں سے آئمہ اشاعشر کے نام نکلوا دئے اور مذہب حنفیہ کو رواج دیا اور اس کی سرخ ٹوپی کا اوڑھنا موقوف کر دیا جو کلاہ دوازده ترک کہلاتی تھی اور سپاہ شیعہ کی علامت سمجھی جاتی تھی ۹۶۵ ہجری میں ابراہیم عادل شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا علی عادل شاہ مذہب اشاعشری پر ہوا اس کا مذہب باپ کے سامنے ہی سے یہ تھا اس نے اپنے اجداد کا مذہب اجالا

کیا اور عالی شیعوں کا طریقہ اختیار کیا اور خطبے میں آئمہ اثنا عشر کا نام داخل کرادیا اور لفظ علی ولی اللہ کلمات اذان میں داخل کرادیا اور ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں جو شیعہ تقیہ کرنے لگے تھے ان کو حکم دے دیا کہ علی الاعلان کوچہ و بازار میں اپنے کام میں مشغول رہیں (تاریخ فرشتہ) یہی حال ان فرمانرواؤں کی حکومت میں رہا یہاں تک کہ سکندر شاہ کے ہاتھ سے ۱۰۹۷ ہجری میں قلعہ بیجا پور نکل گیا اور اس کو قلعہ دولت آباد میں عالمگیر شہنشاہ ہندوستان نے قید کر دیا پس عادل شاہیوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا اس خاندان میں دس آدمی دو سو برس تک فرمان روارہے۔

نظام شاہیہ

نظام شاہیہ خاندان میں جس کی بنیاد احمد شاہ نو مسلم نے ڈالی تھی اس کا بیٹا برہان نظام شاہ تخت احمد نگر پر بیٹھا تو اس نے ۹۳۳ ہجری میں شاہ طاہر کی ہدایت سے مذہب اثنا عشری کو رواج دیا آئمہ اثنا عشر کے نام سکے اور خطبے میں ڈلوائے اور باقی صحابہ کے نام خارج ہوئے ۹۹۷ ہجری میں میران حسین پانچویں بادشاہ کے مارے جانے سے مذہب کا تبدیل ہوا اور سنی غالب آئے۔

قطب شاہیہ

ملک ملنگ واقع دکن میں قطب شاہی بھی اثنا عشری تھے پہلا شخص جس نے یہ خود مختار حکومت قائم کی سلطان قلی ہے جو سلطان محمود بہمنی کے عہد میں مرتبہ امارت کو پہنچا اور قطب الملک خطاب پایا اور ۹۱۸ ہجری میں امارت و سپہ سالاری سے نکل کر بادشاہت قائم کی اور اپنا نام قطب شاہ رکھا اس نے اپنی سپہ سالاری اور امارت کے زمانے ہی سے آئمہ اثنا عشر کے نام خطبوں میں ڈالوئے تھے اور جب بادشاہ بنا اور اس کو یہ خبر پہنچی کہ شاہ اسماعیل صفوی ایران کے تخت پر بیٹھا تو اس کی تقلید سے کیونکہ اسے اپنا مرشد زادہ جانتا تھا اصحاب ثلاثہ کے نام خطبوں میں سے نکلوا ڈالے جب کہ برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کی ہدایت سے احمد نگر میں بطور شیعوں کے خطبہ پڑھا تو قطب شاہ نے بھی اس کی حمایت کے بھروسے پر مذہب تشیع کے مراسم و احکام بر ملا جاری کرائے اور اب شیعہ اصحاب ثلاثہ کو علانیہ بے ادبی کے ساتھ یاد کرنے لگے اور قطب شاہ کی اولاد کے عہد میں یہ بات جاری رہی۔

ریاست حیدرآباد میں جو نعل صاحب کی درگاہ مشہور ہے اور عشرہ محرم میں وہاں مجمع کثیر رہا کرتا ہے اور ہر قسم کی نذر و نیاز اور چڑھاوے لوگ کیا کرتے ہیں وہ ایک گھوڑے کا نعل ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ حضرت حسینؑ کے گھوڑے کا نعل ہے یہ نعل قطب شاہیوں کے زمانے میں اس وقت کے بادشاہ نے ایک سوداگر سے تبرک سمجھ کر خریدا تھا اس نعل کو ایک لکڑی پر علم کی صورت نصب کر کے ایک خاص مکان میں رکھا گیا تھا جسے نعل صاحب کی درگاہ کہتے ہیں نعل صاحب پر اس قدر اعتقاد ہے کہ شاید اتنا کسی دوسرے پر نہ ہوگا نعل صاحب کے گروہ معتقدان میں سب سے بڑا نمبر تمام شہر کے سائیسوں کا ہے حیدرآباد کے سنی شیعہ شریف رذیل امیر غریب غرض ہر جماعت اور طبقے کے لوگ اور خاندان کے ممبر اس پر اعتقاد رکھتے ہیں اس کے نام سے فقیر بنتے ہیں اور اس قسم کے معتقدوں اور عموماً نذر و نیاز چڑھانے والوں میں مسلمانوں سے ہندو اور مردوں سے زیادہ عورتوں کی تعداد ہوتی ہے عشرہ محرم میں نویں تاریخ کی رات کو نعل صاحب کی سواری نکلتی ہے جب سب تعزیے نکل جاتے ہیں تو نعل صاحب کی سواری کا شور و غل ہوتا ہے اور بڑی دھوم سے نکلتی ہے شہر کے تمام سائیس سواری کی جلو میں ہوتے ہیں اور ہر سائیس ایک بڑی سے مشعل ہاتھ میں لئے ہوتا ہے اور گھماتا جاتا ہے اور ان سب کے ہاتھ میں لکڑیاں اور ڈنڈے اور لٹھیاں رہتی ہیں یہ جماعت کی جماعت مختلف فقرے چلاتی جاتی ہے جن کا نمونہ یہ ہے (۱) دولہ دولہ (۲) دولہ یا علی (۳) نعل صاحب پتھر گھٹی (اس لحاظ سے کہ نعل صاحب کی درگاہ محلہ پتھر گھٹی میں واقع ہے) (۴) کیا خوب چلی دستی (۵) جم جم کے لگا تیغ۔ اس طور پر اور بھی مہمل فقرے ہیں جن کا نہ سر معلوم ہوتا ہے نہ پیر۔ نعل صاحب کی سوا کے ساتھ سائیسوں کی مشعلوں کے علاوہ خاص ریاست کے صرف سے ہزار کے قریب مشعلیں روشن رہتی ہیں سرکاری مشعلیں معمولی نہیں ہوتیں بلکہ بڑے صرفے سے تیار ہوتی ہیں ان کا ہینڈل بہت بڑا ہوتا ہے اور اس پر ابرک کے پھول پتے لگے رہتے ہیں نعل صاحب کے مختلف جگہوں پر ڈھٹی بندھتی ہے دوسرے الفاظ میں ایک نہایت بیش قیمت کیرا ان کی نذر ہوتا ہے وہ جگہیں یہ ہیں (۱) نظام حیدرآباد (۲) وزیر اعظم (۳) ڈیوڑھی سر سالار جنگ۔ نعل صاحب کا چکر صبح آٹھ بجے کے قریب ختم ہوتا ہے۔ نعل صاحب کا حال بطور جملہ معترضہ کے آگیا ہے اب میں پھر مطلب اصلی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

شاہان مغلیہ دہلی

ہمایوں بن بابر شہنشاہ ہندوستان شیعہ ترکمانوں کی بہت خاطر اور دلجوئی کرتا تھا اور ہمایوں کے بیٹے اکبر کے عہد میں عبدالرحیم خان خاناناں وغیرہ امرا کا مذہب تشیع تھا بلکہ اکبر خود بھی برملا تشیع کا اظہار کرنے لگا تھا اور اس کے بیٹے جہانگیر کے عہد میں اس کی بیگم نور جہاں اور بیگم کے رشتہ دار جن کا یہی مذہب تھا سلطنت پر حاوی ہو گئے تھے اور ان کے پاس عراق اور ایران کے تمام شیعہ اثنا عشری بھرے پڑے تھے۔

والیان اودھ

تمام ملک اودھ میں شیعوں کی حکومت رہی ابتدا والیان اودھ کی برہان الملک عرف میر محمد امین نیشاپوری سے ہوئی جو موسیٰ کاظم کی اولاد سے تھا اور محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان نے اسے صوبہ دار اودھ کا کیا تھا اور جب اس کے جانشین مرزا مقیم الخطاب بہ نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ نے احمد شاہ بن محمد شاہ سے ۱۱۶۶ ہجری میں بمقام دہلی بغاوت کی تو فریقین کے قصبے اختلاف مذہب کے غیض غضب سے چوگئے ہو گئے چنانچہ سنی شیعوں کے لڑنے والوں کا لقب اور ماہہ الامتیا ان کی ایک آواز تھی یعنی سنی دم چار یار اور شیعہ دم پختن کہتے تھے اور صفدر جنگ کے جانشین نواب شجاع الدولہ نے ۱۱۸۷ ہجری میں قصبہ جلالی ضلع علی گڑھ میں جو کہ شیعوں کی بستی ہے نواب مظفر جنگ ابن نواب احمد خان بنگلش والی فرخ آباد کو شیعہ کیا اور شجاع الدولہ کے جانشین آصف الدولہ کی ہدایت سے ۱۲۰۸ ہجری میں نواب سید محمد علی خان ابن نواب سید فیض اللہ خان والی رام پور نے ملت اثنا عشری اختیار کر لی تھی۔ فقیر بیگ نام ایک شخص نواب آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ میں تھا اس نے ایک علم دریائے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کر دیا اور شہر کے لوگوں سے یہ بات کہی کہ مجھ کو خواب میں یہ الہام ہوا ہے کہ حضرت عباس کے ہاتھ میں جو علم معرکہ کربلا میں تھا وہ فلاں مقام پر دفن ہے تو اس کو نکال لے اور اپنے طریق کے چند رفیق جمع کر کے اس مقام پر گیا اور جگہ کو کھود کر وہ علم نکالا اور اپنے گھر میں کہ محلہ رستم نگر میں واقع تھا نہایت تعظیم کے ساتھ رکھا اس حکایت نے شہرت پائی نواب آصف الدولہ کہ ہزار جان و دل سے شہدائے کربلا کے جان نثار تھے اس علم کی زیارت کے لئے فقیر بیگ کے گھر پر گئے اور علم کی

زیارت کی اب اہل شہر بھی جو اس طریق کے تھے جو درجوق درجوق آنے لگے شیرینیاں اور نیازیں حاجتمندوں نے حاضر کرنی شروع کیں جب فقیر بیگ نے قضا کی تو اس کے بیٹے نے بھی جمعرات کے دن وہ طریقہ بدستور جاری رکھا اور اس کی آمدنی سے اوقات بسر کرتا تھا عشرہ محرم میں زیادہ رونق ہوتی تھی پہلے وہ مکان خام تھا چھت کی عوض کھریل تھی عمارت عالی نواب سعادت علی خان کے عہد میں تعمیر ہوئی جیسا کہ مفتاح التواریخ میں لکھا ہے اس مکان کا نام درگاہ حضرت عباس ہے اس کی آمدنی کچھ خادموں کے حصے میں آتی تھی اور کچھ سرکار میں داخل ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ وہاں کی آمدنی لاکھوں روپیہ سالانہ کو پہنچی ہر جمعرات کو خصوصاً نوچندی جمعرات کے دن درگاہ میں بڑا جلسہ منعقد ہوتا تھا زیارت کرنے والوں کے سوا ہزاروں تماشا سائی اور شہر کی پری پیکر طوائفیں بن ٹھن کر جمع ہوتی تھیں سلطنت کے قیام تک یہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے رہا اب شہر اب تک لیکر پٹتے ہیں اب نہ وہ آمدنی ہے نہ وہ آرائش وزینت۔ ریاست اودھ جب تک قائم رہی علانیہ تشیع میں بڑا غلور ہا اس کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ میر حیدر بخش نائب آفرین علی خان نے صحابہ کے نام لکھ کر فرش کے تلے بچھوائے تھے تاکہ پامال ہوں لکھنؤ کی کر بلائے تال کٹورہ میں اب تک یہ بات موجود ہے معتمد الدولہ وزیر اعظم غازی الدین حیدر کے ہاتھ سے میر حیدر بخش بہت خراب ہوا۔ وقائع دلپذیر میں مذکور ہے کہ بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر والی اودھ نے اپنی طبیعت سے ایک چھٹی صاحب الزمان کے واسطے ایجاد کی چھٹی یہ ہے کہ عورت زچہ جننے سے چھ دن کے بعد مع بچہ پہن کر غسل کرتی ہے اور عمدہ لباس پہن کر جلسہ کرتی ہے بادشاہ بیگم اس رسم کو اس امام عالی مقام کی طرف منسوب کر کے ہر سال ماہ شعبان میں ادا کرتیں اور بہت سا روپیہ خرچ کرتی تھیں اور اشرافوں کی دو شیزہ اور خوبصورت لڑکیاں روپیہ خرچ کر کے یا کسی دوسری تدبیر سے بہم پہنچا کر آئمہ اثنا عشر کی ان کو ازواج بنا تیں اور ان آئمہ کی ازدواج کا نام سن کر وہی نام ان لڑکیوں کے رکھتیں اور ان لڑکیوں کا لقب اچھوتی مقرر کیا تھا اچھوتی اس چیز کو کہتے ہیں جو چھونے کے قابل نہ ہوتا کہ آلودہ و نجس نہ ہو جائے مگر حضرت فاطمہؑ زہرا کی پاسداری کی وجہ سے حضرت علیؑ کے لئے کوئی عورت تجویز نہیں کرتی تھیں اگر ان میں سے کوئی جوان ہو جاتی اور اول اس کا مناکحت کو چاہتا تو مانع آتیں اور کہتیں کہ بعد زوجیت آئمہ اطہار کے دوسرے کے ساتھ تزویج اور عقد کرنا اور اس سے ہم بستر ہونا ملت پاس دادب اور رعایت قانون اسلام میں حرام ہے غازی الدین حیدر کے بعد جب نصیر

ن حیدر مسند نشین ہوئے تو انہوں نے بھی گیارہ ازواجِ آئمہ احدى عشر کے لئے جمع اور دوسرے آئمہ کے واسطے بھی اچھوتیاں جمع کیں جیسے حضرت قاسم اور حضرت عباس کے لئے اور جب کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو بادشاہ اپنے آپ کو حاملہ عورتوں کی تصنع دروزہ اور نفاس وغیرہ میں مبتلا کرتے اور بچے کی جگہ ایک مرصع گڑیا بادشاہ کے لئے رکھ دی جاتی اور بادشاہ خود ہی زچہ خانے میں رہتے اور ویسے ہی کھانے کھاتے جیسے لھاتی ہے اور چھٹا روز ہوتا تو بادشاہ زچہ کی طرح غسل کرتے اور اس مصنوعی بچے کو گود لے کر لٹکراتے ہوئے مکن مکان میں نکلنے تاکہ آسمان کے تاروں کو دیکھیں اس طرح ہوتی آئمہ احدى عشر میں سے ہر ایک امام کی زوجہ کی سونے کی مورت بچے کی دی گئی اور دوسرے آئمہ کی زوجات کو چاندی کی مورت دی گئی تھی اور جب کہ سوائے آئمہ احدى عشر کے دوسرے کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو اس کی زوجہ خود بطرز معمولی زچہ نے میں جاتی اور وہی مراسم ادا کئے جاتے جو بادشاہ کے ساتھ کئے جاتے تھے اور ملاحظہ میں اس رسم کو اچھوتہ کہتے تھے۔ امجد علی شاہ ثریا جاہ کو مذہب اثنا عشری میں نہایت تعالیٰ ان کے عہد میں مذہب شیعہ نے خوب رونق پائی تھی سنت و جماعت کا حساب و شمار میں تھا۔ (طلسم ہند)

اودھ کے پچھلے بادشاہ واجد علی شاہ سے فروری ۱۸۵۶ء مطابق جمادی الثانی ۱۲۷۲ ہجری میں انگریزوں نے ملک سے نکال لیا شاہ معزول نے اپنی ایک تالیف کے صفحہ ۲۰۴ میں جس کا نام مجموعہ واجد یہ ہے لکھا ہے اسامی ملعونان و ملعونات کہ تا قیامت برآ نہا لعنت کرو اور اس کے بعد تین صفحے اصحاب کبار وغیرہ کے ناموں سے بھردئے ہیں جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عائشہؓ وغیرہ داخل ہیں۔

نوابانِ رام پور

رام پور کے جو بعض رئیس اثنا عشری ہوئے یہ بھی اہل لکھنؤ ہی کی ہدایت و تربیت کا اثر تھا چنانچہ نواب سید فیض اللہ خان کے پوتے نواب سید محمد سعید خاں ابن نواب سید غلام محمد خان اور ان کے جانشین نواب سید یوسف علی خان یہی مذہب رکھتے تھے مگر ان کے وقت میں بالکل غلو کو دخل نہ تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اہل سنت کے سامنے صحابہ کو برا کہہ سکے نواب سید حامد علی خان صاحب بہادر رئیس حال بھی یہی مذہب رکھتے ہیں۔

عقائد اثنا عشریہ کی تفصیل

اصول دین پانچ ہیں۔ (۱) توحید۔ اسی میں صفات ثبوتیہ و سلبیہ داخل ہیں (۲) عدل۔ (۳) نبوت۔ (۴) امامت۔ (۵) معاد بیان توحید۔ معرفت اللہ تعالیٰ واجب ہے ہر مکلف پر کیونکہ وہ منعم ہے تاکہ ہم اس کا شکر کریں۔ اللہ تعالیٰ موجود ہے واجب الوجود لذاتہ ہے یعنی اپنے وجود میں غیر کا محتاج نہیں اور اس پر عدم جائز نہیں۔

بیان صفات ثبوتیہ

اللہ تعالیٰ قدیم ازلی ہے یعنی اس کے وجود پر عدم سابق نہیں باقی ہے ہمیشہ رہے یعنی اس کے وجود کو عدم لاحق نہیں ہوتا مختار ہے یعنی اگر چاہے کرے اور عالم ہے یعنی چیزیں اس کے نزدیک ظاہر اور حاضر ہیں زندہ ہیں یعنی صحیح ہے اس سے کہ قادر ہوئے جانے اور ہر مقدر پر قادر ہے اور ہر معلوم کا عالم ہے اور متکلم ہے بغیر زبان کے اور اللہ متکلم ہونے سے یہ مطلب ہے کہ کسی جرم سادی یا جسم ارضی میں کلام ایجاد کیا تاکہ اپنی غرض کو خلق کی طرف پہنچائے پس اس قسم کے کلام کو اس کا اپنی ذات کی طرف نسبت دینا اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے بغیر کان اور آنکھ کے مطلب یہ کہ مبصرات اور مسموعات کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ بغیر اعضا کے مدرك ہے یعنی اس کو جانتا ہے جس کا ادراک حواس سے ہوتا ہے اور صاحب ارادہ ہے یعنی ترجیح دیتا ہے فعل جس وقت جانتا ہے اس کی مصلحت کو اور اللہ تعالیٰ صادق ہے حق بات کہتا ہے کذب منزہ ہے اور کارہ ہے یعنی ترجیح دیتا ہے ترک فعل کی جس وقت مفسدہ فعل کے ہونے

جانتا ہے اور واحد ہے اس کا کوئی شریک الوہیت میں نہیں۔

بیان صفات سلبیہ

اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے نہ عرض ہے اور نہ جوہر ہے اور نہ کسی جہت میں ہے اور نہ کسی مکان میں ہے اور وہ نظر کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا دنیا میں نہ آخرت میں کیونکہ وہ مجرد ہے اور رویت کے لئے جسم و جہت شرط ہے اور وہ خود بھی کہتا ہے۔ لَنْ تَرَانِي (سورۃ انعام ۶۔ آیت ۱۰۳) یعنی ہرگز نہیں دیکھے گا تو مجھے اور لَا تَذَرُكَ الْاَبْصَارُ (سورۃ اعراف ۷۔ آیت ۱۲۳) نہیں پاسکتیں اس کو آنکھیں اور اللہ کے لیے نہ ولد ہے نہ زوجہ اور متحد اپنے غیر سے نہیں ہو سکتا اور مرکب کسی شے سے نہیں ہے اور نہ حلول کے ساتھ متصف ہے اور نہ کسی ایسی صفت کے ساتھ جو اس کی ذات مقدس پر زائد ہو متصف ہے کیونکہ اگر ایسا ہوگا تو ذات الہی کا حدوث لازم آئے گا اس لئے کہ محل حوادث ہوگی اگر وہ صفت قدیم نہ ہو تو قدما کا تعدد لازم آئے گا اور یہ باطل ہے پس صفات ثبوتیہ اس کے عین ذات ہوئے اور اللہ تعالیٰ عالم بالعلم اور قادر بالقدرة نہیں ہے بلکہ علم اور قدرت عین اس کی ہیں اور تعدد صفات سے تعدد معنی کا نہیں ہوتا اگر عالم بالعلم اور قادر بالقدرة ہو تو محتاجی اس کی صفات کی جانب لازم آئے اور یہ محال ہے پس ثابت ہوا اللہ تعالیٰ قادر و عالم بالذات واحدی المعنی ہے اس میں مجال تعدد نہیں ہے۔

بیان عدل

اللہ تعالیٰ عادل اور حکیم ہے نہ برائی کرتا ہے نہ واجب میں خلل ڈالتا ہے کیونکہ قبیح کا فعل قبیح ہے اور واجب میں خلل ڈالنا اللہ تعالیٰ کا نقصان ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے اور غیر سے عنی ہے رضا بہ قضا و قدر واجب ہے اور ہر چیز کہ ہے اور ہو وہ قضا و قدر سے ہے اور ان دونوں سے جبر و ظلم لازم نہیں آتا اس لئے کہ قضا و قدر علم اور بیان کے معنی میں ہے یعنی ہر شے کو جانتا ہے جس حالت پر کہ وہ ہے اور اس کو ملائکہ سے بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مکلفین کو جن چیزوں کے ساتھ تکلیف دی ہے ان کا بدلہ ثواب ابدی کے ساتھ تکلیف کے مقابلے میں دیتا ہے اور ان آلام کا بھی عوض دیتا ہے جو مکلفین کی ذاتوں پر زائد ہیں اگر ایسا نہ کرے تو ظلم لازم آئے اور اللہ تعالیٰ عادل ہے پس عوض پہنچانا واجب

ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے وہ اس صلح ہے ورنہ عبث لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ عبث سے بری ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے لطف ضروری ہے کیونکہ خلق کو پیدا کیا اور اس میں خواہش رکھی پھر اگر لطف فرماتا تو قبیح کام پر آمادہ کرنا لازم آتا جو قبیح ہے اور لطف سے مراد یہ ہے۔ اولہ کا نصب کرنا اور عقل کامل کا دینا۔ اور رسولوں کا بھیجنا ان کے زمانے میں۔ اور انقطاع رسل کے بعد امام کا باقی رکھنا تا کہ غرض فوت ہو جائے۔

بیان نبوت

نبی ہمارے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں وہ رسول از روئے حق و صدق کے ہیں ان کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے کہ حق و باطل میں فارق ہے اور باقی ہے قیامت تک اور حجت ہے خلق پر اور وہ اعجاز بوجہ زیادتی فصاحت و بلاغت کے ہے اس طرح پر کہ جب سے آپ نے تحدی فرمائی اس امر پر کہ اگر میں پیغمبر نہیں ہوں اور یہ کلام الہی نہیں تو اس کی ادنیٰ سی سورت کے مثل لاؤ کسی سے اس کا جواب آج تک ممکن نہ ہوا اور آپ بعثت کے قبل اپنے نفس پر نبی تھے اور بعد اس کے آپ کا فخلق کی طرف رسول ہوئے اور تمام انبیاء اپنے افعال و اقوال میں معصوم ہیں تمام عیوب اور گناہ اور سہو و نسیان سے اول عمر سے آخر عمر تک پس جہاں کلام مجید میں معصیت اور سہو کا ذکر ہے وہ واجب التاویل ہے اور انبیاء کا اپنے الہی زمانہ سے افضل ہونا واجب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ ہو اور وہ تمام انبیاء مرسلین سے افضل و اشرف ہیں ان کی معراج جسم عنصری کے ساتھ علانیہ بیداری میں حق ہے اخبار صریح متواتر سے ثابت ہے منکر اس کا دائرہ اسلام سے خارج ہے آپ دروازہ ہائے آسمان سے تشریف لے گئے اس میں حاجت خرق و التیام افلاک کی باقی نہ رہی ان کا ادیان سابقہ کا تاسخ ہے۔

بیان امامت

امام کا ہونا لطف الہی ہے جس طرح نبی کا ہونا لطف ہے پس نبی کے بعد امام کا وجود اللہ کی جانب سے اس کے حکم سے واجب ہے ورنہ حج لازم آئے گا جو محال ہے اور امام بعد جناب رسالت مآب کے بلا فصل بن ابی طالب ہیں اور ان کے بعد گیارہ امام ان کی اولاد میں سے ہیں یعنی حسن، پھر حسین، پھر علی زین العابدین، بن حسین، پھر محمد باقر بن علی پھر

جعفر صادق بن محمد باقر پھر موسیٰ کاظم بن جعفر پھر علی رضا بن موسیٰ کاظم پھر تقی بن علی رضا پھر علی نقی بن محمد تقی پھر حسن عسکری بن علی نقی پھر محمد صاحب الزمان بن حسن عسکری یہ سب از روئے حق کے آئمہ آدمیوں کے ہیں ایک بعد دوسرے کے۔ ہر امام ان میں سے ایک بعد ایک کے از روئے نصوص ان کا دائرہ خلافت کے منصوص ہے اور ان کا اپنے افعال و اقوال میں معصوم و مطہر ہونا واجب ہے تمام گناہ اور سہو سے خواہ صغیرہ ہوں خواہ کبیرہ عمد اور سہواً اور آئمہ کا علم اور افضل ہونا بھی واجب ہے اور مہدی منتظر امام محمد بن حسن عسکری ہیں کہ اپنے والد کے زمانے میں پیدا ہوئے اور غائب ہیں اور زندہ ہیں اور باقی ہیں جب تک دنیا باقی ہے اور غیبت ان کی اپنی خواہش طبعی سے نہیں کیونکہ وہ معصوم ہیں پھر کیسے واجب میں کمی اور خلل کرتے اور نہ پروردگار کی جانب سے ہے کیونکہ وہ ان عادل اور حکیم ہے پھر قبیح کام کیسے کرتا اور نظروں اور افادات سے اخفا قبیح ہے بلکہ ان کی غیبت کافروں کی کثرت اور دوستوں کی قلت کی وجہ سے ہے اور ان کا ظاہر ہونا ضرور ہے اور امام کی غیبت میں خلق کو اس طرح فائدہ پہنچتا ہے جس طرح آفتاب سے فائدہ پہنچتا ہے جب کہ وہ بادل کی آڑ میں ہوتا ہے۔

بیان معاذ

اللہ تعالیٰ اجسام فانی کا اعادہ کرے گا جیسے کہ دنیا میں تھے تاکہ مستحقین کو اس کا حق پہنچے انبیاء نے اس کی خبر دی ہے پس اعتقاد معاد جسمانی پر واجب ہے اور آئمہ معصومین زمانہ مہدی میں جماعت امم سابقہ اور لاحقہ کے ساتھ رجوع کریں گے تاکہ اپنی دولت اور حق کا اظہار کریں اللہ نے جو قرآن میں فرمایا ہے۔ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا (سورۃ نمل ۲۷ آیت ۸۳) یعنی وہ روز جس میں ہم ہر امت میں سے ایک گروہ اٹھائیں گے اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ امامت حضرت علی اور ان کی اولاد میں سے نہیں نکلتی ہے اگر نکلی بھی تو غیروں کے ظلم سے اور یا حضرت علیؑ کے یا ان کی اولاد کے تقیہ کرنے سے اور جن جن باتوں کی نبیؐ نے خبر دی ہے اور بتواتر ہم تک پہنچی ہیں جیسے انبیاء سابقہ کی نبوت اور ارسال رسل اور کتب منزلہ اور وجود ملائکہ اور احوال قبر اور نواب قبر اور عذاب قبر اور سوال منکر و نکیر اور زندہ ہونا قبر میں اور احوال قیامت اور حساب اور سوال اور میزان اور صراط اور بولنا اعضا کا اور اڑنا نامہ اعمال کا اور جنت کا ساتھ نعیم اور حور و قصور اور غلمان کے اور دوزخ

کا ساتھ عذاب سخت کے فی الحال موجود ہونا اور مظلوم کا ظالم سے انصاف کرنا اور قصر ہائے جہنم اور حوض کوثر جس کے ساتھی حضرت علیؑ ہیں کہ اس سے پیاسوں کو قیامت میں سیراب کریں گے اور نبی اور آئمہ معصومین کی شفاعت ان لوگوں کے حق میں جو گناہان کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور فرقہ شیعہ میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اہل قبور کو اٹھانا اور قیامت کے مواقع ان سب کا اعتقاد واجب ہے ان میں سے کسی بات میں شک نہیں کیونکہ معصومین نے ان کی خبر دی ہے اور کتاب اللہ میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ منکر ان کا طہ یا منافع ہے۔ (کتاب عربی شیخ ابو جعفر طوسی)

اثنا عشریہ قرآن میں کمی بیشی کے قائل نہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے دس پارے قرآن مجید کے کم کردئے اور بعض شیعہ سورہ حسنین اور سورہ فاطمہ اور سورہ علیؑ پڑھا کرتے ہیں یہ جہلا کی گپ ہے آج تک سلف سے لے کر خلف تک کوئی محقق اثنا عشری یہ عقیدہ نہیں رکھتا چنانچہ علمائے اثنا عشری اس خیال کی براءت اپنی کتابوں میں بڑے شد و مد سے کرتے ہیں شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ اپنی کتاب عقائد میں کہتے ہیں کہ جو قرآن اللہ نے حضرت محمدؐ کو دیا تھا وہی ہے کہ جو اب لوگوں کے پاس موجود ہے نہ اس میں کچھ کم ہوا ہے نہ زیادہ تفسیر مجمع الہیان میں کہ جو اثنا عشریوں کے نزدیک معتبر تفسیر ہے سید مرتضیٰ کہتے ہیں کہ جو قرآن عہد پیغمبرؐ میں تھا وہی اب بھی ہے بالاتفاق قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب مصائب النواصب میں کہتے ہیں کہ یہ بات جو شیعہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر و تبدل کے قائل ہیں سو یہ غلطی ہے محققین شیعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں اور جو کوئی کہے تو اس کا کیا اعتبار ہے ملا صادق شرح کافی کلینی میں لکھتے ہیں کہ یہ قرآن اسی طرح حضرت مہدیؑ تک سالم رہے گا محمد بن الحسن آملی کہتے ہیں کہ جو روایات پر ذرا بھی نظر کرے گا یقینی طور پر جان جائے گا کہ قرآن میں بچند وجوہات کی زیادتی ناممکن ہے اور اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت محمدؐ کے آبائے کرام آدم سے تا بہ عبد اللہ والد حضرت محمدؐ صاحب ایمان تھے نبی یا وصی کا ماں باپ مومن نہ ہوگا وہ نبی اور وصی نہ ہوگا جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے والد تارخ تھے آذربت تراش نہ تھے اور حضرت علیؑ کے باپ ابو طالب بھی مسلمان تھے ہاں وہ حضرت تقیہ کرتے تھے جیسا کہ کلینی نے کافی میں لکھا ہے کہ حضرت جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ ابو طالب اصحاب کہف کی طرح تھے کہ اپنے ایمان کو چھپایا اور شرک ظاہر کیا بس اللہ نے ان کو

اجر عطا کیا اور ان کے ایمان کے چھپانے کا سبب یہ تھا کہ اس پردے میں امداد اور حضرت محمدؐ کی خوب ترین وجہ پر ممکن ہو جائے جیسا کہ فاضل کاشانی نے صاف کہا ہے۔ اثنا عشریہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ اور علی ایک نور تھے جب حضرت پیدا ہوئے تو اس نور کو ان کی پیٹھ میں جگہ دی پھر ہمیشہ اللہ تعالیٰ اس نور کو ایک صلب سے دوسرے صلب پاک کی طرف منتقل کرتا رہا پھر اس نور کے دو حصے کئے ایک حصے کو اللہ کی صلب پاک سے باہر لایا اور دوسرے کو صلب ابوطالب سے اسی وجہ سے حضرت محمدؐ پر مایا تھا کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا میرا خون ہے۔ اور ان کے نزدیک آئمہ کی موت ان کے قبضہ اختیار میں ہوتی ہے چہ اس قاعدے کو کہ آئمہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں کلینی نے اصول کافی میں بہت سی باتوں سے ثابت کیا ہے اور اس کے واسطے علیحدہ باب باندھا ہے اور ان کے نزدیک متعہ حلیت کا اعتقاد و لازم ہے۔ اور تراویح رمضان اور روزوں پر مسح کرنے کے منکر ہیں۔ ابوی عصمت اللہ نے فقہ اکبر کی شرح میں کہا ہے چونکہ شیعہ تراویح رمضان کے منکر ہیں تراویح روزوں پر نہیں کرتے بلکہ پاؤں پر مسح بلا موزے کے کرتے ہیں اس لئے امام نے تراویح کی روک تھام سے کہا ہے کہ مسح موزوں پر اور تراویح رمضان میں سنت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ نماز پیچھے ہر مسلمان کے جائز نہیں۔ (موید الافاضل)

فروع میں اثنا عشریہ کی دو قسمیں ہیں اصولیہ اور اخباریہ۔

بحر المذاہب۔ تذکرۃ المذاہب۔ مؤید الافاضل۔ خطہ مقریزی اور ملل و نحل شہرستانی میں شیعہ کے فرقوں کے یہ نام اور لکھے ہیں۔

شُرکیہ

ان اعتقاد یہ ہے کہ حضرت علیؑ شریک ہیں حضرت محمد ﷺ کے نبوت میں۔

تناخیہ یا متناخیہ

ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ارواح کو تناسخ ہوا کرتا ہے اور بعض متناخیہ یہ کہتے ہیں کہ جب روح دنیا میں آتی ہے بعد اس کے کہ وہ موت اول کے ساتھ دنیا سے جا چکی تھی تو بکری کے بچے میں داخل ہوتی ہے پھر اس سے بھی کسی حقیر چیز میں انتقال کرتی ہے اسی طرح نقل

کرتے کرتے گندگی اور غلاظت کے کیڑوں میں نقل کرتی ہے اور یہ آخری جسم ہوتا ہے کہ اس کو ملتا ہے بلکہ یہاں تک ہوتا ہے کہ روح لوہے مٹی اور کچے برتنوں میں نقل کر جاتی ہے اور آگ میں پکنے اور پامال ہونے اور گلانے جانے اور کٹنے پٹنے اور خوار و خراب رکھے جانے سے عذاب پاتی ہے جس قدر گناہ روح کے ہوتے ہیں اسی قدر اس کو عذاب ہوتا ہے۔

مخلفیہ

ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام بھول گئے۔

خلفیہ

ان کا قول یہ ہے کہ نماز غیر امام کے پیچھے جائز نہیں۔

رجیہ یا راجیہ

ان کا قول یہ ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب عنقریب رجوع کرنے والے ہیں اپنے اعدا سے انتقال لیں گے (دیکھو خطط) اور بعض کہتے ہیں کہ راجیہ کی یہ رائے ہے کہ حضرت علیؑ بادل میں ہیں اور دنیا میں قیامت سے قبل رجوع کریں گے اور رعدا ان کے گھوڑے کی ڈپٹ کی آواز ہے اور برق اس گھوڑے کی نعل کی آگ ہے (دیکھو بحر)

متراجیہ

ترجمہ یعنی انتظار خروج امام کا کرتے ہیں۔

ابدیہ

کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نبوت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہیں۔

لاعنہ

یہ طلحہ اور زبیرؓ اور معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ پر لعنت کرتے ہیں۔

متراضیہ

ان کا قول یہ ہے کہ سلطان مسلم پر خروج جائز ہے۔

حزنیہ

عبداللہ بن عمرو خزنی کے قبیح ہیں اور آمریہ اور حبیبہ اور جلالیہ اور کشف اصطلاحات الغنوں میں کہا ہے کہ امامیہ میں سے ایک گروہ کا نام سلفیہ ہے اور قاضی عیاض نے شفا کے تیسرے باب میں کہا ہے کہ شیعہ کے ایک فرقہ کا نام عنبریہ ہے یہ لوگ عبید اللہ بن حسن عنبری کی طرف منسوب ہیں یہ بصرے کا قاضی تھا اس نے عقائد اور عقلیات میں تقلید کو جائز کیا تھا کہتا تھا کہ انبیاء کا جھوٹ بولنا ان باتوں میں جو اللہ کی طرف سے لائے ہیں کسی مصلحت کی وجہ سے جائز ہے۔ بعض نسخوں میں عبید اللہ کی جگہ عبداللہ ہے اور عنبری قبیلہ بنی عنبرہ کی طرف منسوب ہے۔

کیالیہ

ملل و نحل میں شہرستانی نے لکھا ہے کہ یہ فرقہ احمد بن کیالی کی طرف منسوب ہے یہ ایک شخص کا اہل بیت میں سے داعی تھا جو بعد جعفر صادقؑ کے مخفی رہتا تھا اس نے آپ کو ظاہر نہ کیا احمد نے مسائل علمیہ پر واقفیت حاصل کر کے اپنی رائے کے ساتھ ملا دیا اور ہر ایک علمی مسئلے میں ایک نئی تحقیق پیدا کر لی جو نہ سمعیات کے مطابق تھی نہ عقلیات کے بلکہ بعض قول اس کے جس کے بھی مخالف تھے جب کہ اس کی بدعت پر آئمہ کو اطلاع ہوئی تو اس سے نفرت کرنے لگے اور اس کو برا کہنے لگے جب کیالی کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میں امام ہوں اور دوبارہ یہ دعویٰ کیا کہ میں قائم ہوں اور منتظر ہوں اس کے معتقدوں نے اس کے ان دعوؤں کو تسلیم کیا۔ احمد کے مذہب کی بنیاد اس بات پر تھی کہ جو

کوئی آفاق کو نفوس کے ساتھ موافق کر سکے اور ان عالم علوی اور سفلی کے راستے بتا سکے اور جس کی ذات میں تمام علوم جمع ہوں اور اس بات پر قدرت رکھتا ہو کہ ہر کلی کو اس کے شخص معین جزئی میں بیان کر سکے وہی قائم ہے اور کہتا تھا کہ دنیا میں کوئی شخص اس صفت کے ساتھ سوا میرے پیدا نہیں ہوا اور زبان عربی و عجمی میں بہت سی کتابیں ان مطالب کے بیان میں احمد نے لکھ ڈالیں اس نے عالم آفاق کو عالم علوی اور عالم نفوس کو عالم سفلی قرار دیا تھا۔ کہتا تھا کہ تین عالم ہیں۔ عالم اعلیٰ عالم ادنیٰ عالم انسانی عالم اعلیٰ میں پانچ مکان تجویز کئے تھے ایک مکان الاماکن جس میں کوئی چیز موجود نہیں اور وہ سب کو محیط ہے اور شرع میں جو عرش اوپر ہے اس سے یہی مکان الاماکن مراد ہے اس کے تلے مکان نفس اعلیٰ کا ہے اس کے تلے مکان نفس حلقہ کا اس کے تلے مکان نفس حیوانی کا اس کے تلے مکان نفس انسانی کا نفس انسانی عالم نفس اعلیٰ پر چڑھ گیا تھا اور مکان نفس ناطقہ اور نفس حیوانی کے پھٹ گئے تھے نفس انسانی وہاں جا کر گونگا متحیر حیرت زدہ محبوس ہو کر رہ گیا اور سرگیا اور اس کے اجزا مستحیل ہو گئے اس لئے عالم سفلی میں گر گیا اور اسی غنوفت کی حالت میں مدتوں تک رہا پھر نفس اعلیٰ نے اپنے انوار اس پر ڈالے پس اس عالم میں تراکیب پیدا ہوئیں اور زمین و آسمان اور مرکبات یعنی معدنیات و نباتات و حیوانات اور انسان بنے اور اس ترکیب سے انسان بلاؤں میں پھنس گیا کبھی سرور کبھی غم کبھی آرام کبھی امدود و محنت اس کو پہنچنے لگی یہاں تک کہ قائم ظاہر ہو کر اس کو حالت کمال کو پہنچائے اور ترکیب دفع ہو جائے اور متضادات باطل ہو جائیں اور روحانی جسمانی پر ظاہر ہو جائے اور وہ قائم احمد ہے پھر احمد نے اپنے قائم ہونے پر اس طرح استدلال کیا تھا کہ کہتا اس نام میں چار حروف جمع ہیں جو چاروں عالم کے مقابل ہیں الف نفس اعلیٰ کے مقابل ہے اور حائض ناطقہ کے اور میم نفس حیوانیہ کے اور وال نفس انسانیہ کے اور عوالم علوی کے مقابلے میں عوالم سفلی جسمانی ثابت کرتا تھا کہتا تھا کہ آسمان خالی ہے اور وہ مقابل میں مکان الاماکن کے ہے اور آسمان کے تلے آگ ہے اور آگ کے تلے ہوا اور ہوا کے تلے زمین اور زمین کے تلے پانی یہ چاروں ان عوالم علوی کے مقابل ہیں پھر کہتا تھا کہ انسان آگ کے مقابلے میں اور پرند ہوا کے مقابلے میں اور حیوان زمین کے مقابلے میں اور مچھلی پانی کے مقابلے میں اور پانی کے مرکز کو اسفل المراكز قرار دیا تھا اور مچھلی کو اخس المرکبات بتایا تھا اور انسان کا مقابلہ عالم روحانی و جسمانی سے اس طرح کیا تھا کہ کہتا تھا انسان میں جو پانچ حواس ہیں ان میں صح مکان الاماکن

آسمان کے مقابل ہے اور بھر نفس اعلیٰ اور آگ کے مقابل ہے اور قوت شامہ نفس ناطقہ
 ر ہوا کے مقابل ہے اور قوت ذائقہ نفس حیوانی اور زمین کے مقابل ہے اور قوت لامسہ
 س انسانی اور پانی کے مقابل ہے اور کہتا تھا کہ میرے نام کے حرفوں میں سے الف
 سان پر دلالت کرتا ہے اور حایون پر اور میم پرندوں پر اور وال مچھلی پر اور کہتا تھا کہ اللہ
 نالی نے انسان کی شکل اسم احمد کے حروف کے مطابق بنائی ہے قد مثل الف کے کیا ہے
 ونوں ہاتھ حا کی طرح اور شکم مانند میم کے اور دونوں پاؤں مثل وال کے اور کہتا تھا کہ انبیا
 ل تقلید کے رہبر ہیں اور اہل تقلید اندھے ہیں اور قائم اہل بصیرت کا رہبر ہے اور اہل
 بصیرت اولوالالباب ہیں اور بصیرت عالم علوی و سفلی کے مقابلہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے
 یزان اہل علم سے مراد بتاتا تھا اور صراط اپنے نفس کو جانتا تھا اور کہتا تھا کہ جنت بصیرت
 حاصل کر لینے کا نام ہے اور دوزخ اس کے خلاف پر پہنچ جانے سے مراد ہے۔

فرقہ خوارج

سب سے پہلے جو علی کرم اللہ وجہہ پر خروج کر کے ان سے جدا ہو گئے اور تبرا کیا یہی
 فرقہ ہے جب ۳۷ ہجری میں معاویہ اور حضرت علیؑ کے لشکروں میں بمقام صفین ماہ صفر سے
 جنگ شروع ہوئی اور معاویہ کی فوج کے دل حضرت علیؑ کی تلوار سے چھوٹ گئے اس وقت
 معاویہ نے کلام مجید نیزوں پر رکھوا کر با آواز بلند کہلایا کہ یہ کلام اللہ ہمارے تمہارے
 درمیان اس وقت مسعر بن تمیم فدکی مکی اور زید بن حصین طائی بیس ہزار شمشیر زنوں کے
 ساتھ حضرت علیؑ کی خدمت میں ان کی پیشانیوں پر سجدے کی نمایاں نشانیاں تھیں اور ایک
 جماعت قاریان قرآن کی بھی کہ جو بعد اس کے خوارج کہلائے ان کے ساتھ تھی اور عرض
 کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم نے حضرت عثمانؓ کو اس لئے قتل کیا تھا کہ وہ کلام اللہ کے
 مطابق کام نہیں کرتے تھے جب اہل شام آپ سے یہ استدعا کرتے ہیں کہ مطابق کتاب
 اللہ کے تصفیہ کر لیا جائے تو ان کی رائے کو ماننا چاہئے ورنہ ہم آپ کو مثل انہیں کے قتل کر
 ڈالیں گے یا ہم آپ کو مخالفین کے سپرد کر دیں گے حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ تم اپنے حق
 و صدق پر دشمنوں سے لڑے جاؤ یہ کام انہوں نے تمہارے فریب دینے کے لئے کیا ہے
 میں ان سے زیادہ مستحق ہوں۔ اس بات کا کہ کتاب اللہ کے موافق احکام جاری کروں
 معاویہ اور عمرو بن عاص اور ابن ابی معیط اور حبیب بن مسلم اور ابن ابی سرج اور صخر بن

قیس ایسے دیندار اور فرمان بردار قرآن کے نہیں۔ میں ان کو خوب جانتا ہوں یہ شعبدہ انہوں نے اس لئے کھڑا کیا ہے کہ ہمارے ہاتھ سے مخلصی حاصل کر لیں مگر ان لوگوں نے حضرت علیؑ کے ارشاد کو نہ مانا اشعث بن قیس نے حضرت علیؑ سے کہا کہ تمام لشکر کا قرآن پر رغبت رکھتا ہے اور جو امر معاویہ نے تجویز کیا ہے اس سے بدل راضی ہے مجھے حکم ہو کہ معاویہ کے پاس جا کر ان کا مافی الضمیر دریافت کروں آپ نے اس کو کہہ دیا کہ تیری خوشی وہ معاویہ کے پاس گیا تم نے کس لئے قرآن اٹھائے ہیں کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک میری طرف سے اور ایک حضرت علیؑ کی طرف سے حکم (ثالث) مقرر ہو اور جو کچھ کتاب اللہ کی رو سے فیصلہ کر دیں اس پر فریقین عمل کریں پھر شامیوں نے کہا کہ ہم اپنی طرف سے عمرو بن عاص کو ثالث کرتے ہیں اور اشعث بن قیس اور قاریان قرآن نے کہا کہ حضرت علیؑ کی طرف سے ابو موسیٰ شعری ثالث مقرر ہوں حضرت علیؑ نے کہا کہ میں ابو موسیٰ سے راضی نہیں۔ (ناخ التورخ، تذکرہ الخواص)۔

انہیں اس کام کے لائق نہیں جانتا اس لئے کہ وہ کئی مہینے تک مجھ سے منحرف رہے تھے اور لوگوں کو میری متابعت سے روکتے تھے یہاں تک کہ میں نے ان کو امن دیا اور اپنے پاس بلایا اگر ثالث کا ہونا ضروری ہے تو عبد اللہ بن عباس کو میری طرف سے ثالث مقرر کرنا چاہئے عراقیوں نے کہا کہ وہ آپ کے عزیز و قریب ہیں کوئی غیر شخص ہو حضرت علیؑ نے کہا کہ اچھا مالک اشتر کو مقرر کرو اشعث نے کہا کہ یہ سارا فتنہ انہیں کا تو پیدا کیا ہوا ہے وہ گھوڑا دوڑاتا جنگ کرنا جانتے ہیں قرآن کے موافق حکم کرنا کیا جانیں اور حضرت علیؑ کو اس بات پر مجبور کیا کہ انہوں نے ابو موسیٰ اشعری کے لئے ثالث مقرر ہونے کی اجازت دے دی اور عمرو بن عاص معاویہ کی طرف سے بیخ قرار پائے اور اقرار نامہ جانین سے ۱۳ صفر ۳۷ ہجری کو قلمبند ہوا ناخ التورخ میں حساب لگا کر بتایا ہے کہ ۳۷ ہجری کا تبوں کی غلطی سے مشہور ہو گئے ہیں یہ اقرار نامہ ۳۸ ہجری میں لکھا گیا تھا۔

اشعث نے اس خیال سے کہ تمام لشکر عراق و شام کو اس صلح کی خبر ہو جائے بعد اس کے کوئی شرائط صلح کے خلاف کام نہ کرے اول اقرار نامے کو لے جا کر لشکر شام کی صفوں میں سنایا انہوں نے اسے تسلیم کیا اور خوش ہو گئے پھر لشکر عراق کی صفوں میں سنانے کو آیا لشکر حضرت علیؑ میں جہاں چار ہزار آدمی جماعت بنی غزہ کے کھڑے تھے ان کے پاس جا کر سنایا تو سعدان اور جعدان دو بھائی اس کا فہم کا مضمون سن کر نہایت غضبناک ہو گئے اور کہنے

لگے لاکھ الا للہ یعنی حکم و حکومت خاص اللہ کے لئے ہے یہ کہہ کر تلواریں میان سے نکال کر لشکر شام میں گھس گئے اور کشت و خون کے بعد مارے گئے یہ کلمہ اول انہیں دونوں مائیوں کے منہ سے نکلا پھر اشعث قبیلہ مراد کے پاس آیا اور وہ کاغذ سنایا تو اس قبیلے کے سردار کو بہت ناپسند ہوا اور کہنے لگا لا حکم الا للہ ولو کرہ المشرکون پھر اشعث قبیلہ بنی راسب میں آیا تو انہوں نے اقرار نامہ سن کر کہا لا حکم الا للہ لا نرضی ولا نعبد الا للہ یعنی حکم الرجال فی دین للہ یعنی حکم سوا اللہ کے نہیں اور ہم کسی کو اجازت نہیں دیتے کہ بنی النبی میں حکومت کرے پھر قبیلہ بنی ربیعہ یا قبیلہ بنی یثکر بن وائل میں سے ایک جوان نے اشعث سے مضمون کا کاغذ کا سن کر انکار کیا اور اول لشکر شام میں گھس پڑا وہاں لڑ بھڑ کر لے کر عراق میں آیا اور یہاں لڑا اور پھر پکار پکار کر کہتا جاتا کہ اے لوگوں جس طرح میں معاویہ سے بیزار ہوں اسی طرح حضرت علیؑ سے بیزار ہوں اور مارا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے لا حکم الا للہ کہا اور خارجی ہوا وہ حجاج بن عبداللہ معروف بہ برک ہے جو قبیلہ بنی سعد بن زید بن مناة بن مرہ بن صریم سے تھا پھر اشعث قبیلہ بنی تمیم میں آیا انہوں نے بھی مضمون کاغذ سن کر کہا لا حکم الا للہ بقضی بالحق وهو خیر الفاصلین یعنی حکم خاص اللہ کے لئے جو حق کے ساتھ حکم دیتا ہے اور حق کو باطل سے جدا کرتا ہے عروہ بن زید یہ برادر مرد اس تمیمی نے کہا ان حکمون الرجال فی امر اللہ لا حکم الا للہ یعنی کیا اللہ کے حکم میں مداخلت کرتے ہیں حالانکہ حکم سوا اللہ کے کسی کے لئے نہیں اس کے بعد حضرت علیؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ عہد نامہ سن کر سارے لشکر عراق نے سر تسلیم خم کیا مگر تھوڑے سے بنی راسب کے آدمی اور کچھ اور قبیلوں کے آدمی اس کو ناپسند کرنے لگے لاکھ الا للہ اور ہم شام و عراق دونوں کے آدمیوں سے بیزار ہیں اور اب سے جنگ کریں گے حضرت علیؑ نے کہا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے یہ باتیں سن کر ہور ہی تھیں کہ چاروں طرف سے لوگ جمع ہو گئے اور یہ وہ ہیں کو خوارج کہلائے حضرت علیؑ سے چلا چلا کے کہتے تھے لا حکم الا للہ الحکم لله یا علی اے علی حکم اللہ کے لئے ہے نہ تمہارے لئے ہم نہیں چاہتے کہ آدمی اپنے اجتہاد سے دین النبی میں حکومت کرے ہم اللہ کے حکم کے موافق معاویہ سے جنگ کر رہے تھے تاکہ وہ اس بات کو تسلیم کر لے جسے ہم نے اختیار کیا ہے اور ہم نے جو پہلے بیچ مقرر کرنے کے لئے رائے دی تھی ہم سے گناہ ہوا اب ہم اس گناہ سے توبہ کرتے ہیں تم بھی اے علی توبہ کرو اور پھر بدستور

معاویہ سے جنگ شروع کر دو حضرت علیؑ نے ان کو سمجھایا مگر خوارج نے آپ کا ارشاد نہ مانا اور یہی کہتے رہے کہ آپ اپنی اس رائے کو بدل دیں اور توبہ کر لیں اور معاویہ سے جو معاہدہ کیا ہے اسے توڑ ڈالیں اور مہلت جنگ کو موقوف کر دیں حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جب کہ ہم نے معاہدہ اپنی مرضی سے کیا اور عہد نامہ لکھا گیا تو اب نقص عہد نہیں کر سکتے خوارج نے جو دیکھا کہ حضرت علیؑ نے ان کی بات کو وقعت نہ کی تو ان نے منحرف ہو گئے اور ان کے ہمراہ کوفہ کو نہ گئے۔ موضع حروراء (بفتح حاء) طلی وضم رائے مہملہ و سکون واو و رائے مہملہ و الف ممدودہ) میں کہ کوفہ سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے جا کر ٹھہر گئے۔

حروریہ

حروریہ بھی کہتے ہیں یہ چھ ہزار آدمی تھے انہوں نے اپنا شعار و تہ الا حکم اللہ مقرر کر کے اپنا امیر القتال کی شہت بن ربیع کو اور امیر الصلوٰۃ عبد اللہ بن الکوہیشکری کو بنایا اور حضرت علیؑ کا نام مخطی رکھ دیا اور کہتے تھے کہ حضرت علیؑ اگر خلیفہ برحق تھے تو حکیم پر کیوں راضی ہوئے اور اگر خلیفہ برحق نہ تھے تو خلافت کیوں قبول کی اور مسلمانوں اور معاویہ سے کیوں جنگ کی اور کس نے اتنے مسلمانوں کا کشت و خون کیا حضرت علیؑ ان کے پاس گئے اور کمان کو ٹیک کر نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ کہا اور ان کو سمجھایا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں ثالثی کو سب سے زیادہ مکروہ جانتا ہوں میں نے کراہت سے قبول کیا ہے خوارج نے کہا کہ مقرر ایسا ہی ہوا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تم نے پھر کیوں میرا ساتھ چھوڑا بولے ہم سے گناہ ہو گیا تھا کافر ہو گئے تھے پھر پشیمان ہوئے توبہ کر لی آپ بھی پشیمان ہو کر توبہ کر لیں تاکہ ہم آپ کے ساتھ شریک ہو کر آپ کے دشمنوں سے جنگ کریں حضرت علیؑ نے اَسْتَفِیْرُ اللّٰہِ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ خَوَارِجِ نے سمجھ لیا کہ حضرت علیؑ نے قبول حکیم سے توبہ کر لی اور وہ سب ان کے ہمراہ کوفہ کو چلے گئے اشعث بن قیس نے کہ منافق اور فتنہ انگیز تھا ایک روز حضرت علیؑ سے کہا کہ لوگ یہ بات مشہور کر رہے ہیں کہ آپ حکیم کو ضلالہ جانتے ہیں اور اس سے شرمندہ ہیں اور جو اسے اچھا جانتا ہے اسے کافر سمجھتے ہیں آپ لوگوں کے اس گمان کے دفعیہ کی غرض سے مسجد میں چلے میں یہ کہا کہ کوئی یہ نہ جانے کہ حکیم سے شرمندہ ہوں جس نے یہ خیال کیا اس نے غلطی کی اور جو حکومت کو ضلالت ہے وہ گمراہ ہے جب خوارج نے آپ کی زبان سے یہ بات سنی تو دوبارہ یہ کہہ کر لاکھ

الا للہ لشکر میں سے نکل کر موضع حروراء میں چلے گئے اور کہنے لگے ان علیا و معاویہ قد اشر کافئ حکم اللہ یعنی تحقیق حضرت علیؑ اور معاویہ نے دین اللہ میں شرک کیا اور انہوں نے خوارج بصرہ کو بھی لکھا کہ مسلمانوں نے برخلاف کتاب اللہ کے دو آدمیوں کو ثالث مقرر کیا ہے اور سب کافر ہو گئے ہیں انہوں نے جواب بھیجا کہ تمہاری رائے صحیح ہے ہم بھی بہت جلد تم سے آکر ملتے ہیں جب خوارج حروراء میں جمع ہو گئے تو عبداللہ بن وہب راہی کے ہاتھ پر کہ ان میں بہت متقی تھا ان سب نے بیعت کی اور یہ عہد باندھ لیا کہ جن لوگوں نے حکم الہی کے برخلاف ثالث مقرر کئے ہیں ان سے جنگ کریں گے حروراء میں اول چار ہزار آدمی جمع ہوئے تھے پھر ایک جماعت ان میں اور مل گئی جس سے ساڑھے بارہ ہزار آدمی ہو گئے عبداللہ بن عباس نے حضرت علیؑ کے حکم سے حروراء جا کر ان سے مناظرہ کیا مگر وہ راجع طرف حق کے نہ ہوئے اور نہروان کو چلے گئے جو بغداد اور واسط کے درمیان میں دجلے کی شرقی جانب واقع ہے ان کو راستے میں جو مسلمان ملتا اسے مار ڈالتے اور مال و اسباب لوٹ لیتے نہروان میں حضرت علیؑ کی طرف سے عبداللہ بن خباب صحابی حکمران تھے اتفاقاً خوارج اہل بصرہ اور عبداللہ ابن خباب سے نہروان کے قریب ملاقات ہو گئی خوارج نے ان سے ابو بکرؓ و عمرؓ کی بابت دریافت کیا کہ کیسے تھے عبداللہ بن خباب نے کہا وہ دونوں بہت اچھے تھے پھر اول و آخر زمانہ خلافت عثمانؓ بن عفان کی بابت دریافت کیا جواب دیا از اول تا آخر حق جو حق پسند تھے پھر علیؑ کی بابت قبل و بعد مقرر کرنے حکم کے دریافت کیا جو اب دیا وہ تم لوگوں سے زیادہ اللہ کے حکم سمجھنے اور جاننے والے اور دین حق پر چلنے والے ہیں خوارج نے یہ جواب سن کر کہا تم لوگوں کو ان کے ناموں کی وجہ سے اچھا کہتے ہو اور ان کو ذبح کر ڈالا اور ان کی بیوی کا پیٹ پھاڑ کر مار ڈالا حضرت علیؑ معاویہ سے جنگ کے لئے ملک شام پر چڑھائی کی تیاری کر رہے تھے کہ آپ کو یہ خبر پہنچی کہ خوارج ملک میں فساد کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جہاں پاتے ہیں مار ڈالتے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ شام چلے جائیں گے تو ہم کو فتنے کو لوٹ لیں گے اور رعایائے کوفہ کو مار ڈالیں گے آپ نے شام کا ارادہ ملتوی کر کے خوارج کا تعاقب کیا اور نہروان پہنچ کر خوارج کو بہت کچھ سمجھایا تو آٹھ ہزار مان گئے اور توبہ کر کے حضرت علیؑ کی اطاعت قبول کر لی مگر چار ہزار نے نہ مانا ان کے سردار عبداللہ بن وہب راہی اور حرقوم بن زبیر معروف بہ ذوالہ اللہ یہ تھے امیر المؤمنین علیؑ نے ان سے مقابلہ کیا اور دو ہزار چھ سو کو تہ تیغ کر ڈالا وہ دونوں سردار بھی

کام آئے باقی بچ کر نکل گئے اور حضرت علیؑ کی طرف سے کل ستر آدمی مقتول ہوئے۔ (تاریخ التواریخ کتاب دوم جلد سوم)۔

بعد ازاں خوارج کی بقیۃ السیف میں سے ایک گروہ انبار کی طرف چلا گیا امیر المؤمنین علیؑ نے ان کی پامالی کے لئے ایک لشکر بھیج دیا جس نے ان کو بھی صفحہ ہستی سے مٹا دیا ان کے علاوہ ایک چھوٹا سا گروہ ہلال بن علیہ کے ساتھ میدان جنگ سے جان بچا کے بھاگ گیا تھا ان کے استیصال پر آپ نے معقل بن قیس کو مامور فرمایا چنانچہ اس نے ہلال کے کل ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا تیسرے گروہ کے ساتھ بھی یہی برتاؤ برتا گیا چوتھے کے ساتھ مدائن میں جنگ ہوئی پانچویں کے ساتھ شہرزور میں غرض یکے بعد دیگرے جہاں جہاں یہ گئے ان کا وہیں سر پکڑ کے رگڑ دیا گیا معدودے چند جن میں ذرا دم خم باقی تھا ان کا شرح بن ہانی نے خاتمہ کر دیا باقی رہے ضعفاً جن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا اور جو پچاس نفر سے زائد نہ تھے انہوں نے امن حاصل کر لی۔ اور مروج الذهب میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کے لشکر میں سے نو آدمی مارے گئے اور خوارج تمام کام آگئے صرف دس زندہ بچے اور روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن وہب راہی کے ساتھ ایک ہزار آٹھ سو خوارج رہ گئے تھے جو سب مارے گئے اور تاریخ طبری میں بیان کیا ہے کہ جنگ نہروان میں حضرت علیؑ کی طرف سے سات آدمی مقتول ہوئے تھے اور تاریخ اعظم کوئی میں آیا ہے کہ خوارج کے چار ہزار آدمیوں میں سے صرف نو زندہ بچے کل مارے گئے ان نو میں سے دو خراسان میں جا کر بھستان میں آباد ہوئے اور دو یمن کو چلے گئے اور دو عمان میں جا بسے اور دو دریائے فرات کے کنارے پر مقام شن میں آباد ہوئے اور ایک تل فافان میں آباد ہوا اب سارے خوارج انہیں نو آدمیوں کی نسل سے ہیں خوارج گناہ پر تکفیر کرتے تھے امام پر خروج و قتال روا رکھتے تھے یہ سب کے سب حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی محبت اور حضرت علیؑ بن ابی طالب کے بغض میں غالی ہیں یہاں تک کہ بعض خوارج نے عبدالرحمن ابن کعب قاتل حضرت علیؑ کی مدح میں فصائد اور ایہات لکھی ہیں اور اہل سنت و جماعت نے ان کا دمدان شکن جواب دیا ہے یہ سب کلام استیجاب میں موجود ہے جلد دوم دین خالص صفحہ ۳۶ میں نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے لاحکم الا للہ سے مراد خوارج کی یہ تھی کہ ہم کوئی چیز قبول نہیں کرتے مگر جو قرآن میں ہے اور اس سے غرض ان کی یہ تھی کہ ہم حدیث کا بھی اتباع نہیں کرتے حالانکہ ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک سنت رسولؐ کی اتباع نہ کی جائے جس

رح قرآن کی اتباع کی جاتی ہے کیونکہ جس ذات نے ہم کو قرآن پہنچایا ہے اسی کا کلام مدیث ہے قرآن تو ہم نے رسول ہی سے جانا ہے پس جب رسول کے ایک بیان کو نہ مانا قرآن سے بھی انکار ٹھہرا نوح البلاغہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیؑ جب عبد اللہ بن عباس کو خارجیوں کے یہ مناظرے کے لئے بھیجتے تھے تو فرماتے لَاتُخَاصِمُهُم بِالْقُرْآنِ سَانَ الْقُرْآنِ حَمَالٌ ذُو وُجُوهِ تَقُولُ وَ يَقُولُونَ وَلَكِنْ حَاجَّهِم بِالسَّنَةِ فَانْهَم لَمْ يَجِدُوا وَ اعْتَمَاهَا مَحِيضًا. یعنی قرآن کے ساتھ ان سے بحث نہ کرنا اس لئے کہ قرآن میں بہت سی وجہیں ہیں تم بھی اس سے استدلال کرو گے اور وہ بھی اس کے ساتھ اپنی دلیل دائیں گے لیکن ان کے ساتھ سنت سے گفتگو کرنا کہ ان کو اس سے چھٹکارا نہ ہو سکے گا اور التزام پا جائیں گے بہر صورت خوارج اہل تحکیم کے شرک پر اس آیت کے ساتھ استدلال کرتے ہیں لَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا سورة کہف ۱۸ آیت ۲۶۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (صلح الاخوان ابوداؤد عمرو بن سلیمان)

بعض کی رائے یہ ہے کہ حروریہ اور خوارج میں قدرے فرق ہے حروریہ کے نزدیک کبیرہ کا مرتکب مشرک ہوتا ہے ورنہ عامہ خوارج کا یہ مذہب ہے کہ وہ کافر ہے نہ مشرک اور بعض خوارج کے نزدیک وہ منافق ہے دوزخ کے تلے کے طبقے میں جس کا نام اہا یہ ہے رہے گا اور موید الافاضل میں لکھا ہے کہ خوارج کے نزدیک مرتکب صغیرہ و کبیرہ دونوں کافر ہیں اور کہتے ہیں کہ ایمان جملہ طاعات کا نام ہے فرض ہوں یا نفل حروریہ کے نزدیک یہ بات ہے کہ ایک کبیرہ کرنے سے نام مرتکب کا بدل جاتا ہے نہ مومن کہلائے نہ کافر نہ مشرک اور حکم اس کا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ ان کو مرتکب کبیرہ کے واسطے وعید و خوف کے ثابت کرنے میں اور یہ ماننے میں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا بڑا غلو ہے اس لئے ان کو وعید یہ بھی کہتے ہیں ان کا اتفاق ہے اس بات پر کہ ایمان اجتناب کرنا ہے ہر معصیت سے پس یہ قوم ضد ہے مرجیہ کی نفی و اثبات وعدو وعید میں اس سے معلوم ہوا کہ حروریہ ایک قوم ہے خوارج کی جس طرح خوارج کے سات فرتے اور ہیں۔

محکمہ

بحر المذاہب میں لکھا کہ خوارج کو محکمہ بھی کہتے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے دونوں حکم یعنی ابو موسیٰ اشعری و عمرو بن العاص سے انکار کیا تھا اور مشہور یہ ہے کہ محکمہ ایک قسم ہے

خوارج کی زائد ان سات فرقوں پر اور محکمہ ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی سے یہ بات کہی کہ حکم (ثالث) اس کو مقرر کرنا چاہئے جو حکم کتاب اللہ کے موافق کرے اور جب بوجہ فریب عمرو بن عاص کے ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ حضرت علی نے حکیم (ثالثی) کو نامنظور کیا تو اس وجہ سے وہ لوگ خفا ہو گئے اور حضرت علی کو چھوڑ دیا۔

نواصب

خوارج کو نواصب بھی کہتے ہیں مگر فتاویٰ عزیزی میں مذکور ہے کہ نواصب فرقہ جدا ہے اور خوارج جدا نواصب مغرب اور شام میں بہت تھے متوکل عباسی اور اس کا وزیر علی بن جہم دونوں ناصبی تھے۔ ۲۳۶ ہجری میں متوکل نے حضرت حسینؑ کی قبر کے گرداگرد کی تمام عمالات توڑوا ڈالیں اور حکم دیا کہ کوئی زیارت کے واسطے نہ جائے اور ابو یوسف یعقوب بن اسحاق معروف بہ ابن سکیت کو جس کی تالیفات سے اصطلاح المنطق لغت میں مشہور کتاب ہے۔ اپنے بیٹوں کے مقابلے میں حضرت حسنؑ و حسینؑ کی تعریف کرنے پر مروا ڈالا اور اس کے مصاحبوں میں سے ایک یحییٰ عبادہ نامی تھا وہ منٹ اپنے پہننے کے کپڑوں کے نیچے ایک گل تکیہ باندھ کر توندیلا کر لیتا تھا اور اپنا سر کھول دیتا تھا کیونکہ اس کی چندیا پر بال نہ تھے اور ناچتا تھا اور کہتا تھا آیا توندیلا جس کے سر پر بال نہیں مسلمانوں کا خلیفہ علی اور متوکل بیٹھا ہوا شراب پیتا اور ہنستا کچھ اوپر دس برس حکومت کر کے ۲۴۷ ہجری میں مارا گیا تعجب یہ ہے کہ شیخ محی الدین عربی نے فتوحات مکیہ میں اس کو ان اقطاب میں شمار کیا ہے جنہیں ظاہر میں بھی حکومت اور سلطنت حاصل ہوئی۔ سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ محمد امین خان وزیر محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان بھی اہل بیت رسالت کے ساتھ نہایت عداوت رکھتا تھا یہاں تک کہ ایک مینا کی زبان صرف اس وجہ سے کاٹ لی کہ وہ جلی ولی اللہ کہا کرتی تھی جب میر جملہ عظیم آباد کی صوبہ داری پر مقرر ہوا تو امر اس سے ملاقات اور رخصت کے لئے آنے لگے نعمت اللہ خان خلف روح اللہ خان ایام عاشورہ اور مراسم داری کی وجہ سے ملنے نہ جاسکا تعزیرے ختم ہو چکے تو ایک دن یہ میر جملہ کے پاس گیا اتفاقاً محمد امین خان بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا نعمت اللہ خان نے دیر سے آنے کی عذر بیان کی اور کہا ماتم کی وجہ سے اس عرصے تک حاضر نہ ہوسکا دیر سے آنے کی معافی چاہتا ہوں محمد امین خان نے کٹائے کے طور پر کہا کیا آپ کے دولت خانے پر کوئی صاحب مر گئے ہیں نعمت اللہ خان نے جواب دیا کہ

موت تو کوئی واقع نہیں ہوئی سید الشہد اکا ماتم تھا محمد امین خان نے کہا کہ اے صاحب اس کے کیا معنی یزید اور حسین دو صاحبزادے تھے پس ہم کو یہ مناسب کب ہے کہ ایک کا ماتم کریں اور دوسرے کو برا جانیں اور اس کا اور اس کے رفیقوں کا ماتم نہ کریں غرضیکہ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ خوارج ان صحابہ کی جنہوں نے باہم لڑائیاں کیں (جیسے طلحہ۔ زبیر۔ عثمان۔ علی۔ معاویہ۔ اور عمرو بن عاص) تکفیر کرتے ہیں اور نواصب صرف حضرت علیؑ اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ متاخرین میں سے عبدالحمید مغربی بھی ناہبی ہے جس نے ایک کتاب تالیف کر کے اس میں حضرت علیؑ کی نسبت دو قسم کے مطاعن لکھے ہیں ایک وہ کہ فقط نواصب ہی نے ان کو بیان کیا ہے شیعہ اور اہل سنت ان کا انکار کرتے ہیں اور اس قسم کا اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ محض افتراء اور بہتان ہے ایسے مطاعن سے ان حضرت علیؑ پر ذرا الزام عائد نہیں ہو سکتا اور وہ مطاعن یہ ہیں مثلاً شرکت حضرت عثمانؓ کے قتل میں اور شرکت حضرت عائشہؓ کی زنا کی تہمت میں وغیرہ وغیرہ۔ اور دوسری قسم کے مطاعن وہ ہیں جن کی اصلیت کتب شیعہ اور کتب اہل سنت دونوں میں موجود ہے اور دونوں فرقوں کے ہاں سے ان کی صحت ہو سکتی ہے اس قسم کے مطاعن کا جواب اہل حق نے البتہ دیا ہے اور اہل حق کو ان مطاعن کا کوئی افسوس نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ کوئی آدمی دنیا میں ایسا نہیں ہوا جس کے حق میں بدگو اور عیب جو یوں نے طعن اور قدح نہ کیا ہو خود بجناب کبریائے الہی حرف گیر باں کی جاتی ہیں مصرعہ قبیل ان الا الہ ذو ولد حضرت آدم سے لے کر تا حضرت خاتم النبیین فرقہ حشو یہ نے بہ تقریب انکار عصمت انبیاء علیہم السلام کے کیسے کیسے صفائے کبار کو حضرت انبیا کی طرف منسوب کیا ہے اور آیات و احادیث سے بزعم خود ثابت کیا ہے یہود نے انکار عصمت ملائکہ میں یہی چال چلی ہے شیعہ نے خلفائے ثلاثہ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ پر کتنے لمعن کیے لیکن دانش مند جانتے ہیں یہ باتیں ان کی شان میں کوئی نقصان نہیں پیدا کر سکیں۔

و اذا اتک نقیصتی من ناقص فہی الشہادۃ لی بانی کامل
یعنی جب پہنچے تیرے پاس کوئی برائی میری کسی ناقص بدگو کی طرف سے تو یہی گواہی ہے میرے لئے اس بات کی کہ میں کامل ہوں۔

شراۃ

خوارج کا نام شراۃ بھی ہے خوارج کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی جانوں کو دین کے واسطے خرید کر لیا ہے اس لیے کہ ہم نے آئمہ ظالم کی رفاقت سے کنارہ کشی کی اس وجہ سے ہم شراۃ ہیں کسی نے کہا یہ نام ان کا اس لیے ہوا کہ وہ مسلمانوں پر نہایت غضبناک تھے۔

مارقہ

خوارج کو مارقہ بھی کہتے ہیں اور وجہ تسمیہ احادیث ذیل سے معلوم ہوگی ابو سعید خدری سے بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت کہ حنین سے آیا تھا ہر آدمی کو بقدر حاجت بانٹ رہے تھے کہ آپ کے پاس قبیلہ بنی تمیم میں سے ایک آدمی آیا جسے ذوالخویصرہ کہتے تھے آپ سے کہنے لگا کہ تقسیم میں عدل کرو اور سب کو برابر دو آپ نے فرمایا افسوس تیرے حال پر جب میں نے انصافی کی تو اور کون انصاف کرے گا حضرت عمر فاروقؓ نے آپ سے عرض کیا کہ حضور حکم دیں میں اس کی گردن مار دوں حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو اس لیے اس کے ایسے دوست ہوں گے جن کے نماز اور روزوں کے مقابلے میں تم لوگوں کو اپنے نماز اور روزے حقیر معلوم ہوں گے اور قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان میں تاثیر نہ کرے گا دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر شکار میں سے پیکان سے پر تک نکل جاتا ہے اور تیر میں کچھ اثر نہیں پایا جاتا حالانکہ تیر نجاست اور خون میں ہو کر نکلا ہے اس کے بعض اصحاب کی علامت یہ ہے کہ ایک مرد ہوگا سیاہ رنگ کا اس کے بازو میں افزونی ہوگی پستان عورت کے گوشت کے ٹکڑے کی طرح کہ وہ ہلتی ہوگی بغاوت کریں گے۔ یہ لوگ ان سے جو سب آدمیوں سے بہتر ہوں گے ابو سعید کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ نے خوارج سے جنگ کی تو میں ان کے ہمراہ تھا جب فتح یاب ہوئے تو حکم دیا کہ اس شخص کو مقتولین میں سے تلاش کرو جس کی نسبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خبر دی تھی تلاش کیا تو اس کی لاش ملی اور دیکھا تو وہی علامت موجود تھی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھی اس شخص کو ذوالثد یہ بھی کہتے تھے ٹائے مثلثہ کے ضمہ اور داں مہملہ کے فتح اور شدید یا ئے تختانی سے یہی ان خارجیوں کا سردار تھا اور جنہوں

نے کہا ہے کہ الخویصرہ سردار خوارج تھا یہ سہو ہے کیونکہ خوارج کا ظہور حضرت علیؑ کے زمانے میں ہوا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ ذوالخویصرہ کی اصل سے خوارج نکلیں گے اور حضرت علیؑ اور ان کے دوستوں سے جو اپنے زمانے کے لوگوں سے بہتر ہیں جنگ کریں گے اور شریک بن شہاب سے نسائی نے روایت کی ہے ابو برزہؓ کہتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالخویصرہ کے ان گستاخانہ الفاظ کے بعد فرمایا

يُخْرِجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمَ كَانُوا مِنْهُمْ يَقْرُونَ الْقُرْآنَ لَا يَجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السُّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ سِيمَا هُمُ التَّحْلِيْقُ لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ. آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی گویا کہ یہ شخص انہیں میں سے ہے قرآن پڑھیں گے ان کے گلے کی ہنسلوں سے نہیں بڑھے گا اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے ان کی علامت یہ ہے کہ ان کے سر منڈے ہوں گے وہ ہمیشہ خروج کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ان میں سے پچھلا شخص مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا اور حدیث متفق علیہ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کے حق میں بطور پیشین گوئی کے فرمایا تھا۔ يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ لَا يَجَاوِزُ إِيمَانَهُمْ حَنَا جَرَاهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السُّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ فَإِنَّمَا لَقِيْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِن فِى قَتْلِهِمْ أَجْرُ الْمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي بَهِتْرِينَ قَوْلِ خَلْقِ كَهَيْسَلِمْ كَمَا يَمْرُقُ السُّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ سِيمَا هُمُ التَّحْلِيْقُ لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ. ایمان ان کا ان کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے تم ان کو جہاں پاؤ مار ڈالو قیامت کے دن ان کے قاتل کو ثواب ملے گا اور انہیں کے حق میں ابوسعید خدریؓ سے مسلم نے روایت کی ہے۔ يَكُونُ أُمَّتِي فَرَقَتَيْنِ فَيَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ بَلِي قَتَلَهُمْ أَوْلَىٰ هُمْ بِالْحَقِّ. میری امت دو فرقے ہو جائے گی ان میں سے ایک اور جماعت نکلنے والی خروج کریں گی ان مارقہ کو وہ شخص قتل کرے گا جس کو حق سے بہت قربت حاصل ہوگی امت کے دو فریق ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ ایک جماعت امیر المومنین علیؑ کی طرفدار ہوگی اور دوسری معاویہ کی جانبدار کی اور ان میں سے جس تیسری جماعت نے خروج کیا وہ مارقہ یعنی خوارج ہیں حضرت علیؑ نے جن کو اس وقت حق کے ساتھ بہ نسبت تمام امت کے زیادہ قربت حاصل تھی ان مارقہ کے ساتھ قتال کیا تھا۔

خوارج کے مختلف ممالک میں وقتاً فوقتاً خروج کرنے پر ایک سرسری نظر

۴۱ ہجری میں جماعت مسلمین نے متفق ہو کے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی انہیں دنوں فروہ بن نوفل اشجعی نے حضرت علیؑ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور پانچ سو کی جمعیت سے شہر زور میں آٹھرا تھا جب معاویہ کی حکومت کی بیعت ہو گئی تو فروہ نے ان پر خروج کیا معاویہ نے یہ خبر پا کے اہل کوفہ کو اس سے جنگ کرنے کا حکم دے دیا اس کے بعد خوارج نے طے سے عبداللہ بن ابوالحریشی کو امیر بنایا اہل کوفہ سے ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی بعد ازاں خوارج نے حوثرہ بن وداع اسدی کے پاس اجتماع کیا اور ڈیڑھ سو کی جمعیت سے نخیلہ کی طرف بڑھے اس گروہ میں عبداللہ ابن ابوالحریشی کے باقی ماندہ ہمراہی بھی شریک تھے معاویہ کے حکم سے عبداللہ بن عوف نے ان سے جنگ کی اور اس کے کل ہمراہیوں کو باستثنائے پچاس کے مار ڈالا جو جان بچا کے کوفہ پہنچے اور متفرق و منتشر ہو گئے یہ واقعہ جمادی الثانی ۴۱ ہجری کا ہے معاویہ کوفہ سے شام کو چلے گئے تو فروہ بن نوفل اشجعی نے پھر خروج کر دیا شہر زور میں ابن ربیع کے ہاتھ سے مارا گیا بعد اس کے کوفہ کے حاکم مغیرہ بن شعبہ نے شیب بن ابجر کی طرف ایک شخص کو روانہ کیا جس نے اس کو قتل کر ڈالا یہ شیب بن ملجم کے دوستوں سے تھا یہی معاویہ کے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خوشخبری لے کے آیا تھا معاویہ نے اس خیال سے کہ یہ مبادا مجھ پر بھی اپنا ہاتھ صاف نہ کرے شیب کے قتل کا حکم دے دیا یہ خبر پا کے کوفہ کے اطراف و جوانب میں چھپ رہا اور لوگوں کو معاویہ کے برخلاف ابھارنے لگا بعد ازاں مغیرہ کو یہ خبر لگی کہ خوارج میں سے چند لوگ حملے کا ارادہ کر رہے ہیں اور ان کا سردار معن بن عبداللہ محارب بن مغیرہ نے ان کو گرفتار کر کے مار ڈالا بعد مغیرہ پر ابو مریم نے جو بنی حرث بن کعب کا آزاد غلام تھا خروج کیا اس کے ساتھ عورتیں بھی لڑنے کو نکلی تھیں مغیرہ کے حکم سے چند آدمیوں نے ان کو قتل کر ڈالا پھر ابولیل نے چند خدام کے ساتھ خروج کر دیا ۴۲ ہجری میں معقل بن قیس ریاحی کے ہاتھ سے مارا گیا ان واقعات کے بعد ابن عامر والی بصرہ پر بصرے میں سہم بن غانم جہنی نے ستر آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ خروج کیا جس میں حطیم یعنی یزید بن ہالک الباہلی بھی تھا ابن عامر اور بعض صحابہ نے ان میں سے اکثر آدمیوں کو قتل کر ڈالا جو باقی رہے گئے انہوں نے امان حاصل کر لی۔ جب ۴۵ ہجری میں زیاد وارد بصرہ

اتو حطیم ایک گروہ مجتمع کر کے بصرہ پر بڑھا بصرے کے قریب پہنچ کے اس کے ہمراہی وف جان اس سے علیحدہ ہو گئے زیاد نے حطیم کو گرفتار کر کے قتل کیا پھر خوارج کا اجتماع وفد میں ہوا یہ لوگ جنگ نہروان کے بقیۃ السیف تھے جو کسی قدر زخمی ہو کے مقتولین میں دب کر رہ گئے تھے مستور بن عقلہ تمیمی ان کا اسیر تھا مقام ساباط میں معقل بن قیس کے ساتھ سے شکست پائی مستور اور معقل دونوں لڑ کے مارے گئے تھے بقیہ خوارج کا معقل کے جانشین عمر بن محرز بن شہاب تمیمی نے کام تمام کر دیا باستثنا پانچ چھ آدمیوں کے ایک شخص بھی جانبر نہ ہوا اب زیاد خوارج کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے لگا اور ان میں سے ایک گروہ کثیر کو مار ڈالا بعد اس کے ۵۲ ہجری میں ابن خراش عجمی نے تین سو آدمیوں کی جمعیت سے زیادہ پر خروج کیا اور مارا گیا۔ پھر مقام بصرہ میں ۵۵ ہجری میں خوارج کے ستر آدمیوں نے عبدالقیس کے قبیلے سے خروج کیا اور طواف کے ہاتھ پر عبید اللہ بن زیاد کے قتل کرنے کی بیعت کی عبید اللہ ابن زیاد کو اس کی اطلاع ہوئی اس نے فوج بھیجی سب کے سب لڑ کے مارے گئے اس واقعہ کے بعد عبید اللہ ابن زیاد نے خوارج پر سختی شروع کی ان میں سے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا اور خوارج کی جستجو و گرفتاری و قتل میں بڑی کوشش کی زمان حکومت عبدالملک بن مروان میں کوفے سے ان لوگوں نے خروج کیا ان کا سردار نافع بن ازرق تھا اور ان کی بغاوت کا سیلاب بصرے تک پہنچ گیا پھر نجدہ بن عامر نے جو نافع بن ازرق کے ہمراہیوں سے تھا زور باندھا پھر خوارج نے ۷۱ ہجری میں حجاج بن یوسف ثقفی گورنر بصرہ کو فہ یعنی عراق پر چڑھائی کی اور ۸۰ ہجری تک اس کو اپنی لڑائیوں میں مصروف رکھا ۷۶ ہجری میں صالح بن سرح تمیمی نے بنو امرء القیس بن زید مناة سے خروج کیا یہ مارا گیا تو خوارج نے شیبہ کو اپنا سردار بنایا بعد شیبہ ڈوب گیا اور خوارج میں نفاق پیدا ہو گیا ایک گروہ کثیر مارا گیا عہد حکومت عمر بن عبدالعزیز میں سرحدی پر شوذب خارجی نے دو سو آدمیوں کی جمعیت سے سرزمین خونخیزی میں خروج کیا تھا یہ قبیلہ بنی یشکر سے تھا اور اس کا نام بسطام تھا اور آخر کار لشکر شام کے ہاتھ سے مع اپنے کل ہمراہیوں کے قتل ہوا اس واقعہ کے بعد خوارج نے ایک مدت مدید تک دم نہیں مارا یہاں تک کہ عہد حکومت ہشام بن عبدالملک ۱۲۰ ہجری میں بہلول بن بشر بن شیبان الملقب بہ کثارہ نے خروج کیا اس کے ساتھ ستر آدمیوں سے زیادہ نہ تھے زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ بہلول اور اس کے جانشین اور سب خوارج مار ڈالے گئے اس واقعہ کے دو برس بعد بختری صاحب اشہب نے خالد قسری

پر خروج کیا اور آخر کار اس کے گروہ میں سے ایک بھی جانبر نہ ہوا اہل کوفہ کے ہاتھ سے سب مارے گئے بعد وزیر سختیانی نے چند نفر کی جمعیت سے خالد پر حیرہ میں خروج کیا لشکر خالد نے سب کو قتل کر ڈالا اس کے بعد صحاری بن شیبہ بن یزید نے اطراف جبل میں خروج کیا بالآخر صحاری اور اس کے کل آدمی مارے گئے ان واقعات کے بعد خوارج میں پھر ایک تازہ جوش ان دنوں پیدا ہوا جب کہ عراق و شام میں فتنہ و فساد برپا ہو رہا تھا اور مروان حمار اس بغاوت کے فرد کرنے میں مصروف تھا سرزمین کفر تو تا مین سعید بن بہدل شیبانی نے اہل جزیرہ کے دو سو آدمیوں کی جمعیت سے علم بغاوت بلند کیا یہ حروریوں کے خیالات کا پابند تھا انہیں دنوں بسطام بھیسی نے ربیعہ کے اسی قدر آدمیوں کے ساتھ خروج کر دیا اور یہ سعید کے خیالات کا مخالف تھا اس کو سعید نے تباہ کر دیا اور خود سعید عراق میں جا کے مر گیا ضحاک بن قیس اس کا جانشین ہوا یہ مردان کے مقابلے کام میں آیا اس کے بعد خیبری خوارج کا سردار ہوا اور مارا گیا پھر شیبان بن عبدالعزیز یشرکی کو جس کی کنیت ابوالدلف تھی خوارج نے اپنا سردار بنایا اس کو ابو مسلم کے ایک افسر نے مار ڈالا پھر ابو حمزہ خارجی و طالب الحق نے خروج کیا اور مروان بن محمد کے لشکر سے شکست پا کر مارے گئے ان حوادث کے بعد خوارج کی ایسی ہوا بگڑی کہ تازمان ظہور دولت عباسیہ کسی نے سر نہ اٹھایا پھر ۱۳۷ ہجری میں ملید شیبانی خارجی نے جزیرہ میں علم بغاوت بلند کیا منصور عباسی کے حکم سے خازم بن خزیمہ اس سے لڑا اور ملید کو مع اس کے ساتھیوں کے مل ڈالا پھر ۱۴۸ ہجری عہد حکومت منصور ہی میں حسان ہمدانی نے اطراف موصل میں خروج کیا اور آخر کار میدان جنگ میں اسیر ہو گیا۔ حسان نے خوارج کے عقائد اپنے ماموں حفص بن اشیم سے سیکھے تھے حفص بن اشیم فقہائے خوارج سے تھا منصور کو اس کے خروج کی خبر پہنچی تو اس نے تعجب سے کہا ہمدان سے خارجی حاضرین نے عرض کیا یہ حفص بن اشیم کا بھانجا ہے منصور بولا تب ہی۔ منصور کو تعجب ہوا اس وجہ سے تھا کہ ہمدانی عام طور سے شیعان علی میں داخل تھے۔

۱۶۰ ہجری میں مہدی عباسی کے عہد میں یوسف بن ابراہیم نے خراسان میں خروج کیا ایک گروہ کثیر اس کے پاس مجتمع ہو گیا مہدی نے یزید بن مزید شیبانی برادر زادہ معن بن زائدہ کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا ایک بہت بڑی خون ریز جنگ کے بعد یزید نے یوسف کو مع اس کے چند ہمراہیوں کے قید کر لیا پھر ۱۶۹ ہجری میں خلیفہ مہدی ہی کے دور حکومت میں حمزہ بن مالک خزاعی نے جزیرہ میں بغاوت بلند کی مگر اس کے بعض ہمراہیوں نے

سازش کر کے اس کی پر حوصلہ زندگانی کا خاتمہ کر دیا بعد اس کے آخری زمانہ مہدی میں بنو تمیم کے ایک خارجی یاسین نامی نے سر زمین میں خروج کیا جس کے خیالات صالح بن مسرح سے بہت زیادہ ملتے جلتے تھے خلیفہ مہدی کے سپہ سالار کے مقابلے میں مع اپنے چند ہمراہیوں کے مارا گیا اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے خلیفہ رشید کے دور حکومت ۱۷۸ ہجری میں بنو تغلب سے ولید بن ظریف خارجی نے جزیرہ میں سر اٹھایا خلیفہ نے یزید بن مزید بن زائدہ شیبانی کی ماتحتی میں ایک عظیم الشان لشکر مقابلے پر روانہ کیا رمضان ۱۷۹ ہجری میں جنگ ہوئی خوارج نے نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا آخر کار ولید مارا گیا ان واقعات کے بعد خوارج کا دور دورہ عراق و شام سے جاتا رہا اگر کسی نے کہیں پر متفرق طور سے شاذ و نادر سر اٹھایا تو مقامی حکام نے فوراً سر کچل دیا۔

اباضیہ اور صفریہ

باستثنائے خوارج بربر کے جو افریقہ میں تھے کیونکہ دعوت خارجیہ ان میں اس زمانے سے شیوع پذیر ہوئی تھی جب سے کہ ظفری ۱۲۳ ہجری میں افریقہ گیا تھا بعد اس کے اباضیہ صفریہ کی دعوت بربر میں سے ہوازہ اور لہمایہ اور نفزہ اور مغیلہ میں اور زناتہ میں سے بنو مغراوہ و بنو یفرن میں پھیل گئی خوارج میں سے بنو رستم کی ایک دولت مغرب وسط میں تھی بعدہ انہی لوگوں میں سے عہد حکومت عبید میں میں ابو یزید بن مخلد مغربی افریقہ چلا گیا تھا اس سے اور خلفائے عبید میں سے اکثر لڑائیاں ہوئیں پھر بعد اس کے یوما فیوما خوارج گرتے ہی گئے یہاں تک کہ ان کے قوائے حکومت مضمحل ہو گئے ان کی جماعت منتشر و متفرق ہو گئی اب ان کے آثار ان بربر کے اعقاب میں باقی ہیں جن کا زمانہ دور اول میں گزرا ہے۔

راسبیہ

ابن خلدون کہتا ہے کہ اس وقت تک (یعنی آٹھویں صدی ہجری تک) صحرائے بلا و زناتہ میں ان کا اثر تصور بہ و وادیہ اور شعوب زناتہ سے مغراوہ میں باقی ہے جو راسبیہ کے نام سے موسوم اور عبداللہ بن وہب راسبی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں یہ پہلا شخص ہے

جس کی عہد خلافت علی بن ابی طالب میں بیعت کی گئی تھی اس زمانے تک بوجہ دوری عقائد اہل سنت و جماعت کے وہ لوگ اپنے انہیں خیالات فاسد میں گرفتار ہیں اور اسی طرح جبال طرابلس و زناتہ میں اس مذہب کا بوجہ مجاورت بربر کے ایک اثر باقی ہے اور لوگ اس مذہب کے پابند ہیں ان بلاد سے اس وقت تک ہمارے پاس رسائل اور بڑی بڑی کتابیں ان کی فقہ و عقائد و فروع کی آتی ہیں جن کا منشا سنت و طریق سنت کے مٹانے کا ہے مگر باوجود اصول فاسد ہونے کے ان کا طریقہ تالیف و ترتیب نہایت نفیس ہوتا ہے۔ اطراف بحرین و عمان میں بلاد حجر موت و شرقی یمن اور اطراف موصل میں بھی ان کے آثار ہر دولت کے دور میں پائے جاتے تھے یہاں تک کہ علی بن مہدی نے خولان سے یمن میں خروج کیا اور اس مذہب کی علانیہ دعوت دی اتفاق سے اس وقت جو لوگ طوک یمن تھے وہ ان پر غالب آئے اور بنو حنیف نے ان کو پامال کر ڈالا جو دعوت عبید میں کے بانی تھے اور یمن کے ان ممالک کو جو ان کے قبضے میں تھے چھین لیا زبید اور اطراف زبید پر بھی بنو نجاح و عبید اللہ ابن زیاد کے آزاد غلاموں سے قبضہ لے لیا بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت تک بلاد حضر موت (ملک یمن) میں اس گروہ کے کچھ لوگ باقی ہیں۔ زنجبار (ملک افریقہ) کا سلطان فرقہ اباضیہ میں سے ہے۔

خوارج کے فرقوں کی تفصیل یہ ہے

بکلیسیہ

یہ لوگ بھیس بن ہبیس بن جابر کی طرف منسوب ہیں جو قبیلہ بنی سعد بن ضبعہ سے تھا شرح مواقف میں اسی طرح ہے اور غنیمۃ الطالبین اور ملل و نحل شہرستانی میں ابو بھیس لکھا ہے اور صحیح یہی ہے اس لئے کہ تعریفات سید شریف میں لکھا ہے البھیہ اصحاب ابی بھیس بن ابیھیسم بن جابر اور نفائس الفنون میں بھی ابی بھیس ہے اور شیخ ابو نصر کی تعریفات میں ابو بھیس ابیھیسم بن جابر مرقوم ہے اور ابن خلدون کی تاریخ میں بھی ابی بھیس ابیھیسم بیان کیا ہے اس نے زمانہ ولید بن ہشام میں شہرت حاصل کی تھی حجاج نے اس کے گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی مگر ہاتھ نہ لگا اور مدینے کو بھاگ گیا وہاں عثمان بن جہان مزنی نے گرفتار کر لیا ولید کو جب اس کی گرفتاری کی خبر پہنچی تو عثمان کو لکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں

لوگوں کو قتل کرادو عثمان نے حکم کی تعمیل کی ابو بھیس نے ابراہیم اور میمون کی تکفیر کی ہے اس لیے کہ بیعت امامت میں ان کو اختلاف تھا اسی طرح واقفہ کی بھی تکفیر کی ہے اس کا اعتقاد ہے کہ ایمان عبادت ہے اقرار اور معرفت اللہ اور اس چیز کے علم سے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کی ہے جو کوئی ایسی چیز کا ارتکاب کرے جس کی حلت و حرمت سے واقف نہ ہو وہ کافی ہے اور بعض بھیسیہ کی یہ رائے ہے کہ وہ شخص کافر نہیں ہوتا جب تک امام مطلع ہو کر اس پر حد جاری نہ کرے اور جس چیز پر حد جاری نہیں ہوتی وہ معاف ہے اور جس وقت امام سے کفر صادر ہوگا تو ساری رعیت بھی کافر ہو جائے گی اور اطفال کا حال کفر و ایمان میں ان کے ماں باپ کا سا ہے اگر وہ کافر ہیں تو یہ بھی کافر ہوں گے اور جو ماں باپ ایماندار ہیں تو یہ بھی ایماندار ہوں گے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ شراب کا نشہ حلال ہے اور نشے کی حالت میں آدمی کے قول پر مواخذہ نہیں اور بعضوں کی یہ رائے ہے کہ جب نشے کی حالت میں ارتکاب گناہ کبیرہ کا ہو تو وہ نشہ حرام ہو جاتا ہے اور افعال عباد کو عباد کی طرف منسوب کرتے ہیں اس فرقہ کو بھیسیہ بھی کہتے ہیں ابن خلدون کہتا ہے کہ فرقہ بھیسیہ فرقہ اباضیہ سے ہے۔

مرداسیہ

یہ فرقہ ابو بلال مرداس حنظلی کی طرف منسوب ہے اس کی ماں کا نام ادیہ اور باپ کا نام حدیر تھا اور قبیلہ بنی تمیم سے تھا اور نہایت عابد اور زاہد اور پرہیزگار تھا جنگ نہروان میں حاضر تھا اس کی بیوی بنی یربوع کی عورت تھی اور اپنے زمانے کی عابدہ عورتوں میں سے تھی عبید اللہ ابن زیاد نے اس عورت کو گرفتار کر کے قتل کروا ڈالا اور تمام خوارج کے ساتھ مرداس کو بھی قید کر دیا مگر جیلر نے اس کو عابد و زاہد پا کر اجازت دے دی کہ رات کو اپنے مکان کو چلا جایا کرے ایک دن عبید اللہ ابن زیاد نے تجویز کی کہ کل ان تمام محبوس خوارج کو قتل کر ڈالنا چاہئے ابو بلال کے ایک دوست نے جو عبید اللہ ابن زیاد کا مقرب تھا اس کو امیر کے اس ارادے سے اطلاع دے دی مگر یہ اپنے معمول کے موافق مکان سے مجلس کو چلا گیا داروغہ نے ابو بلال سے کہا کہ امیر کا یہ ارادہ ہے کیا تم کو بھی اس کی خبر ہو چکی ہے ابن مرداس نے کہا ہاں مجھ کو یہ حال معلوم ہے داروغہ نے کہا کہ پھر تم موت کے منہ میں کیوں چلے آئے ابو بلال نے جواب دیا کہ آپ نے مجھ پر احسان کیا تھا پھر میں کیسے روپوش ہو کر آپ

کو کشاکش میں ڈالتا جب خوارج کو عبید اللہ ابن زیاد نے قتل کرنا شروع کیا تو جبیل نے یہ سارا قصہ اس سے بیان کر کے سفارش کی اور رہائی دلا دی ابو بلال مرد اس خوف جان سے اہواز کی طرف چلا گیا اور عبید اللہ ابن زیاد سے متوحش ہو کر ۶۰ ہجری میں چالیس آدمیوں کے ساتھ اہواز میں خروج کیا جس طرف اس کا گزر ہوتا تھا مسلمانوں کا مال و اسباب چھین کے اپنے ہمراہیوں کو دے دیتا تھا جو کچھ باقی رہ جاتا وہ صاحب مال کو واپس کر دیتا عبید اللہ ابن زیاد نے اس کی روک تھام کرنے کو اسلم بن زرحہ کلابی کو دو ہزار پیادوں کی جمعیت سے روانہ کیا لڑائی ہوئی مگر اس نے اتنی دلیری سے اسلم کی فوج کا مقابلہ کیا کہ اس کو شکست فاش ہوئی تب عبید اللہ ابن زیاد نے عباد بن علقمہ مازنی کو روانہ کیا جس نے ایک مقام میں ان کل خارجیوں کو بحالت نماز کسی کو رکوع میں کسی کو سجدے میں قتل کر ڈالا کسی نے اپنی حالت تک نہ تبدیل کی یہ واقعہ ۶۱ ہجری کا ہے عباد بن علقمہ مرد اس کا سر کاٹ کر بصرے کو لے گیا یہ تمام خوارج جو اس کے ساتھ شریک تھے مرداسیہ ہیں خوارج میں اس کو ورع کی وجہ سے بہت عظمت تھی یہ شخص جنگ صفین میں سیدنا علیؑ کے ہمراہ تھا اور بوجہ حکیم کے ان سے علیحدہ ہو گیا تھا نہروان کی لڑائی میں خوارج کے ساتھ شریک ہو کر حضرت علیؑ سے جنگ کی تھی اس کا مذہب یہ تھا کہ عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا حرام ہے اور کہتا تھا جو ہم سے جنگ کرے گا ہم اس سے جنگ کریں گے اور جو ہماری طرف داری کرے گا ہم اس کے دوست ہیں اور کہتا تھا جب تک لڑائی میں دشمن کی طرف سے ابتدا نہ ہو اس سے نہ لڑنا چاہئے ایک بار ابن عامر والی بصرہ کو اس نے قبا پہنے دیکھا تو برا مانا اور کہنے لگا یہ فساق کا لباس ہے ابو بکر نے اس کو جواب دیا کہ سلطان کے حق میں ایسے الفاظ نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ جو سلطان سے بغض رکھتا ہے اللہ اس سے بغض رکھتا ہے۔

ازرق

یہ ابی راشد نافع بن ازرق بن قیس بن نہار بن انسان بن اسد بن صبرہ بن ذہل بن حنیفہ کی طرف منسوب ہیں جب ابو بلال مرداس مارا گیا اور عبید اللہ ابن زیاد نے اس کے اصحاب کو بہت تنگ کیا تو نافع نے خوارج سے کہا کہ اللہ نے تم پر جہاد فرض کیا ہے حکام ظالم تم پر ظلم کرتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ مکے کو چلو اگر عبد اللہ بن زبیر تمہارے مذہب کے موافق نکلیں تو ان کے ساتھ شریک ہو کر حکام ظالم پر جہاد کرو اور اگر وہ تمہاری

ئے سے مخالف ہوں تو ان کو حرم میں سے نکال دینا چاہئے چنانچہ یہ ان کے پاس گئے اور ان کے شریک ہو کر فوج شام سے لڑے فوج شام بوجہ انتقال یزید کے مکے سے شام کو لوٹ گئی تو انہوں نے عبداللہ بن زبیر کے سامنے حضرت عثمانؓ کے بہت سے مطاعن بیان کیے تاکہ جو لوگ ان کے قتل میں شریک تھے ہم ان کو اچھا جانتے ہیں اور جو لوگ ان کے دوست ہیں ہم ان سے بے زار ہیں آپ کی رائے ان کے حق میں کیا ہے عبداللہ نے کہا جو حضرت عثمانؓ کو برا جانتا ہے میں اس سے بیزار ہوں اور ان کے دوست کا دوست ہوں ان خوبی میں کوئی کلام نہیں تو نافع بن ازرق اور عبداللہ بن صفار سعدی اور عبداللہ بن اباض حنظلہ بن بھیس اور بنو ماخور اور بنو سلیط بن یربوع سے عبداللہ و عبید اللہ و زبیر سرداران قبیلے سے ابو طلوت اور ابو فدیک عبداللہ بن ثور بن قیس بن ثعلبہ اور عطیہ بن اسد بن یمامہ کو چلے گئے جب ابن زیاد پر رعایا نے چاروں طرف سے بغاوت کر رکھی تھی تو نافع بن ازرق نے تین سو خوارج کی جمعیت کے ساتھ بصرے میں خروج کیا اور جیل خانے کوڑ ڈالا مگر اہل مصر کی آمادگی کے ساتھ ان خوارج کے مقابلے کو کھڑے ہو گئے اس لئے وہاں نہ ٹھہر سکا اور شوال ۶۳ ہجری میں ابواز پہنچا نجدہ بن عامر بھی اس کے ہمراہ تھا اس نے اس سے خوارج نے اس کا ساتھ نہ دیا ان میں سے عبداللہ بن صفار سعدی اور عبداللہ بن نافع اور اس کے اصحاب ابوبلال کی رائے پر تھے۔ (حالات ازارقہ تاریخ کامل) اور حضرت علیؓ کو بوجہ ثالثی کے کافر کہتے تھے اور حضرت عثمانؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن عباسؓ اور ان مسلمانوں سے جو ان کے ہمراہ تھے بیزار تھے ان کو برا کہتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سارے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کہتے تھے کہ بصرے مخالفین کے شہر دارالکفر ہیں اور جو ان میں سکونت اختیار کرے وہ بھی کافر ہے اور مال ہمارے مخالفین کے دوزخ میں جائیں گے اور مخالفین کی اولادوں اور عورتوں کو قتل کرنا حلال جانتے تھے اور کہتے تھے کہ مشرکین کے اطفال اپنے ماں باپ کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے اور وہاں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور مسلمانوں کی امانتوں کو ہاتھ سے سمجھ کے بے وفائی کر ڈالنا ان کے نزدیک رواج تھا کیونکہ یہ ان کو کفار میں شمار کرتے تھے اور تقیہ کو قول و فعل دونوں میں حرام بتاتے تھے اور رجم زانی محسن کے کرتے تھے رجم کے معنی سنگسار کرنا تھا محسن وہ ہے کہ عاقل اور بالغ مسلمان ہو کہ عورت سے نکاح صحیح کے ساتھ صحبت کی ہو اس لئے کہ قرآن میں مذکور نہیں کہتے تھے کہ جو کوئی محسنہ عورت پر زنا کی تہمت کرے اس کو

حد مارنا چاہئے اور جو کوئی محسن مرد پر تہمت کرے اس پر حد جاری نہیں ہوگی اور چور کا ہاتھ قلیل و کثیر میں کاٹنا چاہئے اور ان کے زعم میں مرتکب کبیرہ کافر ہے اور وہ ہمیشہ کفار کی طرح دوزخ میں رہے گا اور استدلال اس پر اس سے کرتے تھے کہ شیطان نے جو گناہ کبیرہ کیا تو وہ کافر ہو گیا کیونکہ اس کو اللہ نے حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کر اس نے نافرمانی کی اور سجدہ نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے ورنہ ابلیس اللہ کی وحدانیت کا عارف تھا یہی حال مسلمان کا ہے گو وہ اللہ کی وحدانیت کا عارف ہوتا ہے مگر کبیرہ کرنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ (روضہ الشہداء) اور کہتے ہیں کہ نبیؐ سے صدور گناہ جائز ہے اور ہر گناہ ان کے نزدیک کفر ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی نبی مبعوث کرے اور اس کے علم میں یہ بات ہو کہ یہ نبوت کے بعد کافر ہو جائے گا اور عبدالرحمن ابن ملجم قتل حضرت علیؑ سے خطا وار نہیں ہوا بلکہ حق پر تھا۔ کتاب الاوائل میں ابو ہلال عسکری نے کہا ہے کہ نافع بن ازرق جس کی طرف ازارقہ منسوب میں اس آیت میں رَبِّ لَا تَذُرْ عَلٰی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا اِنَّكَ اِنْ تَذُرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلْدُوْا اِلَّا فَاَجْرًا كَفٰرًا۔ سورۃ نوح۔ ۱۷۔ آیت۔ ۲۷۔ یعنی اے رب زمین پر کافروں کا ایک گھر بنے والا نہ چھوڑنا تحقیق اگر تو ان کو چھوڑے گا تو وہ تیرے بندوں کو بہکا دیں گے اور بدکار کفر کرنے والا جنس گے یوں تاویل کرتا تھا کہ جو لوگ ہم سے مخالف ہیں ان کے بچوں کو قتل کرنا اور ان کی عورتوں کو ہلاک کرنا حلال ہے جب اس سے یہ قول ظاہر ہوا تو اس کے اصحاب میں سے ایک گروہ اس سے پھر گیا پھر رسقا باز میں نافع مارا گیا انتہی کلامہ ازارقہ کے نزدیک مومنین کے لئے رویائے صالحہ نہیں بلکہ ان کی خواہش بھی ایک قسم کی وحی ہیں جو حضرت محمدؐ کے انتقال کے بعد سے منقطع ہو گئی۔ تاریخ کامل میں مذکور ہے کہ نافع نے ازارقہ سے کہا کہ جو ہمارے ہم مذہب جہاد میں شریک نہ ہوئے ان کے ساتھ دوستی رکھنا حلال نہیں نہ ان کے ساتھ مناکحت حلال ہے نہ ان کا ذبیحہ کھانا حلال ہے اور نہ ان کی شہادت قبول کرنا چاہیے نہ ان سے علم دین سیکھنا چاہئے نہ ان کو وراثت پہنچ سکتی ہے ان کے اطفال کا قتل کرنا درست ہے ان سے نفرت رکھنا چاہئے اور تمام مسلمان کفار ہیں مثل کفار عرب کے پس ان کے واسطے دو باتیں ہوتی ہیں یا قتل کئے جائیں یا اسلام قبول کریں نافع کے کچھ اصحاب نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور کچھ نے مخالفت کی ان مخالفین میں سے ایک نجدہ بن عامر ہے اور یہ شخص ہامہ کو چلا گیا نافع نے ابن اباض اور ابن صفار کو یہ سب اپنی رائے لکھ بھیجی ابن صفار نے نافع کا

خط پڑھ کر رکھ دیا اور اپنے اصحاب سے اس کا حال نہ بیان کیا اس خیال سے کہ مبادا ان میں تفرقہ اور اختلاف بڑ جائے مگر ابن ابیاض نے وہ خط لے کر پڑھا اور کہا اللہ نافع کو موت دے یہ رائے اس کی صحیح نہیں اگر قوم مشرک ہوتی اس وقت یہ معاملات اس کے ساتھ کرنے کے قابل تھے مگر وہ شرک سے بری ہیں لیکن وہ کفار نعمت و احکام ہیں ہم کو صرف یہ چاہئے ان کو قتل کریں جب تک ہماری رائے وہ نہ تسلیم کر لیں اور سوا قتل کے کوئی اور معاملہ ان کے ساتھ نہ برتنا چاہئے ابن صفار بولا اللہ تم دونوں سے بیزار ہو اس لئے کہ تو نے نہایت قصر کیا اور ابن ازرق نے غلو کیا اور اسی طرح اور خوارج کہنے لگے اور ان میں بڑا اختلاف پڑ گیا۔ ۶۵ ہجری تک نافع کو بڑی شوکت حاصل ہو گئی اس لئے کہ اس وقت ملک میں سازش و فساد کے جال پھیلے ہوئے تھے اور عبید اللہ بن زیاد سے نافع کا ابھی تدارک نہ ہو سکا تھا کہ بصرہ سے ہشام بھاگ گیا اور عبید اللہ بن زبیر کی طرف سے عبید اللہ بن حرث بن نوفل بن حرث بن عبد المطلب بصرے کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے پانچ ہزار آدمی مسلم بن عیسٰی بن کویز بن ربیعہ کی ماتحتی میں مقرر کر کے ازرقہ سے جنگ کے لئے روانہ کئے ابواز کے علاقہ میں ماہ جمادی الاول ۶۵ ہجری میں دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی اثنائے جنگ میں پہلے تو مسلم مارا گیا بعد ازاں نافع بن رزق اہل بصرہ نے حجاج بن باب حمیری کو اپنا امیر بنایا اور ازرقہ نے اپنا سردار عبید اللہ بن ماخور کو مقرر کیا تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد حجاج اور عبید اللہ بھی راہی عالم آخرت ہوئے تب اہل بصرہ نے ربیعہ بن اخدم کو اور ازرقہ نے عبید اللہ بن ماخور کو امارت کی کرسی پر بٹھایا لڑائی جاری رکھی یہاں تک کہ شام ہو گئی اتفاق وقت سے ازرقہ کی کمک پر کچھ لوگ آگئے جس سے انہوں نے تازہ دم ہو کے اہل بصرہ پر حملہ کر دیا اہل بصرہ اس ناگہانی حملے سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے ربیعہ بن اخدم مارا گیا اہل بصرہ نے بجائے اس کے حارثہ بن بدر کو امیر بنایا حارثہ نہایت تیزی سے منہز میں کولوثا کے پھر میدان جنگ میں لایا اور کمال چستی سے لڑا کے ازرقہ کو پسا کر دیا اور اس خیال سے کہ مبادا ازرقہ پھر یورش نہ کریں ابواز میں ڈیرے ڈال دئے بعد اس کے عبید اللہ بن زبیر نے حکومت بصرہ سے عبید اللہ بن حرث کو معزول کر کے قباع یعنی حرث بن ربیعہ کو مامور کیا ازرقہ نے فوراً بصرے پر حملہ کر دیا انحف بن قیس نے رائے دی کہ ازرقہ کی جنگ پر مہلب بن ابی صفرہ کو متعین کرنا چاہئے وہی کچھ ان کے دانت کھٹے کرے گا اہل بصرہ نے بھی اس کی بابت عبید اللہ بن زبیر سے خط و کتابت کی عبید اللہ بن زبیر نے اس کو

منظور فرمایا چنانچہ مہلب لشکر اسلام سے بارہ ہزار فوج منتخب کر کے ازرقہ کی طرف براہِ پل روانہ ہوا اسی اثنا میں حارثہ بن بدر مع ان لوگوں کے جو جنگ ازرقہ میں اس کے ہمراہ تھے آپہنچا حارثہ بن ربیعہ نے ان کو بھی مہلب کی طرف واپس کر دیا اور حارثہ کشتی پر سوار ہو کر یہ قصد بصرہ چلا اتفاق سے کشتی نہر میں ڈوب گئی مہلب کے مقدمتہ کجیش پر اس کا بیٹا مغیرہ تھا اس سے اور ازرقہ کے مقدمے سے لڑائی ہوئی مغیرہ نے ازرقہ کے مقدمے کو سہوق اہواز سے پسپا کر کے ماور تک پیچھے ہٹا دیا اس وقت مہلب سولاف میں ٹھہرا ہوا تھا ازرقہ نے مغیرہ سے شکست کھا کے مہلب کے لشکر پر ایک پر زور حملہ کر دیا جس سے مہلب کی رکاب کی فوج تتر بتر ہو گئی لیکن شام ہو جانے کی وجہ سے لڑائی خود بخود رک گئی اور اگلے دن تک بلا کسی تحریک کے لڑائی موقوف رہی اس اثنا میں مہلب فرصت پا کے وجیل کو قطع کر کے عقیل میں اترا بعد وہاں سے کوچ کر کے ازرقہ کے قریب پہنچ کے مورچہ قائم کر دیا اور اپنے لشکر کے ارد گرد خندق کھدوائی چرول و جاسوس مقرر کر دئے ایک روز رات کے وقت ازرقہ کے لشکر سے عبیدہ بن بلال و زبیر بن ماخور لشکر مہلب پر شب خون مارنے کو آئے ہوشیار پا کے واپس چلے گئے مہلب نے بہ قصد جنگ خروج کیا ازرقہ تمیم اس کے سینہ میں تھے قبیلہ بکر و عبدالقیس میسرہ میں اور اہل عالیہ قلب میں ازرقہ کے سینہ میں عبیدہ بن ہلال یشکری اور میسرہ میں زبیر بن ماخور تھا فریقین نے نہایت اطمینان و استقلال سے لڑائی شروع کی بعد ازاں لحظہ بہ لحظہ اس کی سختی بڑھتی گئی آخر الامر مہلب کے لشکر کے قدم استقامت میدان جنگ سے ڈگمگائے کمال ابتری سے گھبرا کے بھاگ کھڑے ہوئے منہز میں نے بھاگ کر ریوہ میں دم لیا مہلب نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کے اپنے بھاگے ہوئے لشکر کو آواز دی جس سے تقریباً تین ہزار آدمی شہر گئے جو اکثر قبیلہ ازرقہ کے تھے مہلب ان کو تسلی اور جوش مردانگی کی داد دیتا ہوا لشکر ازرقہ پر لوٹ پڑا اور شدت سے لڑائی کا آغاز کر دیا ازرقہ جو اب تک نہ دیں سکے عبداللہ بن ماخور اور بہت سے سردار مارے گئے باقی جو رہے انہوں نے اطراف اصفہان و کرمان میں جا کے دم لیا اور زبیر بن ماخور کو اپنا امیر بنا کے اصطر کی طرف چلے آئے معصب ابن زبیر نے جو اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی طرف سے والی عراق ہو کے وارد بصرہ ہوئے تھے مہلب کو بلا دموصل و جزیرہ اور آرمینیا کی حکومت پر بھیج کر حکومت فارس و جنگ ازرقہ پر عمر بن عبداللہ بن معمر کو مامور کر دیا عمر نے حکومت فارس کے زینے پر قدم رکھتے ہی اپنے بیٹے عبید اللہ کو ازرقہ کی جنگ پر بھیج دیا

ازرقہ سے اس کو مار ڈالا بعد ازاں زبیر امیر ازرقہ اور عمر بن عبداللہ والی فارس سے چھڑ گئی۔ عمر بن عبداللہ و ازرقہ کو شکست دے کے ان کے ستر آدمیوں کو مار ڈالا قطری بن فجاءة و صالح بن مخراق محاصرہ توڑ کے مع ازرقہ نیشاپور کی جانب چلے گئے عمر بن عبداللہ نے نیشاپور میں پہنچ کے لڑائی چھیڑ دی ازرقہ نے نیشاپور سے شکست اٹھا کے اصفہان کا ارادہ کیا۔ اصفہان میں اچھی طرح دم بھی نہ لینے پائے تھے تپ لرزہ نے مزاج پرسی کر لی گھبرا کے عمر بن عبداللہ کے لشکر کی گزرگاہوں سے بچتے ہوئے فارس کی طرف بڑھے سا جور اور ار جان ہوتے ہوئے بقصد عراق وارد رہواز ہوئے چونکہ عمر بن عبداللہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہایت تیزی سے قطع منازل کر رہا تھا اور معصب کا لشکر پل پر پڑا و ڈالے ہوئے پڑا تھا اس وجہ سے زبیر نے مع ازرقہ کے اہواز سے نکل کے سرزمین صرصر کو طے کیا اور مدائن پر متواتر شب خون مارنے لگا اہل مدائن کے لڑکوں اور مردوں کو قتل کر ڈالتا اور حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ پھاڑ کے بچے نکال کے مار ڈالتا تھا والی مدائن مقاومت سے عاجز ہو کے بھاگ کھڑا ہوا انہیں ازرقہ کا ایک گروہ قتل و غارت کرتا ہوا کرخ تک پہنچ گیا ابو بکر میں تختہ مقابلے پر آیا لڑائی ہوئی میدان جنگ ازرقہ کے ہاتھ رہا ابو بکر بن مخنف عین معرکہ میں کام آیا تب والی کوفہ حرث بن ربیعہ قباع نے ازرقہ کی سرکوبی کی غرض سے کوچ کیا ازرقہ خبر پا کے بھاگ کر رے (تہران) پہنچے یزید بن حرث دوم شیبانی والی رے (تہران) میدان جنگ میں شکست پا کے مارا گیا بعد اس کے ازرقہ نے اصفہان کا رخ کیا اصفہان کا امیر عتاب بن درقاء تھا چند مہینے اصفہان کا سرہ کئے ہوئے شہر پناہ کے دروازہ پر روزانہ جنگ کرتے رہے عتاب بن درقاء طول محاصرہ سے گھبرا کے شہر پناہ کا دروازہ کھول کے باہر نکل آیا اور کھلے میدان میں لڑ کر ازرقہ کو شکست دے دی زبیر امیر ازرقہ مارا گیا عتاب نے ازرقہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا ازرقہ نے قطری بن فجاءة مازنی کے ہاتھ پر بیعت کر لی جس کی کنیت ابو نعامة تھی اور اس کے ہمراہ کرمان کی طرف چلے گئے اور پھر وہاں سے مجتمع ہو کے اصفہان کی جانب لوٹے اصفہان میں تو داخل نہ ہو سکے اہواز جا پہنچے اور وہیں قیام کر دیا اسی اثنا میں معصب نے مہلب کو موصل و جزیرہ وغیرہ کی حکومت سے واپس بلا کے جنگ ازرقہ پر مامور کیا مہلب نے ایک باقاعدہ لشکر مرتب کر کے خوارج کا ارادہ کیا مقام سولاف میں مقابلے کی نوبت آئی آٹھ ماہ تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی معصب کے مارے جانے کے بعد عبدالملک کے حکم سے حجاج امیر عراقین

ہو کے آیا تو مہلب نے اس کے حکم سے ازرقہ سے لڑائی چھیڑ دی اور ان کو ایک خفیف جنگ کے بعد گزرون کی طرف پسا کر دیا اور مہلب نے بہ ارادہ جنگ ازاقہ نیشاپور میں قیام کیا اور تقریباً ایک سال وہیں ٹھہرا ہوا لڑتا رہا کرمان ازرقہ کے قبضے میں تھا اور فارس مہلب کے تصرف میں جب کہ ازرقہ کی رسد فارس سے بند ہو گئی تو مجبور ہو کے میدان جنگ سے کرمان کی طرف لوٹے اور مقام جیرفت میں پہنچ کے مورچہ قائم کیا مہلب نے لڑ کر ان کو پسا کر دیا مہلب کا کل فارس پر قبضہ ہو گیا اور وہ برابر اٹھارہ مہینے تک ازرقہ سے جنگ کرتا رہا لیکن کبھی کسی قسم کی کامیابی اس کو حاصل نہ ہوئی بعد اس کے اتفاق وقت سے خود ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا بعض نے اس اختلاف کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ مقطر نامی ایک شخص قطری کی جانب سے کرمان کے کسی شہر کا عامل تھا اس نے ازرقہ میں سے ایک شخص کو قتل کر ڈالا ازرقہ نے قطری سے مقطر کے قصاص لینے کو کہا قطری نے جواب دیا کہ مقطر سے غلطی ہو گئی اس غلطی کی تاویل کر دینا چاہئے اور یہ سابقین میں سے بھی ہے میں اس کو قتل نہ کروں گا ازرقہ میں اس جواب سے اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور بعض نے یہ سبب بیان کیا ہے کہ ازرقہ کے لشکر میں ایک شخص تھا جو زہر آلود تیر بنا تا تھا جس سے مہلب کے لشکر کو بے حد نقصان پہنچتا تھا مہلب نے ایک خط لکھ کے ایک شخص کے حوالے کیا اور یہ سمجھا دیا کہ اس خط کو ازرقہ کے لشکر میں اس طرح پر چھوڑ آؤ کہ کوئی شخص تم کو نہ دیکھنے پائے اتفاق سے یہ خط سردار لشکر ازرقہ کے ہاتھ پڑ گیا کھولا تو لکھا ہوا تھا تمہارے زہر آلود تیر بھیجے ہوئے ہمارے پاس پہنچے اس کے صلے میں ہم تم کو ایک ہزار درہم بھیجتے ہیں سردار لشکر نے تیر انداز کو بلا کے دریافت کیا تیر ساز نے انکاری جواب دیا سردار لشکر نے اس کے قتل کا حکم دیا عبد ربہ الکبیر نے اس تیر ساز کے قتل سے ناراضگی ظاہر کی اور یہی امر ازرقہ میں اختلاف کا باعث ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ مہلب نے ایک عیسائی کو قطری کے پاس بھیجا اور یہ ہدایت کر دی تھی کہ قطری کے روبرو جاتے ہی سجدہ کرنا جوں ہی اس عیسائی نے قطرہ کو سجدہ کیا ازرقہ نے اس کو قتل کر ڈالا اور اس الزام کی پاداش میں قطری کو معزول کر کے عبد ربہ الکبیر کو امارت کی کرسی پر بٹھا دیا ازرقہ کے گروہ کا چوتھا یا پانچواں حصہ قطری کے ہمراہ ہو گیا مہینوں قطری اور عبد ربہ الکبیر کے ہوا خواہوں میں لڑائی ہوتی رہی بعد ازاں قطری تو طبرستان لا گیا اور عبد ربہ الکبیر کرمان میں ٹھہرا رہا مہلب نے قطری کے چلے جانے کے بعد لڑائی چھیڑ دی اور جیرفت میں اس پر محاصرہ ڈال دیا بالآخر عبد ربہ الکبیر طول محاصرہ

سے گھبرا کے مع اپنے مال و حریم و اسباب کے نکل کھڑا ہوا مہلب نے نہایت سختی سے حملہ کیا امی نامی جنگ آور ازرقہ کے مارے گئے لڑتے لڑتے آلات حرب ٹوٹ گئے ازرقہ کمال بے سروسامانی سے بھاگے مہلب مظفر و منصور جیرفت میں داخل ہوا اور چند گھنٹے آرام کر کے عاقب کی غرض سے سوار ہو گیا جیرفت سے ۱۲ میل کے فاصلے پر عبد ربہ الکبیر کو جا گھیرا صبح سے دوپہر تک کمال شدت سے لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ لڑنے والے لڑتے لڑتے تھک گئے مہلب نے لڑائی موقوف کر دی محاصرہ ڈالے رہا بعد ازاں ازرقہ نے مرنے اور مارنے کا باہم عہد و پیمان کر کے دوبارہ لڑائی شروع کر دی اور اس مردانگی سے لڑے کہ مہلب اور اس کے ہمراہیوں کے چھکے چھوٹ گئے مگر آخر کار مہلب کو فتحیابی ہوئی ازرقہ میدان جنگ چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے تقریباً چار ہزار ازرقہ مارے گئے ازاں حملہ خود عبد ربہ الکبیر بھی تھا اس معرکہ خون ریز سے ازرقہ کے گروہ کا کوئی تنفس جانبر نہیں ہوا مگر معدودے چند جن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا۔

جن دنوں ازرقہ میں نزاع پیدا ہو گیا تھا حجاج نے سفیان بن ابرکلبی کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ قطری کی سرکوبی کو طبرستان کی جانب روانہ کر دیا تھا اتفاق سے اسحاق بن محمد بن اشعث بھی لشکر کوفہ کو لئے ہوئے اسی دن طبرستان کے قریب پہنچا دونوں نے متفق ہو کے قطری سے طبرستان کے ایک گھائی مقابلہ کیا اثنائے جنگ میں قطری کے ہمراہی قطری سے علیحدہ ہو گئے اور قطری خود گھوڑے سے گر کر ایک غار میں جا پڑا اس عرصے میں ایک عجمی اس طرف سے ہو کے گزرا قطری نے پانی کی خواہش ظاہر کی عجمی نے خدمت کا معاوضہ طلب کیا قطری نے اپنے آلات حرب دے دینے کا وعدہ کیا عجمی رخصت ہو کے اس غار کے اوپر چڑھ گیا اور اوپر سے ایک بھاری پتھر گرا دیا قطری کا سر زخمی ہو گیا عجمی فرط خوشی سے چلا اٹھا چند لوگ اہل کوفہ کے دوڑ پڑے اور قطری کو مار کر سر کاٹ لیا قطری کے مارے جانے کے بعد سفیان نے بلا جدال و قتال ازرقہ کا محاصرہ کر لیا رسد اور غلے کی آمد بند کر دی شدت بھوک اس درجہ بڑھی کہ گھوڑوں کو ذبح کر کے کھا گئے جب گھوڑوں اور چوپایوں نے بھی کفایت نہ کی تو مارنے اور مرجانے کی قسمیں کھا کے محاصرہ توڑ کے لڑتے ہوئے نکلے سفیان نے سمجھوں کو پامال کر ڈالا بعض علمائے تاریخ کا یہ بیان ہے کہ قطری اور عبد ربہ الکبیر کے مارے جانے سے جو ازرقہ کے پچھلے رئیس تھے ازرقہ کی حکومت منقرض ہو گئی پہلا رئیس ان کا نافع بن ازرق تھا تقریباً بیس برس تک ان کا زور رہا۔

نجدات

یہ لوگ نجدہ بن عامر بن عبداللہ بن سامر بن مفرج کے قبیلے تھے خطہ مقریزی وغیرہ میں نجدہ کے باپ کا نام عامر ہی لکھا ہے اور امام رازی نے نہلیۃ العقول میں کہا ہے کہ نجدات نجدہ بن عمیر کے قبیلے تھے اور شرح مقاصد میں نجدہ بن عمیر کے اصحاب بتایا ہے ابن خلدون نے نجدہ کے پردادا کا نام سیار بیان کیا ہے اور تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ نجدہ نون اور جیم اور دال مہملہ کے ساتھ یہ شخص بنی حنیفہ سے تھا کہ ملک یمامہ میں ایک قوم ہے قبیلہ تمیم سے نافع بن ازرق کے ہمراہ رہتا تھا جب اس نے مذہب میں بعض باتیں اپنی طرف سے پیدا کیں تو یہ اس سے علیحدہ ہو گیا اور یمامہ کو چلا گیا اور وہاں ابو طالوت سے بیعت کر لی اور بنو حنیفہ کے شہر حصارم کو جس میں چار ہزار کے قریب رقیق (غلام) تھے لوٹ لیا اور ان سبھوں کو اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا یہ واقعہ ۶۵ ہجری کا ہے بعد اس کے ایک قافلے سے تعرض کیا جو بحرین یا بصرے سے مال وغیرہ لئے ہوئے عبداللہ بن زبیر کے پاس جاتا تھا نجدہ نے اس کو لوٹ لیا اور ابو طالوت کے پاس لے گیا اور کہا کہ مال تو تقسیم کر لو اور ان آدمیوں سے زمین میں محنت و مزدوری کھیتی باڑی کراؤ کہ یہ بات بہتر ہے خوارج نے اس کے قول کو چھوڑ کر نجدہ سے بیعت کر لی ابو طالوت بھی اس بیعت میں شریک ہو گیا یہ واقعہ ۶۶ ہجری کا ہے اور نجدہ کی عمر اس وقت میں تیس سال کی تھی اس کو لوگ امیر المؤمنین کہتے تھے اس کے اصحاب کو نجدہ یہ یہ اس لئے نہیں کہتے کہ درمیان ان کے اور نجد کے رہنے والوں کے فرق رہے بیعت لینے کے بعد نجدہ نے بنو کعب بن ربیعہ پر چڑھائی کی اور نہایت سختی کے ساتھ ان کو پسپا کیا بعد میں وہاں سے لوٹ کر یمامہ کی طرف آیا اور تین ہزار آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ کے ساتھ ۶۷ ہجری میں بحرین کی طرف کوچ کیا اور عبدالقیس کے قبیلے کو تباہ کر دیا ان کے جس قدر عورت و مرد ہاتھ لگے ان کو لوٹھی و غلام بنایا نجدہ آپ عطیف میں ٹھہرا اور اپنے بیٹے مطرح کو خادم عبدالقیس کے مفروروں سے لڑائی کے لیے ثور کی طرف روانہ کیا مطرح اور بہت سے آدمی یہاں مارے گئے نجدہ کے قدم بحرین میں جم گئے مصعب بن زبیر حاکم بصرہ نے ۶۹ ہجری میں عبداللہ بن عمیر لیشی امور کی ماتحتی میں چار ہزار آدمیوں کا لشکر نجدہ کی سرکوبی کو روانہ کیا نجدہ نے اس فوج کو شکست دی پھر نجدہ نے عطیہ بن اسود کے ہمراہ ایک جماعت عمان کو بھیجی عطیہ نے اس طرف کے شہر فتح کر لئے اور اپنی

رف سے اس مقام کا ابوالقاسم کو افسر کر کے عطیہ چلا گیا اہل عمان نے ابوالقاسم کو مار ڈالا
 رعمان سے خوارج کو نکال دیا۔

عطویہ

اس کے بعد عطیہ و نجدہ میں مخالفت پیدا ہو گئی عطیہ نجدہ سے علیحدہ ہو کے عمان کو چلا
 آیا اہل عمان نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا اور عطیہ اسے تسخیر نہ کر سکا مجبور ہو کے براہ دریا
 کرمان کی طرف چلا گیا اور یہاں اپنا مقام کر دیا اور ایک نکل سال درہموں کی جاری کی اور
 ان درہم کا نام عطوریہ رکھا اور کرمان میں عطیہ اتنا جما کہ جب مہلب نے اس پر لشکر بھیجا تو
 یہاں سے سیستان کو بھاگ گیا اور پھر یہاں سے سندھ کی طرف چلا گیا اور پھر مقام قندھار میں
 میں سواران مہلب کے ہاتھ سے مارا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ خوارج کے ہاتھ سے قتل ہوا
 جیسا کہ علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں تصریح کی ہے۔ اور الخطط والآثار میں مذکور ہے
 کہ نجدہ نے عطیہ بن اسود کو سیستان کی طرف بھیجا تھا اس نے اپنا مذہب مرو میں ظاہر کیا
 پس اس کے قبیح عطویہ مشہور ہو گئے۔

نجدہ نے ابن عمیر کی شکست کے بعد ہادیہ نشینوں سے صدقہ وصول کرنا شروع کیا اور
 کاظمہ میں بہت سے بنی تمیم اس کے آدمیوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور پھر اہل صنعا سے
 بیعت لی پھر نجدہ نے اہل حضرموت پر ابوہندیک کو فوج دے کر بھیجا اس نے ان سے صدقہ
 وصول کیا اور نجدہ ۶۸ ہجری یا ۶۹ ہجری میں آٹھ سو یا دو ہزار چھ سو آدمیوں کی جمعیت کے
 ساتھ مکہ کو گیا اور عبداللہ بن زبیر سے ایک معاہدہ قرار پا کر حج کیا پھر نجدہ مدینے کی طرف
 آیا اہل مدینہ اس سے آمادہ بہ جنگ ہوئے مجبور ہو کے طائف کی طرف چلا گیا اثنائے راہ
 میں عبداللہ بن عمر بن عثمان کی ایک لڑکی سے ملاقات ہو گئی خوارج نے اس غریب لڑکی کو
 پکڑ کے نجدہ کے پاس پہنچا دیا اور پھر بنظر امتحان نجدہ سے اس لڑکی کے فروخت کرنے
 کا سوال کیا نجدہ نے کہا میں نے اس کو آزاد کر دیا اس پر خوارج نے جواب دیا کہ اس سے
 نکاح کر لو نجدہ بولا یہ اپنے نفس کی مختار ہے اور میں تو اس سے نکاح کرنا پسند نہیں کرتا نجدہ
 نے عبداللہ ابن عمر بن خطاب کو ایک خط لکھا اس میں کئی چیزوں کے مسئلے دریافت کئے
 عبداللہ ابن عمر نے جواب دیا کہ عبداللہ ابن عباس سے دریافت کرنا چاہئے چنانچہ اس نے
 ان سے دریافت کیا جب نجدہ طائف کے پاس آیا تو عاصم بن عروہ بن مسعود نقضی اس کے

پاس آئے اور اپنی قوم کی طرف سے اس سے بیعت کی اور اس طرح اہل طائف اس کے شر سے محفوظ رہے یہاں سے نجدہ بحرین کو چلا آیا اور یہ حکم دیا کہ کوئی تاجر یہاں سے اور یمامہ سے غلہ حرمین کی طرف نہ لے جائے عبداللہ ابن عباس نے نجدہ کو ایک خط لکھا کہ جب تمامہ بن اشاک اسلام لایا تو اس نے غلے کی روانگی اپنے ہاں سے اہل مکہ کی طرف بند کر دی حالانکہ اہل مکہ اس وقت میں مشرک تھے حضرت سرور عالم نے اس کو لکھا کہ اہل مکہ اہل اللہ ہیں ان سے غلے کی رسد نہ بند کرنا چاہئے اس نے ارشاد کی تعمیل کی باوجودیکہ ہم مسلمان ہیں تو نے ہم سے غلہ روک دیا نجدہ نے پھر یہ تحریر دیکھ کر اپنے اس امتناعی حکم کو منسوخ کر دیا بعد ازاں کے نجدہ کے اصحاب اس کی طرف سے بدظن ہونے لگے اور اس کی مخالفت پر آمادہ ہوئے تو اس کے نائبوں کو جا بجا رعایا نے اپنے ہاں سے نکالنا شروع کیا اور وجہ اختلاف کی یہ بتائی کہ ابوسنان جی بن وائل نے نجدہ سے کہا کہ جو شخص تم سے بیعت تقیہ کی راہ سے کرے اسے قتل کر ڈالنا چاہئے نجدہ نے ابوسنان کو بہت سخت دست کہا اور کہا کسی کو اللہ نے علم غیب نہیں دیا ہے اس لئے ہم کو چاہئے کہ ظاہر پر حکم کریں اور عطیہ بن اسود بھی نجدہ کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا تھا اور سبب اس کا یہ تھا کہ نجدہ نے ایک چھوٹا سا لشکر بحری مقامات کو بھیجا اور ایک لشکر بری مقامات کو روانہ کیا اور لشکر بحری کو لشکر بری سے زیادہ دیا تو اس بات پر عطیہ نے نجدہ سے نزاع کیا اور ناراض ہوا نجدہ نے عطیہ کو ڈانٹا اور لوگوں کو اشارہ کر دیا کہ اسے قتل کر ڈالیں عطیہ نے اپنے غصے کو ضبط کر کے نجدہ کے سرداروں میں سے ایک شخص پر شراب نوشی کی حد جاری کرنے کی درخواست کی کہ وہ شراب پیا کرتا تھا نجدہ اس کی نسبت کہنے لگا کہ اگر چہ وہ شراب پیتا ہے مگر دشمنوں کے حق میں بلائے بے درمان ہے اور تحقیق سرور عالم نے مشرکین سے مدد چاہی تھی نجدہ کے اصحاب اس کی اس بات سے ناخوش ہوئے اور ان کی ناخوشی کا ایک اور سبب بھی پیدا ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ عبدالملک نے نجدہ کو تحریر کیا کہ جو کچھ تم نے آج تک مخلوق کی خونریزی کی ہے اور مال چھینے ہیں وہ تم کو معاف کئے جاتے ہیں اور تم کو یمامہ کا مالک کیا جاتا ہے بشرطیکہ تم ہماری اطاعت کر لو خوارج کو اس خط کا ذریعہ سے پتہ لگ گیا عطیہ نے کہا کہ یہ تحریر عبدالملک کی ضرور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس نے نجدہ کے دین میں کوئی خرابی اور کمزوری پائی ہوگی اور عطیہ اسے چھوڑ کر عمان کو چلا گیا اسی طرح بہت سی باتیں جمع ہو گئیں۔

فدیکہ

نجدات نے ابو فدیك عبد اللہ بن ثور کو اپنا رئیس مقرر کر لیا جو بنی قیس بن ثعلبہ کے لیے سے تھا اور اب نجدات فدیكہ کہلانے لگے نجدہ علاقہ ہجر کے ایک گاؤں میں چھپ گیا فدیك نے اس کی تلاش کے لئے آدمی متعین کئے فدیكہ نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اگر تم بدہ کو تلاش کر کے قتل نہ کرو گے تو ہم سب تم کو چھوڑ دیں گے۔ فدیكہ نے ۷۶ ہجری میں بدہ کو تلاش کر کے قتل کر ڈالا۔ نجدہ نہایت بہادر اور سختی تھا نجدہ کے مارے جانے سے کچھ فدیكہ قاتلوں سے ناراض بھی ہوئے اور ابو فدیك کو چھوڑ دیا بلکہ مسلم ابن جیر نے ابو فدیك پر چھری سے حملہ کیا اور بارہ زخم پہنچائے مسلم کو فدیكہ نے قتل کر ڈالا اور ابو فدیك کو اس کے مکان میں اٹھا کر لے گئے اور علاج کے بعد اسے آرام ہو گیا ابو فدیك نے بحرین پر قبضہ کر لیا اور خالد بن عبد اللہ کو جو عبد الملک کی طرف سے بصرے کا حاکم تھا اور بہ تعمیل حکم عبد الملک کے خوارج کی لڑائی پر مامور تھا شکست دے دی عبد الملک نے عمر بن عبید اللہ بن معمر کے نام ایک فرمان بائیں مضمون بھیجا کہ اہل کوفہ و بصرہ کو جنگ ابو فدیك پر آمادہ کر کے ایک لشکر مرتب کر لو چنانچہ عمر بن عبید اللہ کی تحریک سے دس ہزار آدمی مجتمع ہو گئے عمر بن عبید اللہ نے ان کو آلات حرب سے مسلح کر کے ۷۳ ہجری میں ابو فدیك کی طرف کوچ کر دیا اہل کوفہ میمنہ میں تھے اور اہل بصرہ میسرہ میں رفتہ رفتہ یہ لشکر بحرین پہنچا اور صف آرائی کر کے ابو فدیك اور اس کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا پہلے ہی حملے میں ابو فدیك کا میسرہ پیچھے ہٹا اور یہ لوگ جوش کامیابی میں بڑھتے چلے گئے مگر مغیرہ بن مہلب اور مجاعہ اور عبد الرحمن اور لشکر سواران اہل کوفہ کی طرف آئے اس اثنا میں اہل میسرہ واپس ہوئے اور اہل میمنہ نے خم ٹھونک کے خوارج پر حملہ کر دیا خوارج کے قدم استقامت میدان جنگ سے اکھڑ گئے اہل میمنہ ان کے لشکر گاہ میں گھس پڑے جو کچھ پایا لوٹ لیا اور ابو فدیك کو قتل کر ڈالا اور اس کے ہمراہیوں کو ایک خندق میں گھیر لیا یہاں تک کہ مجبور ہو کے نکلے پس ان لوگوں نے ان میں سے چھ ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور آٹھ سو کو گرفتار کیا۔

حاذریہ

میر سید شریف نے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ نجدات میں سے ایک فرقے کا نام

عاذریہ ہے اور ان کو عاذریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آنجناب نے ایک بار اپنے بیٹے کو قوم قطیف کی مہم پر بھیجا اس نے وہاں کے لوگوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں کو پکڑ لیا اور قبل تقسیم کے ان سے نکاح کر لیا اور تقسیم سے قبل مال غنیمت میں سے خرچ کر ڈالا جب نجدہ کے پاس آئے اور اسے ان معاملات کی خبر ہوئی تو اس نے کہا تم کو یہ مناسب نہ تھا انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ ایسا کرنا ہم کو مناسب نہیں نجدہ نے بوجہ جہل کے ان کے عذر کو مان لیا نجدہ کے اصحاب میں بعد اس کے اختلاف پڑ گیا جن لوگوں نے اس کے اس حکم کو تسلیم کیا ان کا یہ مذہب ٹھہر گیا کہ دین دو باتوں کا نام ہے ایک اللہ اور رسول کی معرفت اور حرام جاننا ان مسلمانوں کے قتل کرنے کو جو اپنے موافق ہیں دوسرے اقرار کرنا ساتھ اس چیز کے جو اللہ کے پاس سے آئی ہے بالا اعمال کر ان باتوں کی عدم واقفیت سے معذور نہیں اس کے سوا جو تحریم اور تحلیل تمام شرائع و فروع ہیں ان میں بسبب جہل کے لوگ معذور رکھے جاتے ہیں اس لئے کہ ان کو عاذریہ بھی کہتے ہیں باقی تمام باتوں میں سارے نجدات سے متفق ہیں اور نجدات کا عقیدہ یہ ہے کہ مجتہد خطا کرنے سے گناہ گار نہیں ہوتا ہے اور جو کوئی برخلاف اس کے مجتہد کو معذب جانتا ہے وہ کافر ہے اور جائے تقیہ میں خون اہل ذمہ کے حلال ہیں اور جس نے نظر حرام کی یا جھوٹ بولا یا کسی صغیرہ پر اصرار کیا اور اس سے توبہ نہ کی تو وہ کافر ہے اور جس نے زنا کیا چوری کی شراب پی بغیر اصرار کے ان افعال پر وہ مومن ہے کافر نہیں اور ان کا زعم یہ ہے کہ آدمیوں کو امام کی حاجت نہیں مگر جب کہ وہ دیکھیں کہ انصاف و عدل کی آپس میں رعایت نہ ہو سکے تو اس وقت امام کا مقرر کرنا جائز ہے اور واجب العمل صرف کتاب اللہ ہے اور نجدات سارے احکام میں از ارقہ سے خلاف رکھتے ہیں ایک تکفیر صحابہ میں ان کے موافق ہیں لیکن غنیۃ الطالبین میں مذکور ہے کہ تمام خوارج حضرت علیؑ کو بوجہ حکیم کے اور ان لوگوں کو جو گناہ کبیرہ کرتے ہیں کافر قرار دیتے ہیں لیکن نجدات کا یہ مذہب نہیں ہے۔

اصفریہ

زیاد بن اصفہر کی طرف منسوب ہیں بعضوں نے لکھا ہے کہ صفریہ بفتح صاد مہملہ نعمان بن صفر کے اصحاب ہیں کسی نے کہا کہ یہ منسوب ہیں طرف عبداللہ بن صفار کے وہ ایک شخص بنی مقاعس میں سے تھا نام اس کا حارث بن عمر بن کعب بن سعد بن مناة بن تمیم بن

ابن طانجہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہے کسی نے کہا یہ نام ان کا بسبب صفت (زرردی) مرض کے ہوا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ چونکہ کثرت عبادت کی اس وجہ سے وہ زرد رنگ ہو گئے تھے اس وجہ سے ان کو صفریہ کہنے لگے بعض نے کہا صفر بکسر صاد ہے بہر حال یہ سارے اقوال میں ازاردہ کے موافق ہیں مگر زانی سے رجم ساقط نہیں بتاتے اور نہ اطفال مشرکین کو کافر و دوزخی جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص ہمارے عقیدے میں موافق ہے اور وہ قتال میں شریک نہ ہو تو کافر ہے اور کہتے ہیں تقیہ قول میں ناجائز ہے نہ عمل میں اور ان کا اعتقاد یہ یہ ہے کہ جس گناہ پر حد جاری ہو سکتی ہے مثلاً چوری اور زنا کاری اس کے مرتکب کو کافر نہ کہنا چاہئے اور جس گناہ میں بوجہ اس کی عظمت کے حد نہیں ہے جیسے ترک نماز اور ترک روزہ اس کا مرتکب کافر ہے اور کہتے ہیں کہ جو عورت ہمارے دین میں موافق ہے اس کا نکاح کر دینا اس شخص سے جو اس کے دین میں نہیں اسی جگہ جائز ہے جہاں تقیہ کے سوا چارہ نہ ہو اور جہاں علانیہ رہتے ہوں وہاں ناجائز ہے صفریہ کو زیادہ بھی کہتے ہیں ایک نام ان کا نکارہ بھی ہے اس لئے کہ نصف حضرت علیؓ و ثلث حضرت عثمانؓ و سدس حضرت عائشہؓ کو ناقص کرتے ہیں۔ خلافت عبدالملک بن مروان کے عہد میں فرقہ صفریہ میں سے صالح بن مسرح تمیمی نے (بنو امر، القیس بن زید مناة سے) خروج کیا یہ شخص عقائد کا پابند اور عابد و زاہد تھا سرزمین موصل و جزیرہ میں اکثر قیام پذیر رہتا تھا اس کے تلامذہ بھی تھے جن کو یہ قرآن و فقہ کی تعلیم دیتا تھا کبھی کوفہ میں اپنے احباب اور شاگردوں سے ملنے کو آجاتا تھا وہ لوگ اس کی ضروریات مہیا کر دیتے تھے حجاج کو اس کی خبر لگی گرفتاری پر لوگوں کو مامور کیا صالح کوفہ چھوڑ کے اپنے شاگردوں کے پاس موصل چلا آیا اور ان لوگوں کو خروج پر ابھارنے لگا اس اثنا میں شیبہ بن یزید بن نعیم شیبانی آپہنچا جس میں اس نے جنگ کرنے کی ترغیب دی تھی صالح نے جواب دیا میں تمہارے ہی انتظار میں ہوں جس قدر جلد ممکن ہو آ جاؤں میں ہمہ تن خروج پر آمادہ ہوں شیبہ مع اپنے چند دوستوں کے جس میں اس کا بھائی مضاد اور محلل بن وائل۔ یثکری تھا آپہنچا اور صالح کے اتفاق رائے سے ماہ صفر ۶ ہجری میں خروج کر دیا لشکریوں کو قبل جنگ دعا کرنے کی ہدایت کی اور خونریزی اور مال و اسباب کے لوٹنے کا ان کو اختیار دے دیا اتفاق سے جزیرے میں محمد بن مروان کی سواری کے جانور مل گئے جن کو ان لوگوں نے گرفتار کر کے اپنے ہمراہیوں کو سوار کر دیا محمد بن مروان والی جزیرہ کو خوارج کے خروج اور ان کی اس بیجا حرکت کی اطلاع ہوئی تو اس

نے سرکوبی کو ایک ہزار کی جمعیت سے عدی بن عدی کنڈی کو مامور کیا پس اس نے حران سے نکل کے خوارج کا رخ کیا چونکہ صلح پسندی مزاج میں زیادہ تھی اس وجہ سے جنگ خوارج کو پسند نہ کرتا تھا قتل آغاز جنگ ایک قاصد خوارج کے پاس روانہ کیا ان لوگوں نے قاصد کو قید کر دیا اور خود مسلح و مرتب ہو کے عدی کے سر پر آہنچے عدی اس وقت نماز چاشت پڑھ رہا تھا جیسے تیسے نماز پوری کر کے بہ ارادہ جنگ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس کی رکاب کی فوج بھی بے ترتیبی کے ساتھ میدان میں آگئی خوارج نے عدی کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور آمد تک تعاقب کرتے چلے آئے محمد بن مروان نے یہ خبر پا کے خالد بن حلسی اور حرث بن جعونہ عامری کو ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار فوج کے ساتھ دو مختلف راہوں سے روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ تم میں سے جو شخص میدان جنگ میں کامیاب ہوگا وہی اپنے دوسرے ہمراہی کا امیر اور سردار سمجھا جائے صالح کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے شیبہ کو حرث کی طرف روانہ کیا اور خود خالد پر حملہ آور ہوا بازار کارزار نہایت سختی سے گرم ہو گیا محمد بن مروان کے لشکر نے پہلے سے خندق کھودی تھی اور مورچہ قائم کر رکھا تھا خواہ مخواہ خوارج کو پسپا ہونا پڑا سرزمین جزیرہ و موصل کو و سکرہ تک طے کر گئے حجاج نے اس شکست سے آگاہ ہو کے حرث بن عمیرہ بن ذی الشعار کو تین ہزار فوج کوفہ کی جمعیت سے روانہ کر دیا مابین موصل صر کے ملاقات ہو گئی خوارج کے ہمراہ اس وقت صرف نوے آدمی تھے سوید بن سلیم کو شکست ہوئی صالح بن مسرح مارا گیا شیبہ زمین پر گر پڑا پھر سنبھل کر اٹھا اور صالح کی لاش پر کھڑے ہو کے اپنے ہمراہیوں کو پکارنے لگا ستر آدمی کے قریب مجتمع ہو گئے شیبہ مع ان لوگوں کے ایک قلعہ میں جو اس مقام پر تھا جا کے پناہ گزین ہو گیا حرث نے قلعہ کا محاصرہ کر کے دروازے کو جلا دیا اور اس ارادہ سے کہ صبح ہوتے ہی جنگ چھیڑ دی جائے گی اپنے لشکر گاہ میں لوٹ آیا شیبہ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا تم اپنے دوستوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو اور ہمارے ہمراہ خروج کرو خوارج نے اسی کی بیعت کی اور آگ کو مشتعل ہونے کے خیال سے بجھا کے رات ہی کے وقت خروج کر دیا کہ اس اچانک حملے سے گھبرا کر حرث اٹھا اور اپنے ہمراہیوں کو تیاری کا حکم دیا ہنوز وہ تیار نہ ہونے پائے تھے کہ لشکر کا ایک حصہ پسپا ہو کے مدائن کی جانب بھاگا اور شیبہ ان کے امال و اسباب کو لوٹا ہوا سرزمین موصل کی جانب چلا گیا اس کا باقی حال فرقہ شیبہ میں آئے گا صالح کی قبر وہیں ہے جو خارجی اس کے پاس سے گزرتا وہ ضرور سرمنڈاتا (معارف ابن

قتیبہ)۔

ابویزید پسرکند اتر ساکن شہرنوذر علاقہ قسطلیہ نے کہ نہایت بد صورت تھا مذہب نکار یہ اختیار کر کے لوگوں کو اس مذہب کی طرف وعظ و نصیحت کرنا شروع کی جب اس کی جماعت بھاری ہو گئی تو ۳۳۳ ہجری میں قسطلیہ مسخر کیا پھر تبسہ اور سبتہ اور ضلب اور اریس کو فتح کر لیا قائم بامر اللہ علوی اسماعیلی والی افریقہ جو آئمہ مہدویہ میں سے ہیں فوج تیار کر کے قیروان اور رقادہ کی حفاظت کو بڑھے ابویزید نے انہیں شکست دی اور ٹونس اور قیروان اور رقادہ بھی فتح کر لیا یہاں تک کہ قائم بھی شکست پا کر مہدویہ میں محصور ہو گئے روضۃ الصفاۃ ناصری میں ذکر کیا ہے کہ ابویزید نے جب قیروان میں قتل و غارت کا حکم دیا تو مشائخ اور سادات اور اعیان و اشراف شفاعت کے لئے نکلے اور اس سے کہا کہ باشندوں کو قتل و غارت سے معاف رکھا جائے ابویزید نے جواب دیا کہ قیروان بیت المقدس سے زیادہ بزرگ نہیں ہے وہ شہر قتل و غارت سے خراب ہوا اگر قیروان کو خرابی پہنچے تو کیا مضائقہ ہے قائم کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے اسماعیل منصور نے ابویزید پر چڑھائی کی اور ۳۳۵ ہجری میں ابویزید کو پوری شکست دی اور اس کا بربر تک پیچھا کیا اور کئی برس تک یونہی ابویزید سوڈان کے شہروں کی طرف بھاگا پھر منصور نے بھی پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ اس کا قلع قمع کر دیا اور ۳۳۶ ہجری میں وہ گرفتار ہوا اور اس کی کھال نکلا کر بھس بھروایا گیا۔

اباضیہ

یہ عبداللہ بن ایاض کے اصحاب ہیں اس کا نام حارث بن عمر بھی لکھا ہے بعض نے عبداللہ بن یحییٰ اباضی لکھا ہے بعض نے کہا ہے یہ فرقہ منسوب ہے طرف اباض (بضم الف) کے اباض ایک گاؤں ہے یمامہ کے علاقہ میں مراد الاطلاع علی اسماء الاملکتہ و ابقاع میں لکھا ہے اباض الف کے ضمے اور بائے موحدہ کی تخفیف اور اس کے بعد الف اور ضاد معجمہ سے ایک گاؤں ہے یمامہ کے علاقہ میں اس مقام پر خالد بن ولید اور مسلمہ سے جنگ ہوئی تھی اور اتحاف ذوی الباب بشوار لب الالباب میں رضی الدین نے اباضی الف کے کسرے سے لکھا ہے اور کہا ہے کہ اباضی فرقہ اباضیہ میں کا ایک شخص اور اباضیہ کا پیشوا حارث اباضی ہے یہ منسوب ہے طرف عبداللہ اباض کے اور معارف ابن قتیبہ میں مذکور ہے

کہ عبداللہ بن اباض قبیلہ بنو مرہ سے ہے جو عبید سے ہے اور وہ تمیم سے کہ احنیف بن قیس کا ایک گروہ ہے اس شخص نے مروان بن محمد کے عہد میں خروج کیا تھا مروان کے حکم سے عبداللہ بن محمد بن عطیہ نے اس سے جنگ کر کے قتل کیا اور بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ تمام معاملات میں اس کا رفیق تھا تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ جب خوارج نے عبداللہ بن زبیر سے مفارقت کی تو یہ بھی اس گروہ کے ہمراہ تھا اور بصرے میں چلا آیا اور نافع بن ازرق کے ساتھ خروج نہ کیا اور جب نافع نے اس مضمون کا خط اس کو لکھا کہ جو شخص اہل قبلہ میں سے ہمارا مخالف ہے وہ کافر ہے اس کے ساتھ مناکحت ناجائز ہے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا نادرست ہے اس کو وراثت نہیں پہنچ سکتی اس کے بچوں کو قتل کرنا چاہئے اس سے نفرت کرنا چاہئے تو عبداللہ بن اباض نے اس رائے سے نافع کی اختلاف کر کے کہا کہ جو اہل قبلہ میں سے ہمارا مخالف ہے وہ کافر نعمت والا حکام ہے مشرک نہیں اور اس کا حکم منافق کا ہے اور اس کے ساتھ مناکحت اور اس کی وراثت جائز ہے۔ اور ہتھیار اور گھوڑا مخالفوں کا جنت میں لے لینا جائز ہے اور اس کے علاوہ ناجائز ہے اور کہا ہے ہمارے مخالفین کے شہر دارالاسلام ہیں مگر جو پایہ تخت سلطان کا ہے وہ دارالکفر ہے اور مخالفوں کی گواہی ہم پر مقبول ہے اور اس کے نزدیک ایمان تمام نہیں بغیر عمل صالح کے اور اس کے زعم میں مرتکب کبیرہ موحد ہے مومن نہیں اس لئے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور مرتکب کبیرہ کو کافر نعمت جانتا ہے کافر طت اور اس کے اعتقاد میں استطاعت قبل فعل کے ہے اور بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے اور تمام عالم اصل تکلیف کے فنا ہونے کے ساتھ فنا ہو جائے گا اور اولاد کفار کی تکفیرہ تعذیب میں متوقف ہے اور متوقف ہے اس میں بھی کہ نفاق شرک ہے یا نہیں اور اس بات میں متردد ہے کہ کوئی ایسا رسول ہونا جائز ہے یا نہیں جس کے ساتھ صدق دعویٰ نہ ہو اس پر نبوت پر کوئی معجزہ نہ ہو اور جن احکام کی اس پر وحی آتی ہو ان کی تعمیل کا اس کے امتیوں پر حکم نہ ہو اور امیر المؤمنین علی اور اکثر صحابہ کو کافر کہتا ہے۔ اور یہ اباضی چار فرقے ہو گئے ہیں۔

(۱) حفصہ

یہ ابو حفص بن ابی مقدم کے تابع ہیں شرح مواقف اور تعریفات سید شریف میں اسی طرح لکھا ہے اور شہرستانی کی مل و نحل میں صرف حفص واقع ہے یہ شخص عبداللہ بن اباض کا ایک پیرو تھا اور متفرد تھا ساتھ اس قول کے کہ معرفت الہی ایمان و شرک میں متوسط ہے پس

جس نے اللہ کو پہچانا اور رسول اور جنت و دوزخ وغیرہ کا انکار کیا یا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور کافر ہے مشرک نہیں باقی اباضیہ نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ وہ مشرک ہے حفصیہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں كَمَا الَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيْطَانُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ (سورۃ النعام ۶۔ آیت ۱۷) یعنی مانند اس شخص کے کہ ڈال دیا ہے اس کو شیطان نے زمین میں حیران لفظ حیران سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔

(۲) یزید یہ

یزید بن ابیہ کے اصحاب ہیں یہ اباضی کہتا تھا کہ قریب ہے اللہ ایک رسول عجم سے مبعوث کرے گا اور اس پر ایک دفعہ ہی پوری کتاب اترے گی جس سے شریعت محمدی منسوخ ہو جائے گی اور اس پیغمبر کا دین صابیانی ہوگا جس کا قرآن میں ذکر ہے اور اس کے زعم میں ہر گناہ صغیرہ و کبیرہ شرک ہے اور جن لوگوں نے اپنے اوپر حد جاری ہونے کے کام کئے وہ مشرک ہیں۔

فائدہ: ابو القاسم نے طبقات الامم میں کہا ہے کہ صابین ہندوستان کے بڑے گروہوں میں سے ہیں مگر یہ قول غلط ہے قرآن شریف میں دو جگہ ان کا ذکر آیا ہے حالانکہ اہل ہند میں سے کسی قوم کا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ذکر نہیں کیا لفظ صابین صبا سے مشتق ہے جن میں دوسرا حرف بائے موحدہ ہے اور تیسرا حرف ہمز و صب کہتے ہیں ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونے کو صابی وہ شخص ہے جو ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہوا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کفار عرب صابی کہا کرتے تھے اس لئے کہ آپ نے وہ دین ظاہر کیا تھا جو ان کے دین کے خلاف تھا اور مفسرین کے صابین کے مذہب کے بیان میں کئی قول ہیں۔

(۱) مجاہد اور حسن کہتے ہیں کہ وہ مجوس میں سے ایک گروہ ہے اور یہود نہ ان کا

ذبیحہ کھاتے ہیں نہ ان کے ساتھ نکاح بیاہ کرتے ہیں۔

(۲) قتادہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور سورج کی طرف

دن میں پانچ بار نماز پڑھتے ہیں۔

(۳) صحیح یہ ہے کہ وہ کواکب پرست ہیں اور دو قسم کے اعتقاد رکھتے ہیں ایک یہ کہ

اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا کیا اور یہ حکم دیا کہ کواکب کی تعظیم کرنا اور ان کو اپنی نماز اور دعا کا

قبلہ بنانا چاہئے دوسرا یہ کہ اللہ افلاک و کواکب کا خالق ہے پھر عالم کے تمام معاملات برائی بھلائی صحت مرض کو کواکب نے پیدا کیا ہے اور سب چیزوں کے مدبر یہی ہیں اس لئے بشر کو ان کی تعظیم کرنا چاہئے اور یہ کواکب اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ کذافی مفاتیح الغیب۔

(۳) حارثیہ

(برائے مہملہ) ابو حارث اباضی کے پیرو ہیں شرح مواقف۔ تعریفات سید شریف اور کشاف اصطلاحات الفنون میں اسی طرح لکھا ہے اور مل و نخل شہرستانی اور اتحاف ذوی الالباب میں ابو الحارث کی جگہ حارث ذکر کیا ہے۔
یہ کہتا تھا کہ بندوں کے افعال مخلوق الہی نہیں ہیں بندے خود ان کے خالق ہیں اور استطاعت قبل فعل کے ہوتی ہے جیسا کہ مذہب معتزلہ کا ہے۔

(۴) عبادیہ

یہ فرقہ ایک بدعت قبیلہ کے ساتھ متفرد ہوا ان کا مذہب یہ ہے کہ جو عبادت ریا کے ساتھ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اس سے مقصود نہ ہو وہ بھی طاعت ہے اباضیہ میں سے ایک شخص جس کا نام مختار بن عوف ازدی تھا اور ابو حمزہ کہلاتا تھا ہر سال موسم حج میں آتا اور برخلاف مردان بن محمد کے لوگوں کو ابھارتا تھا ۱۲۸ ہجری میں عبداللہ بن یحییٰ معروف بہ طالب الحق حضرموت سے آیا ابو حمزہ کے کلام سن کے بولا تم میرے ساتھ چلو میں اپنی قوم کا سردار ہوں چنانچہ ابو حمزہ طالب الحق کے ساتھ حضرموت گیا اور اس کی بیعت کر لی اگلے سال ۱۲۹ ہجری میں طالب الحق نے ابو حمزہ کو مع بلخ بن عقبہ ازدی کے سات سو کی جمعیت سے موسم حج میں مکے کی جانب روانہ کیا موقف میں پہنچ کے ان لوگوں نے اپنے ارادہ کو ظاہر کیا ان دنوں مکہ و مدینہ کا عامل عبدالواحد بن سلیمان بن عبدالملک تھا اس نے ابو حمزہ سے انقضائے ایام حج و واپسی حجاج مصالحت رکھنے کی درخواست کی ابو حمزہ و بلخ بن عقبہ اس امر پر راضی ہو گئے عبدالواحد نے مقام منیٰ میں قیام کیا اور ابو حمزہ قرن الثعالب میں خیمہ زن ہوا عبید اللہ بن حسن ثنی بن حسن بن علی بن ابی طالب۔ محمد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان بن عفان عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق۔ عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم

بن عمر خطاب اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمن کو مع چند ایسے ہی بزرگوں کے ابو حمزہ کے پاس مصالحت کی مضبوطی کی غرض سے بھیجا ابو حمزہ کا علوی و عثمانی کا نام سنتے ہی چہرہ بگڑ گیا مگر بکری (صدیقی) عمری (فاروقی) کا نام سنتے ہی بشاش ہو کے بولا ہم نے تمہارے ہی دونوں کے باپوں کی سیرت کے پھیلانے اور انہی کی اقتدا کے خیال سے خروج کیا ہے عبید اللہ بن حسن نے کہا ہم اس غرض سے تمہارے پاس نہیں آئے کہ تم ہمارے آباؤ اجداد کی باہمی تفصیل بیان کرو بلکہ ہم امیر کی طرف سے مظہر ہو کے آئے ہیں اور یہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمن اس سفارت کو ادا کریں گے غرض ربیعہ اور حمزہ میں مصالحت تا انقضائے میعاد مقرر قائم رکھنے کا باہم عہد و پیمان ہو گیا مگر عبدالرحمن پہلے ہی قافلے کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ چلا گیا اور اہل مدینہ کو ابو حمزہ کے آنے سے خبردار کر کے اس کی جنگ پر ابھار دیا روزینہ میں بھی دس دس دراہم کا اضافہ کر دیا پس لشکر کو ابو حمزہ کی جنگ کے لئے مرتب کیا اس پر عبدالعزیز بن عبداللہ و عمر بن عثمان کو مقرر کر کے کوچ کا حکم دے دیا مقام قدید میں جس وقت یہ لشکر پہنچا ابو حمزہ کے سفیر امن حاصل کر کے اہل مدینہ کے لشکر میں آئے اور یہ درخواست پیش کی کہ تم ہم سے جنگ نہ کرو ہم کو اور ہمارے دشمن کو چھوڑ دو ہم اور وہ نبٹ لیں گے اہل مدینہ نے اس کو منظور نہ کیا اس اثنا میں ابو حمزہ بھی مع اپنے ہمراہیوں کے مدینہ میں آتا یہ لوگ بظاہر آلات حرب سے آراستہ نہ تھے اور نہ ان کی شکل و صورت سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ لوگ لڑیں گے مگر جس وقت اہل مدینہ کے انکار کا حال معلوم ہوا ابو حمزہ کے ہمراہی جھر مٹ باندھ کے نکل پڑے اور نہایت بے رحمی سے قتل کرنا شروع کر دیا تقریباً سات سو آدمی قبیلہ قریش کے مارے گئے اس کی خبر عبدالواحد تک پہنچی تو وہ مدینہ منورہ چھوڑ کر شام چلا گیا اور ابو حمزہ پندرہ ماہ صفر ۱۳۰ ہجری میں داخل مدینہ ہوا لوگوں کو جمع کر کے ممبر پر گیا خطبہ دیا اور علی الاعلان اپنی دعوت کا اظہار کیا وعظ کہا اور ان لوگوں کے اقوال کو رو کیا اور ان کی رائے کی برائی بیان کی جو اس کے معائب بیان کرتے تھے اور ایسے حسن سلوک اور اخلاق سے پیش آیا کہ کل اہل مدینہ نے بطیب خاطر اس کی تقریر سنی کہتا تھا من زنی فہو کافر ومن سرق فہو کافر (جس شخص نے زنا کیا وہ کافر ہے اور جس نے چوری کی وہ کافر ہے) تین ماہ تک مدینہ میں ٹھہرا رہا بعد ازاں ان لوگوں سے رخصت ہو کے شام کی طرف روانہ ہوا اس کی روانگی سے پیشتر مروان نے خوارج سے جنگ کرنے کو عبدالملک بن محمد بن عطیہ بن ہوازن کو چار ہزار کی جمعیت سے روانہ کر دیا تھا جو رفتہ رفتہ

یمن پہنچ گیا وادی القری میں خوارج سے ڈبھیڑ ہوئی خوارج شکست کھا کے بھاگے ابو حمزہ مارا گیا بقیہ السیف نے بھاگ کے مدینے میں جان بچائی ابن عطیہ بھی ان کے تعاقب میں مدینے تک پہنچ گیا ایک ماہ قیام کر کے یمن کی طرف روانہ ہوا عبداللہ طالب الحق کو اس کی روانگی کی خبر لگی اس وقت وہ صنعا میں تھا اس نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے بارادہ جنگ خروج کر دیا طالب الحق اور ابن عطیہ سے لڑائی ہوئی طالب الحق مارا گیا اور ابن عطیہ نے صنعا پر پہنچ کے کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔

عجاروہ

یہ عبدالرحمن بن عجرد کی طرف منسوب میں شرح مواقف اصطلاحات الفنون وارشاد المسلمین وخط مقررزی میں اسی طرح لکھا ہے اور ملل و نحل شہرستانی میں عبدالرحمن کی جگہ عبدالکریم ہے اور تعریفات سید شریف میں عبداللہ بن عجرد و مرقوم ہے اور نفائس الفنون میں عبدالکریم تحریر کیا ہے ان کو عجرد یہ بھی کہتے ہیں یہ گروہ نجدات کے موافق ہے مگر دو شے میں منفرد ہے ایک یہ کہ اطفال مشرکین دوزخ میں جائیں گے دوسرے اطفال سے بری رہنا تا بلوغ و صفائی اسلام واجب ہے اور جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کو اسلام کی دعوت کی جائے ان کے نزدیک مرد کو اپنی بیٹی نو اسی پوتی اور بھائی بہن کی بیٹی نو اسی پوتی سے نکاح کرنا جائز ہے اور یہ دس گروہ ہیں۔

(۱) میمونہ

میمون بن عمران کے اصحاب ہیں شرح مواقف۔ کشاف اصطلاحات الفنون وارشاد المسلمین اور تعریفات سید شریف میں اسی طرح ہے اور ملل و نحل میں میمون بن خالد ہے ان کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے گناہ و شر کا ارادہ نہیں کرتا جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے اور مشرکوں کے اطفال جنت میں داخل ہوں گے اور کہتے ہیں کہ استطاعت قبل فعل کے ہوتی ہے اور افعال عباد کا اللہ خالق نہیں ہے اور یہ اپنے مخالفین کے اموال کو حلال نہیں کہتے جب تک کہ مالک مقتول نہ ہو جب مارا جائے گا تو اس کا مال غنیمت ہو جائے گا۔ اور ان کے اعتقاد میں سورہ یوسف (۱۲) قرآن میں سے نہیں ہے کیونکہ یہ ایک فحش اور عشقیہ قصہ ہے ان کے نزدیک ایمان بالغیب باطل ہے ان کے نزدیک مرد کا اپنی حقیقی

پوتیوں اور نواسیوں اور حقیقی بھتیجیوں اور بھانجیوں کو نکاح میں لانا جائز ہے۔

(۲) حمزیہ

حمزہ بن ادراک شامی کے قبیح ہیں اس نے خراسان میں عہد خلافت ہارون الرشید میں خروج کیا تھا خراسان میں ہارون کی طرف سے علی بن عیسیٰ بن ماہان گورنر تھا حمزہ بوشیح کی طرف بڑھا عمرو یہ بن زید ازدی حاکم ہرات نے چھ ہزار فوج کے ساتھ اس سے جنگ کی اور شکست پائی پھر علی نے دس ہزار فوج اپنے بیٹے حسین کی ماتحتی میں حمزہ سے جنگ کے لئے بھیجی مگر اس پر حمزہ کا ایسا رعب چھا پا کہ مقابل نہ ہو سکا علی نے اپنے دوسرے بیٹے عیسیٰ کو اس فوج کا افسر کر کے جنگ کے لئے متعین کیا مگر اس فوج کو بھی شکست ہوئی علی نے حمزہ کے مقابلے کے لئے دوبارہ عیسیٰ کو بھیجا باخرز میں حمزہ کے اصحاب سے لڑائی ہوئی حمزہ نیشاپور میں مقیم تھا تمام حمزیہ مارے گئے صرف چالیس آدمی زندہ بچے حمزہ قہستان کی طرف چلا گیا عیسیٰ نے فوجیوں کو اوق اور جون کی طرف بھیجا اور یہاں جو حمزیہ دستیاب ہوئے قتل کئے گئے اور ان دیہات کو تباہ و برباد کیا اور جلا دیا جو حمزہ کو مدد دیتے تھے حاکم زرنج عبداللہ بن عباس نسلی مال لدوا کر علی کے پاس لئے جاتا تھا حمزہ نے اسرازمیں اسے گھیر لیا۔ عبداللہ نے ایسا جم کر مقابلہ کیا کہ حمزہ پسپا ہوا اور حمزہ کے منہ پر زخم آیا حمزہ مع اپنے اصحاب کے کروم میں چھپ گیا اور تھوڑے عرصے کے بعد طاہر بن حسین حاکم بوشیح پر یورش کی ایک کتب میں تمیں لڑ کے پڑھ رہے تھے ان کو مع معلم کے مار ڈالا طاہر نے یہ خبر سن کر حمزیہ کی تادیب کے لئے خود چڑھائی کی اور ایک مقام پر ان کو گھیر کر بڑی سختی سے مروا ڈالا اور تمام مال و اسباب ان کا ضبط کر لیا۔ الخطط والآثار میں لکھا ہے کہ حمزہ کرمان کے ایک جنگل میں غرق ہو گیا حمزیہ تمام باتوں میں میمونہ کے ساتھ موافق تھے اطفال مشرکین کو دوزخ میں بتاتے تھے اس لئے قدریہ نے ان کی تکفیر کی اور مسئلہ قدر میں قدریہ کے ساتھ موافق تھے۔ اس لئے ازارقہ ان کو کافر کہتے تھے اپنے مخالفین کے غنائم کو حلال نہ جانتے تھے بلکہ حکم کل مال غنیمت کے جلا دینے کا دیتے تھے۔

(۳) شعبیہ

شعیب بن محمد کے پیرو ہیں یہ گروہ میمونہ کے ساتھ ان کی ساری باتوں میں موافق

ہے مگر یہ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے کیونکہ میمون نے اس بارے میں قدریہ کی طرف مائل ہیں۔ نفائس الفنون میں لکھا ہے کہ شعیب میمون کے ساتھ تھا جب وہ قدر کا قائل ہوا تو اس نے اس سے تمرا کی۔

(۴) حازمیہ

اصحاب حازم بن عاصم۔ شہرستانی کی مثل و نحل میں حازم کے باپ کا نام علی لکھا ہے اور شرح مواقف۔ کشاف اصطلاحات الفنون اور ارشاد المسلمین میں حازم بن عاصم ہے حازمیہ شعیبیہ کے ساتھ موافق ہیں مگر علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں متوقف ہیں اور تصریح ان کی بریت کی نہیں کرتے جس طرح کہ دوسروں کی بریت کی تصریح کرتے ہیں اور ان کا قول قدر و مشیت میں مثل قول اہل سنت کے ہے ولایت و عداوت میں مخالف خوارج کے ہیں کہ اللہ ہمیشہ محبت اپنے اولیا کا اور دشمن اپنے دشمن کا ہے ان کے نزدیک ایمان فرض مجہول ہیں اس کے لئے کوئی دلیل قاطع نہیں ہے۔

(۵) خلفیہ

خلف خارجی کی طرف منسوب ہیں یہ لوگ کرمان و مکران کی طرف رہتے تھے ان کا اعتقاد یہ ہے کہ خیر و شر دونوں اللہ کی طرف سے ہیں اور کہتے ہیں کہ اطفال مشرکین دوزخ میں رہیں گے بلا اس کے کہ انہوں نے کوئی عمل و شرک کیا ہے ان کے نزدیک تارک غزاکا کافر ہے۔

(۶) اطرافیہ

غالب بن شادل سجستانی کے قبیح ہیں یہ گروہ حمزیہ کے موافق ہے مگر اس بات میں منفرد ہے کہ اطراف ملک کے رہنے والے جن احکام شرعی سے واقف نہ ہوں گے وہ اس میں معذور ہیں ایسے احکام کی عدم تعمیل سے ان پر مواخذہ نہیں ہوتا اور ان لوگوں کے بہت سے عقائد اہل سنت و جماعت کے بھی موافق ہیں اور مسئلہ قدر بھی قدریہ کے مخالف ہیں اور اہل سنت و جماعت کے موافق اور واجبات عقلی ثابت کرتے ہیں۔

(۷) معلومیہ

یہ اپنے مقالات میں حازمیہ کے موافق ہیں مگر دو مسئلوں میں باہم متباہن ہیں ایک یہ جس نے اللہ کو مع جمیع اسماء و صفات کے نہ پہچانا وہ کافر ہے مومن نہیں دوسرے قدریت میں موافق اہل سنت کے ہیں۔

(۸) مجہولیہ

یہ بھی تمام عقائد میں حازمیہ کے موافق ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ اللہ کو بعض اسماء و صفات کے ساتھ جاننا بھی مومن ہونے کے لئے کافی ہے اور یہ مسئلہ قدر و مشیت میں موافق رہیہ کے ہیں۔

(۹) صلتیہ

یہ عثمان بن ابی الصلت کے تابع ہیں (کشاف اصطلاحات الفنون)۔ اور بقولے عثمان بن صامت کے اور بقولے صلت بن صامت کے (کشاف اصطلاحات الفنون) اور روایت صلت بن ابی صامت کے اصحاب ہیں۔

یہ گروہ عقائد میں مجاہدہ کے موافق ہے اور اس قول میں منفرد ہے کہ جو اسلام لائے گا ہم اس کے دوست ہیں لیکن اس کے اطفال سے ہم بری ہیں اس لئے اطفال کے لئے اسلام نہیں ہے جب تک کہ بالغ نہ ہوں بلوغ کے بعد ان کو اسلام کی طرف دعوت کرنا چاہئے اور بعض صلیبہ سے یہ منقول ہے کہ اطفال خواہ مسلمانوں کے ہوں مشرکوں کے ان کے ساتھ عموماً نہ دوستی ہے نہ دشمنی جب تک کہ بالغ نہ ہوں بلوغ کے بعد ان کو دعوت اسلام کرنا چاہئے۔

عقابہ یا علمیہ

یہ ثعلبہ بن عامر کی طرف منسوب ہیں یہ عبدالرحمن بن عجرد کے موافق تھے مگر اس بات میں مختلف ہو گئے کہ اطفال کے متولی دوست رہنا چاہئے جب تک کہ وہ بلوغ کو پہنچیں پس

اگر بعد بلوغ کے وہ انکار حق کریں تو ان سے عداوت رکھنا چاہئے اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ اطفال سے نہ دوستی رکھنے کا حکم ہے نہ دشمنی جب تک کہ بالغ نہ ہوں اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ غلام سے مال کی زکوٰۃ لینا چاہئے جب اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا بھی چاہئے۔ ان کا قول ہے کہ ہر کام اللہ کی مشیت سے ہے نہ اس کی قضاء و قدر سے اور بوجہ اختلاف باہمی کے ثعالیہ کے پانچ فرقے ہو گئے ہیں ان میں سے ہر ایک فرقے نے دوسرے کی تکفیر کی ہے۔

اخٹسبہ

(خائے معجمہ سے) یہ اخٹس بن قیس کے قبیح ہیں اور عقائد میں ثعالیہ کے موافق ہیں مگر کئی ایک باتوں میں ان سے خلاف کیا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسے شہر میں رہے جہاں بوجہ خوف کفار کے اپنے دین اسلام کو ظاہر نہ کر سکے تو وہ مومن نہیں بلکہ کفر و ایمان میں متوقف سمجھا جائے گا اور ان کا قول یہ ہے کہ ہم متوقف ہیں ان سب لوگوں میں جو دار تقیہ میں رہتے ہیں مگر جس کو ہم مومن پہچانیں گے اس کو دوست رکھیں گے اور جس سے کفر کو دیکھیں گے اس سے بیزار ہوں گے ہم کو جائز نہیں کہ ہم کسی اپنے مخالف سے ابتدا یہ قتال کریں اور اس کا مال چرائیں اور مومن عورت کا نکاح ان کے ہم قوم مشرک کے ساتھ ان کی رائے میں جائز ہے۔

معبدیہ

یہ معبد بن عبدالرحمن کے اصحاب ہیں ان کے نزدیک مومن عورت کا نکاح ہم قوم مشرک مرد کے ساتھ ناجائز ہے اور کہتے ہیں کہ نہ غلام سے زکوٰۃ لینا چاہئے اور نہ اس کو دینا چاہئے۔

رشیدیہ

رشید طوموسی کے ساتھی ہیں ان کو عشریہ بھی کہتے ہیں اس لیے کہ ثعالیہ نے کہا کہ جس زراعت کو نہر اور گول وغیرہ سے پانی لگے اس کا حاصل نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لینا

مگر زیاد بن عبدالرحمن نے ان سے کہا نہیں بلکہ اس میں عشرۃ یعنی دسواں حصہ واجب رہا جو شخص یہ کہے کہ بیسواں حصہ لو تو اس سے بھی بیزاری ضرور نہیں تو اس پر رشید نے کہا جب یہ ٹھہرا کہ ایسے شخص سے بیزاری ضرور نہیں تو ہم اسی کے مطابق عمل کریں گے جیسا ہوں نے کہا پس اس کام میں دو فرتے بن گئے۔

شیبانہ

شرح مواقف میں میر سید شریف نے اور تعریفات میں شیخ ابونصر نے کہا ہے کہ یہ شیبان بن سلمہ کے قبیح ہیں۔ حیثہ الاکوان اور الخطط والآثار میں لکھا ہے کہ اس نے ابو مسلم خراسانی میں خروج کیا تھا ابو مسلم لوگوں کو حلقہ اطاعت خلفائے عباسیہ میں لاتا تھا اس کی اور علی بن کرمانی کی مدد اور معاونت بمقابلہ نصر بن سیار کے کرتا اس لئے معالہ اس کے بیزار ہو گئے تھے جب شیبان مارا گیا تو بعض لوگ کہنے لگے کہ اس نے توبہ کر لی تھی لہذا اس نے جواب دیا کہ اس کی توبہ نامقبول ہے کہ اس نے ہمارے موافقین فی المذہب کو مارا اور ان کا مال و اسباب چھین لیا اور توبہ قتل مسلمان کے بعد مقبول نہیں جب تک مامس جاری نہ ہو اور مال نہ پھیرا جائے یا اس کو بخش دیا جائے سب سے پہلے اسی نے توبہ کا قول کیا اور اس کا اعتقاد یہ ہے کہ بندے کو کچھ اختیار نہیں اس کے سارے افعال اللہ تعالیٰ کے مخلوق ہیں۔

یاد رکھو کہ جب ضحاک خارجی کا جانشین ابن خیبری جس کا بیان آگے آتا ہے مارا گیا تھا خوارج نے شیبان حروری کے ہاتھ پر بیعت کر لی ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس کے آپ کا نام عبدالعزیز یثکری تھا ابوالدلف اس کی کنیت تھی مروان کی فوجوں سے اس کی ایک مدت تک لڑائی جاری رہی اکثر خوارج شیبان کی ہمراہی سے علیحدہ ہو کے اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے شیبان بقیہ خوارج کو بایمان بن سلیمان بن ہشام موصل کو لے گیا وہاں شکستیں کھا کے خراسان چلا گیا یہ وہ وقت تھا کہ ابو مسلم نے اعلانہ خراسان میں خلافت عباسیہ کا اظہار کر دیا تھا نصر بن سیار اور علی بن جدیع کرمانی بن علی اور حرث بن شریح میں باہم نزاع ہو رہی تھی شیبان نے بھی بن کرمانی سے جنگ نصر پر ساز کر لیا نصر نے شیبان کے پاس کہلا بھیجا کہ آؤ ہم اور تم صلح کر کے ابو مسلم سے جنگ کریں اور اگر یہ منظور نہ ہو تو سردست ہم سے جنگ موقوف کر دو یہاں تک کہ ہم اس سے نیٹ لیں بعد ازاں جو جھگڑا

ہمارے اور تمہارے درمیان پڑا ہے اس کو طے کر لیں گے شیبان خارجی ان امور کو منظور کرنے میں پس و پیش کر رہی رہا تھا کہ ابو مسلم کو اس پیغام کی اطلاع ہوگئی فوراً ایک خفیہ پیغام علی بن کرمانی کے پاس بھیج دیا کہ دیکھو شیبان خارجی کو نصر سے صلح نہ کرنے دینا ہم کو معلوم ہے کہ تم اس کے ساتھ اس کی ہمدردی کی وجہ سے نہیں ہو تم اپنے باپ کا بدلہ لے رہے ہو اگر صلح ہو جائے گی تو یہ مقصود فوت ہو جائے گا ابن کرمانی اس دم پٹی میں آ کے شیبان خارجی کے پاس گیا اور اس کی ثنا و صفت کر کے نصر سے صلح نہ کرنے پر آمادہ کر دیا جب ابو مسلم نے ہرات پر قبضہ کر لیا یحییٰ بن نعیم بن ہبیرہ شیبانی یہ سن کے ابن کرمانی اور شیبان کے پاس گیا اور ان کو نصر سے مصالحت کرنے کی ہدایت کی اور یہ فقرہ دیا کہ اگر تم نے نصر سے مصالحت کر لی تو یہ یاد رکھو کہ ابو مسلم اس سے بھڑ جائے گا اور تم سے معرض نہ ہوگا کیونکہ خراسان معزز کے قبضہ میں ہے اور اگر تم نے نصر سے مصالحت نہ کی تو ابو مسلم اس سے مصالحت کر کے تم سے صف آرائی کرے گا میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نصر ہی کو آگے بڑھا دو شیبان خارجی کے ذہن میں یہ باتیں مرتسم ہو گئیں نصر کے پاس صلح کا پیغام بھیج دیا نصر تو اس کا منتظر ہی تھا منظور کر لیا ابو مسلم کو اس سے آگاہی ہوگئی تو اس نے نصر و شیبان میں نفاق پیدا کرنے کی غرض سے کہلا بھیجا کہ تین ماہ کی میعاد بہت ہوتی ہے تم نے نصر سے اتنی بڑی مدت کیوں مقرر کی ہے ابن کرمانی بولا میں نصر سے مصالحت نہیں کی مصالحت کی ہے تو شیبان نے کی ہے میں تو اپنے باپ کا عوض لینا چاہتا ہوں شیبان سے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور ابن کرمانی نے دوبارہ لڑائی کا دروازہ کھول دیا شیبان خارجی نے یہ کہہ کہ میں بد عہدی نہ کروں گا اس کا ساتھ نہ دیا ہالآ خر نصر کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر غیٹا پور کو چلا گیا اور ابو مسلم کی حکومت کو خراسان میں ایک گونہ استقلال حاصل ہو گیا اس وقت اس نے شیبان سے کہلا بھیجا کہ تم خلیفہ سفاح کی خلافت کی بیعت کر لو اگر بیعت کرنا نہیں چاہتے تو یہاں سے کوچ کر جاؤ شیبان نے یہ سن کے ابن کرمانی سے امداد طلب کی اس نے انکار کر دیا تب شیبان سرخس چلا گیا ایک گروہ بکر بن وائل کا مجتمع ہو گیا ابو مسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے شیبان کے پاس کہلا بھیجا کہ تم اس فصل سے باز آؤ شیبان نے قاصدوں کو قید کر لیا ابو مسلم نے بسام بن ابراہیم بنی لیث کے آزاد غلام کو جس کی کنیت ابو درتھی شیبان خارجی پر حملہ کرنے کو لکھ بھیجا غرض بسام اور شیبان میں لڑائی ہوئی شیبان شہر میں بھاگ آیا بسام نے اس کا تعاقب کیا بکر بن وائل نے ان قاصدوں کو قتل کر دیا جن کو ابو مسلم نے

شیبان کے پاس پیغام لے کے بھیجا تھا اور بسام نے شیبان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ ابو مسلم نے اپنے پاس سے ایک لشکر جنگ شیبان پر بھیجا تھا۔

مکرمیہ

یہ مکرم بن عبداللہ عجل کی طرف منسوب ہیں اس کا قول یہ تھا کہ تارک نماز کا فر ہے اس کا کفر کچھ ترک نماز کے سبب سے نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ وہ اللہ سے جاہل ہے اگر وہ جانتا کہ اللہ میرے پوشیدہ اور علانیہ حالات سے مطلع ہے اور طاعت اس کی بہتر ہے اور نافرمانی بری ہے تو وہ کبھی نماز کو ترک نہ کرتا یہی قول اس کا تمام کبار میں تھا یعنی مرتکب ان کا اللہ سے جاہل ہونے کی وجہ سے کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کی دشمنی اور دوستی اس کے بندوں کے ساتھ وقت موت کے معتبر ہے پس جو شخص مرتے وقت مومن مرا وہ اللہ کا دوست ہے اور جو کافر مرا وہ دشمن ہے اور ان اعمال کا اعتبار نہیں جو موت سے قبل کئے جائیں اس لئے کہ دوامی طور پر ان کا وثوق نہیں کیونکہ کبھی آدمی سے ادا ہوتے ہیں اور کبھی فوت بھی ہو جاتے ہیں میں کہتا تھا یہی حال ہماری دوستی اور دشمنی کا ہے پس جو شخص مرتے وقت مومن دنیا سے گزرا وہ دوست ہے اور جو کافر اٹھا وہ دشمن ہے۔

ضحالیہ

الخطط والآثار میں مقریزی نے اس فرقے کو سب فرقوں سے علیحدہ لکھا ہے مگر اس کے ان عقائد کا حال نہیں لکھا جن کی وجہ سے ان کو علیحدہ مانا ہے بہر صورت یہ فرقہ ضحاک بن قیس خارجی کا پیرو ہے اس نے مروان بن محمد کے زمانے میں کوفے میں خروج کیا تھا اور اپنا لقب امیر المومنین رکھا تھا اور کوفے پر قابض ہو گیا تھا۔ مجالس المومنین میں مذکور ہے کہ جب اس ضحاک نے لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف دعوت دینا شروع کی تو مومن الطاق ایک دن اس کے پاس گئے اور کہا میں ایک شخص ہوں اپنے دین سے بخوبی واقفیت رکھتا ہوں میں نے تمہارے عدل و انصاف کی بہت شہرت سنی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تمہاری صحبت میں رہا کروں ضحاک اس بات سے خوش ہوا پھر مومن الطاق نے اس سے کہا کہ تم کو حضرت علیؑ سے کیوں بغض ہے اس نے جواب دیا کہ انہوں نے دین میں ثالث کا تقرر قبول کیا اور جو شخص دین الہی میں ثالثی جائز رکھے اسے دشمنی رکھنا اور جنگ کرنا

حلال ہے مومن الطلاق نے کہا کہ تم مجھے اپنے دین کے اصول سے آگاہ کرو تا کہ میں تمہارے ساتھ مناظرہ کروں اور تب تمہاری حجت مجھ پر غالب آجائے تو میں تمہاری اتباع اختیار کروں اور مناسب یہ ہے کہ صواب و خطا کے امتیاز کے لئے دونوں طرف سے ایک آدمی ثالث مقرر ہونا چاہئے جو یہ بات بتائے کہ یہ شخص مصیب ہے یہ قحطی ہے ضحاک نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ شخص علم و فضل میں پایہ رکھتا ہے یہ دونوں کے درمیان میں ثالث ہے مومن الطلاق نے کہا کہ تم اس شخص کو اس دین میں جس میں تم سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں ثالث مقرر کرتے ہو ضحاک نے کہا ہاں مومن الطلاق نے اس کے متبعون سے کہا کہ تمہارے سردار نے دین الہی میں ثالث مقرر کیا تم جانو اصحاب ضحاک نے یہ بات سنتے ہی اتنا مارا کہ وہ مر گیا اتنی یہ بیان قاضی نواللہ صاحب کا صحیح نہیں تحقیق یہ ہے کہ ضحاک خارجی حضرت ابوحنیفہ کے پاس آیا اور تلوار دکھا کر کہا کہ تو بہ کرو انہوں نے پوچھا کس بات سے ضحاک نے کہا تمہارا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ نے معاویہ کے معاملے میں ثالثی مان لی تھی حالانکہ جب وہ حق پر تھے تو ثالثی ماننے کے کیا معنی حضرت ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر میرا قتل مقصود ہے تو اور بات ہے ورنہ اگر تحقیق حق منظور ہے تو مجھ کو تقریر کی اجازت دو ضحاک نے کہا کہ میں بھی مناظرہ ہی چاہتا ہوں حضرت ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر بحث آپس میں نہ طے ہو تو کیا علاج ضحاک نے کہا کہ ہم دونوں ایک شخص کو منصف قرار دے دیں چنانچہ ضحاک ہی کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کا انتخاب کیا گیا کہ دونوں فریق کی صحت غلطی کا تصفیہ کرے حضرت ابوحنیفہ نے فرمایا کہ یہی تو حضرت علیؑ نے بھی کیا تھا پھر ان پر کیا الزام ضحاک دم بخود ہو گیا اور چپکا اٹھ کر چلا گیا۔

تاریخ کامل و ابن خلدون وغیرہ میں لکھا ہے کہ ۱۲۷ ہجری میں ضحاک بن قیس شیبانی نے کہ بنی بکر بن وائل کے خاندان سے تھا مردان حمار پر خروج کیا اور عراق کی طرف بڑھا سبب اس کا یہ تھا کہ جب ولید بن یزید بن عبدالملک مارا گیا تو مقام حروراء میں ایک خارجی نے خروج کیا جس کا نام سعید بن بہدل شیبانی تھا اور اس نے سنا کہ عراق کی رعایا میں بڑا اختلاف اور شورش ہے تو عراق کی تسخیر کے ارادے سے ادھر چلا اور راستے میں مر گیا اور اس نے ضحاک کو اپنا قائم مقام کر دیا یہ بھی حروراء کا باشندہ تھا تمام شراۃ نے اس سے بیعت کر لی اور ضحاک شہر موصل کو گیا پھر یہاں سے شہر زور میں آیا جو فرقہ صفریہ کے فسادات کا مرکز ہو رہا تھا تو اس نے یہاں فتوحات حاصل کرنے کا ارادہ کیا چار ہزار یا اسے کچھ زیادہ آدمی

مغربہ میں سے اس کے پاس مجتمع ہو گئے جب ضحاک نے یہ سنا کہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور نضر بن سعید حریشی میں لڑائی ہو رہی ہے تو عراق کا رخ کیا عبداللہ اور نضر نے خط و کتابت کر کے ضحاک سے مقابلہ کرنے کے لئے سازش کر لی اور دونوں نے متفق ہو کے کوفہ میں لشکر مرتب کیا ضحاک نے قریب کوفہ پہنچ کے نخیلہ میں پڑاؤ کیا عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور نضر مقابلے پر آئے لڑائی شروع ہوئی صبح سے عصر کے وقت تک شدت سے لڑائی ہوتی رہی قریب مغرب عبداللہ اور نضر کو شکست ہوئی خوارج نے ان کے مورچے تک ان کا تعاقب کیا دوسرے دن صبح ہوتے ہی پھر لڑائی چھڑ گئی اور یہی واقعہ پیش آیا تیسرے دن کی لڑائی میں اکثر سرداران لشکر میدان جنگ سے منہ چھپا کے بھاگ گئے ازاں جملہ نضر بن سعید حریشی منصور بن جمہور اور اسماعیل برادر خالد قسری وغیرہ تھے مجبور ہو کے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز بھی واسط چلا آیا اور ضحاک نے کوفہ پر قبضہ کر لیا جونہی عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز واسط میں وارد ہوا نضر سے لڑائی چھڑ گئی ضحاک یہ خبر پا کر دوڑ پڑا عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور نضر نے گھبرا کے موافقت کر لی منصور بن جمہور اپنے گروہ سے علیحدہ ہو کے ضحاک و خوارج سے آٹا اور اس کی بیعت کر لی بعد ازاں عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز بھی خوارج میں چلا آیا ضحاک کے پیچھے نماز ادا کی اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس کے ساتھ سلیمان بن ہشام بھی تھا یہ مصالحت اس غرض سے کی گئی تھی کہ خوارج اس کو چھوڑ کے مروان سے مصروف بہ جنگ ہو جائیں چنانچہ سلیمان نے ضحاک کو جنگ مروان پر ابھارا اور شیبان حروری کی بہن سے نکاح کر لیا یہ وہ زمانہ تھا کہ ضحاک نضر پر محاصرہ ڈالے تھا مصالحت کرنے کے بعد ضحاک کوفہ میں واپس آیا اور اہل موصل سے سازش کر کے موصل کی طرف بڑھا ان دنوں موصل میں مروان کی جانب سے قطران بن اکمہ شیبانی والی شہر تھا اہل شہر نے شہر پناہ کے دروازے کھول دئے ضحاک گھس پڑا قطران مع اپنے ہمراہیوں کے مقابلے پر آیا لڑائی ہوئی آدمی لکھیل تھے سب کے سب مارے گئے ضحاک نے موصل اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لیا اس واقعہ کی خبر مروان کو اس وقت پہنچی جب کہ وہ حمص کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اپنے بیٹے عبداللہ کو نصیبین کی جانب روانہ ہونے کو لکھ بھیجا تاکہ ضحاک کو جزیرے کے مابین حائل ہونے سے روک دے چنانچہ عبداللہ آٹھ ہزار سواروں کی جمعیت سے نصیبین کی جانب روانہ ہوا اور ضحاک کے پہنچنے سے پہلے نصیبین میں پہنچ گیا ضحاک نے اس پر محاصرہ ڈال دیا اس وقت اس کے ہمراہ ایک لاکھ قوم تھی مروان

تک یہ خبر پہنچی تو وہ مصعبین کے بچانے کی غرض سے ضحاک کی طرف روانہ ہوا اطراف کفر
تو تا میں ضحاک سے صبح سے شام تک جنگ ہونے کے بعد مغرب کے ضحاک نے چھ ہزار
کی جمعیت سے پیادہ پاہو کے میدان جنگ کا راستہ لیا اور اس بے جگری سے لڑے کہ قریب
عشاء سب کے سب مارے گئے ضحاک کی لاش مقتولین میں چھپ گئی تھی بہت تلاش کے
بعد دستیاب ہوئی ضحاک کے مارے جانے کے بعد اس کے اصحاب نے ابن خیبری سے جو
ضحاک کے لشکر کا ایک سپہ سالار تھا بیعت کر لی اور مروان کے ساتھ میدان جنگ میں
مصروف جدال و قتال ہو گئے قریب دوپہر کے مروان شکست کھا کے بھاگ کھڑا ہوا خوارج
نے اس کے خیمے تک پہنچ کے خیمے کی طنائیں کاٹ دیں خیبری اس کے فرش پر بیٹھ گیا اس
کے بازوؤں پر لشکر بدستور لڑ رہے تھے لشکر مروان نے خیبری کے ساتھ جمعیت کم دیکھ کر
مروان کے خیمہ گاہ میں ان کا محاصرہ کر لیا لشکریوں کے غلام اور اہل خدمت خیموں کی
چولیس لے کے جٹ گئے ان سبھوں کو بات کی بات میں فرش کر دیا انہیں لوگوں میں ابن
خیبری بھی تھا باقی جو رہے وہ بھاگ کھڑے ہوئے مروان اس خوشخبری کو سن کے تقریباً چھ
میل سے اپنے خرگاہ میں واپس آیا خوارج نے بھی ڈٹ کے شیبان حروری کے ہاتھ پر
بیعت کر لی جس کے فرقہ شیبانیہ کا حال ثعالیہ کے ضمن میں مذکور ہو چکا۔

شہیب

یہ فرقہ منسوب ہے طرف شہیب خارجی بن یزید بن نعیم شیبانی کے یہ شخص صالح بن
سرح کے ہمراہ رہتا تھا جو فرقہ صفریہ کا ایک سرغنہ تھا جب مقام موصل و مصر کے درمیان
صالح مارا گیا تو خوارج نے شہیب کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور بعض کہتے ہیں کہ خود صالح
نے وفات کے وقت شہیب کے لئے وصیت کر دی تھی یہ شخص نہایت شجاع تھا عراق میں
اس وقت حجاج بن یوسف ثقفی حکمران تھا اس نے حرث بن عمیرہ بن ذی الشعار کو اس سے
جنگ کے لئے مقرر کر رکھا تھا جس کے مقابلے میں صالح مارا گیا تھا مگر شہیب حرث کو
شکست دے کر اس کا مال و اسباب لوٹا ہوا موصل کی جانب چلا گیا اور ملک موصل میں پہنچ
کے سلامہ بن سنان تمیمی سے ملاقات کی اور اس کو خروج کرنے پر ابھارا اس نے یہ شرط
لگائی کہ تمیں سواروں کو منتخب کر کے میرے ہمراہ بنوغزہ پر حملہ آور ہو اور ان سے میرے بھائی
کے خون کا بدلہ لو شہیب نے یہ شرط منظور کر لی بنوغزہ پر پڑھ گیا اور نہایت سختی و بے رحمی سے

یکے بعد دیگرے اکثر بنو غزہ کو قتل کیا بعد ازاں ستر آدمیوں کے ساتھ داران پہنچا بنو شیبان کا ایک گروہ جو تعداد اٹھارہ ہزار کا تھا بھاگ کھڑا ہوا اور ان کو مطیع کر کے انہی میں سے ایک منتخب گروہ کے ساتھ آذر بایجان کا ارادہ کیا حجاج کے حکم سے سفیان بن ابی العالیہ شیبیہ کی جنگ کے لئے آیا مقام خافقین میں ڈبھیڑ ہو گئی اور سفیان شکست پا کر بھاگ گیا شیبیہ مدائن ہوتا ہوا نہروان پہنچا اور اپنے ہمراہیوں کے حق میں دعائے خیر کر کے قیام کر دیا سورۃ بن الحمر نے اس مقام پر شیبیہ پر شب خون مارا لیکن شیبیہ کے ہمراہیوں کے ہوشیار رہنے کی وجہ سے اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوا اور خود شکست اٹھا کر مدائن کی جانب بھاگا شیبیہ نے تعاقب کیا مگر شیبیہ مدائن کو فتح نہ کر سکا مگر یہاں کو چلا گیا اس ناکامی کے بعد حجاج نے عثمان بن سعید بن شریک کندی لقب بہ جزل کو چار ہزار فوج کے ساتھ جنگ شیبیہ پر روانہ کیا شیبیہ کے دل میں جزل کی جو نامردی جنگ آوری اور مردانگی سے خوف پیدا ہوا ایک مقام سے دوسرے مقام پر بلا ترتیب لشکر بھاگتا پھرتا تھا اس کے ہمراہیوں کی تعداد ایک سو ساٹھ سے زیادہ نہ تھی پھر حجاج نے سعید بن جبلیہ کو لشکر جزل کا امیر مقرر کر کے روانہ کر دیا سعد نے قطیفہ میں شیبیہ سے لڑائی کی سعید مارا گیا اور اس کی فوج بھاگ نکل مگر جزل نے اپنے پرزور حملوں سے شیبیہ کو پسپا کر دیا شیبیہ اس شکست کے بعد کرخ چلا گیا اور بقصد بازار بغداد دجلہ میں گیا اور امن حاصل کر کے بازار بغداد میں گیا اور جن جن چیزوں کی ضرورت تھی ان کو خرید کر کوفہ کی جانب روانہ ہو گیا حجاج نے یہ سن کے سوید بن عبدالرحمن سعدی کو دو ہزار کی جمعیت سے شیبیہ کے مقابلے پر مامور کیا شیبیہ نے کوفہ کو چھوڑ کے حیرہ کا راستہ اختیار کر لیا شیبیہ دوسرے مقامات کو ہو کے پھر کوفہ کو لوٹا حجاج بھی دو منزلیاں کرتا ہوا کوفہ پہنچ گیا اور شیبیہ بھی بازار کوفہ میں داخل ہو گیا اور اسی وقت خوارج نے مسجد اعظم پر حملہ کر دیا چند صالحین کو بحالت نماز قتل کیا اور پھر شور و غل مچاتے ہوئے مسجد نبی ذیل میں پہنچے اور ذیل بن حرث کو نماز پڑھنے کی حالت میں قتل کر کے کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے اتفاق سے نصر بن قعقہ دہلی آ گیا جب اس نے شیبیہ کو دیکھا تو بے ساختہ بول اٹھا اسلام علیک یا ایہا الامیر شیبیہ نے کہا تجھ پر تف ہوا میرا مومنین کیوں نہیں کہتا نصر نے کہا بہتر یہی کہوں گا پھر شیبیہ اس وجہ سے کہ نصر کی ماں ناجیہ ہانی بن قبیصہ شیبانی کی بیٹی تھی اپنے مذہب کی تعلیم دینے کے ارادہ سے مخاطب ہو کے بولا اے نصر لا حکم الا للہ نصر یہ سمجھ کے یہ خارجی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (سورۃ

بقرہ ۲۔ آیت ۱۵۶) پڑھتا ہوا اٹھا ہیب کے ہمراہی یہ سنتے ہی اس پر ٹوٹ پڑے اور بات کی بات میں قتل کر ڈالا ہیب نے قادیسیہ کی راہ اختیار کی حاج نے یہ خبر پا کر اپنے سربراہ اور وہ اور چنے ہوئے سواروں سے ایک ہزار آٹھ سو آدمیوں کو منتخب کر کے ذخر بن قیس کی ماتحتی میں ہیب کے تعاقب پر روانہ کیا ہیب نے ایک مقام پر ان کو شکست دی ذخر زخمی ہو کر کوفہ کو چلا گیا ذخر کی شکست کے بعد ہیب نے کوفہ کا ارادہ کیا حاج نے یہ سن کے لشکر کوفہ کو بہ قصد جنگ روانہ کیا ہیب کے ہاتھ سے تمام افسران لشکر کوفہ نے شکست پائی اور موسیٰ بن محمد بن طلحہ مارا گیا ہیب کے ہمراہیوں نے کوفہ پر قبضہ کرنے کی رائے دی لیکن ہیب نے کسی مصلحت سے کوفہ کا رخ نہ کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر خایبار میں جا اترا حاج نے چھ ہزار فوج کوفہ کے ساتھ عثمان بن قطن کو ہیب کی لڑائی پر روانہ کیا عثمان کو ایک طرف سے ہیب نے اور دوسری جانب سے اس کے سردار سوید بن سلیم نے گھیر کر قتل کر ڈالا لشکر بھاگ کھڑا ہو ہیب نے قتل و غارت سے ہاتھ اٹھا کے بیعت کی دعوت دی لشکریوں نے بیعت کر لی اور آٹھ سو آدمیوں کی جمعیت سے مدائن کا ارادہ کیا اہل کوفہ اس کے مقابلے سے جی چماتے تھے اس وجہ سے کہ اس نے ان کے لشکر کو پیہم شکست دی تھی اور ان کے اکثر امرا کو قتل کر ڈالا تھا اب حاج نے عبد الملک سے بھی مدد مانگی جس نے دو ہزار فوج روانہ کی اور حاج نے عتاب کو لشکر کی سرداری پر مقرر کر کے ہیب سے جنگ کے لئے روانہ کیا اس وقت عتاب کے ساتھ پچاس ہزار فوج تھی ہیب اس کی آمد کی خبر سن کے ایک ہزار کی جمعیت سے ساباط میں آ گیا نماز ظہر ادا کی بعد ازاں اپنے لشکر کو مرتب کر کے مغرب کے وقت عتاب لشکر گاہ کے قریب آ پہنچا چار سو آدمی اس کے ہمراہیوں میں سے اس سفر میں اس سے علیحدہ ہو کے بیٹھ رہے تھے بقیہ چھ سو کے ساتھ نماز مغرب پڑھ کے لشکر مرتب کیا دو سو آدمیوں کی جمعیت سے سوید بن سلیم کو میسرہ میں رکھا اور اسی قدر فوج کو مینہ میں محلل بن وائل کی ماتحتی میں متعین کیا اور خود دو سو کی جمعیت سے قلب میں رہا لڑائی ہوئی عتاب مارا گیا اس کے مارے جانے کے بعد اس کے لشکر بھاگنے لگے محمد گروہ اپنی تلواروں سے ان کی جان و تن کا فیصلہ کر رہا تھا ہیب نے یہ حالت دیکھ کر قتل و غارت کی ممانعت کر دی لوگوں سے بیعت کرنے کو کہا سکھوں نے بیعت کر لی رات آئی تو موقع پا کے بھاگ گئے خاتمہ جنگ کے بعد ہیب کا بھائی مضاد مدائن سے آ گیا دو روز تک میدان معرکہ میں ٹھہرا رہا تیسرے روز کوفہ کی طرف کوچ کر دیا اس اثنا میں سفیان بن ابیہ

کلبی مع لشکر شام کے حجاج سے آٹھ ہویب نے قریب کوزہ پہنچ کے حمام امین میں پڑاؤ کیا حجاج نے حرث بن معاویہ ثقفی کو ایک ہزار جنگی فوج کے ساتھ مقابلے کی غرض سے بھیجا ہویب نے یہ خبر پا کے نہایت تیزی سے حملہ کر کے حرث کو مار ڈالا پھر حجاج کے دو آزاد غلام یکے بعد دیگرے مقابلے کو آئے اور مارے گئے حجاج جھلا کر اہل شام کو ساتھ لے کر خود بقصد جنگ اٹھ کھڑا ہوا اور اہل شام کے استقلال و ثابت قدمی سے ہویب کو شکست ہوئی اس کی مضاہ بردار ہویب اور اس کی بیوی غزالہ ماری گئی حجاج نے ہویب بن عبدالرحمن عسکری کو تین ہزار سواروں کی جمیعت سے ہویب کے تعاقب پر روانہ کیا ہویب حجاج سے رخصت ہو کے انبار پہنچا تو معلوم ہوا کہ ہویب اسی گرد و نواح میں ہے اس وقت اس کے اکثر ہمراہی اس سے جدا ہو گئے تھے اس وجہ سے کہ حجاج نے عام طور سے امان دینے کا اعلان کر دیا تھا اتفاق سے بوقت غروب آفتاب ہویب کے لشکر کے پاس آ پہنچا اور پہنچنے کے ساتھ ہی لڑائی کا بازار گرم کر دیا یکے بعد دیگرے گروہ سے لڑنے لگا رات کا وقت اور لڑائی کا یہ عالم تھا کہ جو جہاں تھا وہیں پر پہاڑ کی طرح استقلال کے ساتھ کھڑا لڑ رہا تھا لڑتے لڑتے ہاتھ مثل ہو گئے تھے مجبور ہو کے فریقین نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا خود بخود لڑنے والوں کے ہاتھ لڑنے سے رک گئے تیس آدمی ہویب کے اور ایک سو آدمی لشکر شام کے معرکہ کارزار میں کام آئے ہویب مع اپنے بقیہ ہمراہیوں کے دجلے کو عبور کر کے سرزمین خوخی کی طرف چلا پھر دوبارہ دجلے کو واسط کے قریب عبور کر کے اہواز و فارس کا راستہ اختیار کیا تاکہ کرمان میں پہنچ کے چند جنگ و گردش زمانہ سے آرام حاصل کرے ہویب نے کرمان میں چندے آرام کرنے کے بعد بھد جنگ مراجعت کی اہواز میں سفیان بن امیہ کلبی سے جو عبدالملک کے حکم سے لشکر شام کے ساتھ حجاج کی مدد کو آیا تھا مدد بھیڑ ہو گئی ہویب نے بل کے ذریعہ سے دجلے کو عبور کیا اور اپنے ہمراہیوں کو تین گروہ پر منقسم کر کے ہمیں حملے کیے لیکن سفیان اور لشکر شام نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے اور موقع پا کے خود بھی حملہ کر دیتے تھے بالآخر خوارج نے گھبرا کے بہ قصد عبور بل کا رخ کیا ہویب ایک سو کی جمیعت سے میدان جنگ میں ٹھہرا ہوا لڑتا رہا جب شام ہو گئی اور رات نے اپنے سیاہ دامان سے آفتاب عالم تاب کو چھپا لیا تو ہویب اور اس کے حریف خود بہ خود جنگ سے دستکش ہو گئے ہویب نے اس موقع کو منقذات سے شمار کر کے مراجعت کی بل کی طرف آیا اس کے ہمراہی آگے آگے تھے اور یہ سب کے پیچھے

آہستہ آہستہ چلا آ رہا تھا گھوڑے پر سوار تھا پل کو عبور کرنے لگا ایک گھوڑی آگے آگے جا رہی تھی گھوڑا اس کا اس گھوڑی کی وجہ سے بگڑا یہ اس کی پیٹھ سے علیحدہ ہو کر دریا میں گر پڑا اس وقت اس کے منہ سے یہ کلام نکلا لیقینے اللہ امر اکان مفعولا اور غوطہ کھایا جب پانی کی سطح پر آیا تو کہا ذلک تقدیر العزیز العظیم اور غرق ہو گیا لاش اس کی پانی سے نکال کر سفیان کے پاس لے گئے چاک کرنا کر دل نکالا تو مثل سنگ کے نکال سخت نکلا جب اس کی ماں سے بیان کیا گیا کہ ہویب مارا گیا تو اس نے یقین نہ کیا جب کہا کہ وہ ڈوب گیا ہے تو اس بات کا یقین کر لیا کہنے لگی کہ جب وہ پیدا ہوا تھا تو میں نے دیکھا تھا کہ میرے پیٹ سے آگ کا شعلہ نکل رہا ہے سمجھ گئی کہ اسے کوئی چیز نہیں بجھا سکتی سوائے پانی کے یہ واقعہ ۷۷ ہجری کا ہے۔

خطبہ مقررہ اور حویبہ الاکوان اور کشف الغمہ عن افتراق الامم میں لکھا ہے کہ حویب کافر تھا انہیں فرقہ ہائے خوارج کے ساتھ عقائد میں موافق ہے لیکن ان سے اس بات میں متفرد ہے کہ عورت کی امامت و خلافت کو جائز مانتا تھا اس حویب نے اپنی ماں غزالہ کے نام کو اپنا خلیفہ کیا تھا اس نے کوفہ میں داخل ہو کر خطبہ پڑھا اور نماز صبح مسجد جامع میں جا کر ادا کی پہلی رکعت میں سورہ بقرہ (۲) دوسری رکعت میں سورہ آل عمران (۳) پڑھی مگر مجھے ابھی کلام میں نظر ہے اس لئے کہ یہ قول کتب تواریخ کے خلاف ہے صحیح یہ ہے کہ غزالہ حویب کی بیوی تھی اور اس نے جامع مسجد کوفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کی نذر کی تھی جس میں سورہ بقرہ و آل عمران پڑھی جب حویب نے کوفہ کے قریب پہنچ کے حمام امین میں پڑاؤ کیا اور یہاں حرث بن معاویہ ثقفی کو شکست دے کر حمام امین سے بھی کوچ کر کے کوفہ کے قریب مقام سنجہ میں چلا آیا تو حویب رات کے وقت کوفہ میں داخل ہوا اور اس کی بیوی نے ایفائے نذر کی۔ بعد ازاں حویب کا اہل کوفہ سے مجادلہ ہوا۔

فائدہ: صحاری بن حویب بن یزید نے بھی اطرف جبل میں خروج کیا تھا اور خروج سے قبل یہ شخص خالد قسری کے پاس آیا تھا فریضہ کا سوال کیا خالد نے جواب دیا تم کو اس سے کیا حاصل ہے صحاری یہ جواب پا کے جبل کی طرف چلا گیا خالد کو اپنے اس جواب دینے سے شرمندگی ہوئی تلاش کرایا دستیاب نہ ہوا صحاری نے جبل میں پہنچ کے جہاں پر چند لوگ تیم الملات بن ثعلبہ کے خاندان کے تھے ان کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور یہ ظاہر کیا کہ میں نے خالد کے پاس جانے کا یہ حیلہ نکالا تھا تاکہ فلاں شخص جو قعدہ صغریہ سے تھا اس کے بدلے میں اس کو مار ڈالوں خالد نے اس شخص کو ظلماً مار ڈالا تھا تیم الملات کے تیس آدمیوں

نے اس کے ساتھ خروج کیا اطراف مناہر میں مقابلہ ہوا فریقین نے سختی سے ایک دوسرے پر حملہ کیا بالآخر صحاری اور اس کے کل ہمراہی مار ڈالے گئے۔

کوزیہ

اس فرقہ کے خوارج طہارت میں مبالغہ کرتے ہیں کہتے ہیں کہ بدن کی مالش غسل کے وقت فرض ہے (مستفاد از بحر المذاہب و تذکرۃ المذاہب موید الافاضل وغیرہ)۔

کنزیہ

یہ لوگ مال جمع کرتے ہیں زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر ہیں (منقول از تذکرۃ المذاہب و موید الافاضل و بحر المذاہب وغیرہ)۔

شمراہیہ

یہ فرقہ عبداللہ بن شمرخ کی طرف منسوب ہے اس کے نزدیک ماں باپ کا مار ڈالنا حلال ہے جب اس نے یہ حکم دیا دارالتقیہ میں رہتا تھا اس کے اس حکم سے خوارج بیزار ہو گئے اور اس فرقے کے نزدیک وطی بلا نکاح حلال ہے (منقول از غنیۃ الطالبین و بحر المذاہب و تذکرۃ المذاہب و موید الافاضل) توضیح المذاہب میں لکھا ہے کہ شمراہیہ صوفیان مہطل میں سے بھی ایک گروہ کا نام ہے۔

بدعیہ

یہ فرقہ تمام مقالات میں ازارقہ کے موافق ہے مگر اس بات میں متفرد ہے کہ نماز میں صرف دو رکعتیں فجر کو پڑھنا چاہئے اور دو رکعت رات کو اور اس قول پر استدلال اس آیت سے کرتے ہیں اَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَرُلْفَا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (سورۃ ہود۔ ۱۱ آیت۔ ۱۱۴) یعنی دن کے دونوں طرف اور رات کی ساعتوں میں نماز پڑھا کر کیونکہ نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ نماز نماز کی دو رکعت ہیں اور وقت اس کا دن کے ان ہی دونوں طرفوں میں مذکور ہے جو رات

کے نزدیک ہیں اور یہ فرقہ ازرقہ کے ساتھ اس بات میں متفق ہے کہ جب کفار پر فتح حاصل ہو تو ان کی عورتوں کو قید کر لینا اور ان کے اطفال کو مار ڈالنا چاہئے اور اپنے اس قول پر استدلال اس آیت سے کرتے ہیں۔ رَبِّ لَا تَذَرْنَا عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (سورۃ نوح۔ ۷۱۔ آیت۔ ۲۶) اے رب زمین پر کافروں کا ایک گھر بننے والا نہ چھوڑنا۔ الخلط والآثار میں خوارج کے فرقوں کے یہ نام اور لکھے ہیں۔

اصومیہ

اصوم کے قبیح ہیں۔

یعقوبیہ

یہ یعقوب بن علی کوفی کے اصحاب ہیں۔

فضلیہ

یہ فضل بن عبداللہ کے پیرو ہیں۔

فرقہ یزیدی

مسزسون نے اپنی کتاب میں کروستان کے حالات میں یزیدیوں کا حال بھی لکھا ہے کہ قدیم نینوا کے کھنڈرات سے چل کر جو موصل کے قریب واقع ہیں ایک روز کے فاصلے پر چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے جس میں کئی چھوٹے چھوٹے گاؤں واقع ہیں جہاں مٹی کے جھونپڑوں میں زمانہ قدیم کی دو قومیں آباد ہیں جن کی تاریخ نہایت دل چسپ ہے یہ خالدی اور یزیدی ہیں اور ان کے قریب کوئی مسلمان آباد نہیں یزیدی شیطان پرست سمجھے جاتے ہیں۔ یزیدی ایک یعنی اعلیٰ ہستی کو تو مانتے ہیں مگر ایسے التزام کے ساتھ اس کی طرف اعتنا کرنے سے پرہیز کرتے ہیں جیسے کہ شیطان کی طرف کہ جس کے نام کے ذکر یا اس کی نسبت سے تلمیح، اشارے سے بھی انہیں سخت مصیبت پیش آتی ہے مگر جب کہ شیطان کا اصرار ہی کرنا پڑتا ہے تو وہ ملک طاؤس کے نام سے اسے پکارتے ہیں یا ملک الکمل

ہتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ شیطان سب فرشتوں کا سردار ہے جو ہنگامی طور پر سزا بھگت ہے مگر آخر کار اپنے اعلیٰ درجے پر بحال کیا جائے گا شیطان کے بعد طاقتور فرشتے گئے تھے ہیں جو اس دنیا کے کاروبار پر اثر ڈالتے ہیں۔ طوفان کے یزیدیوں نے ایک متلاشی ایک عجیب کیفیت بتلائی وہ یہ ہے کہ شیطان اس قدر رویا کہ اس کی سات ہزار برس کی وطنی میں سات برتن اس کے آنسوؤں سے بھر گئے اور اس سے ساتویں دوزخیں بچھ گئیں۔ اب اس کو آسمان پر اپنے سابقہ رتبے پر بحال کر دیا گیا ہے۔ یزیدی مختلف مذاہب کے کتب مقدسہ سے کسی کو رو نہیں کرتے مگر بائبل کے عہد قدیم پر پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ عہد قدیم اور قرآن کو بھی قابل عزت و کتب مقدسہ تسلیم کرتے ہیں۔ مسیح کو وہ ایک فرشتہ مانتے ہیں اور ان کی تفسیر سے انکار کرتے ہیں اور حضرت محمد اور حضرت ابراہیم اور دیگر قدیم نبیوں کو وہ نبی تسلیم کرتے ہیں اس کے علاوہ وہ عیسیٰ کا دوبارہ آنا اور امام مہدی کا ظاہر ہونا مانتے ہیں۔

اس فرقے کے نام کی اصلیت کی نسبت بہت شک کیا جاتا ہے بعض محققین کا خیال ہے کہ اللہ کے قدیم فارسی نام یزدان کی طرف یزیدی منسوب ہے مگر شیعہ اصرار کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہ نے یہ فرقہ قائم کیا تھا یا وہ اس فرقے کا ایک ممتاز رکن تھا گو حضرت سینہ کے قتل کا الزام ان پر ٹھیک نہیں بیٹھتا۔ مگر انہیں بدنام کرنے کے لئے یہ بھی لگایا جاتا ہے۔

اس فرقے کی صحیح اصلیت کا کچھ پتا نہیں لگتا خصوصاً ان کے گڈڈ اور مخلوط عقیدے کی وجہ سے یہ تحقیقات اور بھی مشکل ہو گئی ہے۔ زروشتیوں کی مذہبی کتاب استا میں چھٹی صدی قبل مسیح کے قریب بعض شیطان پرستوں کو لعنت ملامت کی گئی ہے اور خود زردشت نے شمالی ایران میں اس قسم کے لوگوں سے جنگ کی تھی اور یزیدیوں کے مذہب میں کچھ ان شیطان پرستوں کے نشان ملتے ہیں جن کا استا میں ذکر کیا گیا ہے یعنی یہ کہ ان کے یہاں نیچر (فطرت) کی پرستش کے آثار موجود ہیں مگر ایسے ہی قدیم بابلوں اور خالدیوں کی سورج پرستی کی علامات بھی موجود ہیں خصوصاً سورج کی وہ بہت عزت کرتے ہیں اور اسے شیخ شمس کہتے ہیں اور چاند کو شیخ قمر جو قدیم قصص الاضام کے شمس اور قمر کے مطابق ہے۔

ان لوگوں کے رسوم میں عجیب بے تعصبی نمایاں ہے وہ ہتسمہ دیتے ہیں ختنہ کرتے ہیں چاند اور سورج کی عزت کرتے ہیں اپنی قبروں پر قرآن کی آیات کندہ کراتے ہیں انجیل

یعنی عہد جدید کی آیات پڑھتے ہیں کثرت از رواج کا رواج ہے۔ شراب کو حلال کہتے ہیں اور بعض گوشتوں کو حلال کہتے ہیں۔ زردشتی۔ اسوری۔ بائبل۔ اسلامی اور عیسوی عبادت پر عمل جلا کر عمل کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا مرکز اور ابتدائی مقام پیدائش موصل کے قریب ہے اور یہاں کردستان کی پہاڑیوں کے ایک وادی میں یزیدی ولی دفن ہے جسے شیخ عدی کہتے ہیں کہ جسے مختلف بیانات کے مطابق ساتویں یا دسویں صدی عیسوی میں گزرنا بیان کرتے ہیں۔

اس شیخ عدی کی اصلیت کچھ معلوم نہیں ہو سکی البتہ ایک فارسی کی کتاب سے معلوم ہوا ہے کہ وہ خلفائے بنی مروان سے ایک ہوا ہے مگر مسزسون لکھتا ہے کہ بعض دیگر اسلامی کتابوں کے حوالے سے اب ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شیخ عدی ایک شخص خاندان بنی امیہ سے تھا اور شام کے مقامات بعلبک کا باشندہ تھا۔ مروان کے عہد میں (آٹھویں صدی عیسوی کے شروع میں) وہ موصل چلا گیا اور کردوں کی ایک بڑی قوم میں جا کر سکونت اختیار کی کہ جہاں بوجہ اپنے بڑے تقدس کے اس کے بہت سے لوگ مرید ہو گئے۔ یہیں اس کا انتقال ہوا اور ایک وادی میں اسے دفن کیا گیا بعض کہتے ہیں کہ وہ حلب یا حوران سے آ رہا تھا جہاں مدت تک مجوسی عقیدہ جاری رہا اور اب دروز ایک ایسا ہی برا عقیدہ رکھتے ہیں اغلباً یہ شخص دروز تھا جو ادھر کسی زیارت کو جاتے ہوئے آ نکلا اور اپنے مذہب کی اس شاخ کو یہاں دیکھ کر یہیں رہ گیا۔

یزیدیوں کے پیشواؤں کے چار درجے ہیں۔ پیر۔ شیخ۔ قول (سکر کے وزن پر قائل کی جمع)۔ اور فقیر۔ پیر سب سے اعلیٰ اور فقیر سب سے ادنیٰ ہے قول کے معنی بولنے والے کے ہیں جو جا بجا پھر کر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں اور فقیر لوگ شیخ عدی کی قبر پر خدمت گزار ہیں۔

مگر ایک یورپین محقق نے اس واقعہ پر بہت اضافہ کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ ولایت موصل ایران کے فرقہ مجوس کی ایک عجیب جماعت کا مقام ہے کہ جس کے پیروؤں کو آریزیدی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ اس لئے شیطان کی پرستش کرتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو دوزخ میں اپنی حالت بہتر بنا سکیں۔ یہ اس لئے برائی کی روح کی تعظیم کرتے ہیں کہ اس سے خائف ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اچھا اللہ یزداں جو نہایت اعلیٰ ہے کچھ برائی نہیں کر سکتا وہ اس امر کے انکار کی کوئی کوشش نہیں کرتے کہ وہ شیطان کی پرستش کرتے ہیں گو اس کا نام

لینے کی ان میں ممانعت ہے اور ان میں سے کسی کے سامنے اس کا نام لینا ان کی سخت توہین کرنا ہے اس کے بجائے وہ ملک طاؤس کا نام لیتے ہیں اور شیطان کو طاؤس کی صورت میں پوجتے ہیں۔ ان کے مذہب میں اس کی ابتدائی خوبی کچھ باقی نہیں رہی کیونکہ مسلمان اور عیسائیوں نے انہیں لگا تار اذیت پہنچائی ہے اور ان دونوں مذہبوں سے اور نیز یہودیوں سے انہوں نے بہت سی باتیں اختیار کر لی ہیں یہاں تک کہ ان کا مذہب کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا ہو گیا ہے۔ گوشکل پہلے سے باقی رہ گئی ہے۔ مجوسیوں سے انہوں نے اہرن کو خوش کرنے کا اصول اختیار کیا اور اللہ کے لئے ان کا لفظ یزداں لیا اور ان میں قدیم ظہورات فطرت سورج پانی کے چشموں اور درختوں کی پرستش باقی ہے ملک طاؤس یعنی بڑی بدی کی روح کے علاوہ وہ ملک عیسیٰ مسیح کو مانتے ہیں اور بائبل کو وہ تسلیم کرتے ہیں مگر حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے سے انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی شکل یا ایک اہم شکل کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور اصلی عیسیٰ کو ملک طاؤس نے ہٹالیا تھا اب ان کا مقام سورج میں ہے کہ جسے وہ شمس الدین کہتے ہیں اور جس کے سامنے وہ ہر صبح سجدہ کرتے ہیں۔ اپنے سالانہ عید کے موقع پر وہ ایک بھیڑ تو ملک عیسیٰ کے نام پر قربان کرتے ہیں اور سات بھیڑیں ملک طاؤس کے نام پر قربان کرتے ہیں کیونکہ عیسیٰ غصے میں ست اور رحم میں وافر ہیں مگر شیطان تند اور حاسد اللہ ہے وہی دنیا کی حکومت کر رہا ہے جسے دس ہزار سال کے لئے اس عہدے پر مقرر کیا گیا ہے کہ جس میں سے چار ہزار سال ابھی باقی ہیں اس کے بعد برائی کی طاقت ٹوٹ جائے گی اور ملک عیسیٰ دس ہزار سال کے لئے حاکم ہوں گے گو مسلمان لوگ عیسائیوں اور یہودیوں سے بوجہ اہل کتاب ہونے کے بالکل رواداری کا سلوک کرتے ہیں مگر یزیدیوں سے ان کا برتاؤ سخت ہے کیونکہ ان کے پاس کوئی کتاب نہیں یہ فرقہ ہر بد سلوکی کا آماجگاہ ہے کہ جس میں عیسائی اور یہودی بھی مسلمانوں کے شریک ہیں تاہم وہ شیطان پرستوں پر اکیلے حملہ نہیں کرتے اور مسلمان کسی یزیدی کے گھر کے پاس سے رات کے وقت گزرنے میں تامل کرتے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ یزیدیوں کی ایک کتاب بھی ہے مگر ایسی احتیاط سے اسے چھپا رکھا ہے اور ایسی سختی سے اس کے پڑھنے کا حق صرف قبیلے کے حاکم نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے کہ یہ عام یزیدیوں کے لئے کسی کام کی نہیں اس کا نام کتاب الاسود (سیاہ کتاب) ہے اور دسویں صدی عیسوی کی ہے اس میں اس زمانے کے یزیدیوں کے اعتقاد پر بحث ہے اور پھر اس کی تفسیر میں

تیرہویں صدی تک پر بحث ہے اس تفسیر کا نام کتاب الجلوہ ہے چنانچہ مندرجہ ذیل مسائل ان کتابوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ ابتدا میں سات بڑے فرشتوں نے مخلوقات کی تخلیق کا کام شروع کیا مگر سانپ کے بنانے میں ان کا جھگڑا ہو گیا کہ جسے ملک طاؤس نے خاص کوشش سے بنایا اس جھگڑے میں اسے شکست ہو گئی اور وہ آسمان سے زمین پر اپنے سانپ سمیت پھینک دیا گیا اور باقی فرشتوں نے کہا کہ تم سے یا تمہاری زمین سے ہم کچھ سروکار نہ رکھیں گے بڑے غصے میں اس نے تخلیق کا کام ختم کیا اور یزیدی مذہب خاص اپنا بنایا جو لوگ اس مذہب میں پیدا ہوتے ہیں اس کی پرستش کرتے ہیں اور اسے خوش کرتے ہیں عمر صرف کر دیتے ہیں وہ جنت میں جانے کی امید نہیں رکھتے بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ان میں سے کوئی جنت میں نہیں جاسکتا جب تک کہ جتنی برائی کرتا ہے اس سے چار مرتبہ زیادہ بھلائی نہ کر لے تاہم ان کا عقیدہ ہے کہ دس ہزار سال پورے ہو جانے کے بعد ملک طاؤس کی آسمان پر پھر عزت بحال ہو جائے گی اور پھر اپنے زمین پر کے وفادار پر پیروؤں پر نظر عنایت کرے گا۔

خواہ یزیدی کی آخرت کی امید کتنی ہی خراب ہوتا ہم کبھی نہیں معلوم ہوا کہ کسی یزیدی نے اپنا مذہب ترک کر لیا ہو خواہ اس پر کسی قدر مصیبت آئی ہو ہر روز وہ دعا مانگتا ہے اے ملک طاؤس تم نے مجھے یزیدی پیدا کیا ہے مجھے ہمیشہ اپنے مذہب پر مستقل اور وفادار رکھنا۔ گو یزیدی موصل کے جنوب مغرب میں بہت ہیں مگر ان کی خاص درگاہ شمال مشرق کی طرف ہے یہ شیطان کی درگاہ کر دی پہاڑوں میں چھپی ہوئی ہے وہ خالی کمروں کا ایک سلسلہ ہے کہ جس کے اندر زائر قیام کرتے ہیں اور پھر یزیدی پیر شیخ عدی کی قبر ہے جو اصلی مقام زیارت ہے روکار کے پتھروں پر مخفی مطالب کے اشکال ہیں کہ جن کے معانی کو یا تو چھپایا جاتا ہے یا کسی کو اب معلوم نہیں اور دروازے کے اوپر سانپ کی شکل ابھرواں کھدی ہوئی ہے کہ جو یزیدی عقیدے میں سانپ کے ساتھ لازم و ملزوم ہے اور اسے سیاہ کر کے رکھا جاتا ہے دروازے کے اندر بالکل تاریکی ہے اور پانی کے چلنے کا شور سنا جاتا ہے۔ شیطان کی درگاہ کے اندر صرف ایک صندوق سرخ کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے جس کے اندر ملک طاؤس کی اصل مورت ہے جو مقدس مورت ہے۔ درگاہ سے دور ایک غار ہے جس میں زور سے پانی بہتا رہتا ہے جسے ایک مقدس چشمہ کہا جاتا ہے اور مکے کے آب زمزم کے اندر سے ملا ہوا ہے یہ چشمہ شیخ عدی کی طرف منسوب ہے جو اس درگاہ کا مقدس بزرگ ہے

اس کے پاس مکے سے کچھ شیخ آئے جو اسے اپنے مذہب سے پھیر کر اسلام قبول کرنے کی ترغیب دینے آئے تھے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو اور اپنے پیچھے کیا چیزیں بھول آئے ہو جو اب لینا چاہتے ہو ایک نے کہا میرا عصا اور دوسرے نے کہا تسبیح مکے میں رہ گئی ہے اس پر شیخ عدی نے زمین پر اپنی لٹھی ماری اور فوراً پانی کا چشمہ جاری ہو گیا کہ جس کے ساتھ پہلے تو عصا اور پھر تسبیح نکل آئی دونوں چیزیں سیدھی مکے سے آگئی تھیں اس پر شیخوں کو یزیدی مذہب قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

لے ارڈر جس نے نینوا کے کھنڈرات کھودے ہیں اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ان لوگوں کی رسوم مذہبی اسورین لوگوں کی رسوم مذہبی سے ملتی ہیں اور بے شک ان کے مذہب کا بہت سا حصہ خالدی اصلیت کا ہے خود یہ لوگ شامی نسل کے ہیں اور آج عربی بولتے ہیں ان کا خاص لباس ہے کہ جس میں سرخ لوسی فر کا خاص رنگ ممتاز ہے وہ نیلے رنگ سے جو خاص مسلمان یا عیسائی پہنتے ہیں نفرت کرتے ہیں نہ اسے گھر میں استعمال کرتے ہیں اور نہ کبھی لباس میں پہنتے ہیں۔

ان کا حاکم ایک شیخ ہے کہ جسے یہ امیر کہتے ہیں اس کے خاندان کی حکومت اس قوم پر کئی نسلوں سے ہے قریب زمانہ تک اس قوم پر ایک مضبوط اور مشہور شخص علی بے کی حکومت تھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ وہ گم ہوا اور اس کا بھتیجا اسمعیل بے حاکم مقرر ہوا مگر اس کی بہن نے اس سے حکومتیں چھین کر اسے بھگا دیا جو وہ اپنے بیٹے کے لئے جو کس نے محفوظ رکھنا چاہتی ہے۔ امیر کا حکم ڈیڑھ لاکھ یزیدیوں پر مطلق ہے جو کوہستان کردستان اور متصل اضلاع ایران و روس میں پھیلے ہوئے ہیں اس کا حکم قانون ہے اور اسے نہ صرف موت و حیات کا اختیار ہے بلکہ آئندہ زندگی (آخرت) میں ہمیشہ کے لئے مجرم ٹھہرانے کا اختیار ہے اس امیر کی آمدنی سات سنباقوں یا جھنڈوں سے حاصل ہوتی ہے جو ملک طاؤس کے سات برنجی بت ہیں جن کو یزیدی بوسہ دیتے ہیں اور کچھ رقم نذر کرتے ہیں ہر ایک پر یہ فقرہ کندہ ہے جہاں تم جاؤ گے برکت جائے گی جو تمہیں بوسہ دے گا مجھے بوسہ دے گا جو تمہیں دیکھے گا مجھے دیکھے گا یہ ملک طاؤس کے الفاظ سمجھے جاتے ہیں یہ بت بڑی احتیاط اور حفاظت سے لے جائے جاتے ہیں تاکہ کوئی دشمن انہیں چھین نہ لے جائے اور یزیدی انہیں بوسہ دے کر حسب حیثیت نذرانہ دیتے ہیں۔ کسی گاؤں میں سب سے بڑے یزیدی کے گھر میں یہ بت رہتا ہے اور وہ دوسری رات صرف اس صورت میں رہ سکتا ہے کہ بڑی رقم

نذرانہ میں دی جائے۔ علی بے کے زمانے میں ایک سباق کوٹھیکہ پر دینے کی رقم ایک لاکھ پونڈ مقرر ہوئی تھی۔

خوارج کے بعض عقائد

ایک بار عاصم حبشی (بنو بسطام کے آزاد غلام) سے جو خارجی تھا اور عمر بن عبدالعزیز سے گفتگو ہوئی تھی وہ یہاں لکھی جاتی ہے کہ سننے کے قابل ہے عاصم کے ہمراہ ایک دوسرا خارجی بھی تھا۔

عمر بن عبدالعزیز: تم لوگوں کو کس امر نے خروج اور انتقام پر مجبور کیا ہے۔

عاصم: ہم کو تمہاری سیرت سے کسی قسم کا اشتعال یا خیال انتقام نہیں پیدا ہوا تم بے شک عدل و احسان سے کام لیتے ہو لیکن تم یہ بتاؤ کہ کرسی خلافت پر تم کس طرح متمکن ہوئے لوگوں کے مشورے اور رضامندی سے یا بزور و غلبہ۔

عمر بن عبدالعزیز: نہ تو میں نے اس کی خواہش کی اور نہ میں نے بزور و غلبہ اس کو حاصل کیا مجھ سے پیشتر ایک شخص نے میری ولی عہدی کی لوگوں سے بیعت لی تھی اس بنا پر میں نے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لی اور کسی نے اس سے اختلاف و انکار نہ کیا اور تمہارا مذہب بھی یہی ہے کہ امیر المؤمنین وہی ہے جو لوگوں کی رضامندی سے امیر بنایا جائے اور عادل ہو اور اگر میں حق کا مخالف ہوں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں ہے۔

عاصم: اور اس کا ہمراہی لیکن ایک بات باقی رہ گئی اور وہ یہ ہے کہ اپنے خاندان والوں کے افعال و حرکات سے مخالفت کی ہے اور اس کو مظالم کے نام سے موسوم کرتے ہو پس اگر تم ہدایت پر اور وہ ضلالت و بے دینی پر رہے ہوں تو ان سے بیزاری ظاہر کرو اور ان پر لعنت بھیجو۔

عمر بن عبدالعزیز: ہم کہہ سکتے ہیں کہ تم لوگوں نے بہ قصد آخرت خروج کیا ہے مگر اس کا افسوس ہے کہ اس کا راستہ بھول گئے ہرگز اللہ جل شانہ نے کسی پر لعن کرنا شروع نہیں کیا ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لقان مبعوث کیا ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا ہے۔ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (سورۃ ابراہیم - ۱۳ - آیت - ۳۶) یعنی جو شخص میرا کہنا نہ مانے تو بے شک تو غفور و رحیم

ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمْ اَقْتَدِهٖ
سورۃ انعام۔ ۶۔ آیت ۹۰) (یعنی یہی لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت
دی ہے پس انہی کی راہوں کی پیروی کی میں نے ان کے اعمال کو جو مظالم سے تعبیر
لیا ہے پس اس قدر اس کی مذمت کافی ہے اور اگر گنہگاروں پر لعن کرنا واجب ہے تو
بے شک تم پر یہ واجب ہے کہ فرعون پر لعن کیا کر حالانکہ تم اس پر لعن نہیں کرتے
حالانکہ وہ بدترین خلاق تھا پس میں کیسے اپنے خاندان پر لعن کروں جب کہ وہ
مازیں پڑھتے اور روزے رکھتے تھے بے شک ظلم کرنے سے وہ کافر نہیں ہو سکتے
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایمان و شریعت کی طرف بلایا ہے جو
اس پر عمل کرے گا اس سے یہ فعل قبول کیا جائے گا اور جو شخص کوئی نیا اور امر نکالیں گا
اس پر حد جاری کی جائے گی۔

عاصم اور اس کا ہمراہی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو توحید اور اس چیز کے
اقرار کی بھی تو دعوت دی ہے جو ان پر نازل ہوئی ہے۔
عمر بن عبدالعزیز: ان لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جو اس کا انکار کرتا ہو
اور یہ کہتا ہو کہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل نہ کروں گا کہ ان لوگوں
نے جان بوجھ کر اپنے کو ورطہ گمراہی میں ڈال دیا ہے۔

عاصم: تو تم ان سے بیزاری ظاہر کرو اور ان کے احکام کو رد کر دو۔
عمر بن عبدالعزیز: تم لوگ جانتے ہو کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اہل ردت سے جس
وقت جنگ کی تھی ان کی خونریزی بھی کی تھی اور ان کی عورتوں بچوں کو لوٹھی اور غلام
بنالیا تھا اور حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو فد یہ کے ساتھ واپس کر دیا تھا اور ابو بکرؓ سے
بیزاری نہیں ظاہر کی تھی اور تم لوگ بھی ان دونوں میں سے کسی ایک سے بھی بیزاری
نہیں ظاہر کرتے ہو اچھا اہل نہروان کی بابت کیا جواب دو گے تم جانتے ہو کہ اہل
کوفہ ان لوگوں کے گروہ سے نکل آئے تھے اور پھر وہ نہ لڑے اور نہ ان سے معترض
ہوئے تھے اور جو اہل بصرہ نے خروج کیا تھا تو ان لوگوں نے عبداللہ بن خباب اور
ان کی بیوی کو جو حاملہ تھیں مار ڈالا تھا ان گروہوں میں جو نہیں لڑا تھا اس نے قاتلین
اور معترضین سے بیزاری نہیں ظاہر کی اور نہ تم ان میں سے کسی سے بیزاری ظاہر
کرتے ہو تم لوگوں کو یہ امر کیوں کر نفع بخش ہوگا جب کہ تم جانتے ہو کہ ان کے

اعمال میں اختلاف تھا اور مجھے تم مجھے میرے خاندان والوں سے بیزاری ظاہر کرنے پر مجبور کرتے ہو حالانکہ مذہب اور دین ایک ہی ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو مردود کو مقبول اور مقبول کو مردود نہ کرو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو امن دی ہے جس نے شہادت اسلام (یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ) کی دی ہے اور اس کا مال و خون حرام فرمایا ہے اور تم لوگ اس شخص کو قتل کرتے ہو اور باقی مذہب والوں کو امن دیتے ہو اور ان کے مال و خون کو ناروا سمجھتے ہو۔

خوارج کا مذہب یہ ہے کہ ان چار حالتوں میں اہل قبلہ کا رخ جائز و حلال ہے۔ (۱) جب کبیرہ کا ارتکاب کرے۔ (۲) کوئی بدعت اس سے حادث ہو۔ (۳) سلطان سے بغاوت کرے۔ (۴) فرائض کو ترک کرے۔ اور ترک کو حلال جانے اور یہی مذہب معتزلہ کا بھی ہے مگر اہل سنت کے نزدیک تین حالتوں میں اہل قبلہ کا خون جائز ہے۔ (۱) اسلام کے بعد کافر ہو جائے۔ (۲) شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے۔ (۳) کسی کو بغیر حق کے مار ڈالے اور باغی کا قتل کرنا اس وقت تک جائز ہے کہ وہ مقابلہ کرتا رہے اور جب دب جائے لڑائی چھوڑ دے تو اس کا قتل کرنا درست نہیں۔ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ امت محمدیٰ میں جس نے اول تکفیر کرنا شروع کی وہ معتزلہ اور خوارج ہیں۔ (رسالہ عقائد سلیمان بن عبدالوہاب)

اور اکثر خوارج کا یہ قول ہے کہ امام کا مقرر کرنا کسی حال میں امن کا زمانہ ہو یا فتنہ و فساد کا نہ اللہ پر واجب ہے نہ بندوں پر نہ شرعی طور پر نہ عقلی طور پر پھر اگر اسے مقرر کر دیں تو جائز ہے اور اگر نہ مقرر کریں تو بھی جائز ہے۔ (اربعین فی اصول الدین فخر الدین رازی) ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں کہتے ہیں کہ خوارج نے نصب امام کو واجب نہیں بتایا ہے مگر ان میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ حالت فتنہ میں امام کا مقرر کرنا واجب ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ امن کی حالت میں واجب ہے اتھلی شرح مقاصد اور نہایۃ العقول میں یہ دونوں مذہب ہشام بن عمرو غوطی اور ابو بکر اہم کی طرف منسوب کئے ہیں جو معتزلی ہیں بعض کتب میں لکھا ہے کہ خوارج کہتے ہیں کہ معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے خلاف کیا تو اس میں معاویہؓ حق پر تھے۔ خوارج قیاس کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ عقل کے لیے ایک نظیر کو دوسری نظیر پر حمل کر سکنے کی سبیل حاصل نہیں نہ احکام شرعیہ میں اور نہ غیر احکام شرعیہ میں از قبیل عقلیات و اصول دینیہ کے۔ اور بعض خوارج فرضیت زکوٰۃ کے منکر ہیں اور نماز کو سوا

اپنے امام کے دوسرے کے پیچھے روا نہیں رکھتے اور ان کے نزدیک نماز کا وقت سے تاخیر کر کے پڑھنا اور روزہ رمضان کا ماہ رمضان کا چاند دیکھنے سے قبل رکھنا جائز ہے اور نکاح کرنا ولی کی موجودگی کے بغیر صحیح ہے اور ایک درہم کا دو قرار درہم کو دست بدست بیع کرنا جائز را دیتے ہیں اور موزہ پہن کر نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک موزے پر مسح کرنا درست ہے اور سلطان کی فرمانبرداری ان کے ہاں ضروری نہیں ان کے اعتقاد میں امام کا قرشی اور معصوم ہونا لازم نہیں عادل ہونا کافی ہے اور عادل ہونے سے یہ مراد ہے کہ متقی اور پرہیزگار اور بامروت ہو گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو کہتے ہیں کہ اگر امام ظلم و جور کرے تو اس کا معزول کرنا واجب ہے یا اس کو مار ڈالنا چاہیے اور کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ نے کسی کی امامت کے لئے اپنے بعد نص نہیں کی تھی اور ان کے نزدیک کسی شے کا وجوب عقل کے ذریعہ سے ثابت نہیں ہوتا پس نہ ایمان باللہ کو عقل واجب کرتی ہے اور نہ عقل سے ایمان کی خوبی اور کفر کا قبح دریافت ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب باتیں شرع سے جانی جاتی ہیں یہی رائے مشہ کی ہے۔ خوارج کے مصنفین میں سے عبداللہ بن زید اور محمد بن حرب اور یحییٰ بن کامل اور سعید بن ہارون ہیں خوارج کا زیادہ مجمع عراق اور شام میں تھا۔ خوارج نے اجماع کا انکار کیا ہے منتخب تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ خوارج کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خوارج کوفہ۔ (۲) خوارج بصرہ۔ خوارج بصرہ کی تعداد خوارج کوفہ سے زیادہ ہے خوارج کوفہ بیس ہزار کے قریب تھے خوارج کوفہ کا رئیس نافع بن ازرق تھا اس لئے ان کو ازرقہ کہا کرتے تھے علی العموم خوارج کا مذہب یہ ہے کہ امام عادل ہونی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے مذہب پر پھر خوارج بصرہ و کوفہ نے فروع میں اختلاف کیا ہے خوارج بصرہ کہتے ہیں کہ امام قریش میں سے چاہئے ان میں سے کسی خاندان اور قبیلے کا ہو اور خوارج کوفہ کہتے ہیں کہ ہاشمی ہو خصوصاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اہل بیت میں سے اور وہ حضرت علیؓ کی اولاد ہے نہ عباس اور حمزہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی اولاد (انہی ترجمتہ کلامہ) مجھے اس کلام میں نظر ہے اس لئے کہ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی امامت کو عموماً خوارج مانتے ہیں اور ان کی سیرت اور ان کے زمانہ خلافت کو سب سے اچھا جانتے ہیں اور جب کہ امامت کے ساتھ ہاشمی اور علوی کی قید لگائی جائے گی تو ان خلفا کی امامت باطل ٹھہرے گی کیونکہ یہ نہ ہاشمی ہیں نہ علوی یہ قید تو شیعہ مانتے ہیں۔

فرقہ مرجیہ

مرجیہ لفظ ارجاء سے نکلا ہے جو مشتق ہے رجا بمعنی امید سے اس لئے کہ مرجیہ کو یہ امید ہے کہ اہل معاصی کو اللہ ثواب دے گا اس وجہ سے یوں کہتے ہیں کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت ضرر نہیں کرتی ہے جس طرح کہ ہمراہ کفر کے کوئی طاعت نفع نہیں دیتی ہے یا یہ لفظ مشتق ہے ارجاء بمعنی تاخیر سے اس لئے کہ انہوں نے حکم اصحاب کبار کو آخرت تک موخر رکھا ہے پس دنیا میں صاحب کبیرہ پر کوئی حکم نہیں ہو سکتا کہ وہ دوزخی ہے یا جنتی ہے اس صورت میں مرجیہ وعید یہ کی ضد ٹھہرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ارجاء (بمعنی تاخیر) سے یہ مرجیہ اس لئے بنا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کی تاخیر درجہ اول سے درجہ چہارم پر کرتے ہیں اس صورت میں مرجیہ شیعہ کے مقابل ٹھہریں گے اور اہل سنت و جماعت بھی اس میں داخل ہو جائیں گے پہلی صورت میں مرجیہ یاے تجمانی سے ہوگا دوسری صورت میں ہمزہ کے ساتھ مرجیہ اور اس شخص کو جو اس مذہب پر ہو مرجی بغیر ہمزہ اور کبھی مرجی ہمزہ کے ساتھ بروزن مرجعی کہتے ہیں استفادہ رشتہ الارب فی لغات العرب اور لسان العرب کی فصل راحرف ہمزہ میں لکھا ہے کہ ارجاء تاخیر کے معنی میں ہے اور اس کے آخر میں ہمزہ ہے اسی سے مرجیہ فرقے کا نام بنا ہے جو اس مذہب پر ہو عرب میں وہ شخص رجل مرجی بروزن مرجع کہلاتا ہے جب یاے نسبت اس کے آخر میں لگاتے ہیں تو کہتے ہیں مرجعی۔ بروزن مرجعی اور یہ اس صورت میں ہے کہ اس کے آخر میں ہمزہ رکھی جائے اور جب ہمزہ نہ قرار دی جائے تو کہتے ہیں رجل مرجع بروزن معطی اور اس صورت میں مرجیہ یاے تجمانی کی تشدید کے ساتھ ہے چنانچہ بعض عرب کہتے ہیں اَرْجِیْ وَاَطْلِیْ وَاَوْضِیْ پس ہمزہ نہیں دیتے اور ہمزہ نہ دینے کی صورت میں عرب یاے نسبت مرجعی کے آخر میں لگا کر مَرْجِیْ تشدید آخر کے ساتھ کہتے ہیں اور مرجیہ ایک فرقہ ہے مسلمانوں کا ان کا قول ہے ایمان قول ہے بلا عمل کے یعنی ایمان صرف کلمہ شہادت کے اقرار کا نام ہے گویا انہوں نے کلمہ شہادت کے اقرار کو عمل پر مقدم کیا ہے کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر بندے نہ نماز پڑھیں نہ روزہ رکھیں تب بھی ان کو نجات دے دے گا ابن اشیر نے کہا ہے کہ حدیث میں مرجیہ کا ذکر آیا ہے اور وہ ایک فرقہ ہے جس کا یہ اعتقاد ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت ضرر نہیں پہنچا سکتی ہے جیسا کہ کفر کے ساتھ کوئی طاعت نفع نہیں دے سکتی ہے اور

مرجیہ اس لئے کہلاتے ہیں کہ اللہ نے ان سے تعذیب معاصی کو موخر کر دیا ہے اتنی
 نیت مرجیہ کی یہ ہے کہ ان کو اثبات وعدہ اور نفی وعید و خوف میں مومنین سے غلو ہے اور
 سارے مرجیہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ کسی گناہگار کا کوئی گناہ معاف کر دے تو پھر اس پر یہ لازم
 ہوگا کہ اس قسم کے گناہ سارے گناہگاروں کے معاف کرے اور جس قسم کے گناہگار دوزخ
 سے نکالے تو پھر اس پر یہ لازم ہے کہ اس قسم کے سارے گناہگاروں کو دوزخ سے نکالے۔
 اور مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ بعض ماہرین مذاہب نے کہا ہے کہ مرجیہ فرقہ جبریہ ہے جن کا
 یہ قول ہے کہ بندے کو کسی کام کی قدرت نہیں کسی کام کو اس کی طرف منسوب کرنا اور اس کی
 قدرت سے سمجھنا بطور مجاز کے ہے حقیقت میں بندے کا کوئی کام نہیں سب کا صانع اللہ ہے
 اور یہ جو اختیار میں مذکور ہے کہ مرجیہ کا قول ہے کہ کوئی شخص نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے نہ
 غسل کرے اور کعبہ کو توڑ ڈالے اور اپنی ماں کے ساتھ نکاح کر لے پھر بھی وہ جبریل و
 میکائیل کے ایمان پر ہے اور کبھی کبھی مرجیہ کی تفسیر اشعریہ کے ساتھ کی جاتی ہے اتنی یہ
 سراسر تعصب ہے مرجیہ ایمان اور عمل دو مختلف چیزیں قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایمان
 اور تصدیق کامل ہو تو عمل کا نہ ہونا کچھ ضرر نہیں کرتا ایک شخص دل سے اگر توحید اور نبوت کا
 معترف ہے اور فرائض نہیں ادا کرتا تو وہ مواخذے سے بری ہے اور مرجیہ کی رائے یہ بھی
 ہے کہ دوزخی جب آگ میں ڈالے جائیں گے تو وہاں بلا عذاب کے رہا کریں گے جس
 طرح مچھلیاں پانی کے اندر رہتی ہیں اسی طرح اہل نار بھی نار میں رہا کریں گے اور فرق
 جنتیوں اور دوزخیوں میں اس طرح سے ہے کہ مومن جنت کے اندر کھانے پینے کے ساتھ
 نفع اٹھایا کریں گے اور کافروں کو دوزخ کے اندر کھانا پینا میسر نہ آئے گا۔ (کتاب تمہید
 معین نسلی)

اور مرجیہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نص اس مضمون کی ثابت
 نہیں ہے کہ فلاں میرے بعد امام ہو۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ عبدالواحد اسدی معروف بہ
 ابن برہان کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کو بھی ہمیشہ دوزخ میں نہ رکھے گا اس لئے کہ ہمیشہ
 عذاب دینا مخلوقات کی شان سے ہے اور طلب انتقام اس کی علت ہے جو غضبناک کو عارض
 ہوتا ہے اور دل میں غضب پیدا ہونے کی علت خون کا جوش مارنا ہے اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ
 کے حق میں محال ہیں۔ سب سے پہلے جس نے یہ مذہب نکالا ابو محمد حسن بن محمد معروف یہ
 محمد ابن حنفیہ بن حضرت علی بن ابی طالب ہیں انہوں نے اس مسئلے میں گفتگو کی لیکن یہ عمل کو

ایمان سے خارج نہیں کرتے ہیں جس طرح کہ اور مرجیہ نے کیا ہے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ صاحب کبیرہ کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ ادائے طاعات اور ترک معاصی اصل ایمان سے نہیں ہیں ان کے زوال سے ایمان زائل نہیں ہوتا ہے پھر مرجیہ کئی طرح پر ہو گئے۔

قسم اول: مرجیہ خالص یہ قائل صرف ارجا کے ہیں اور یہ یونیہ اور عبیدہ وغسانہ و ثومیہ دمریہ ہیں۔

قسم دوم: مرجیہ قدریہ یہ قسم جامع ہے درمیان مذہب مرجیہ و قدریہ کے ان لوگوں کے سرگروہ محمد دین شیب اور صالحی اور خالدی اور ابو ثمر ہیں۔

قسم سوم: مرجیہ جبریہ یہ قسم جامع ہے درمیان مذہب مرجیہ (جبریہ کے جیسے جم بن صفوان)۔

قسم چہارم: مرجیہ خوارج یہ خوارج بھی ہیں اور مرجیہ بھی ہیں جیسے ثوبانیہ شہرستانی نے مل و محل میں لکھا ہے کہ مرجیہ نے بعض ان مسائل میں خوارج کے ساتھ اتفاق کر لیا ہے جو امامت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ اول موجد ارجا کا بصرے میں ہے۔ حسان بن بلال بن حارث مزنی ہے اور بعض نے یوں ذکر کیا ہے کہ موجد اول ارجا کا ابوسلمت سان ہے اس نے ۱۵۲ ہجری میں وفات پائی ہے۔

مرجیہ خالص کے فرقوں کی تفصیل

یونیہ

یہ یونس بن عمر نیری کے تابع ہیں بعض نسخوں میں یونس کے باپ کا نام عمران لکھا ہے اس کا یہ اعتقاد ہے کہ ایمان اللہ کا پہچانا اور اس کے سامنے عاجزی اور ترک گردن کشی اور اس کی دوستی دل میں رکھنا ہے اور ان میں سے علیحدہ ہر خصلت نہ ایمان ہے نہ ایمان کا حصہ پس جس شخص میں یہ تمام خصلتیں جمع ہوں وہ مومن ہے اور اس کو ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت ضرر نہیں کرتی نہ کسی گناہ پر اس کو عذاب ہوگا اور نہ کسی طاعت کے ترک کرنے سے سزا پائے گا کیونکہ سوائے معرفت الہی کے اور طاعات ایمان کے قبیل سے نہیں ابلیس اللہ کی واحدانیت کو پہچانتا تھا۔ مگر بوجہ تکبر اور سرکشی کے کافر ہو گیا چنانچہ اللہ

فرمایا ہے۔ اَبی وَاسْتَكْبَرُونَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (سورۃ بقرہ ۲۔ آیت ۳۳) یعنی کافران نے نہ مانا اور تکبر کیا اور وہ تھا کافروں سے جس کے دل میں اللہ کی محبت اور خوف گیا اور اس کے ساتھ دل سے دوستی رکھی اور عاجزی کی پھر اس نے اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کی تو وہ اس سے گناہگار نہیں ہوتا اور اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو تو اس کے اخلاص و یقین میں فرق نہیں آتا اور محبت و اخلاص کی وجہ سے جنت میں جائے گا نہ طاعت و اعمال کے لیے۔

عبیدیہ

یہ عبید المکذب کے اصحاب ہیں شرح مواقف و ارشاد المسلمین اور میر سید شریف محمد برکات کے الہامیہ میں مذکور ہے مگر ملل و نحل میں اس کی جگہ مکتب لکھا ہے ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری صفات اس کی ذات کی غیر ہیں اور وہ ذات مقدس آدمی کی صورت پر ہے اور باقی عقائد میں یونسیہ کے ہم مشرب ہیں۔

غسانیہ

یہ غسان بن ابان کوفی کے تابع ہیں یہ شخص محمد بن حسن شیبانی کا شاگرد تھا اور نبوت حضرت عیسیٰ کا منکر تھا اس کا مذہب ایمان میں یہ تھا کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے لیکن کم نہیں ہوتا اور یہ کہتا تھا کہ ہر خصلت کا خصال ایمان میں سے بعض ایمان (یعنی حصہ ایمان و جزو ایمان) نام ہے اور اس کا یہ اعتقاد بھی تھا کہ ایمان نام ہے اللہ اور رسول کی معرفت کا اور ایمان ان چیزوں کی معرفت کا جو شارع سے پہنچی ہیں اور تفصیل کی ضرورت نہیں اور معرفت اجمالی سے مراد یہ ہے کہ اعتقاد رکھے کہ اللہ نے حج فرض کیا ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ کعبہ کہاں ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ مکے میں نہ ہو اور کسی جگہ ہو اور اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا مگر یہ یقین نہیں کہ جو محمد مدینے میں تھے وہی محمد ہیں یا ان کے سوا کوئی اور ہیں اور سور کا گوشت اللہ نے حرام کیا ہے مگر یہ تحقیق نہیں کہ جس جانور کو عرف میں سور قرار دے کر حرام جانتے ہیں یہ وہی ہے یا غیر واضح رہے کہ اس قول سے مراد غسان کی یہ ہے کہ یہ احکام حقیقت ایمان میں داخل نہیں ہیں اور کچھ یہ نہیں ہے کہ اس کو ان چیزوں کے باب میں شک تھا بلکہ وہ جانتا ہے کہ اگر مومن یہ سمجھ لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہی ہیں یا کوئی اور

ہیں اور کعبہ یہی ہے یا کوئی اور ہے تو اس کے ایمان میں فرق نہیں آسکتا کیونکہ ایمان کی حقیقت میں ان کو دخل نہیں ہے ان میں شک کرنے سے اور ان پر اعتماد نہ رکھنے سے ایمان باطل نہیں ہوتا شرح مواقف میں لکھا ہے کہ غسان اپنے مذہب کے رواج دینے کے لئے لوگوں سے یہ کہا کرتا تھا کہ یہی رائے حضرت ابو حنیفہ کی ہے حالانکہ یہ محض افتراء تھا بلکہ معتزلہ نے بھی حضرت ابو حنیفہ اور ان کے تابعین کو مرجیہ کہا ہے اور وجہ شاید اس کی یہ ہوگی کہ جو لوگ مسئلہ قدر میں معتزلہ سے مخالفت کرتے تھے وہ ان کو مرجیہ مشہور کر دیتے تھے یا حضرت ابو حنیفہ نے جو فرمایا ہے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور تصدیق نہ زیادہ ہوتی ہے نہ کم تو معتزلہ کو اس سے یہ خیال پیدا ہو گیا ہوگا کہ حضرت ابو حنیفہ نے جو عمل کو حقیقت ایمان سے خارج کر دیا ہے تو ان کے نزدیک مغفرت کے لئے ایمان کافی ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی عمل مفروضہ کا ترک اور گناہ ضرر نہیں کرتا کیونکہ اعمال ایمان میں داخل نہیں بلکہ زنجیری نے بوجہ تعصب مذہب اعتزال و قدر کے سارے اہل سنت کو کشاف میں مرجیہ و جبریہ کہہ دیا ہے اس لیے کہ وہ عمل کو حقیقت ایمان میں داخل نہیں کرتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ بندہ افعال کا خالق ہے اور یہ صاحب کشاف کی غلطی ہے اس لئے کہ اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ ایمان عبارت ہے تصدیق اور اقرار سے اور سبب ہے کمال ایمان کا نہ یہ کہ ایمان قول ہے بلا عمل پس ان کا مذہب تو سبب ہے جبر و قدر میں دین خالص میں سید صدیق حسن کہتے ہیں کہ یہ قول بھی صحیح نہیں کہ سارے اہل سنت حقیقت ایمان میں عمل کو داخل نہیں کرتے اس لئے کہ حنابلہ و شافعیہ اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان کی حقیقت میں اعمال داخل ہیں اور یہی رائے بعض حنفیہ کی بھی ہے اور یہی قول مالکیہ کا ہے اور اسی کو معتبر جانا ہے جیسا کہ مالا بدمنہ میں مذکور ہے ہاں مشہور یہ ہے کہ حضرت ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عمل ذرا ایمان میں داخل نہیں مگر یہ ضعیف ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے تمہیمات میں اس کی تاویل یوں کی ہے کہ حضرت ابو حنیفہ مجتہد ہیں اور مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صولب پر بھی ہوتا ہے اور خطا پر اس کے لئے ایک اجر ہے جیسا کہ صواب پر دو اجر ملتے ہیں فقیر مؤلف اس کتاب کا کہتا ہے کہ جمہور معتزلہ و خوارج کا یہ مذہب ہے کہ عمل بھی ایمان کا جز اور رکن ہے اور مشہور یہ ہے کہ تمام محدثین شافعیہ (ومالکیہ و حنبلیہ کا بھی یہی مذہب ہے حالانکہ ان کے اور معتزلہ و خوارج کے مذہب میں بڑا فرق ہے معتزلہ کے نزدیک تارک طاعات مومن نہیں رہتا اس لئے کہ ان کے نزدیک اعمال ماہیت ایمان کا جز

ہیں گو معتزلہ تارک طاعات کو کافر نہیں بتاتے مگر مومن بھی نہیں جانتے اور خوارج تارک طاعات کو کافر سمجھتے ہیں اور محدثین ان کے تارک کو دائرہ ایمان سے خارج نہیں جانتے کیونکہ ان کے نزدیک عمل ایمان کامل کی شرط ہے مگر بعض آدمیوں نے جو دیکھا کہ بظاہر محدثین ایمان تصدیق اور اقرار اور عمل کو بتاتے ہیں اور احادیث سے اس کا ثبوت دیتے ہیں تو یہ خیال کیا کہ ان کا مذہب جمہور اہل سنت کے خلاف ہے اور فرقہ معتزلہ و خوارج کے موافق ہے حالانکہ یہ خیال سراسر غلط ہے کسی طرح محدثین کے نزدیک عمل اصل ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں بلکہ ایمان کامل کی شرط ہے اور صاحب تصدیق و اقرار بوجہ ایمان کامل کے اگر مومن ہے لیکن ناقص الایمان ہے اور ایسے شخص کو مومن فاسق کہتے ہیں جمہور اہل سنت یعنی اشاعرہ و ماترید یہ کے نزدیک اعمال حقیقت ایمان کا نہ جز ہیں نہ رکن ہیں اور نہ شرط ہیں ایمان دوسری چیز ہے عمل دوسری چیز اور بڑی دلیل اعمال کے ایمان میں داخل نہ ہونے پر یہ ہے کہ اللہ نے ایمان کو عمل صالح کے ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ سورۃ کہف ۱۸۔ آیت ۱۰۷ میں ہے۔ **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ** یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کئے ہیں ان کے لئے جنات فردوس مہمانیاں اور معاصی کے ساتھ بھی چنانچہ اس آیت میں **وَإِنْ طَافْتُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** **اقْتُلُوا** (سورۃ حجرات۔ ۲۹۔ آیت ۸) اگر دو فرقے مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں اور دوسری جگہ ہے **الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ** (سورۃ انعام ۶۔ آیت ۸۲) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کچھ ظلم نہیں بلائے اور سورۃ انفال میں ہے **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا** (سورۃ انفال۔ ۸۔ آیت ۷۲) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہ کی پہلی آیت میں ایمان کو قتال کے ساتھ اور دوسری میں ظلم کے ساتھ جمع کیا ہے اور تیسری میں عدم ہجرت کے ساتھ حالانکہ شے اپنی ضد یا اپنے جز کی ضد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان فعل اعضا کا نام نہیں ہے اور نہ اعمال نیک اس میں داخل ہیں اور نہ اعمال بد ایمان کے برباد کرنے والے ہیں کیونکہ ایمان ضد اور مقابل کفر کے ہے اور عمل نیک مقابل ہے گناہ کے پس اگر عمل ایمان میں داخل ہو تو چاہے گناہ کفر ہو جائے حالانکہ یہ بات سب کے نزدیک ہے کہ عبادت اور طاعت نہ کرنے سے بندہ گناہگار ہوتا ہے کافر نہیں ہوتا پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ عمل ایمان میں داخل نہیں ہے۔

طرفہ یہ ہے کہ غنیۃ الطالبین میں جہاں تہتر فرقوں کا ذکر کیا ہے وہاں مرجیہ کے بارہ فرقے شمار کئے ہیں ان میں حنفیہ کو بھی مرجیہ کہا ہے ان الفاظ کے ساتھ اما المرجیۃ ففرقہا اثنی عشر فرقة الجہمیۃ و فلاتۃ و فلاتۃ و الحنفیۃ و اما الحنفیۃ فہم اصحاب ابی حنفیۃ النعمان ابن ثابت زعموا ان الایمان ہوا المعرفة و الاقرار باللہ و رسولہ و بما جاء من عنده جملة الخ مگر اس میں علمائے محققین کو کلام ہے یہاں تک کہ شیخ القطب عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ اس بات کے قائل ہیں کہ اس عبارت کو معاندین نے غیبت میں اپنی طرف سے داخل کر دیا ہے بلکہ محققین کو تو اس میں بھی کلام ہے کہ غنیۃ الطالبین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں ہرگز ثابت نہ شدہ کہ ابن از تصنیف آن جناب ست اگر چہ انتساب آن بان حضرت شہرت دار و نظر بریں کہ شاید در ان حرف ازاں جناب بود ترجمہ کردم اور غیبتہ میں بھی غلط کہا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ایمان معرفت ہے اس لئے کہ حضرت ابوحنیفہ اور تمام حنفیہ نے تصریح کر دی ہے کہ ایمان کی حقیقت تصدیق ہے اور معرفت کا قول کسی سے منقول نہیں اور معرفت کے ابطال پر دلیل یہ ہے کہ یہ ایمان کے لغوی معنی کے مغائر ہے جب یہ معنی لئے جائیں گے تو نقل لازم آئے گی جو اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ لفظ کے اصل معنی موضوع لہ بالکل متروک الاستعمال ہو کر دوسرے معنوں کے لئے لفظ کا استعمال کیا جائے ایسے استعمال کو نقل اور لفظ کو منقول کہتے ہیں مثلاً کوفتہ کے معنی کوٹے ہوئے کے ہیں اب کوفتہ خاص ان کبابوں کو کہتے ہیں جو گوشت کو کوٹ پیس کر بنا لیتے ہیں اور تصدیق اور معرفت میں بڑا فرق ہے اس لئے کہ تصدیق کے لئے دل کا ارادہ اور کسب اور تحصیل شرط ہے اور معرفت کبھی بلا کسب بھی حاصل ہو جاتی ہے مثلاً کسی شخص کی نگاہ بلا ارادہ کسی جسم پر جا پڑے تو اسے اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ یہ جسم دیوار ہے یا دیوار نہیں پتھر ہے یا پتھر بھی نہیں درخت ہے وغیرہ وغیرہ پس اگر کوئی مصدق صدق کو اپنے اختیار سے مخبر کی طرف منسوب کر دے تو اس کا نام تصدق ہوگا اور اگر یہ بات خود بہ خود اس کے دل میں آجائے کہ یہ مخبر صادق ہے اور ارادہ اور اختیار کو کام میں نہ لایا ہو تو یہ معرفت ہوگی نہ تصدیق۔

بہر صورت حضرت ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو مرجیہ کا ہم اعتقاد خیال کرنا درست نہیں اس لئے کہ ار جاء تو یہ ہے کہ یہ سمجھیں کہ عذاب و عقاب اور مواخذہ کسی طرح نہ ہوگا اور ایمان کے ہوتے کوئی گناہ نقصان نہ پہنچا سکے گا سو یہ عقیدہ حنفیہ کا کب ہے بلکہ وہ تو یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ارادے میں ہے جسے چاہے معاف کرے جسے چاہے عذاب دے اور گناہگار کے واسطے عذاب بھی ثابت کرتے ہیں اور اس کے ضرر سے خائف رہتے ہیں لطف پر ان کی نظر بھی ہے اس لئے جانب معرفت امید واری کی رعایت رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہے تو بغیر توبہ کے گناہ بخش دے اور فاسق کو دوزخ میں نہ ڈالے۔ حضرت ابو حنیفہ کو اس سے کچھ بحث نہ تھی کہ یہ مسئلہ فلاں یا فلاں فرقتے کا ہے وہ اصل فرقت کو دیکھتے تھے اور مغز سخن کو پہنچتے تھے جب یہ بحث ان کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے علانیہ کہا کہ ایمان اور عمل دو جداگانہ چیزیں ہیں اور دونوں کا حکم مختلف ہے اس پر بہت سے لوگ ان کو بھی مرجیہ کہا لیکن وہ ایسا مرجیہ ہونا خود پسند کرتے تھے محدثین اور فقہاء میں جو لوگ حضرت ابو حنیفہ کے ہم زبان تھے ان کو بھی یہی خطاب عنایت ہوا محدث ابن ابی عمیر نے اپنی مشہور اور مستند کتاب المعارف میں مرجیہ کے عنوان سے بہت سے فقہاء اور محدثین کے نام گنائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں ابراہیم تیمی اور عمر بن مرہ اور طلق الجیب و حماد بن سلیمان اور عبدالعزیز بن ابوداؤد اور خارجہ بن مصعب اور عمر بن قیس الاصر اور ابو داؤد الضری اور یحییٰ بن زکریا اور مسعر بن کدام حالانکہ ان میں سے اکثر حدیث و روایت کے امام ہیں اور صحیح بخاری و مسلم میں ان لوگوں کی سیکڑوں روایتیں موجود ہیں نواب مدنی نے لایق حسن خان وغیرہ جو اس پر غش ہیں کہ حضرت ابو حنیفہ کو حضرت عبدالقادر جیلانی نے بعض محدثین نے مرجیہ کہا ہے ابن قتیبہ کی فہرست دیکھتے تو شاید ان کو ندامت ہوتی اس کے متعلق حضرت ابو حنیفہ کی ایک تحریر موجود ہے جس کے طرز استدلال و استنباط نتائج سے حضرت ابو حنیفہ کی وقت نظر کا اندازہ ہو سکتا ہے اور اصل مسئلے کی حقیقت کھلتی ہے اس لئے اس موقع پر ہم اس کا حوالہ دینا مناسب سمجھتے ہیں یہ تحریر عثمان بن عفان کے ایک خط کا جواب ہے جو انہوں نے حضرت ابو حنیفہ کو لکھا تھا عثمان اس زمانے کے ایک مشہور محدث تھے عام لوگوں میں جب حضرت ابو حنیفہ کے ان خیالات کے چرچے ہوئے تو انہوں نے حضرت ابو حنیفہ کو ایک دوستانہ خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ لوگ آپ کو مرجیہ کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ آپ مومن کا گمراہ ہونا جائز قرار دیتے ہیں مجھ کو ان باتوں کے سننے سے نہایت رنج ہوتا ہے کیا یہ باتیں صحیح ہیں اس خط کے جواب میں حضرت ابو حنیفہ نے ایک طویل خط لکھا ہے جس کو قلائد العقیان میں چھٹے باب کے اندر ایک علیحدہ فصل میں پورا نقل کیا ہے اس کے فقرے کہیں کہیں سے ہم انتخاب کرتے ہیں۔ حمد و نعت کے بعد عثمان بن

کی دوستانہ نصیحت اور خیر خواہی کا شکر یہ ادا کر کے اصل مضمون اس طرح شروع کیا ہے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ رسول اللہ کے مبعوث ہونے سے پہلے تمام لوگ مشرک تھے رسول اللہ جب مبعوث ہوئے تو لوگوں کو اس بات کی طرف دعوت کی کہ اللہ کو ایک مانیں اور رسول اللہ جو کچھ لائے اس کو تسلیم کریں پس جو شخص اسلام میں داخل ہوتا تھا اور شرک چھوڑ دیتا تھا اس کی جان و مال حرام ہو جاتا تھا پھر خاص ان لوگوں کے لئے جو ایمان لا چکے تھے فرائض کے احکام آئے پس اس کا پابند ہونا عمل ٹھہرا اور اللہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ **الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** (سورۃ لحم سجدہ۔ ۴۱۔ آیت۔ ۸) **وَمَنْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا** (سورۃ تغابن۔ ۶۳۔ آیت۔ ۹) اس قسم کی اور آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عمل کے نہ ہونے سے ایمان جاتا نہیں رہتا البتہ اگر تصدیق و اعتقاد نہ ہو تو مومن کے اطلاق نہیں ہو سکتا عمل و تصدیق کا دو جداگانہ چیز ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ تصدیق کے لحاظ سے سب مسلمان برابر ہیں لیکن اعمال کے لحاظ سے مراتب میں فرق ہوتا ہے کیونکہ دین و مذہب سب کا ایک ہی ہے کیونکہ اللہ نے خود کہا ہے۔ **شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ** (سورۃ شوریٰ۔ ۴۳۔ آیت ۱۳) یعنی تمہارے لئے دین کو شروع کیا جس کی وصیت نوح کر گئے تھے اور جو تجھ پر وحی بھیجی اور جس کی وصیت ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو کی ہے وہ یہ ہے کہ دین قائم رکھو اور اس میں متفرق نہ ہو آپ کو جاننا چاہئے تصدیق میں ہدایت اور اعمال میں ہدایت یہ دونوں دو چیزیں ہیں آپ ایک شخص کو جو فرائض سے ناواقف ہو مومن کہہ سکتے ہیں پس ایسا شخص فرائض کے لحاظ سے جاہل اور تصدیق کے لحاظ سے مومن ہے خود اللہ نے قرآن میں یہ اطلاقات کئے ہیں آپ اس شخص کو جو اللہ کے اور رسول اللہ کے پہچاننے میں گمراہ ہو اس شخص کی برابر قرآن میں دیں گے جو مومن ہو لیکن اعمال سے ناواقف ہو اللہ نے جہاں فرائض بتائے ہیں اس میں پر ارشاد فرمایا ہے۔ **يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا** (سورۃ النساء۔ ۴۔ آیت ۱۷۶) یعنی اللہ نے اس لئے بیان کیا کہ تم گمراہ نہ ہو تو دوسری آیت میں۔ **أَنْ تَضِلُّوا جَمَاعًا كَمَا كُنْتُمْ** (سورۃ بقرہ۔ ۲۔ آیت۔ ۲۸۲) یعنی ایک گمراہ ہو تو دوسرا یاد دلا دے حضرت موسیٰ کی زبان سے فرمایا۔ **فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ** (سورۃ شعراء۔ ۲۶۔ آیت ۲۶) یعنی جب میں نے کام کیا تب میں گمراہ تھا ان آیتوں کے علاوہ اور بھی آیتیں ہیں جو

دعوے کے ثبوت کے لئے دلائل قاطعہ ہیں اور حدیثیں تو اور بھی واضح اور صاف ہیں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ امیر المومنین کے لقب سے پکارے جاتے تھے تو کیا اس کے یہ معنی تھے کہ وہ صرف ان لوگوں کے امیر تھے جو فرائض اور اعمال کے پابند تھے حضرت علیؓ نے شام والوں کو جو ان سے لڑتے تھے مومن کہا کیا قتل سے بڑھ کر کوئی گناہ ہے پھر جو لوگ قتل کے مرتکب ہوئے کیا آپ قاتلین اور مقتولین دونوں کو برسر حق قرار دیتے ہیں اگر آپ صرف ایک کو یعنی حضرت علیؓ اور طرفداران حضرت علیؓ کو برسر حق تسلیم کریں گے دوسرے فریق کو کیا کہیں گے اس سے خوب سمجھ لیجئے اور غور کیجئے میرا قول ہے کہ اہل قبلہ سب مومن ہیں اور فرائض کے ترک سے کافر نہیں ہو سکتے جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجالاتا ہے وہ مومن اور جنتی ہے جو ایمان اور اعمال دونوں کا تارک ہے وہ کافر اور دوزخی ہے جو شخص ایمان رکھتا ہے اور فرائض اس سے ترک ہو جاتے ہیں وہ مسلمان ضرور ہے لیکن گناہگار مسلمان ہے اللہ کو اختیار ہے اس پر عذاب کرے یا معاف کر دے حضرت ابو حنیفہ نے جس خوبی سے اس دعوے کو ثابت کیا ہے انصاف یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔

ثومیہ

یہ لوگ ابو معاذ ثومنی فلسفی کے متبع ہیں اس کا اعتقاد تھا کہ ایمان عبادت ہے تصدیق اور محبت اور اخلاص اور اس چیز کے اقرار سے جس کی پیغمبر اللہ نے تبلیغ کی ہے اور ان سب کے یا بعض کے ترک کرنے سے کافر ہوتا ہے اور کہتا تھا کہ جس معصیت کے کفر ہونے پر اتفاق نہ ہو تو اس کے کرنے والے کو کافر نہ کہنا چاہئے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ گناہگار ہو گیا اور فسق کیا اور ترک کرنا نماز کا حلال جان کر کفر ہے اور قضا کی نیت سے ترک کرنا کفر نہیں فسق ہے اور یہ سارے خصائل جن کو ایمان کہتے ہیں ان میں سے بعض خصلت نہ ایمان ہے نہ ایمان کا حصہ ہے۔ کہتا تھا کہ کوئی نبی کو مار ڈالے اس کے طپانچہ مار دے تو وہ کافر ہوتا ہے لیکن نہ اس لئے کہ اس نے پیغمبر کو قتل کیا یا طپانچہ مارا بلکہ اس لئے کہ اس نے پیغمبر کی تکذیب کی اور ہتک کیا ہے اور اس کو دشمن رکھا ہے۔

مریسیہ

شذورات الذہب میں ابن اہل سے نقل کیا ہے کہ مریسیہ مرجیہ کا فرقہ بشر بن غیاث بن عبدالرحمن مریسی کی طرف منسوب ہے اور علامہ کفوی نے طبقات حنفیہ میں بشر بن غیاث بن عبدالرحمن مریسی معتزلی لکھا ہے بعض مؤلفین نے اس کے فرقے کو معتزلہ میں شمار کیا ہے اس کا باپ یہودی تھا اور قوم کا رنگریز تھا کوفہ میں رہتا تھا بشر مریسی نے امام اعظم کی صحبت حاصل کی اور ان سے تھوڑا سا اخذ بھی کیا ہے پھر ابو یوسف تلمیذ امام اعظم کی صحبت اختیار کر کے ان سے فقہ سیکھا اور حدیث کو سنا اور نیز حماد بن سلمہ اور سفیان بن عیینہ وغیرہ سے حدیث سماعت کیا یہاں تک کہ فائق ہو کر حضرت ابو یوسف کے اصحاب سے ہوا کہتا تھا کہ مشائخ صوفیہ کی باتوں میں سے کسی بات نے میرے دل میں قرار نہیں پکڑا جب تک کہ میں نے دو گواہ نہایت عادل کتاب و سنت سے اس پر ناطق نہیں پائے مگر چونکہ یہ شخص آخر میں علم کلام اور فلسفہ میں معروف ہو گیا تھا اس لئے لوگ اس سے پھر گئے اور حضرت یوسف اکثر اس کی مذمت کرتے اور جب سامنے آتا تو منہ پھیر لیتے تھے اس نے حضرت ابو یوسف سے بہت سی روایتیں اور مذہب میں اقوال بیان کئے ہیں جن میں سے غریب قول یہ ہے کہ گدھے کا گوشت کھانا جائز ہے۔ نفی صفات الہی اور خلق قرآن کا قائل تھا جیسا کہ عقیدہ معتزلہ کا ہے اس پر اہل سنت نے اس کی تکفیر کی ہے اور اس کا اعتقاد یہ تھا کہ بندوں کا کام مخلوق اللہ میں استطاعت فعل کے ساتھ ہے جیسا کہ عقیدہ اہل سنت کا ہے (حیثہ الاکوان)۔ اس لئے معتزلہ نے اس کو کافر ٹھہرا دیا دوسرا عقیدہ اس کا یہ تھا کہ ایمان نام سے تصدیق قلبی اور اقرار زبانی دونوں کا اور کفر انکار کا نام ہے اور اس کے نزدیک سجدہ کرنا جائد، سورج اور بت کو کفر نہیں لیکن کفر کی علامت ہے بشر کا ایک قول یہ بھی ہے کہ کسی پیغمبر کو قتل کر ڈالنا یا اس کے تپانچہ مار دینے سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور کفر کی وجہ یہ ہے کہ اس نے پیغمبر کی تکذیب کی اس سے بغض رکھنا نہ اس وجہ سے کہ اس کو قتل کیا یا تپانچہ مارا اسی طرح اور بہت سے اقوال شنیع اس سے صادر ہوئے جن کے سبب سے عہد خلیفہ رشید میں سزایاب بھی ہوا۔ (المخلط والآثار)

مگر صحیح یہ ہے کہ رشید کو جب یہ خبر پہنچی کہ بشر مریسی کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے تو کہنے لگا کہ اگر وہ میرے ہاتھ آیا تو اس سختی سے قتل کروں گا کہ آج تک اس طرح کوئی نہ مارا گیا

ہے بشر چھپ گیا اور عرصہ میں سال تک کہ رشید زندہ رہا وہ مخفی رہا۔ (حدائق الحنفیہ)
 نحو کا علم نہیں جانتا تھا آواز اس کی بہت بڑی تھی امام شافعی سے اکثر مناظرہ رکھتا تھا۔
 امام شافعی نے جب اس سے مسئلہ خلق قرآن و نفی صفات الہی میں مناظرہ کیا تو اس نے اس
 سے یہ بات کہی کہ تو آدھا کافر ہے اس لئے کہ قائل خلق قرآن کا ہے اور صفات الہی کی نفی
 کرتا ہے اور آدھا مومن ہے اس لئے کہ قائل تضاد و قدر و خلق اکتساب عباد کا ہے بشر مرہی
 نے کچھ اوپر ستر برس کی عمر پائی اور ۲۱۸ ہجری میں اس کا انتقال ہوا ہے۔ (شدورات
 الذیب)

اور بعض کہتے ہیں کہ ۲۱۹ ہجری میں فوت ہوا ہے جس کی طرف یہ منسوب ہے فتح
 رائے مہملہ اور یائے تحتی اور سین مہملہ کے ساتھ ایک قصبہ ہے جو ملک مصر میں واقع ہے۔
 (حدائق الحنفیہ)

مرجیہ غیر خالص

غیلانیہ

یہ لوگ منسوب ہیں طرف مروان بن غیلان یا ابو مروان غیلان دمشقی کے اس گروہ
 میں تین تھیں جن میں جمع شخص ارجا۔ قدر۔ خروج۔ قدر یہ ہونے کی وجہ سے کہتے تھے کہ فاعل خیر
 و شر کا بندہ ہے اور خارجی ہونے کی وجہ سے کہتے تھے کہ امام کا غیر قرشی ہونا بھی جائز ہے جو
 کوئی کتاب و سنت کے مطابق عمل کرے وہ قابل امامت ہے اور امامت اجماع امت سے
 ثابت ہوتی ہے ان کے نزدیک ایمان نام ہے معرفت ثانی کا اور وہ اللہ کا پہچانا اور اس کے
 ساتھ محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی اور لا چاری کرنا اور اس بات کا اقرار ہے
 کہ رسول اللہ کی جانب سے ہے اور جو کچھ اللہ کی جانب سے وہ لایا ہے حق ہے غیلانیہ کی
 اصطلاح میں اس تفصیل کا نام معرفت ثانی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ معرفت اول فطری
 ضروری ہے اور وہ جانتا اس بات کا ہے کہ کوئی عالم کا بنانے والا اور میری ذات کا پیدا
 کرنے والا ہے سو معرفت اول کو ایمان میں دخل نہیں معرفت ثانی کا نام ایمان ہے اور
 غیلانیہ کے نزدیک سارے اعمال ایمان سے خارج ہے اور ان کا قول ہے کہ حدوث اشیا کا

علم ضروری ہے یعنی بالبداہت ثابت ہے غور و تامل کا محتاج نہیں۔

شہیبیہ

یہ محمد بن شہیب مرتجی قدری کے متبع ہیں اس کے نزدیک ایمان نام ہے معرفت و اقرار اللہ اور اس کے رسولوں کا اور ان چیزوں کا جن کا کرنا عندالعقل ناجائز ہے اور جن چیزوں کا کرنا عقل کے نزدیک جائز ہے ان کا اعتقاد و ایمان نہیں اور کہتا تھا اعمال ایمان میں داخل نہیں اور سارے افعال اختیار یہ کا خالق بندے کو جانتا تھا۔

ثوبانیہ

یہ ثوبان کے متبع ہیں یہ پہلے مرتجی تھا پھر خارجی معتزلی ہو گیا اس کا قول یہ تھا کہ ایمان عبادت ہے اللہ اور اس کے رسولوں کے پہچاننے سے اور ان کا اقرار کرنے سے اور ان کاموں کے اعتقاد سے جن کا کرنا عقل کے نزدیک ناجائز ہے۔ (خبیہ اکوان نواب صدیق حسن خان)۔ اور جن کا کرنا عقل کے نزدیک جائز ہے ان کا اعتقاد کرنا ایمان نہیں گویا اس نے ایمان کو واجب بالعقل قبل درود شروع کے ٹھہرایا تھا اس قول میں غسانہ اور یونہ سے علیحدہ تھا اور مومنین کے عذاب دوزخ سے نجات پانے پر اس کو یقین نہ تھا اور اعمال کو ایمان میں داخل نہیں کرتا تھا۔

شمریہ

یہ فرقہ ابو شمر مرتجی قدری کی طرف منسوب ہے وہ کہتا تھا کہ ایمان عبادت ہے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے اور اس سے محبت رکھنے اور اس کے سامنے عاجزی کرنے اور اس بات کا اقرار کرنے سے کہ وہ یکتا ہے کوئی اس کے مثل نہیں اور ان چیزوں کو ایمان جب کہتے ہیں کہ انبیاء ان پر حجت اور دلیل لائیں اور جب وہ حجت لائیں تو انبیاء کا اقرار اور ان کی تصدیق بھی ایمان اور معرفت سے ہے اور اقرار ان احکام کا جو انبیا اللہ کے پاس سے لائے ہیں ایمان میں داخل نہیں اور خصال ایمان میں سے ہر خصلت نہ پورا ایمان ہے نہ ایمان کا حصہ بلکہ جب ساری خصلتیں جمع ہو جاتی ہیں تو وہ مجموعہ ایمان ہوتا ہے اور خصلت ہائے

ن کے لئے عدل کی شناخت ضرور ہے اور شناخت عدل سے مراد قدر ہے یعنی اس بات
 فرار کرنا کہ تمام خیر و شر کا بندہ آپ خالق ہے نہ اللہ تعالیٰ اور یہ شخص اعمال کو ایمان میں
 نہیں کرتا تھا اور اس کا قول ہے کہ جو شخص گناہ کبیرہ کرے تو اس کو علی الاطلاق فاسق نہ
 چاہئے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ فلاں بات میں فاسق ہے۔ غنیۃ الطالبین میں مرجیہ
 ذیل کے تین فرقوں کو بھی لکھا ہے۔

معاذیہ

یہ لوگ منسوب ہیں طرف معاذ کے اس کا قول ہے جس نے طاعت الہی کو ترک کیا
 اس کے حق میں کہنا چاہئے کہ اس نے فسق کیا یوں نہ کہنا چاہئے کہ وہ فاسق ہے کیونکہ ہم
 ہم فاعل کا صیغہ دوام پر دلالت کرتا ہے اور فاسق اللہ کا نہ دوست ہے نہ دشمن ہے اس لئے
 کہ دوست مومن ہے اور دشمن کافر اور وہ ان دونوں سے علیحدہ ہے۔

یونانیہ

یہ فرقہ منسوب ہے یونان کی طرف ان کا اعتقاد یہ ہے کہ ایمان صرف اس بات کا نام
 ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کو پہچان لے اور زبان سے اقرار کرے اور جس کام کا کرنا روا
 نہیں اسے نہ کرے۔

صالحیہ

اس فرقے کا نام صالحیہ اس لئے مقرر ہوا کہ انہوں نے ابوالحسین صالحی کے مذہب
 کو اختیار کیا ہے صالحی کہتا ہے کہ ایمان نام ہے معرفت اللہ کا علی الاطلاق یعنی یہ جان لے
 کہ عالم کا کوئی صانع ہے اور کفر جہل ہے اس معرفت سے اور تثلیث کا قائل ہونا کفر نہیں مگر
 یہ کافر ہی سے ظاہر ہوتا ہے سوائے ایمان کے اور کوئی چیز عبادت نہیں اور خطہ مقریزی میں
 مرجیہ کے ضمن میں لکھا ہے کہ صالحیہ صالح بن عمرو بن صالح کی طرف منسوب ہیں اور
 شہرستانی نے ملل و نحل میں فرقہ مرجیہ کے بیان میں کہا ہے کہ صالحیہ صالح بن عمرو صالحی
 کے تابع ہیں اور جو عقیدہ ان کا غیبتہ میں ذکر ہوا ہے اس کے ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

صالح کے نزدیک اللہ کی معرفت عبارت ہی اس کی دوستی رکھنے اور اس کے سامنے خضوع کرنے سے اور اللہ کی معرفت تو ہو اور رسول کا منکر ہو تو یہ بات جائز ہے اور عقل کے نزدیک روا ہے کہ اللہ پر ایمان لائیں اور رسول پر ایمان نہ لائیں اس لئے کہ رسول نے اپنی زبان سے یہ بات کہی ہے کہ جو مجھ پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہے اور کہتا تھا کہ نماز اللہ کی عبادت نہیں اس کی عبادت یہی ایمان ہے اور ایمان معرفت الہی کا نام ہے اور ایک خصلت ہے نہ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے اسی طرح کفر بھی ایک خصلت ہے نہ بڑھے نہ گھٹے اور یہ شخص اس بات کا معتقد ہے کہ فاعل خیر و شر کا بندہ ہے اور کہتا ہے کہ امام قریش کے سوا اور شخص بھی ہو سکتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق عمل کرے وہ امامت کے قابل ہے اور امامت اجماع امت سے ثابت ہوتی ہے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ بعض وہ مرتبی ہیں جنہوں نے قدر کو ارجا کے ساتھ جمع کیا ہے جیسے صالحی اور ابو شمر اور محمد بن شبیب اور غیلان مگر فرقہ صالحیہ کو جو صالحی کے اصحاب ہیں معتزلہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور غتیہ اور مل و نحل وغیرہ میں کوئی فرقہ صالحیہ معتزلہ میں نہیں بیان کیا۔

تذکرہ المذہب و مؤند الافاضل وغیرہ میں مرجیہ کے اتنے نام اور فرقے اور لکھے ہیں۔ تارکیہ۔ شاطیہ۔ راجیہ۔ شاکیہ۔ تمیمیہ۔ عملیہ۔ منقویہ۔ مستغیہ۔ اشراہیہ۔ بدعیہ۔ مشہ۔ حشویہ۔

تارکیہ

تارکیہ کہتے ہیں ایمان صرف فرائض ہیں اور سوا فرائض کے کوئی عبادت فرض نہیں۔

راجیہ

راجیہ کہتے ہیں جس نے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ" رسول اللہ کہا تو اسے طاعت نفع پہنچاتی ہے اور معصیت ضرر نہیں دیتی۔

شاطیہ

شاطیہ کہتے ہیں کہ بندہ جب طاعت بجالاتا ہے تو اس کا نام مطیع ہو جاتا ہے اور جب

عصیان کرتا ہے تو اس کا نام عاصی ہوتا ہے اور جائز ہے کہ اس کے خلاف بھی ہو یا درکھو کہ شاملیہ تذکرۃ المذاہب کے مطابق ہے اور موید الافاضل میں اس کی جگہ سانیہ ہے۔

شاکیہ

شاکیہ ان کو ایمان پر یقین نہیں ہوتا شک میں ہیں۔

تہمیہ

تہمیہ کہتے ہیں کہ ایمان کا معنی عمل پر ہے پس جو امر ونہی کی تعمیل نہیں کرتا وہ کافر ہے

عملیہ

عملیہ کہتے ہیں کہ ایمان عمل اعضا کا نام ہے۔

منقوصیہ

منقوصیہ کہتے ہیں کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا نہیں۔

مستغیہ

مستغیہ اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کے نزدیک ایمان میں استثنا کرنا یعنی یہ کہنا کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ جائز ہے۔

اشربیہ

اشربیہ کہتے ہیں کہ قیاس باطل ہے دلیل ہونا اس کا صحیح نہیں۔

بدعیہ

بدعیہ کہتے ہیں کہ سلطان کی اطاعت واجب ہے اگرچہ گناہ پر ہو۔

مشبہ

مشبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔

حشوئیہ

حشوئیہ کہتے ہیں کہ واجب اور سنت اور نفل کے درمیان کوئی فرق نہیں۔
نقطہ مقریزی میں مرجیہ کے اتنے فرقوں کے صرف نام اور لکھے ہیں۔ محمدیہ
اصحاب محمد بن تیمی زیادہ یہ اتباع محمد بن زیاد کوئی اور ناقصیہ اور ہشتمیہ۔

فرقہ نجاریہ

یہ فرقہ حسین بن محمد عبد اللہ نجار کی طرف منسوب ہے عبد اللہ کا باپ جو لاہا تھا اور
بعضوں نے کہا ہے کہ ترازو بنانا تھا قلم کار رہنے والا تھا اس کے مناظرات نظام کے ساتھ
رہتے تھے ایک بار مناظرے میں جب کچھ حجت نہ لاسکا تو نظام نے اس کو دھتکار کر کہا اٹھ
جا رسوا کرے تجھ کو اللہ تجھ کو کون عالم اور ذی فہم جانتا ہے وہاں سے تپ میں مبتلا ہو کر اٹھا
بیمار پڑ کر مر گیا۔ اس کے قبیح اس اعتقاد میں کہ خالق افعال اللہ ہے اور بندہ کاسب ہے اور
استطاعت فعل کے ہمراہ ہوتی ہے اور مسئلہ قضا و قدر اور وعدہ و وعید اور امامت حضرت ابو بکرؓ
میں موافق اہل سنت کے ہیں اور نفی صفات الہی یعنی علم و قدرت و ارادہ و سمع و بصر و حیات و
خلق قرآن یعنی حدود کلام الہی اور انکار رویت حق تعالیٰ میں ساتھ نظر کے موافق معتزلہ
کے ہیں نجار کہتا تھا کہ اللہ آخرت میں بندوں کے دلوں میں ایک قوت پیدا کر دے گا جس
سے اس کو پہچان لیں گے پھر وہ قوت دونوں آنکھوں کی طرف منتقل ہو جائے گی جس کی وجہ
سے آنکھوں کو بھی شناسائی اللہ کی حاصل ہو جائے گی اسی شناسائی کا نام رویت ہے اور اللہ
ارادہ کرنے والا خاص اپنے نفس کے ساتھ ہے اور جاننے والا بھی خاص اپنے نفس کے
ساتھ ہے ارادہ و علم صفت علیحدہ اس کی ذات سے نہیں اور اللہ نفع و ضرر خیر و شر کا ارادہ کرتا

ہے اور اس کے صاحب ارادہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ کسی کا مغلوب و مطیع نہیں ہے اس کو مجبور کر کے اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتے اور قدرت حادثہ کے لئے بھی تاثیر ثابت کرتا ہے اور اس کا نام کسب رکھا ہے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے اور اس کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ کی ذات ہر مکان میں موجود ہے اور اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کا علم یا قدرت ہر مکان میں موجود ہے اور کہتا تھا کہ اللہ کا پہچانا عقلاً واجب ہے کچھ شرع پر موقوف نہیں اور کہتا تھا کہ مرتکب کبیرہ بقدر اپنے گناہ کے دوزخ میں عذاب پا کر اس سے نکلے گا ہمیشہ دوزخ میں کفار کی طرح رہنا عدل کے خلاف ہے اور سارے نجاریہ اللہ کے لئے ایک ارادہ ثابت کرتے ہیں جو کچھ پیدا ہوتا ہے ان کے خیر و شر اور ایمان و کفر اور طاعت و عصیان کا اسی کے ذریعہ سے ارادہ کرتا ہے اور عامہ معتزلہ کی رائے اس کے خلاف ہے اور قبر کے عذاب و ثواب اور سوال منکر و نکیر کا منکر تھا اور کہتا تھا ایمان زائد ہوتا ہے کم نہیں ہوتا اور کہتا تھا اعراض مجتمع ہو کر جسم بنا ہے۔ نجاریہ تین فرقے بن گئے ہیں۔

برغوشیہ

یاران محمد بن عیسیٰ الملقب بہ برغوش ان کا اعتقاد یہ ہے کہ کلام الہی جس وقت پڑھا جائے تو عرض ہے اور جس وقت کسی شے کے ساتھ لکھا جائے تو وہ جوہر ہے۔

زعفرانیہ

عین مہملہ وفا کے ساتھ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ کلام الہی غیر ہے ذات الہی سے اور جو چیز ذات الہی سے غیر ہے وہ مخلوق ہے پس کلام الہی بھی مخلوق ہے اور جو یہ کہے کہ مخلوق نہیں وہ کافر ہے۔

مستدرکہ

ان کا قول یہ ہے کہ کلام الہی مخلوق ہے مطلقاً لیکن ہم متابعت سنت و اجماع کی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ مخلوق نہیں ہے یعنی اس وجہ سے کہ سنت سے ثابت ہوا ہے اور اجماع اس پر ہو چکا ہے کہ کلام الہی مخلوق نہیں ہے ہم کو بھی اس کا قائل ہونا پڑا ہے کہ وہ مخلوق نہیں ہے

مگر رائے ان کی یہ ہے کہ کلام الہی کے غیر مخلوق ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی جو ترتیب اور عبارت ہے حروف اور اصوات مخصوص کے ساتھ یہ مخلوق نہیں ہے جو مخلوق ہے اس کی ترتیب اور عبارت اس کے خلاف ہے جس پر یہ ترتیب خاص دلالت کرتی ہے اور اس محکی عنہ کی یہ حکایت ہے اور اس تاویل کے ساتھ انہوں نے کلام الہی کی نسبت مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کے تعارض اقوال کو دفع کیا ہے اور ان کا زعم یہ ہے کہ جو کوئی دین میں ہمارا مخالف ہے اس کی ساری باتیں غلط ہیں یہاں تک کہ اس کا لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا بھی کذب ہے۔

فرقہ جبریہ

لفظ جبریہ کو بائے موحده کے فتح کے ساتھ قدریہ کی مناسبت سے استعمال کر لیتے ہیں ورنہ دراصل بائے موحده کے سکون سے ہے کیونکہ جبر کی طرف منسوب ہے ان کو مجبرہ بھی کہتے ہیں رسالہ جبر و اختیار میں ملا با سو جائسی نے لکھا ہے کہ بندہ بعض افعال اختیار یہ کا مجاز ہے اور معنی اس قول کے یہ ہیں کہ افعال اختیار یہ کو اس کی طرف نسبت کرنا ایسا ہے جیسے مرض کی طرف حرکت ارتعاشی کا منسوب کرنا کہ جب مرض ریشہ پایا جاتا ہے جو بندہ کے اختیار میں نہیں تو بطریق وجوب کے اس سے حرکت ارتعاشی صادر ہوتی ہے۔ اسی طرح جب وہ امور پائے جاتے ہیں جو بندے کے اختیار میں نہیں ہوتے تو بطریق وجوب کے اس سے حرکت اختیاری سرزد ہوتی ہے جیسے کاغذ میں حروف لکھے ہوتے ہیں تو اس کو ان حروف کے حاصل کر لینے کا اختیار نہیں ہوتا بجز اس کے کہ وہ کاغذ ان حروف کا نکل ہوتا ہے غرض کہ معنی اس قول کے کہ بندے کو بعض فعلوں کا اختیار بھی ہے یہ ہیں کہ جب تمنا یا چار باتیں پائی جاتی ہیں تو فضل ضرور پایا جاتا ہے۔

(۱) قدرت جس کی وجہ سے فعل کے اقدام پر جرات ہوتی ہے۔

(۲) اس بات کا تصور یا اعتقاد کہ یہ فعل اچھا ہے ہو بھی جائے گا کوئی خارج موجود

نہیں ہے۔

(۳) شوق جو اس تصور یا اعتقاد کے بعد پورے طور پر پیدا ہوتا ہے۔

(۴) ارادہ بعض کہتے ہیں کہ شوق موکد کا نام ارادہ ہے اور بعض کے نزدیک

دونوں میں فرق ہے پس ایسا اختیار ثابت کرنا ضروری ہے اسی کے اشارہ معتقد ہیں بلکہ ماترید یہ جو اختیار ثابت کرتے ہیں اس کو بھی اس معنی پر حمل کیا جائے جیسا کہ بعض مواضع

سے سمجھا جاتا ہے تو اس صورت میں اشاعرہ و ماتریدیہ کے مطلب میں خلاف نہ رہے گا مگر جبریہ ایسے اختیار کے بھی منکر ہیں ان کے غلاۃ کا قول ہے کہ بندے میں قدرت قبل اور بعد اور ہمراہ فعل کے نہیں اور نہ اسے اپنے کاموں میں کسی طرح اختیار حاصل ہے اور نہ کاموں میں اس کے کسب کو دخل ہے وہ مجبور محض ہے اس کے کاموں کو اس کی ذات کی طرف نسبت کرنا ایسا ہے جیسے جمادات کی طرف کسی کام کی نسبت کی جاتی ہے مثلاً کہتے ہیں چکی چلتی ہے پرناہ بہتا ہے نہر جاری ہے اس بیان سے جبریہ اور اہل سنت کا فرق ظاہر ہو گیا اہل سنت کا مذہب جبر و تفویض میں متوسط ہے کیونکہ ان کے نزدیک بندوں کے افعال اختیار یہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندے کا سب ہیں مگر ان کے کسب و عمل کو فعل کے پیدا کرنے میں کوئی اثر نہیں مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ آئمہ کے کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبریہ سے مراد شاعرہ ہیں اور قدریہ سے مراد معتزلہ ہیں اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ مجمرہ وہ ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ ہمارے لئے کچھ کرنے کی قدرت نہیں ہم مجبور ہیں جب ہم کوئی کام کرتے ہیں تو اللہ اس وقت اس کام کو ہمارے لئے پیدا کر دیتا ہے اور بندوں کی طرف کام بطور مجاز کے منسوب کر دئے جاتے ہیں نہ حقیقہ جیسے کہتے ہیں نہر جاری ہے چکی چلتی ہے اور اپنی اس رائے کے اوپر قرآن کے ساتھ استدلال کرتے ہیں حالانکہ اس کے معنی بالکل نہیں سمجھتے ہیں۔ اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ مجمرہ کو مرجیہ بھی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ امر الہی کو موخر کرتے ہیں اور کبائر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جبریہ کی دو قسمیں ہیں ایک جبریہ خالص کہ بندے کے لئے فعل کی قدرت بالکل ثابت نہیں کرتے۔

دوسرے جبریہ متوسط کہ بندے کے لئے قدرت غیر موثرہ ثابت کرتے ہیں مگر جو لوگ قدرت حادث کے لئے فعل پیدا کرنے میں اثر ثابت کرتے ہیں اور اس اثر کو کسب و عمل کہتے ہیں وہ جبری نہیں معتزلہ و شیعہ کی یہ زیادتی ہے کہ انہیں بھی جبری قرار دیتے ہیں یوں تو ان معتزلہ پر بھی جو افعال مولدہ کے قائل ہیں جبریہ کا اطلاق صادق آتا ہے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ نجاریہ و ضراریہ بھی جبریہ متوسط میں سے ہیں اور شہرستانی نے ان کو جبریہ خالص کے ذیل میں لکھا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ مجمرہ خالص کے کئی گروہ ہیں۔

جمہیہ

یہ لوگ جمہ بن صفوان ترمذی کے تابع ہیں جو راسب کا آزاد غلام تھا ابن ابی حاتم کی

کتاب میں مذکور ہے کہ جہم کو نے کارہنے والا اور فصیح تھا مگر کم علم تھا اور ابن خزیمہ بھی کہتے ہیں کہ جہم کو فی الاصل تھا اور ترمذ میں گھاٹ پر رہتا تھا مرد فصیح تھا مگر اعلیٰ درجے کا عالم نہ تھا۔

سمیہ

امام احمد حنبل نے جہمیہ کے رو میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ جہم کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ وہ اکثر اللہ تعالیٰ کی نسبت بات چیت کرتا تھا ایک جماعت کفار کی اس کو ملی جو سمیہ کہلاتے تھے یہ لوگ سونا کی طرف منسوب ہیں کہ یمن میں ایک بت تھا سمیہ نے جہم سے کہا کہ ہم تم سے گفتگو کرتے ہیں اگر تمہاری حجت غالب آئے تو ہم تمہارا دین اختیار کر لیں گے اور اگر ہماری حجت تم پر غالب آئے تو ہم ہمارے دین میں آجانا پھر ان میں اس طرح گفتگو ہونے لگی۔

سمیہ: تم کو اس بات کا یقین ہے کہ ہمارا اللہ ہے۔

جہم: ہاں مجھ کو اس کا یقین ہے۔

سمیہ: تم نے اللہ کو کبھی اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔

جہم: میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

سمیہ: تم نے کبھی اللہ کی زبان سے کلام سنا ہے۔

جہم: میں نے کبھی اللہ کی زبان سے کلام نہیں سنا۔

سمیہ: کبھی تم نے اس کی بوسہ لگھی ہے۔

جہم: جی نہیں۔

سمیہ: کبھی تم نے اس کو چھوا ہے۔

جہم: کبھی نہیں۔

سمیہ: پھر تم نے کیسے جانا کہ وہ ہمارا اللہ ہے۔

جہم یہ بات سن کر متحیر ہو کر رہ گیا اور چالیس دن تک اس فکر میں مبتلا رہا کہ کس کی عبادت کروں اور چالیس دن بوجہ شک کے نماز نہ پڑھی پھر اس نے ایک دلیل مثل عیسائی کے پیدا کی عیسائی کا زعم یہ ہے کہ جو روح حضرت عیسیٰ میں ہے یہی اللہ کی روح ہے اور اللہ میں سے ہے پس جب اللہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ کوئی چیز پیدا کرے تو وہ اپنی بعض مخلوق میں داخل ہوتا ہے اور اس کی زبان سے کلام کرتا ہے اور جس بات کو چاہتا ہے اس کا حکم دیتا

ہے جس کو نہیں چاہتا اس کی ممانعت کرتا ہے اور وہ نظروں سے غائب ہے جہم نے بھی اسی طرح ایک حجت پیدا کی اور کہنی سے یوں ہم کلام ہوا۔

- جہم: کیا تم کو یہ نہیں معلوم کہ اللہ کی روح تم میں ہے۔
 سمنیہ: ہاں یہ ضرور معلوم ہے کہ اللہ کی روح مجھ میں داخل ہے۔
 جہم: تم نے وہ روح کبھی اپنی آنکھ سے دیکھی ہے۔
 سمنیہ: نہیں دیکھی۔
 جہم: تم نے کبھی اس کا کلام اپنے کانوں سے سنا ہے۔
 سمنیہ: نہیں۔
 جہم: تم نے کبھی اس کو یا اس نے تم کو کبھی چھوا ہے۔
 سمنیہ: جی کبھی نہیں۔

جہم۔ یہی حال اللہ تعالیٰ کا ہے کہ نہ وہ ان آنکھوں سے دکھتا ہے نہ اس کی آواز سنی جاتی ہے نہ اس کی بوسہ لگھی جاتی ہے اور وہ نظروں سے غائب ہے اور نہ وہ کسی خاص مکان میں رہتا ہے اور جہم نے اپنے اس کلام کی بنا ان آیات پر قائم کی جو تشابہات ہیں جیسے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (سورۃ شوریٰ۔ ۴۲۔ آیت ۱۱) یعنی اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (سورۃ انعام۔ ۶۔ آیت ۱۰۳) یعنی اللہ آسمان اور زمین میں ہے اور لَا تُدْرِكُهُ الْبَصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَارَ (سورۃ انعام۔ ۶۔ آیت ۱۰۳) یعنی اس کو نہیں دیکھ سکتیں آنکھیں اور وہ دیکھتا ہے آنکھوں کو۔ اس حکایت کو ابن ابی حاتم نے بھی کتاب الرد علی الجہمیہ میں خلف بن سلیمان بنی سے اور ابن خزیمہ نے بھی توحید میں قدامہ سے روایت کیا ہے جہم نے اپنے مذہب کا اظہار ترمذ میں کیا تھا وہ کہتا تھا اللہ کے سوا کوئی فاعل نہیں ہے۔ مجازاً بندے کو فاعل کہہ دیتے ہیں بندے کو نہ قدرت موثرہ حاصل ہے نہ کاسبہ یعنی نہ وہ فعل ایجاد کر سکتا ہے نہ فعل کاسبہ کر سکتا ہے بلکہ وہ جمادات کی طرح ہے جو کچھ اس سے صادر ہوتا ہے جیسے جمادات سے اور نہ اس بات کو مانتا تھا کہ ایک شے دو قادروں کی قدرت کا مقدر واقع ہوتی ہے۔ (ایثار الحق)

مطلہ

جہم کو جبر میں اس قدر تشدد ہے کہ ثواب و عقاب کو بھی جبر کہتا ہے اور تکلیف کو بھی جبر

خیال کرتا ہے اس نے اہل اسلام پر بہت سے شکوک ڈالے جس کا اثر ملت اسلامیہ بہت برا ظاہر ہوا اور بہت سے آدمیوں نے اس کی متابعت کی فلاسفہ یونان کی طرح اس کے قول کا انجام بھی تعطیل تھا سارے صفات الہی کا سن کر معتزلہ بھی اس نفی صفات میں جہم کے موافق ہیں اور یہ سب معطلہ کہلاتے ہیں اور جہم کہتا تھا کہ اللہ کا اس چیز کے ساتھ وصف کرنا جس کے ساتھ مخلوق موصوف ہوتی ہے جائز نہیں پس اللہ کے لئے کوئی صفت مثلاً عالم یا حی یا مرید وغیرہ ہونے کی اس کے نزدیک ثابت نہ تھی اسمائے حسنیٰ کی حقیقتوں کا منکر تھا کہتا تھا کہ اللہ کا نام ان کے ساتھ مجازاً رکھا گیا ہے یا مقصود ان سے کچھ اور ہے مغائر ان کے یا ان کے معنی نہیں معلوم ہو سکتے اور استوی علی العرش (سورۃ اعراف۔ ۷۔ آیت ۵۴) کا منکر تھا کہتا تھا کہ اللہ ہر مکان میں ہے۔ ابو شکور سالمی نے تمہید میں لکھا ہے کہ اس نے ایک بار حضرت مالک سے سوال کیا کہ جو قرآن میں ہے الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (سورۃ طہ۔ ۲۰۔ آیت ۵) تو اللہ تعالیٰ عرش پر کیوں کر قائم ہے انہوں نے جواب دیا۔ الا استواء غیر مجہول والکیف غیر معقول والایمان بہ واجب و سوال عنہ بد عہ اور اس کے بعد یہ کہا کہ تو مجھے گمراہ معلوم ہوتا ہے دیدار الہی کا بھی قائل نہ تھا اور قبر کے عذاب کو ثواب اور سوال منکر و تکبر اور پل صراط اور حوض کوثر اور ملک الموت کا انکار کرتا تھا اور یہ بھی مثل شیعہ اور معتزلہ کے کرامات اولیا کو باطل کرتا تھا اور معجزات انبیا کو ثابت و صحیح مانتا تھا کہتا تھا اگر کرامات کی تصدیق کی جائے گی تو معجزات کا ابطال لازم آئے گا اور انبیا اور اولیا میں ماہ الامتیاز کچھ نہ رہے گا اور قرآن کو مخلوق بتاتا تھا اور کہتا تھا جنت دوزخ جنتی اور دوزخیوں کے ان میں داخل ہونے اور ان کے جنت و دوزخ سے محلذ و متالم ہو جانے کے بعد فنا ہو جائیں گی اور سوائے ذات باری کے کچھ باقی نہ رہے گا قرآن میں جہاں خلود کا وعدہ کیا گیا ہے وہ حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ مبالغہ و تاکید پر محمول ہے اس کا مذہب یہ ہے کہ ایمان قلب کے ساتھ ہے نہ زبان کے ساتھ اور جس نے اللہ کو پہچان لیا اور زبان سے ایمان کا اقرار نہ کیا تو وہ کافر نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ علم خاموشی سے زوال نہیں پاتا ہے اور کہتا تھا کہ جہاں ایمان ہوتا ہے وہاں کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا مرد مومن گناہوں کی سزا سے ایمن ہے اور جو شخص دل سے ایمان لایا وہ کافر نہ ہوگا بلکہ مومن ہی نہ ہو اس لئے کہ علم و معرفت انکار سے زائل نہیں ہوتے معتزلہ نے استطاعت کی نفی کرنے کی وجہ سے اس کی تکفیر کی ہے اور اہل سنت نے صفات الہی کی

لکرنے اور قرآن کو مخلوق ماننے اور دیدار الہی کا انکار کرنے کی وجہ سے اس کی تکفیر کی ہے اس بات میں متفرد تھا کہ سلطان ظالم پر خروج کرنا جائز ہے اور اس کے نزدیک سب خواہ نصوری ہوں یا تصدیقی نظری ہیں یعنی عقل سے غور اور فکر کے ساتھ حاصل ہوتے اور اس کا قول ہے کہ ایمان نام ہے اللہ کی معرفت کا اور بعض جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے ہیں ان دونوں باتوں کی معرفت کا نام ایمان ہے جہم کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا علم حادث ہے لیکن نہ ایسی صفت سے اس کے ساتھ غیر اللہ موصوف ہوتا ہے اسی طرح کہتا تھا کہ کلام الہی بھی حادث ہے اور اس کا متکلم نہ سمجھنا چاہئے اور کہتا تھا کہ یہ بات جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شے کو قبل کے پیدا ہونے کے جانے اس لئے کہ اگر اس کو پہلے سے علم تھا پھر اس نے پیدا کیا تو اس کا علم بدستور باقی رہا یا نہ باقی رہا اگر باقی رہا تو وہ جاہل ٹھہرا اس لئے کہ علم اس امر کا یہ عنقریب پیدا ہوگی مغائر ہے اس علم کے کہ یہ چیز پیدا ہو چکی اور اگر باقی نہ رہا تو یہ متغیر لیا اور متغیر مخلوق ہے قدیم نہیں ہے اور جب حادث علم کا ثابت ہوا تو پھر اس بات سے یقین نہیں کہ اس کی ذات میں حادث ہوگا جس سے ذات محل حوادث ہو جائے گی یا ذات ہی میں تو نہیں بلکہ کسی محل میں حادث ہوگا اس صورت میں محل اس کے ساتھ موصوف ہوا باری تعالیٰ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ علم کے لئے محل نہیں ہے کتاب الاوائل میں ہلال عسکری نے لکھا ہے کہ جس نے اول یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کلام نہیں کیا وہ جہم ہے اور یہ قول اس کے خصوصیات میں سے ہے انتہی مگر تحقیق یہ ہے کہ جس نے دین اسلام میں اول یہ کہا کہ اللہ نے کلام نہیں کیا جعد بن درہم ہے اور اسی نے اول یہ بھی کہا تھا کہ قرآن مخلوق ہے جعد کا قول تھا کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے خود کلام نہیں کیا تھا بلکہ کلام اور آواز کو درخت میں پیدا کر دیا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اسی درخت سے وہ کلام سنا تھا اسی طرح جعد یہ بھی کہتا تھا کہ جبریل نے اللہ تعالیٰ سے قرآن نہیں سنا تھا بلکہ جبریل نے لوح محفوظ میں سے پڑھ لیا تھا جب خالد بن عبد اللہ قسری گورنر عراق نے اس کی یہ بات چیت سنی تو پکڑ لیا اور عید الاضحیٰ کے دن خاص اسی بات کی سزا میں ذبح کر ڈالا اول خالد نے ممبر پر چڑھ کر مسلمانوں سے خطبے میں بیان کیا کہ تم قربانی کرو اللہ اسے قبول کرے گا اور میں آج جعد بن درہم کو قربان کرتا ہوں اس لئے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم کو تخلیل نہیں بنایا اور نہ حضرت موسیٰ کے ساتھ کلام کیا خلاف یہ کہہ کر ممبر پر سے اترے اور

بعد کو ذبح کر ڈالا۔ یہ واقعہ تابعین کے زمانے کا ہے ابن تیمیہ نے کتاب العقول والعقل لکھا ہے کہ جہمیہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ سے صائِن ہے یہی حال اس سارے کلاموں کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے درخت میں کلام پیدا کر دیا تھا اسی کو حضرت موسیٰ نے سنا تھا اور ہوا میں کلام پیدا کیا تھا تو اسے جبریلؑ نے سنا تھا اور اللہ کا کوئی ایسا کلام نہیں جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو۔

تفسیر جامع البیان مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی کے آخر میں ایک عربی کتاب لگی ہوئی ہے اس میں بیان کیا ہے کہ جہمیہ اور معتزلہ کے مذاہب میں فرق یہ ہے کہ معتزلہ کہتے ہیں اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے حقیقت میں کلام کیا اور بولا تھا مگر یہ کلام اس طرح کا تھا کہ اس نے کسی غیر چیز میں پیدا کر دیا تھا اس سے حضرت موسیٰؑ نے سن لیا اور وہ غیر چیز یا تو کو درخت تھا یا ہوا یا اور دوسری چیز۔ اللہ کی ذات کے ساتھ کلام قائم نہیں ہو سکتا اسی طرح کوئی دوسری صفت جیسے قدرت مشیت رحمت حیات وغیرہ اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو سکتی ہے اور جہمیہ کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کسی طرح کلام نہیں کیا اور کبھی یہ بات صاف طور پر تو منہ سے نہیں نکالتے کیونکہ اس میں صریح دین اسلام اور دین عیسائی اور یہود سے خلاف لازم آتا ہے بلکہ بظاہر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا مگر ساتھ ہی اتنی تاویل کر دیتے ہیں کہ اللہ نے اسے کلام کو غیر چیز میں پیدا کر دیا تھا اور دلیل اپنے مطلب پر یہ بیان کرتے ہیں کہ کلام حقیقت حروف و آواز ہیں اور یہ دونوں محدث ہیں اور حروف و آواز اسی چیز کے ساتھ قائم ہوتے ہیں جو متخیر ہو اور اللہ تعالیٰ متخیر نہیں پس اللہ کے ساتھ کلام قائم نہیں ہو سکتا۔

اسی کتاب عربی میں ذکر کیا ہے کہ جہمیہ کو اس بات کا جو جواب دیا ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ یہ جواب تین گروہوں نے دئے ہیں۔

(۱) کلابیہ اور اشاعرہ اور ماتریدیہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی حقیقت حروف و آواز نہیں بلکہ وہ تو ایک معنی اور مفہوم ہے جو متکلم کی ذات کے ساتھ قائم ہوتا ہے حروف اور آواز تو اس معنی کے بیان کرنے کے لئے ہیں اور وہ معنی مامور کے اعتبار سے امر ہے اور بہ نسبت منہی عنہ کے نہی ہے اور مجربہ کے اعتبار سے خبر ہے جب کہ اس معنی کو عربی الفاظ میں ادا کیا تو قرآن کہلایا اور عبرانی میں ادا کیا تو توریت نام پایا اور سریانی میں ادا کیا تو انجیل نام ہوا پس کلام ایک ایسی چیز ہے جو اپنی دونوں قسموں میں حقیقتاً مشترک ہے یا ایسے

و کہ کلام خالق پر کلام کا اطلاق مجازی طور پر ہے اور کلام مخلوق پر اس کا اطلاق حقیقتہً ہے یہ رائے متاخرین اصحاب مالک اور شافعی اور احمد اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ کی ہے۔

(۲) اگرچہ کلام کی حقیقت حروف اور آواز ہی ہیں لیکن یہ دونوں چیزیں محدث نہیں یہ مذہب سالیہ کا ہے جو ابوالحسن بن سالم کے اصحاب ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ قرآن مع حروف و آواز کے قدیم ہے اور اللہ اسی کے ساتھ متکلم ہے پہلا گروہ جس طرح کلام نفسی کو قدیم مانتا ہے یہ دوسرا گروہ برخلاف اس کے کلام لفظی کو قدیم کہتا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ بغیر حروف و آواز کے کلام کا ہونا عقلاً ممنوع ہے کوئی معنی امر و نہی اور خیر نہیں ہو سکتا جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ توریت اور انجیل اور قرآن ایک ہی معنی ہے اختلاف صرف عبارات میں ہے جو اس معنی پر دلالت کرتی ہیں یہ اس کی غلطی ہے اس تقدیر پر آیت کرسی (سورۃ بقرہ۔ ۲۔ آیت ۲۵۵) اور (سورۃ اخلاص ۱۱۲) اور (سورۃ لہب ۱۱۱) اور توریت اور انجیل ایک ہی چیز قرار پا جائیں گے اس گروہ نے ابن کلاب کے قول کو تسلیم نہیں کیا ہے یہ گروہ قرآن لفظی کو قدیم بتلاتا ہے اور اس صورت میں حروف اور آواز کی ذاتوں کا قدیم ہونا لازم آتا ہے کہ یہ دونوں اللہ کی ذات کو لازم ہیں اور باوشین و میم وغیرہ ہمیشہ سے موجود ہیں اور موجود رہیں گے کوئی شے ان سے سابق نہیں یہ سب اللہ کی ذات کے ساتھ ازل سے قائم ہیں یہ دوسرا مذہب بعض اصحاب حضرت مالک اور حضرت شافعی اور حضرت احمد اور حضرت ابو حنیفہ کا بتایا ہے۔

(۳) تیسرا گروہ وہ کہتا ہے کہ ہم نے مانا کہ کلام کی حقیقت حروف اور آواز ہیں اور حروف و آواز محدث بھی ہیں مگر ان کے محدث ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ ان کا مخلوق ہونا اور اللہ سے منفصل ہونا واجب ہے تو یہ بات ممنوع ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ وہ قدیم نہیں ہیں تو یہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر ہم ایسے کلام کو جو قدیم نہ ہو محدث بھی نہیں قرار دیتے یہ گروہ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے جو کلام کیا نہ وہ قدیم تھا نہ محدث اس فرقے کی یہ رائے ہے کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ جب چاہتا ہے کلام کرتا ہے اور جب چاہتا ہے نہیں کرتا یہ بات بھی اسی قبیل سے ہے جس طرح اس نے اپنے کلام میں فرمایا ہے۔ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ (سورۃ اعراف۔ ۷۔ آیت ۵۴) یعنی اللہ نے آسمان و زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر قرار پکڑا اور ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ خَائِنَةٌ (سورۃ حم۔ ۴۱۔ آیت ۱۱) پھر چڑھا

آسمان کی طرف اور وہ دھواں تھا اور ان یأتیہم اللہ فی ظللٍ من الغمام والملیکۃ (سورۃ بقرہ۔ ۲۔ آیت ۲۱۰) یعنی ان کے پاس اللہ اور فرشتے ابر کے سائبانوں میں آئیں ایسی باتیں قرآن میں بہت ہیں اور حدیث میں اکثر مقامات پر آیا ہے کہ اللہ جب چاہتا ہے اپنے افعال اور کلام کو جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں واقع کرتا ہے پس جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے وہ اسی کا کلام ہے نہ کسی غیر کا اور مخلوق خالق کے ساتھ قائم ہو نہیں سکتا اور نہ رب مخلوق کا محل سکتا ہے اللہ کی ذات پاک کے ساتھ وہی کلمات اور افعال قائم ہوتے ہیں جن کو وہ چاہتا ہے اور یہ چیزیں مخلوق نہیں ہوتیں مخلوق وہ ہے جو مبائن ہو اور اللہ کا کلام اس سے مبائن نہیں وہ اسی سے موجود ہے اسی کے ساتھ قائم ہے یہ مذہب محدثین اور صوفیہ اور فقہا کا ہے۔

حافظ نے فتح میں کہا ہے کہ جہمیہ کی جو مذمت اہل سنت نے کی ہے تو وہ صرف مذہب جبرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ سلف نے ان کی مذمت پر اس وجہ سے بھی اتفاق کیا ہے کہ صفات الہی کے منکر ہیں یہاں تک کہ کہتے ہیں قرآن اللہ کا کلام نہیں اور وہ مخلوق ہے۔ استاد ابوالمنصور ابوالقاہر بن طاہر تمیمی نے کتاب الفرق بین الفرق میں کہا ہے کہ مبتدعہ کے رئیس چار ہیں ان میں سے ایک جہم ہے جو اللہ کے اوصاف کا منکر تھا اور بندے کو مجبور محض بتاتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ کا علم حادث ہے اور اللہ کو متکلم نہ کہنا چاہئے اور وہ اپنے بندوں سے کلام نہیں کرتا حضرت ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ جہم نے نفی تشبیہ میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ کچھ چیز نہیں بخاری نے عبدالعزیز بن ابی سلمہ کے طریق سے روایت کی ہے کہ جہم کا کلام ایک صفت بے معنی ہے اور ایسا مکان ہے جس کی بنیاد نہیں ابن ابی حاتم نے معتمر بن سلمان کے ذریعہ سے حلاوطفادی سے روایت کی ہے کہ سلم بن احور مازنی کو جو خراسان میں تھا خبر پہنچی کہ جہم اس بات کا منکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تو اسے قتل کر ڈالا اور یہ واقعہ ۱۳۰ ہجری کا ہے اور ابوالقاسم لاکائی کا قول کتاب السنۃ میں یہ ہے کہ جہم ۱۳۲ ہجری میں مارا گیا اور ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ جس وقت مروان بن محمد کے قبضے میں زمام حکومت آگئی اور اس نے اپنی جانب سے عراق کی گورنری پر یزید بن عمر بن ہبیرہ کو مور کیا تو ابن ہبیرہ نے خراسان کی نیابت پر نصر بن سیار کو بحال رکھا نصر نے مروان کی بیعت کی حرث بن شریح کو اس سے خطرہ پیدا ہوا کہ مجھے یزید بن ولید نے امان دی تھی نہ کہ مروان نے ذہن میں یہ آنا تھا کہ نکل کھڑا ہوا

اور اپنے ہوا خواہوں کو مجتمع کر کے ایک لشکر مرتب کر لیا نصر سے تحریک کی کہ شریک جماعت رہو جو کام کیا جائے شورے سے کیا جائے نصر نے منظور نہ کیا تب حرث کے کہنے سے جہم بن صفوان نے کھڑے ہو کر نصر کے عادات و خصائل بیان کر کے لوگوں پر اس امر کو جس کی اس کو دعوت دی گئی ظاہر کر دیا (اور وہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث پر عمل کرو) اس سے عوام الناس پر بہت بڑا اثر پڑا یونانیوں نے جماعت بڑھتی گئی نصر نے حرث کو کہلا بھیجا میں تم کو ماوراء النہر کی حکومت دیے دیتا ہوں ساتھ ہی اس کے تین لاکھ درہم بھی دوں گا حرث نے اس سے انکار کیا ان واقعات کے بعد نصر و حرث نے متفق ہو کے جہم بن صفوان و مقاتل بن حیان کو حکم مقرر کیا ان دونوں نے باتفاق رائے یہ فیصلہ کیا کہ نصر معزول کر دیا جائے اور حکومت خراسان کی بابت شوریٰ ہونا چاہئے اور اہل خراسان جس سے راضی ہوں وہی ان کا امیر مقرر ہو کہ ان میں حکم عدل کے ساتھ کرے مگر نصر نے اس تجویز کو نا منظور کیا حرث نے اس انکار سے مخالفت کی اور اعلان جنگ کر کے لڑائی کی تیاری کر دی مگر شہر مرو پر سالم بن الحور مازنی کے ہاتھ سے شکست پا کر بھاگا یہ سالم نصر کا ایک سردار تھا بعد ازاں نصر نے جدیع بن علی کرمانی کو بلا بھیجا یہ اس وقت آزد و ربیعہ میں موجود اور حرث کا بھی خواہ تھا کرمانی بن علی امن حاصل کر کے نصر کے پاس آیا باتوں باتوں میں نصر کے مصاحبین نے کرمانی سے سخت کلامی کی جس سے اس کو نصر کی طرف سے بدظنی پیدا ہوئی اٹھ کر چل دیا لیکن اس کے ہمراہیوں میں سے جہم بن صفوان کو گرفتار کر کے ان لوگوں نے مار ڈالا اور طبری نے واقعات ۱۲۷ ہجری میں ذکر کیا ہے کہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے نصر بن سیار خراسان کا گورنر تھا حرث بن شریح نے اس پر خروج کیا اور جہم اس وقت حرث کا میرنشی تھا اور جب نصر نے جہم اور مقاتل کے فیصلے کو نا منظور کیا تو حرث اور نصر میں مدت تک لڑائی رہی یہاں تک کہ حرث ۱۲۸ ہجری میں مارا گیا جہم کی نسبت بعض کا قول یہ ہے کہ وہ بھی میدان جنگ میں کام آیا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ پکڑا گیا اور نصر نے سالم بن احور کو حکم دیا کہ اس کی گردن مار دے جہم نے معافی چاہی مگر سالم نے قتل کئے بغیر نہ چھوڑا اور وہ مقام مرو میں قتل کیا گیا اور ابن ابی حاتم نے سعید بن رحمہ کے طریق سے روایت کی ہے کہ جہم ۱۳۰ ہجری میں مارا گیا اور ممکن ہے کہ حرث سے دو برس کے بعد جہم کا قتل واقع ہوا ہو پس کرمانی نے جو یہ کہا ہے کہ ہشام بن عبدالملک کے ایام خلافت میں جہم مارا گیا یہ صحیح نہیں شاید اس کو سہو ہو گیا ہے کہ اس کا ذہن جعد بن درم سے جہم کی طرف منتقل ہو گیا جو ہشام

کے عہد میں خالد قسری امیر عراق کے حکم سے مارا گیا جو یہ کہتا تھا کہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل نہیں بنایا اور نہ حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا یہ مقالہ خاص جعد نے ہی اول منہ سے نکالا ہے جہم نے اس کی تقلید کی ہے اس لئے اس کا نام مقالہ جہمیہ مقرر ہو گیا۔

اور بخاری نے کتاب خلق الافعال میں لکھا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جہم جعد بن درہم کا شاگرد تھا اور جہم کا واقعہ قتل جعد کے واقعہ سے بہت بعد ظہور میں آیا ہے کہ وہ عہد ہشام بن عبد الملک کا نہ تھا شاید کرمانی کو یہ دھوکا اس روایت سے ہوا ہے جو ابن ابی حاتم نے صالح بن احمد بن حنبل کے طریق سے روایت کی ہے انہوں نے کہا ہے میں نے ہشام بن عبد الملک کے دفتر میں نصر بن سیار حاکم خراسان کے نام اس مضمون کا حکم دیکھا ہے کہ ایک آدمی نے جس کا نام جہم ہے تجھ پر شورش کر رکھی ہے اگر تو اس پر فتح یاب ہو تو اس کو قتل کر ڈالنا کرمانی نے اس سے یہ خیال کر لیا ہوگا کہ ہشام کے عہد میں جہم مارا گیا ہے حالانکہ اس حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہشام کے وقت میں مارا گیا ہو اس لئے کہ جہم نصر سے لڑتا رہا ہو اور ہشام کے عہد میں نصر اس پر کامیاب نہ ہوا ہو بعد انتقال ہشام کے جہم کو شکست دے کر اس کو قتل کیا ہو۔

تذکرۃ المذہب وغیرہ میں جہمیہ کے اتنے نام اور فرقے لکھے ہیں۔ معطلیہ۔
مراضیہ۔ مترافیہ۔ وارویہ۔ حرقیہ۔ مخلوقیہ۔ نمیریہ۔ فانیہ۔ زنادقیہ۔ قبریہ۔ واقفیہ۔ لفظیہ۔

معطلیہ

معطلیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق ہیں۔

مراضیہ

مراضیہ کہتے ہیں کہ اللہ کے علم و قدرت اور مشیت مخلوق ہیں۔

واردیہ

واردیہ کہتے ہیں کہ جو دوزخ میں داخل ہوگا پھر وہ اس سے باہر نہ نکلے گا اور مومن دوزخ میں داخل نہ ہوں گے۔

حرقیہ

حرقیہ کہتے ہیں کہ دوزخی جلیں گے مگر نہ اس طرح کہ ان کا اثر باقی نہ رہے۔

مخلوقیہ

مخلوقیہ کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے۔

نمیریہ

نمیریہ کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم حکیم ہیں نہ رسول۔

فانیہ

فانیہ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ فنا ہو جائیں گی۔

زنادقیہ

زنادقیہ کہتے ہیں کہ معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو ہوا تھا نہ جسم کو اور اللہ قیامت میں نظر آ سکتا ہے نہ خواب میں اور یہ قیامت کے منکر ہیں اور عالم کو قدیم جانتے ہیں۔

قبریہ

قبریہ عذاب قبر کے منکر ہیں۔

واقفیہ

واقفیہ کہتے ہیں کہ یہ معلوم نہیں کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔

لفظیہ

لفظیہ کہتے ہیں کہ قرآن قاری کا کلام ہے نہ اللہ کا مہر انور مصنفہ مولوی وکیل احمد سکندر پوری سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم جو قرآن کا تلفظ کرتے ہیں تو یہ لفظ جو ہمارے منہ سے نکلتے ہیں مخلوق ہیں ان کو وہ لوگ جو الفاظ قرآن کو بھی قدیم سمجھتے ہیں مبتدع کہتے تھے اور ان کا نام لفظیہ رکھا تھا چونکہ محمد بن اسماعیل بخاری کا بھی یہی مذہب تھا اسلئے ان کو محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ خالد بن فارس ذہلی لفظیہ کہتے تھے اور ذہلی ایک ایسے جلیل الشان محدث ہیں جنہیں ابن داؤد و امیر المومنین فی الحدیث اور ابو حاتم امام اہل زبان کہتے تھے اور جن سے بخاری ایسی احادیث کی روایت کرتے ہیں جن کو بخاری نے اپنے مشائخ سے نہیں پایا اور سوائے ان کے کسی سے وہ روایت نہیں ملی ذہلی محمد بن اسماعیل بخاری کو مبتدع کہتے تھے اور قابل مجالست نہیں سمجھتے تھے بلکہ ذہلی نے یہ حکم دیا کہ جو شخص بخاری کے پاس جائے اس کو متہم سمجھنا چاہئے اس لئے کہ بخاری کی مجلس میں ایسا ہی شخص حاضر ہوگا جو ان کے مذہب پر ہوگا جب بخاری نیشاپور میں رہنے لگے تو مسلم بن الحجاج بخاری کے پاس زیادہ آتے جاتے تھے جب ذہلی و بخاری میں مسئلہ لفظ میں اختلاف ہوا لوگوں کو منع کیا کہ وہ بخاری کے پاس نہ جائیں چنانچہ لوگوں نے بخاری کے پاس کا جانا چھوڑ دیا مگر مسلم نے نہ مانا اور برابر بخاری کے پاس جاتے تھے ذہلی نے ایک دن کہا کہ جو شخص لفظ کا قائل ہو اسے یہ حلال نہیں کہ ہماری مجلس میں حاضر ہو چونکہ مسلم قائل بہ لفظ تھے وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور چادر عمائے پر ڈال لی اور چلے گئے اور احمد بن سلمہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے تب ذہلی نے یہ کہا یہ شخص میرے شہر میں نہ رہے تو بخاری ڈرے اور انہوں نے سفر اختیار کیا چنانچہ اس قصے کو ذہبی نے سیر اعلام النبلا میں لکھا ہے۔ ذہبی اس میں لکھتے ہیں قال الحاکم ابنا ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب لا حزم سمعت ابن علی المخلدی سمعت محمد بن یحییٰ یقل قد اظهر هذا البخاری قول المقضية و اللفظیة عند شر من الجہمیة یعنی محمد بن یحییٰ کہتے تھے کہ اس بخاری نے لفظ کا قول ظاہر کیا ہے اور میرے نزدیک لفظیہ جہمیہ سے برے ہیں۔

ابن تیمیہ نے اپنی کتاب میں جو خاص اللہ کے کلام کرنے کی بحث میں لکھا ہے یہ چار نام بھی ذکر کئے ہیں۔ خلقیہ اور حدو شیہ اور اتحادیہ اور افترا نیہ۔

جمیہ اتحادیہ

بعض کتابوں میں لکھا ہے جمیہ اتحادیہ جن کو اپنے مذہب میں نہایت غلو ہے اس بات کے مدعی ہیں کہ جو کچھ ہم کو الہام حاصل ہوتا ہے وہ اس چیز سے افضل ہے جو موسیٰؑ کو حاصل ہوئی تھی (مراد اس سے اللہ کا حضرت موسیٰؑ سے کلام کرنا ہے)۔

بکر یہ

یہ بکر بن اخت عبدالواحد کے اصحاب ہیں یہ شخص اس عقیدے میں نظام کے موافق تھا کہ انسان صرف روح ہے اور یہ بھی زعم کرتا تھا کہ اللہ قیامت کے دن ایک ایسی صورت میں دکھائی دے گا جس کو وہ پیدا کرے گا لوگ اسی صورت سے بات چیت کریں گے صاحب کبیرہ منافق ہے دوزخ کے سب سے تلے کے طبقے میں ہوگا اس کا حال کافر کے حال سے بھی بدتر ہے پیاز اور لہسن کے کھانے کو حرام بتاتا تھا وضو کو قرآنی شکل سے واجب کہتا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر نص ہونے کا قائل تھا۔

ضراریہ

یہ ضرار بن عمرو کے اصحاب ہیں یہ متفرد تھا ساتھ کئی مقالات کے کہتا تھا کہ اللہ کی رویت قیامت کے دن ایک اور حاسہ سے ہوگی جو ان حواس خمسہ سے زائد ہوگا اور عبد اللہ ابن مسعود اور ابی بن کعب کے قرأت کا منکر تھا اور کہتا تھا ان کی قرأت کے مصحف وہ قرآن نہیں جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور عامہ مسلمین کے دین میں شک کرتا تھا اور کہتا تھا شاید یہ لوگ کفار ہیں۔ جسم کو اعراض مجتہمہ بتاتا تھا شہرستانی ملل و نحل میں کہتا ہے کہ حفص فرد بھی مسئلہ تعطیل میں ضرار کے موافق ہے کیونکہ دونوں کا قول یہ ہے کہ باری تعالیٰ کو جو عالم اور قادر کہتے ہیں اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ جاہل اور عاجز نہیں اور اس کے واسطے ایسی ماہیت ثابت کرتے ہیں جس کو سوا اس کے کوئی نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قول حضرت ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کی رائے کے مطابق ہے اس کے تابعین نے اس کے قول کی یوں تاویل کی ہے کہ مراد ضرار کی اس قول سے کہ اللہ کے لئے ایک ماہیت ہے اس کی ذات سے

علیحدہ یہ ہے کہ اللہ پر اس کا نفس ظاہر ہے وہ اسے بخوبی جانتا ہے کسی قسم کی دلیل اور خبر کی اس کو ضرورت نہیں ہے اور ہم اس کو دلیل اور خبر سے جانتے ہیں اور بندے کے کام اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں بندہ ان کا سب ہے جائز ہے کہ ایک فعل دو فاعلوں میں مشترک ہو اور اہل سنت کا یہ قول ہے کہ ایک چیز دو قدرت موثرہ کا مقدر نہیں بن سکتی بلکہ دو قدرت کا سبہ بھی ایک مقدر سے متعلق نہیں ہو سکتیں پس زید کو خالد کے کام پر قدرت حاصل نہ ہوگی۔ اور ضرار کہتا تھا کہ جائز ہے کہ اللہ اعراض کو اجسام سے بدل دے اور کہتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف اجماع صحابہ کا حجت ہے پس احکام دین میں خبر احادنا مقبول ہے کہتا تھا کہ اللہ کا پہچانا عقلاً واجب نہیں جب تک رسول نہ آئیں اور حرام و حلال کو نہ بتائیں اس کی معرفت واجب نہیں اس کے نزدیک امامت غیر قرشی کی بھی جائز ہے بلکہ جب قرشی اور گنوار مسلمان جمع ہوں تو گنوار کو اس منصب کے لئے منتخب کرنا چاہئے کیونکہ طرفدار اس کے کم ہوں گے پس کوئی کام شرع کے خلاف کرے گا تو اس کا معزول کرنا آسان ہوگا اگرچہ معتزلہ بھی امامت غیر قرشی کی جائز رکھتے ہیں مگر قرشی پر اس کو تفوق نہیں دیتے۔

موید الافاضل اور تذکرہ المذاهب وغیرہ میں جبریہ کے اتنے نام اور فرقے لکھے ہیں۔ مظریہ۔ افعالیہ۔ مفروغیہ۔ بحاریہ۔ مثنویہ۔ کسلیہ۔ سابقیہ۔ حبیبیہ۔ خوطیہ۔ مکریہ۔ حسبیہ۔

مظریہ

مظریہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک خیر و شر اللہ کی طرف سے ہے بندے کو ان کے صدور میں اختیار نہیں۔

افعالیہ

افعالیہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک بندے سے افعال صادر ہوتے ہیں مگر ان پر بندے کو قدرت نہیں۔

معیہ

معیہ یہ نام ان کا اس لئے ہوا کہ ان کا قول ہے کہ فعل و قدرت دونوں بندے کو حاصل ہیں۔

مفروغیہ

مفروغیہ اس لئے کہلاتے ہیں کہ جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ بغیر اختیار کے ہوتا ہے۔

بحاریہ

بحاریہ یہ کہتے ہیں کہ بندوں کو جو اللہ تعالیٰ سزا دیتا ہے وہ اپنے افعال کی وجہ سے دیتا ہے نہ بندوں کے افعال پر۔

مشمیہ

مشمیہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ جس چیز پر نفس ٹھہر جائے اور اسے اختیار کر لے وہ خیر ہے اور جس کو نفس چھوڑ دے اور مکروہ جانے وہ شر ہے۔

کسلیہ (کسبیہ)

کسلیہ یوں کہلاتے ہیں کہ ان کے نزدیک ثواب و عذاب نیک و بد کام کے سبب سے نہیں حاصل ہوتے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ کسبیہ ہے اور بحر المذاہب میں یوں ہی ہے۔

سابقیہ

سابقیہ یہ نام ان کا اس لئے مقرر ہوا کہ ان کا زعم یہ ہے کہ سعادت و شقاوت بندوں کی تقدیر میں ازل سے مقرر ہو چکی ہیں نہ انہیں طاعت سے نفع پہنچے گا نہ گناہ سے ضرر ہو۔

حیبیہ

حیبیہ ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا قول ہے کہ حیب اپنے حیب کو عذاب نہیں دیتا اور اللہ ہمارا حیب ہے۔

فکریہ

فکریہ اس لئے مشہور ہوئے کہ ان کے نزدیک فکر عبادت سے افضل ہے جس کے جتنے عمل زیادہ ہوتے ہیں اس کی اتنی ہی تکالیف ساقط ہو جاتی ہیں اور خلق پر اس کی احتیاج کا پورا کرنا واجب ہے اور وہ مسلمانوں کے مال میں شریک ہے سو جو اسے منع کرے وہ ظالم ہے۔

خوفیہ

خوفیہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حیب سے حیب کو خوف نہ کرنا چاہئے اور اللہ ہمارا حیب ہے۔

حسبیہ

حسبیہ یہ توریث اور وراثت کے منکر ہیں۔

بطینیہ

انہی جبریہ میں سے ایک فرقہ کا نام بطینیہ ہے یہ اسماعیل بطینی کے تابع ہیں۔

صباحیہ

صباحیہ کو ابو صباح بن معمر کی طرف منسوب ہیں۔

فرقہ قدریہ

قدریہ بفتح دال اور کبھی سکون دال سے بھی استعمال کرتے ہیں کذا فی المرقاة اور یہ قدریہ منسوب ہیں قدر کی طرف کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ بندوں کے تمام افعال میں بندوں کی قدرت جو اللہ کی پیدا کی ہوئی ہوتی ہے موثر ہوتی ہے پس بندہ اپنے افعال کا آپ خالق ہے تضاد و قدر الہی کو اس میں دخل نہیں اور اپنے کاموں میں بندہ محتاج اللہ کا نہیں ہے قدریہ اور جبریہ فرقے دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں کیونکہ یہ عبد کو قادر و مختار کہتے ہیں اور جبریہ بالکل عاجز و مجبور بتاتے ہیں ابوہنتمی نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ قدریہ عام ہے اور معتزلہ خاص ہے اس لئے کہ تمام معتزلہ قدریہ ہیں اور بعض دوسرے فرقے بھی قدریہ ہیں پس کل معتزلہ قدریہ ہوئے اور کل قدریہ معتزلہ نہیں ہوئے پہلی جو بدعت زمانہ صحابہ میں نکلی وہ یہی مذہب قدریہ کا ہے سب سے پہلے جس نے اس مسئلے کو چھیڑا معبد بن خالد جہنی ہے جب بصرے میں اس نے اس مسئلے میں گفتگو شروع کی تو بہت سے اہل بصرہ اس کی رائے پر چلنے لگے معبد نے اس رائے بدعت انگیز کو ایک شخص سے لیا تھا اس کا نام ابو یونس سنویہ تھا اس کو اسواری کہتے تھے جب یہ فتنہ بڑھا تو حجاج نے بہ حکم عبد الملک بن مروان ۸۰ ہجری میں اس کو عذاب دے کر سولی پر چڑھایا یہ خبر جب عبد اللہ بن عمر کو پہنچی اور انہوں نے بات چیت معبد جہنی کی سنی تو قدریہ سے بیزاری ظاہر کی ایک جماعت اس بدعت میں معتقد معبد کی ہو گئی تھی اور ابن سیار نظام اور ہشام بن عمرو فوطی اور اصم کو قدر میں بڑا مبالغہ تھا۔ قاطبی عطا بن یسار بھی معتقد قدر کے تھے وہ اور معبد دونوں حسن بصری کے پاس آتے جاتے اور کہتے کہ یہ لوگ خونریزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال اللہ کی تقدیر پر جاری ہیں حسن نے کہا یہ اعداء اللہ جھوٹے ہیں تنبیہ قدریہ کی منشا اس قول سے کہ بندہ خالق افعال ہے یہ نہیں ہے کہ وہ صفت خالقیت میں اللہ تعالیٰ کی مثل ہے اور جو قوت و استقلال اللہ تعالیٰ کو اس صفت میں حاصل ہے ویسے ہی بندے کو بھی حاصل ہے بلکہ وہ بندے کی خالقیت کو غیر مستقل جانتے ہیں اس لئے کہ یہ اپنے افعال کے پیدا کرنے میں ان اسباب اور آلات کا محتاج ہے جو باری تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں پس بندے کی اور اللہ کی خالقیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے پس جن لوگوں نے یہ کہا کہ قدریہ جو بندے کو خالق اس کے افعال کا جانتے ہیں ان کے مذہب پر بے گنتی اللہ لازم آتے ہیں اسی طرح

جنہوں نے یہ کہا کہ مجوسیوں اور قدریوں میں یہ فرق ہے کہ مجوس خالق شروع و قباہ کو سوائے ذات یزدان کے جانتے ہیں اور اسے شریک الوہیت بتاتے ہیں مگر ایک ہی شریک مانتے ہیں زیادہ کی شراکت کے قائل نہیں اور قدریہ ہر مورضعیف اور کتا اور بلی کو اللہ کا شریک خلق و ایجاد میں جانتے ہے یہ سراسر تعصب ہے چونکہ ہمارے علمائے ماتریدی کو ان کی رائے کے ابطال میں بہت کچھ اصرار تھا اس واسطے بیانات میں بڑا مبالغہ کیا ہے اور ان کی گمراہی کے اثبات میں دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے ہیں اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ قدریہ مجوس سے بھی بدتر ہیں کہ ہر بشر کو خالق اپنے افعال کا جانتے ہیں مجوس تو اللہ کا ایک ہی شریک بتاتے ہیں اور یہ بے تعداد شرک کا ثابت کرتے ہیں لیکن قدریہ کو مشرک کہنا جائز نہیں اس لئے کہ شریک یا الوہیت میں ہوتی ہے یا عبادت میں الوہیت میں اللہ کا شریک مجوس ثابت کرتے ہیں اور عبادت میں بت پرست قدریہ بے چارے تو بندے کو خالق یا مخترع غیر مستقل بتاتے ہیں مگر حدیث میں جو وارد ہے۔ البقدریۃ مجوس ہذہ الامتہ قدری اس امت کے مجوس ہیں اس لئے بعض علماء کہتے ہیں کہ قدریہ کافر ہیں بعد اس کے اختلاف ہے کہ کفر ان کا تاویل ہے یا ارتدادی مگر قول مختار یہ ہے کہ کافر نہیں بلکہ فاسق ہیں کیونکہ یہ بھی قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں پس جو علما ان کو کافر کہتے ہیں وہ تو ان کے حق میں رعایت حقوق اسلام سے منع کرتے ہیں اور جو فاسق کہتے ہیں وہ جائز رکھتے ہیں اور اس حدیث کو زجر و تغلیظ اور ان کے اعتقاد کی برائی بیان کرنے پر حمل کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ قدریہ کو مجوس جو کہا ہے سو مراد اس سے صرف تشبیہ ہے جس میں یہ ضرور نہیں کہ مشبہ سب طرح کی مماثلت اور مشابہت میں مشبہ بہ کا مساوی ہو اور تمام احکام میں دونوں شریک ہوں بلکہ سالی کہتا ہے کہ اس حدیث کا مصداق قدریہ میں سے صرف وہ فرقہ ہے جسے شیطانہ کہتے ہیں اور محمد بن نعمان شیطان الطاق کی طرف منسوب ہے۔

فرقہ مشبہ

شیبانہ

بیان کرتے ہیں کہ جس نے سب سے پہلے تشبیہ کا قول ظاہر کیا وہ شیبان خارجی ہے

جس کے متبعوں کو شیبانیہ کہتے ہیں اس نے مروان بن محمد کے عہد میں خروج کیا تھا اور ۱۳۰ ہجری میں مرگیا اور بعض کہتے ہیں کہ خلیفہ سفاح کے سپہ سالار کے ہاتھ سے شکست پا کر ۱۳۳ ہجری میں والی عمان کے ہاتھ سے مارا گیا اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابو مسلم خراسانی کے ایک افسر کے مقابلے میں کام آیا۔ مشبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ مشابہ ہے اس لئے جناب باری کی تمثیل محدثات کے ساتھ دیتے ہیں اللہ کی صفات کے ثابت کرنے میں ان کو بڑا غلو ہے یہ معتزلہ کی ضد ہیں جو اللہ کے لئے صفات ثابت نہیں کرتے کیونکہ اثبات صفات میں اللہ تعالیٰ کی تشبیہ لازم آتی ہے۔

معطلہ

اور جس نے اللہ کو اس کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی وہ مشرک ہے اسی طرح یہ لوگ اور جو ان کی طرح اللہ کے لئے صفات ثابت نہ کریں وہ معطلہ کہلاتے ہیں اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ تعطیل اور تشبیہ دونوں کی نفی کی جائے تعطیل یہ ہے کہ اس ذات مقدس کے لئے صفات کمال ثابت نہ کریں اور تشبیہ اسے کہتے ہیں کہ اس کے واسطے صفات کمال اس نہج سے ثابت کریں کہ مخلوق کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جائے اور مثال دونوں قسموں کی اس طرح ہے کہ جب کہیں اللہ عالم نہیں ہے یا عالم کا اطلاق اللہ پر نہ کرنا چاہئے یہ تعطیل ہوگی اس لئے کہ صفت علم سے کہ جو صفت کمال ہے اس کو معطل اور معرا کر دیا اور اگر یوں کہیں کہ جس طرح ہم عالم ہیں اللہ بھی عالم ہے یہ تشبیہ ہے اس لئے کہ اللہ کو صفت علم میں مخلوق سے مشابہ کر دیا ہے اور کہیں کہ اللہ کو علم حاصل ہے اس طرح کہ ہمارے علم سے اس کے علم کو کسی طرح مشابہت نہیں یہ صورت علم کے اثبات اور تشبیہ کی نفی ہے اسی طرح سمع اور بصر اور تمام صفات کو خیال کر لینا چاہئے اور توضیح اس کی یہ ہے کہ ہم اشیا کو اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور اس دیکھنے میں ہم کو کمال حاصل ہوتا ہے مگر یہ کمال نقصان سے خالی نہیں اس لئے کہ ہم کو یہ کمال قوت باصرہ اور عضو مخصوص کی اعانت کے بدون حاصل نہیں ہوتا۔ یہی بہت بڑا نقصان ہے کہ ہمارے عجز کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ ہے اس سے کوئی عضو یا جز رکھتا ہو یا کسی چیز کے ادراک میں کسی عضو کی طرف احتیاج پڑے اور ہمارا علم عدم کے بعد حاصل ہوا ہے اور اللہ اس سے منزہ ہے اس کو علم جہل کے بعد حاصل ہوا ہو اور ہم کو کسی شے پر علم جب آتا ہے کہ اس کا مفہوم خاطر نشین ہو جائے اور یہ بھی ہمارے نقصان کی وجہ

سے ہے اور اللہ تعالیٰ حوادث ہونے سے منزہ ہے اور جب چیز غائب ہو جاتی ہے تو ہمارا علم بھی زائل ہو جاتا ہے اور اللہ میں علم کا زوال محال ہے اور ہمارا علم علتوں کا معلول ہے اور اللہ کے علم کے واسطے علت کی ضرورت نہیں حاصل یہ ہے کہ اللہ کے لئے اشیا کا علم اس طرح ثابت کرنا چاہیے جس میں کمال پیدا ہو اور نقصان کے وجوہات جو ہمارے علم میں لازم ہیں ان کی نفی کرنا چاہئے۔ شہرستانی مغل و نحل میں کہتا ہے کہ حضرت مالک بن انس اور حضرت احمد بن حنبل اور داؤد بن علی بن محمد اصفہانی المعروف بہ داؤد ظاہری نے باوجودیکہ متشابہات کو ان کے معانی ظاہری پر حمل کیا اور تاویل کی طرف متوجہ نہ ہوئے لیکن کہا کہ ہم کو یقین ہے کہ اللہ کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے اور نہ کوئی چیز مخلوق میں سے اس کے مشابہ ہو سکتی ہے اور تشبیہ سے احتراز کیا۔ اور داؤد جواری اور نعیم بن حمدان مصری وغیرہ اصحاب حدیث کہتے ہیں کہ اللہ ذی صورت ہے اس کے لئے اعضا ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم اور داؤد ظاہری اور ابن حزم اور شوکانی یہ پانچوں بڑے بھاری مجسمہ ہیں اور اس ملت کے خلفا ہیں کتاب میسر میں حنابلہ کو بھی مجسمہ میں شمار کیا ہے اور مجسمہ کو اہل بدعت قرار دیا ہے یہ یاد رہے کہ بعض آیات و احادیث میں ایسے الفاظ ہیں جن کے ظاہری معانی اللہ تعالیٰ کی جسمیت پر دلالت کرتے ہیں مثلاً۔ الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (سورۃ طہ۔ ۲۰۔ آیت ۵) یعنی وہ بڑے مرتبے والا عرش پر قابض ہوا۔ وَجْہًا رُبُّکَ وَالْمَلٰئِکَةُ صَفًّا صَفًّا (سورۃ فجر ۸۹۔ آیت ۲۲) یعنی جب کہ آئے گا تیرا پروردگار آئیں گے فرشتے صفوں کی صفیں تُم دَنَا فَتَدَلٰی فَاَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَذْنٰی (سورۃ نجم۔ ۵۳۔ آیت ۸ سے ۹) پھر نزدیک ہوا پس اتر آیا پھر رہے گا فرق دو کمان کی برابر یا اس سے بھی نزدیک یذالہ فوق ایدیہم (سورۃ نجم۔ ۲۸۔ آیت ۱۰) یعنی اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے وینقی وجہ ربک (سورۃ رحمن۔ ۵۵۔ آیت ۲۷) یعنی باقی رہے گا منہ تیرے رب کا یوم ینکشف عن ساق (سورۃ قلم۔ ۶۸۔ آیت ۴۲) جس دن کھولی جائے گی پنڈلی اور ابو ہریرہ سے صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے واما النار فلا تمتلے حتی بضع اللہ رجلسہ یعنی دوزخ نہیں بھرنے کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا پاؤں رکھے گا اور ابو ہریرہ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے حضرت محمد نے فرمایا ہے لما قضی اللہ الخلق کتب کتابا فہو عندہ فوق عرشہ جب کہ مقدر کیا اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنا مخلوق کا تو ایک کتاب لکھی پس وہ کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے عرش پر ہے اور ابو ہریرہ

سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ ينزل ربنا تبارك و تعالیٰ كل ليلة الى السماء الدنيا نزول فرماتا ہے رب ہمارا ہر رات میں طرف آسمان دنیا کے اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو امامہ سے روایت کی ہے کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا وعدنی ربی ان يدخل الجنة من امتی سبعین الفا بلا حساب علیہم ولا عذاب مع کل الف سبعون الفا وثلث حشیات من حشیات ربی وعدہ کیا ہے مجھ سے پروردگار میرے نے کہ داخل کرے گا جنت میں میری امت سے ۷۰ ہزار بلا حساب و عذاب کہ ہر ہزار کے ساتھ ستر اور تین لپس میرے رب کے لپوں سے ہوں گے اور عبداللہ بن مسعودؓ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے ان اللہ یمسک السموات يوم القيامة علی اصبع والارض علی اصبع الخ یعنی اللہ تھامے قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمین کی دوسری انگلی پر اور عبداللہ بن عمر سے مسلم نے روایت کی ہے حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے ان قلوب بنی ادم بین اصبعین من اصتباع الرحمن تمام بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہیں اور مسلم نے روایت کی ہے یمین اللہ ملنی یعنی اللہ کا داہنا ہاتھ پھرا ہوا ہے جو اب اس کا یہ ہے کہ یہ کلام ظاہری اور ظنی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا جسمیت سے منزہ ہونا یقینی ہے اور یقینیات کے مقابلے میں ظلیات کا اعتبار نہیں اور یہ بھی مسلمات سے ہے کہ جب کہ دو لیلیں آپس میں مخالف ہوں تو ان پر اس طرح عمل کرنا چاہئے کہ ظواہر کی تاویل کر دینا چاہئے اور اس تاویل کی دو صورتیں ہیں ایک تاویل اجمالی وہ یہ ہے کہ اعتقاد کرے کہ جو کچھ ان سے مراد ہے وہ حق ہے اور ان کی کیفیت کو معلوم کرنے کے درپے نہ ہو اور تفصیل ان کی اللہ تعالیٰ کے تفویض کر دے پس استوی حق تعالیٰ عرش پر اور اسی طرح بدو وجہ و ساق و قدم و اصبع و حشیات وغیرہ کہ قرآن و حدیث اس پر ناطق ہیں خبر متواتر اور اجماع سلف سے ہم کو پہنچانا ہے کہ یہ الفاظ اپنے معانی ظاہری پر محمول ہیں مذہب اسلم یہی ہے اور سلف نے یہی اختیار کیا ہے اور صحابہ کا سارا عصر اسی حالت پر گزرا تھا یہاں تک کہ اکثر متکلمین متاخرین نے دوسری راہ تاویل تفصیلی کی اختیار کی مثلاً مراد استوا سے استیلا اور ید سے قدرت اور وجہ سے ذات ہے اور مراد قدم سے حدیث نار میں قدم بعض مخلوقات الہی کا ہے اور رب کے نزول فرمانے سے مراد یہ ہے کہ حکم اس کا اور رحمت اس کی یا ملائکہ اس کے اترتے ہیں اور حشیات یعنی لپس یا مٹھیاں کنایہ سے کہ کثرت اور مبالغہ سے اور اصبع کنایہ ہے تصرف اور غلبہ قدرت اور عظمت الہی سے اور اصلی معنی مراد

نہیں وہی نے سیر النبلا میں قتیبہ اور علی بن مدینی اور اسحاق بن راہویہ اور مزنی اور ابو حاتم رازی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ اس قسم کے الفاظ کی تاویل نہیں کرتے تھے ظاہری معنی پر حمل کرتے تھے اور بھی ہی نے کتاب العرش میں اسی قسم کے اقوال کے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حق جل شانہ عرش پر ہے بلا کیف صد ہا صحابہ اور تابعین اور فقہاء اور محدثین سے نقل کئے ہیں اور احادیث نبویہ بھی جو اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے پر دلالت کرتی ہیں ذکر کی ہیں اور کتاب فقہ مالکی میں لکھا ہے کہ اللہ کی ذات عرش پر ہے اور اس کا علم ہر مکان میں ہے۔ اور ملا علی قاری کی شرح قصیدہ بدء الامالی اور ابن ہمام حنفی مولف فتح القدر کی مسائرہ اور ابن عبدالعزیز بخاری حنفی کی کتاب کشف الاسرار شرح اصول بزدوی اور ابوشکور حنفی کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب صحابہ وغیر صحابہ و آئمہ وغیر آئمہ حنفیہ وغیر حنفیہ سب کا یہ ہے کہ حق جل شانہ کی فوقیت عشر پر وید ووجہ غیر صفات بلا کیف ہیں اور تاویل کرنا ان سب کی صحیح نہیں تاویل کا منشا صرف اسی قدر ہے کہ جب مجسمہ نے اس قسم کی آیات و احادیث سے مجسم کا خیال کیا تو علمائے ان کے الزام و اسکات کے واسطے تاویل کرنا شروع کیا نہ اس غرض سے کہ یہ معانی ماول مراد ہیں بلکہ اس غرض سے کہ مجسم کا شبہ دفع ہو جائے ورنہ یہ الفاظ سب معانی ظاہرہ پر محمول ہیں اور کیفیات ان سب کی مجہول ہیں اور اس میں مجسم بھی لازم نہیں آتا ہے کیونکہ جب کیفیت مجہول کی گئی اور اس بات کا بھی خیال رہا کہ اللہ کے مثل کوئی شے نہیں ہے اور تنزیہ پورے طور پر کی گئی تو مجسم کسی طرح لازم نہ آئے گا پس مراد آگہی پر ایمان لانا چاہئے اور ان کی تاویلات سے سکوت اولیٰ ہے۔ اور یہ جو اس قول کے رد میں کہا ہے کہ اگر اسی طرح ہو تو قرآن معلوم المعنی نہ رہے (تفسیر عزیزی) اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کے نزول کا فائدہ صرف فہم معانی میں منحصر نہیں کہیں مجرد ایمان ہی مطلوب ہوتا ہے چنانچہ تشابہات میں یہی منظور ہے۔ تاویل الاحادیث میں شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ صفات تشبیہی باری تعالیٰ مثل ہاتھ پاؤں وغیرہ میں صراط مستقیم یہی ہے کہ ان کے ظواہر پر چھوڑا جائے اور ان کی کیفیت وجود سے بحث و تفتیش نہ کی جائے اور مجملاً یہ اعتقاد رکھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے ارادہ کیا ہے وہی حق ہے اور باوجود ظاہر پر چھوڑنے کے یہ نہ کہے کہ یہ ارادہ کیا ہے اور وہ ارادہ نہیں کیا کیونکہ نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسائل کی تحقیق کیفیت میں بحث کی اور نہ ان کے اصحاب نے اور نہ تابعین نے ایسی تدقیقات میں اول معتزلہ مشغول ہوئے کہ انہوں نے فلاسفہ سے جو

اسلام کے مخالف تھے ایسی باتیں چرائیں پھر بعض اہل سنت نے بھی ایسی تدقیقات میں عززلہ کی موافقت کی۔ شرع عمدہ نسبی میں لکھا ہے مشبہ کے نزدیک کسی شے کا وجوب عقل کے ذریعہ سے ثابت نہیں ہوتا پس نہ ایمان باللہ کو عقل واجب کرتی ہے اور نہ عقل سے ایمان کی خوبی اور کفر کا قبح دریافت ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب باتیں شرح سے جانی جاتی ہیں۔ مشبہ کے مختلف فرقے ہیں بعض تو اتنا ہی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ مشابہہ کرتے ہیں اور حادثات کے ساتھ اس کی تمثیل بیان کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مانند اجسام کے ہے اور گوشت اور خون کی مثل ہے اور بعض یہاں تک غلو کرتے ہیں کہ اس کو مخلوق اور حادث بنا دیتے ہیں اس لئے کہ کہتے ہیں وہ جسم ہے اور خون ہے اور گوشت ہے ایسے فرقے مجسمہ کہلاتے ہیں اور ان میں سے سب ہی ایک ہی طریقے پر نہیں ہیں کوئی شیعہ غلاۃ میں داخل ہے کوئی امامیہ ہے کوئی کرامی ہے وغیرہ وغیرہ مگر سب خاص اس بدعت میں مشترک ہیں چنانچہ تھوڑا سا بیان ان کا غلاۃ شیعہ و امامیہ کے فرقہ ہائے ہشامیہ و جولیقیہ و بنانیہ و مغیریہ و میثمیہ و یونسیہ میں ہو چکا ہے اور جو صرف مشبہ ہیں ان کا ذکر یہاں ہوتا ہے۔

مقاتلیہ

یہ ابوالحسن مقاتل بن سلیمان بن بشیر ازدی کی طرف منسوب ہیں شہرستانی نے ملل و نحل میں لکھا ہے کہ سرخیل مشجین صفات الہی میں سے مقاتل بن سلیمان ہیں اور شیعہ و کرامیہ نے انہی کی اتباع کی ہے ان لوگوں نے یہاں تک مبالغہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہہ کر دیا غلیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے اور جثہ ہے انسان کی صورت پر وہ گوشت اور خون اور اعضا سر زبان گردن رکھتا ہے مگر یہ چیزیں اس کی مخلوق میں سے کسی کے مشابہہ نہیں نہ مخلوق میں سے کوئی اس کے مشابہہ ہے یعنی اگر چہ اللہ اسم اعضا کے اطلاق میں اشیا کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے مگر حقیقت میں دونوں باہم مخالف ہیں۔ تاج المکمل میں لکھا ہے کہ مقاتل ۱۵۰ ہجری میں بصرے میں فوت ہوئے تھے اصل ان کی بلخ سے ہے علامہ عصر تھے علما ان کے باب میں مختلف خیالات رکھتے ہیں بعض ان کی روایات کو قابل وثوق سمجھتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کذب ہیں اور ابو حاتم محمد بن حبان بستی نے کہا ہے کہ مقاتل علم قرآن کو یہود و عیسائی سے سیکھا کرتے تھے جو کچھ ان کی کتب

توریت و انجیل کے مطابق ہوتا اخذ کرتے اور یہ مشبہ تھے رب العالمین کو مخلوقات کے مشابہہ کرتے تھے میزان الاعتدال کی جلد ثانی میں ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ جہم نے نفی تشبیہ میں یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی چیز نہیں اور مقاتل نے اثبات صفات الہی میں اتنی افراط کی کہ اللہ کو مثل مخلوق کے بنا دیا۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ مقاتل نے بغداد میں علم حدیث حاصل کیا تفسیر قرآن میں یکتائے عصر تھے ایک تفسیر ان کی مشہور ہے شافعی سے حکایت کی گئی ہے کہ تمام آدمی تین چیزوں میں تین شخصوں کی عیال ہیں مقاتل بن سلیمان کے تفسیر میں اور زہیر بن ابی سلمیٰ کے شعر میں اور حضرت ابوحنیفہ کے کلام میں۔ ابراہیم حربی نے کہا ہے کہ مقاتل دعویٰ کرتے ہیں کہ عرش کے تلے جو کچھ ہے اس کا حال مجھ سے دریافت کرو ایک آدمی نے یہ بات سن کر ان سے سوال کیا کہ جب آدم علیہ السلام نے حج کیا تھا تو کس نے ان کا سر موٹا تھا مقاتل نے کہا کہ یہ بات تمہارے علم سے نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے اس دعوے میں نچا دکھانا چاہا اور سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے وہ دعویٰ کیا تو ایک شخص نے ان سے سے دریافت کیا کہ چیونٹی کو آپ جانتے ہیں بھلا فرمائیے تو اس کی آنتیں حصہ مقدم میں ہوتی ہیں یا موخر میں مقاتل اس سوال سے متحیر ہو کر رہ گئے۔ سفیان کہتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ یہ ان کو اس تعلیٰ کی اللہ نے سزا دی ہے اور مقاتل کا میلان ارجا کی طرف بھی تھا ان کا قول ہے کہ قیامت کے دن اللہ دوزخ کے اوپر ایک راستہ بچھائے گا اور مومن گناہگاروں کو اس پر سے گزرنے کا حکم ہوگا پس ان کو دوزخ کی آنج اور حرارت بمقدار گناہ کے پہنچے گی اور اس الم میں ان کا عذاب پورا کر لیا جائے گا پھر جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

حشویہ

یہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ جسم ہے کہ طول و عرض و عمق اور گوشت و خون رکھتا ہے اس کے اعضا بھی ہیں مگر یہ سب چیزیں اس کی مخلوق سے مغائر ہیں اور کعسی نے بعض حشویہ سے حکایت کی ہے کہ ان کا زعم یہ ہے کہ اللہ کا دیدار دنیا میں ہو جانا بھی جائز ہے اور کہتے ہیں کہ عرش اللہ کے چاروں طرف سے چار چار انگل زیادہ اور بڑھا ہوا ہے۔ (منہاج السنۃ جلد اول)۔ ان کے نزدیک سوا بنی امیہ کے کوئی اور امام نہیں اور رسول اللہ میں سے کسی کو امام نہیں مانتے۔ اسمائے الہی کے ان کے نزدیک تین مراتب ہیں اسمائے ذات

عے صفات اور اسمائے افعال۔

شہرستانی نے مل و نحل میں حشویہ کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ اشعری نے محمد بن عیسیٰ کی حکایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ معمر اور ہمیش اور محمد بن عیسیٰ کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ کے بتوں کو اس کے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کرنا اور اللہ کو چھونا جائز ہے اور اللہ کے دوستانہ وقت دنیا و آخرت میں اسے گلے ملتے ہیں اور ان کو یہ مرتبہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ انسان بہت سی ریاضات کر کے حد اخلاص و اتحاد تک پہنچ جاتا ہے۔ اور داؤد جو ارباب اللہ کی حکایت کی ہے وہ کہا کرتا تھا کہ مجھے اللہ کی داڑھی اور شرمگاہ کے سوال سے تو معاف ہو کیونکہ خبر میں یہ دو چیزیں ثابت نہیں ہوئیں باقی اور سب چیزوں سے سوال کرو اور کہا کہ اللہ تعالیٰ جسم اور گوشت اور خون ہے اس کے لئے اعضا ہیں اس کی ہاتھ پاؤں سر زبان دو ہتھکڑیاں دو کان رکھتا ہے مگر اس کی یہ چیزیں ایسی نہیں جیسی مخلوقات کی ہوتی ہیں اللہ کی اور اللہ کی یہ چیزیں باہم مشابہ نہیں اور داؤد کا یہ بھی عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سر سے سینے تک کھوکھل ہے باقی ٹھوس ہے اس کے بال سیاہ اور سیدھے ہیں اور اس کے بال کھونگے یا لے بھی ہیں اور جو کچھ قرآن و حدیث سے ثبوت کوڑ پہنچتا ہے مثلاً ہاتھ منہ پہلو آنا یا ناقوت وغیرہ یہ سب الفاظ اپنے معانی ظاہری پر جاری ہیں یعنی جب ان کو اجسام پر طلاق کرتے ہیں اور جو کچھ مفہوم ہوتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کے حق میں بھی مراد ہے اور اس قسم کی باتیں اللہ تعالیٰ کے لئے بہت کچھ ثابت کی گئیں اور احادیث میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے لگا کر ان کو پیغمبر کی طرف منسوب کیا تھا اور یہ تمام باتیں یہود کے ہاں سے لی گئیں اس لئے کہ اللہ کے لئے تشبیہ ان ہی میں بہت ہے۔

حشویہ کے نزدیک انبیاء معصوم نہیں ان سے عمداً گناہ کبریٰ کا صدور ممکن ہے اور بہت سے دلائل اس بات پر ظاہر کرتے ہیں چنانچہ بعض دلائل ان کے یہ ہیں۔

(اول): حضرت آدم کی نسبت قرآن میں دارو ہے وَعَطَىٰ آدَمُ رَبُّهُ (سورۃ طہ۔ ۲۰۔ آیت۔ ۱۲۱) یعنی آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ (۲) فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (سورۃ بقرہ۔ ۲۔ آیت۔ ۳۷) پھر آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں سیکھ لیں پس اللہ نے اس کی توبہ قبول کی اور ظاہر ہے کہ توبہ گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (۳) آدَمُ کی زبانی قرآن میں آیا ہے رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (سورۃ اعراف۔ ۷۔ آیت۔ ۲۳) یعنی اے پروردگار ہم نے ظلم کیا اگر

تو ہمارے گناہ نہ بخشے گا تو ہم زیاںوں میں سے ہو جائیں گے۔ ظلم سے مراد گناہ ہے اور یہ جو آدمؑ نے کہا کہ اگر تو نہ بخشے گا تو ہم زیاںوں میں سے ہوں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گناہ کبیرہ تھا۔ (۴) قرآن میں ہے فَازْلُتْهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجُهُمَا مِمَّا كَانَ فِيهِ (سورۃ بقرہ ۲- آیت ۳۶) یعنی آدمؑ وحواءؑ کو شیطان نے لغزش دی اور ان کو وہاں کے آرام سے نکال دیا لغزش دینے سے جنت سے نکالا جانا صاف دلالت کرتا ہے کہ آدمؑ علیہ السلام سے گناہ کبیرہ صادر ہوا۔ (۵) آدمؑ وحواءؑ کے حق میں اللہ فرماتا ہے فَلَمَّا اتَّهَمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا اتَّهَمَا (سورۃ اعراف ۷- آیت ۱۹۰) یعنی جب ان کو صحیح و سالم لڑکا دیا تو اللہ کے لئے شریک اس چیز میں مقرر کرنے لگے کہ ان کو دیا تھا اور شرک اکبر الکبائر ہے۔

(دوم)۔ حضرت ابراہیمؑ کے حق میں قرآن میں وارد ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاكَوْكَبًا قَالَ هَذَا رَبِّي (سورۃ انعام ۶- آیت ۷۶) جب ڈھک لیا اس کو رات نے ایک سیارے کو دیکھا کہا یہ میرا پروردگار ہے پس اگر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے سچے اعتقاد سے سیارے کو پروردگار کہا تو شرک کیا اور اگر سچے اعتقاد سے نہیں کہا تو جھوٹ بولا۔ (۲) قرآن میں ہے اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى (سورۃ بقرہ ۲- آیت ۲۶۰) یعنی جس وقت حضرت ابراہیمؑ نے کہا اے رب میرے تو مجھ کو دکھا کہ کیوں کر تو مردوں کو زندہ کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کو شک تھا کہ اللہ تعالیٰ کو مردے کے زندہ کرنے کی قدرت ہے یا نہیں اور یہ شک ہی کفر ہے۔

(سوم)۔ حضرت موسیٰؑ نے ایک بنی اسرائیل کی حمایت میں ایک قبیلے کے مکا مارا جس کے صدے سے وہ مر گیا اور قبیلے کا مار ڈالنا محض ناحق تھا اور اس کو امر اتفاتی نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ حضرت موسیٰؑ نے اس کے مرجانے کے بعد خود کہا هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهُ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (سورۃ قصص ۲۸- آیت ۱۵) یہ حرکت شیطان کی ہوئی تحقیق وہ دشمن گمراہ کرنے والا ہے پس قتل عمد تھا کہ محض خصومت کی راہ سے وقوع میں آیا چونکہ اسی واسطے حضرت موسیٰؑ نے پروردگار کے آگے استغفار کیا۔ (۲) سورۃ اعراف میں ہے لَمَّا رَجَعَ مُوسٰى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اِمِيْنًا قَالَ بِسْمٰحٍ خَلَفْتُمُوْنِىْ مِنْ بَعْدِىْ اَعَجَلْتُمْ اَمْرًا بَكْمُ وَالْقٰى اَلَا لَوْ اَخٰ وَاَخَذَ بِرَاسِىْ اَحْبِبِهٖ يَخْرُوْهُ اِلَيْهِ (سورۃ اعراف ۷- آیت ۱۵۰) یعنی جب موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف لوٹ کر آیا غصے سے افسوس کرتا

ہوا بھائی کو کہا کیا بری نیابت کی تم نے میری بعد میرے تم نے کیوں جلدی کی اپنے رب کے حکم سے اور تختیاں ڈال دیں اور بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا ظاہر ہے حضرت ہارون بھائی موسیٰ پیغمبر تھے اب یہاں دو صورتیں ہیں کہ یا موسیٰ نے کسی گناہ کی پاداش میں ان کو یہ نصیحت کی یا ناحق ان کو ستایا اگر پہلی صورت صحیح ہے تو ہارون کا گناہ لازم آتا ہے اور دوسری صورت کی صحت میں موسیٰ گنہگار ٹھہرتے ہیں اور بہر صورت نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انبیاء سے صدور معصیت جائز ہے۔

(چہارم): حضرت داؤد اپنے کوٹھے پر کھڑے تھے کہ ایک عورت پر نظر جا پڑی وہ نہایت خوبصورت تھی پسند آگئی حضرت داؤد نے اس کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ عورت اوریا کی منکوحہ یا منگیترا ہے اور اوریا یا ان دنوں حضرت داؤد کے بھانجے ثواب نامی کے ہمراہ بلقا کی طرف قلعہ کے محاصرے میں مشغول تھا حضرت داؤد نے اپنے بھانجے کو کہلا بھیجا کہ اوریا کو تابوت سیکنہ دے کر اعدائے دین سے لڑنے کو بھیجے اور اس زمانے میں حال یہ تھا کہ جو کوئی تابوت سیکنہ لے کر لڑائی میں جاتا تھا اتنا لڑتا تھا کہ فتح یاب ہوتا تھا یا مارا جاتا تھا چنانچہ اوریا بھی ایک لڑائی میں مارا گیا حضرت داؤد نے اس عورت سے نکاح کر لیا اور حضرت داؤد کے نکاح میں ۹۹ عورتیں پہلے سے تھیں اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے ان کے پاس بھیجے ان میں سے ایک نے دوسرے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اِنَّ هٰذَا اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيْ نَعْجَةٍ وَّ اِحْلٰةٌ فَقَالَ اَكْفُلِيْنٰلَهَا وَ عَجْرٰنِيْ فِى الْخِطَابِ (سورۃ ص ۳۸۔ آیت ۲۳) یعنی یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے بھیڑیں موجود ہیں اور میرے پاس ایک بھیڑ ہے مجھ سے کہتا ہے کہ وہ ایک بھیڑ بھی مجھ کو دے دے تاکہ سو پوری ہو جائیں اور مجھ سے سختی کے ساتھ کلام کرتا ہے سو یہ فتویٰ اس رمز کا تھا کہ جن انبیاء سے ایسے فعل وقوع میں آئے کہ کسی عورت شوہر دار کے خاوند کو قتل کرا کر اس کی بیوی نکاح میں لائے تو اوروں سے کیا بعید ہوگا۔

(پنجم): حضرت سلیمان کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذْ عَرِضَ عَلَيْهِ بِالْعِشِي الصُّبْحٰنُ الْجِبَادُ (سورۃ ص ۳۸۔ آیت ۳۱) جس وقت کہ پیش کئے گئے سلیمان کے سامنے تیسرے پہر کو عمدہ عمدہ گھوڑے حضرت سلیمان کے سامنے یہ گھوڑے پچھلے دن میں پیش ہوئے تھے بعد نماز عصر وہ ان کے دیکھنے میں مصروف ہوئے آخر دن میں ورد پڑھا کرتے تھے وہ فوت ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ اس تماشے کی وجہ سے عصر کی نماز قضا

ہوگئی اور آفتاب غروب ہو گیا اور وہ نماز ان پر فرض تھی فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (سورۃ ص - ۳۸ - آیت - ۳۲) حضرت سلیمان نے کہا تحقیق میں نے مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے دوست رکھا یہاں تک کہ سورج اوٹ میں چھپ گیا خلاصہ کلام یہ ہے کہ گھوڑوں کی دل لگی میں نماز فوت کر دینا اور یاد الہی سے غافل ہو جانا گناہ ہے۔

(۲) اللہ فرماتا ہے وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي (سورۃ ص - ۳۸ - آیت ۳۲) یعنی ہم نے حضرت سلیمان کو جانچا اور ہم نے اس کے تخت پر ایک بدن ڈال دیا پھر اس نے رجوع کیا حق کی طرف بولا اے میرے رب معاف کر مجھ کو کیفیت اس واقعہ کی یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک بت پرست کافر کی بیٹی سے نکاح کیا تھا اس کا باپ ان کے لشکر کے ہاتھ سے مارا گیا تھا وہ لڑکی رات دن اپنے باپ کے غم میں روتی رہتی تھی حضرت سلیمان نے اس کے کہنے سے ایک مجسمہ اس کے باپ کا تیار کر دیا تاکہ اس کو دیکھ کر اپنے دل کو تسلی کرتی رہے لڑکی اپنی موروثی عادت کے موافق اس کی پرستش کرنے لگی چالیس دن کے بعد حضرت سلیمان کو صورت واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس بت کو توڑا اور اس لڑکی پر خفا ہوئے اور خلوت خانے میں بیٹھ کر استغفار میں مشغول ہوئے جب استنجے کو جاتے تو انگوٹھی ایک خادمہ کو سپرد کر جاتے اس میں اسم اعظم لکھا تھا ایک جن اس خادمہ کو بہکا کر انگوٹھی لے گیا اپنی صورت حضرت سلیمان کی سی بنالی جب ان کو یہ حال معلوم ہوا تو اس کے خوف سے نکل گئے جب ان کا قصور اللہ نے معاف کیا تو چھ مہینے کے بعد شراب کے نشے میں وہ انگوٹھی اس جن کے ہاتھ سے دریا میں گر پڑی پھلی نکل گئی وہ شکار ہوئی اس کے پیٹ میں سے وہ انگوٹھی نکلی اور حضرت سلیمان کو ملی وہ لے کر اپنے تخت سلطنت پر پھر آئے پس جسد ملتقی عبارت اس جن سے ہے۔

(ششم): حضرت یونس نے بادشاہ ملک نینوا و موصل کو نصیحت کی جب اس نے نہ مانا تو اس سے کہا کہ اگر میری بات پر ایمان نہ لائے گا تو تجھ پر چالیس دن میں عذاب الہی نازل ہوگا اور جناب الہی میں عرض کی کہ میرے اس وعدے کو پورا کرو ورنہ میں خفا ہوں گا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے عذاب کا وعدہ دینے میں جلدی کیوں کی اب صبر کرنا چاہئے ایمان ان کا مقدر ہے راہ راست پر آجائیں گے حضرت یونس اس بات سے بہت مطمئن

ہوئے اور ایک مہینے کے بعد مع قبائل اس شہر سے نکلے راستے میں دریا میں گرائے گئے مچھلی ان کو نکل گئی وہاں استغفار کیا سو باہر آئے اسی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وَذَا النُّونِ اِذْ ذُكِرَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (سورۃ الانبیاء۔ ۲۱۔ آیت۔ ۸۷) یعنی یونس نے جب خفا ہو کر چلا گیا اور سمجھا ہم اس کو نہ پکڑ سکیں گے حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت یونس نے ایک تو بے حکم الہی ان لوگوں سے عذاب آنے کا دن مقرر کر دیا دوسرے غضب کی حالت میں وہاں سے کہیں چل دئے اور غضب گناہ ہے تیسرے گمان کیا کہ اللہ قادر نہیں ہے اور قدرت الہی میں شک کرنا کفر ہے۔

گزامیہ

یہ فرقہ ابو عبد اللہ محمد بن کرام بن حراق بن خرابہ بھستانی کی طرف منسوب ہے لفظ کرام میں کاف مفتوح اور رائے مہملہ مشدود ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کاف کے کسرے اور رائے مہملہ کی تخفیف سے ہے۔ یہ شخص بعد سنہ دو سو ہجری کے گزرا ہے کم علم تھا ہر ایک مذہب سے اس نے تھوڑے بہت مسائل رطب و یابس لے لئے تھے اور ان کو لکھ کر اپنی کتاب میں لکھ کر رواج اس کا ممالک اغنام و عرجمہ و غور و علاقہ خراسان میں دیا تھا اس لئے اس کا نام ہو گیا اور ایک مذہب ٹھہر گیا سلطان محمود بن سبکتگین اس کے مذہب کے ناصر و مددگار تھے ان کی طرف سے اہل حدیث و شیعہ پر آفت رہی محمد بن کرام نے اثبات صفات میں یہاں تک غلو کیا کہ نوبت تجسیم و تشبیہ کی پہنچی حج سے پھر کر شام میں آیا زغرہ میں بمابہ صفر ۲۵۵ ہجری مر کر بیت المقدس میں مدفون ہوا وہاں سے اس کے قریب بیس ہزار سے زیادہ تھے ان شہروں میں ان کے سوا اور بہت لوگ تھے جن کا شمار نہیں ہو سکتا ہے اور کرامیہ کئی گروہ ہیں ایک عابدیہ دوسرے اسحاقیہ تیسرے ثونیہ چوتھے زریہ پانچویں واحدیہ چھٹے ہیسیمیہ وغیرہ لیکن یہ سب ایک ہی فرقہ گنا جاتا ہے اس لئے کہ بعض ان کے تکفیر بعض کی نہیں کرتے یہ سب کے سب مجسمہ ہیں اتنی بات ہے کہ ان میں بعض کا قول یہ ہے کہ اللہ قائم بنفسہ ہے اور بعض اس کو اجزائے ممتلفہ کہتے ہیں اور اس کے لئے جہات و نہایات بتاتے ہیں ان کے اعتقاد میں اللہ جسم ہے اور اس کی حد و نہایت ہے اسفل کی طرف اور اس کا ملاقات کرنا اجسام ماتحت سے جائز ہے اور وہ عرش پر ہے اور عرش جانب بالا سے اس کا تماس ہے اور جائز ہے یہ بات کہ اللہ تعالیٰ حرکت اور نزول کرے اور ان میں باہم اس امر میں اختلاف ہے

کہ اللہ تعالیٰ تمام عرش پر ہے یا عرش کے بعض حصے پر متاخرین کرامیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں بلکہ عرش کے محاذی ہے اوپر کی جانب سے پھر ان میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس میں اور عرض میں متناہی دوری ہے اور محمد بن ہبصم کہتا ہے کہ متناہی دوری ہے اور وہ عالم کے مبائن ہے یہ شخص تحیز و محاذات کی نفی کرتا ہے فوقیت و مبانیہ کو ثابت کرتا ہے جو کرامیہ باری تعالیٰ کو فوق کی جہت میں کہتے ہیں نہایت کی بابت ان میں اختلاف ہے بعض نہایت کو جہات ستہ میں ثابت کرتے ہیں بعض جہت تحت میں اور جو نہایت کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ عظیم ہے ان میں سے بعض عظمت کے یہ معنی کہتے ہیں کہ وہ باوجود وحدت کے جمیع اجزائے عرش پر ہے عرش اس کے نیچے ہے بعض کہتے ہیں کہ عظمت کے یہ معنی ہیں کہ وہ جمیع اجزائے عرش سے ملا ہوا ہے اور کرامیہ کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ محل حوادث ہے یعنی قول و ارادہ اور اکات و مریات و مسوعات کا محل ہے اور یہ سب حادث ہیں اور جو حادث اس کی ذات میں حلول کئے ہوئے ہوتے ہیں انہیں پر قدرت رکھتا ہے اور جو اس میں حلول کئے ہوئے نہیں بلکہ اس کی ذات سے الگ ہیں ان پر اس کو قدرت نہیں اور کرامیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حادث اس وقت قائم ہوتا ہے جب کہ اللہ کو مخلوق کے ایجاد کرنے میں اس کی احتیاج پڑے پھر کرامیہ کے فرقوں میں باہم اختلاف ہے بعض کی یہ رائے ہے کہ جس حادث کی اللہ تعالیٰ کو احتیاج ہوتی ہے وہ ارادہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ قول کن ہے (کہ امر ہے بمعنی ہو) پس جب ضرورت ہوتی ہے تو قدرت الہی اس قول کو یا ارادے کو ذات الہی میں پیدا کر دیتی ہے اور وہ قدرت قدیم ہے پھر باقی مخلوقات اس ارادے یا قول کن کے ذریعہ سے ظہور میں آتی ہے کہ امیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو حادث اللہ کی ذات سے قائم ہوتا ہے اس کا نام حادث ہے اور جو اس کی ذات سے قائم نہیں ہو سکتا اسے محدث کہا کرتے ہیں حادث نہیں کہتے کرامیہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفات و افعال توقیفی ہیں اور ان کا قول ہے کہ حسن و قبح اللہ کی طرف سے حکم کا موجب ہوتا ہے کیونکہ اللہ ہی حاکم ہے پس اگر فرض کر لیا جائے کہ رسول نہ آتے اور شرع نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ افعال ایجاد کرتا تو افعال اسی طرح واجب ہوتے جس طرح شریعت حقہ میں اب واجب ہوئے ہیں اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اگر اللہ کسی کو اپنے بندوں میں ایسا جانتا کہ وہ ایمان نہ لائے گا تو اس کا پیدا کرنا ہی عبث ہوتا اور اس کا نبوت اور رسالت دو صفتیں ہیں جو نبی کی ذات کے ساتھ قائم ہوتی ہیں اور اس کی

ذات سے مخصوص ہوتی ہیں مگر وحی اور کار تبلیغ اور معجزہ اور عصمت اس کی ذات کے ساتھ مختص نہیں دوسرے لوگ بھی ان سے متصف ہو سکتے ہیں اور جس کسی میں یہ اوصاف موجود ہوں وہ رسول ہے خواہ اس کو رسول بنا کر بھیجا ہو یا نہ بھیجا ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایسے ہی آدمی کا رسول بنانا واجب ہے اور جس میں ایسے اوصاف نہ ہوں اس کا رسول بنانا جائز نہیں خلاصہ یہ ہے کہ کرامیہ کے نزدیک بہت سے آدمی رسول ہیں اس وجہ سے کہ ان میں رسالت کی صفات موجود ہیں مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف واسطے ہدایت اور دعوت کے بھیجا نہیں ہے اس لئے وہ نبی نہیں۔ نبی وہی رسول ہیں جن کو خاص اس کام کے واسطے مبعوث کیا ہے جس رسول کو اللہ نبی بنا کر بھیجتا ہے اسے ان کی اصطلاح میں مرسل کہتے ہیں اور جسے نہیں بھیجتا وہ رسول تو ہے مگر مرسل نہیں اور اللہ کو کسی مرسل یعنی کسی نبی کا انبیا میں سے معزول کرنا جائز ہے مگر رسول معزول نہیں ہو سکتا اور ان کے نزدیک انبیا سے ہر ایسے گناہ کا سرزد ہونا جائز ہے جو حد واجب کرتا ہو اور اس سے عدالت کی جاتی رہے اور اللہ پر واجب ہے کہ لگاتار رسول بھیجتا رہے اور نبی جب تک معجزہ نہ دکھائے حجت نہیں ہو سکتا اور انبیا سے کفر کا صادر ہونا جائز ہے اور دو امام کا ایک وقت میں ہونا جائز ہے حضرت علیؑ و معاویہ دونوں کو وقت واحد میں امام بتاتے ہیں مگر اتنی بات کہتے ہیں حضرت علیؑ سنت پر تھے اور معاویہ خلاف سنت پر مگر فرمانبرداری ان کی بھی رعیت پر واجب تھی ہدایہ فی اصول الدین میں لکھا ہے کہ کرامیہ کے نزدیک دو اماموں کا ایک جگہ میں ہونا بھی جائز ہے بعض کرامیہ کا یہ زعم تھا کہ اللہ کے دو علم ہیں ایک علم سے وہ سارے معلومات کو جانتا ہے اور دوسرے علم سے علم اول کو پہچانتا ہے اور کرامیہ کے نزدیک ایمان وہ اقرار ہے جو اللہ تعالیٰ نے ازل میں اپنی مخلوق سے لیا تھا جب کہ فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ سورۃ اعراف۔ ۷۔ آیت۔ ۱۷۲۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا ہاں یعنی ہاں تو ہمارا رب ہے یہ قول یعنی ہاں کا کہنا ایمان ہے اور یہ ایمان یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار سب آدمیوں میں مساویانہ موجود ہے مگر مرتدین میں نہیں۔ ان کے نزدیک منافق کا ایمان باوجود اس کے کہ اس کے ساتھ کفر بھی موجود ہے نبی کے ایمان کے برابر ہے اس وجہ سے کہ اس ایمان یعنی اقرار ازلی میں سب برابر ہیں اور کلمہ شہادت رڈٹ کے وقت مرتد کے واسطے ایمان ہے اور دن کے واسطے ایمان نہیں غیر مرتد کے واسطے وہ اقرار ازلی ایمان ہے حاصل کلام یہ ہے کہ ان کے نزدیک ایمان کی حقیقت صرف اقرار زبانی ہے اور اقرار کی دو صورتیں ہیں غیر مرتدین کا

خواہ وہ مومن ہوں یا کافر وہی اقرار ازلی ایمان ہے اور مرتدین کا ایمان قول مفرد ہے یعنی کلمہ شہادت کا زبان سے کہنا تعریفات شیخ ابونصر کی وغیرہ میں لکھا ہے کہ بعض علمائے کرامیہ کی رائے یہ ہے کہ تعذیب و تنعیم بلا زندہ کرنے میت کے واقع ہوگی۔ ابن کرام فقہ میں کئی مسائل کے ساتھ متفرد ہے کہتا تھا کہ مسافر عوض نماز خوف کے دو تکبیریں کہنا کفایت کرتا ہے اور ایسے کپڑے میں جو بالکل نجاست میں ڈوبا ہوا ہو نماز کو جائز بتاتا تھا اور یہ اعتقاد کرتا تھا کہ نماز روزہ زکوٰۃ حج اور ساری عبادات بغیر نیت کے صحیح ہوتی ہیں فقط نیت اسلام کی کفایت کرتی ہے ہاں نیت نوافل میں واجب ہوتی ہے اور نماز سے باہر آنا کھانے پینے یا جماع کے ساتھ عمداً جائز ہے پھر اس پر باقی نماز کو بنا کر سکتا ہے تاریخ ابوالفدا میں حالات ۵۹۵ ہجری میں مذکور ہے کہ حضرت فخر الدین رازی غیاث الدین سلطان غور کے پاس گئے تو اس نے بہت تعظیم و تکریم کی اور ایک مدرسہ ہرات میں ان کے لئے تیار کر دیا کرامیہ ہرات میں کثرت سے تھے ان پر یہ بات شاق گزری اور غور یہ عموماً اسی مذہب پر تھے امام فخر الدین شافعی تھے اور کرامیہ کے مذہب پر مناقضہ بھی کرتے رہتے تھے علمائے کرامیہ و حنفیہ و شافعیہ نے جمع ہو کر سلطان سے عرض کیا کہ امام سے ہمارا مناظرہ کرادینا چاہئے سلطان کے حکم سے مجلس مناظرہ منعقد ہوئی سلطان اس مجلس میں تشریف لایا قاضی عبدالجید بن عمر المعروف بابن القدرہ نے جو کرامیہ ہیصمیہ کے طریقے پر تھا امام سے بحث کی جب سلطان اٹھ گیا تو امام نے قاضی کو بہت کچھ ملامت کی کرامیہ کو قاضی نے اشتعال طبع دلا کے عذر کی صورت پیدا کر دی سلطان نے ان کو سمجھا کر شورش دفع کی اور امام کو وہاں سے رخصت کر دیا۔

منہالیہ

یہ منہال بن میمون کے تابع ہیں۔

فرقہ اول سالمیہ

یہ ابوالحسن بن سالم کی طرف منسوب ہیں یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کی حقیقت حروف اور آواز ہیں لیکن یہ چیزیں محدث نہیں ہیں ان کے نزدیک قرآن مع حروف اور آواز کے قدیم ہے اور اللہ اسی کے ساتھ متکلم ہے پس یہ کلام لفظی کو قدیم مانتے ہیں کیوں کہ بغیر

حروف اور آواز کے کلام کا ہونا عقلاً ممنوع ہے کوئی معنی امر و نہی اور خبر نہیں ہو سکتا غیبتہ الطالین میں لکھا ہے کہ ابن سالم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں امت محمد کے ایک آدمی کی صورت میں نظر آئے گا اور وہ قیامت میں انس و جن اور ملائکہ اور حیوانات سب خلق پر ظاہر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا ایک بھید ہے کہ اگر وہ اسے ظاہر کر دیں تو بیر عالم میں خلل آجائے اور انبیاء کے لیے ایک راز ہے اگر وہ اسے ظاہر کر دیں تو ان کی نبوت باطل ہو جائے اسی طرح علما کے لئے ایک بھید ہے کہ وہ اگر اسے ظاہر کر دیں تو ان کا علم جاتا رہے اور اللہ کو قیامت میں کفار دیکھیں گے اور وہ ان سے حساب لے گا اور ان سے ابلیس نے حضرت آدم کو دوسری مرتبہ سجدہ کر لیا تھا اور شیطان جنت میں کبھی داخل ہونے نہیں پایا اور جبریل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے حالانکہ اپنی جگہ سے دور نہیں ہوتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تو ان کے نفس کو اس سے تعجب پیدا ہوا اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے موسیٰ تجھ کو تیرے نفس نے تعجب میں ڈالا نظر اٹھا کر آگے کو دیکھ موسیٰ نے دیکھا تو ان کو سو کوہ طور نظر آئے کہ ہر ایک پر ایک موسیٰ تھا اور اللہ تعالیٰ بندوں سے طاعات چاہتا ہے گناہ نہیں چاہتا اور اللہ نے ان کے گناہوں کو ان کے ساتھ چاہا ہے ان سے نہیں چاہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قبل حصول نبوت و نزول جبریل علیہ السلام سے قرآن حفظ کیا کرتے تھے اور جب کوئی قاری قرآن کو پڑھتا ہے تو اللہ قرآن کو اس کی زبان سے ادا کرتا ہے جو لوگ قرآن کسی زبان سے سنتے ہیں تو وہ درحقیقت اللہ سے سنتے ہیں اور اللہ ہر مکان میں ہے عرش اور ماسوائے عرش میں کوئی اختیار نہیں۔

فرقہ دوم واحدیہ

ان کو محمودیان بھی کہتے ہیں اس فرقے کا پیشوا محمود ہے محمود اپنی ذات کو شخص واحد کہتا تھا اور مہدی موعود جانتا تھا اور اس کا یہ دعویٰ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین منسوخ ہو گیا اب یہ محمود کا دین ہے۔

رسید نوبت رندان عاقبت محمود گذشت آنکہ عرب طعنہ بر عجم سے زد

گیلان کے علاقے میں ایک گاؤں ہے مسجون محمود وہاں کا رہنے والا تھا سنہ چھ سو ہجری میں اس نے ظہور کیا تھا کہتا تھا کہ جب جسد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامل ہوا تھا تو میں پیدا ہوا قرآن میں ہے۔ عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُودًا (سورۃ بنی

اسرائیل۔ ۱۷۔ آیت ۷۹) یعنی جلدی بھیجے گا تجھ کو پروردگار تیرا مقام محمود میں اس سے یہی مراد ہے تو صیح اس بیان کی یہ ہے کہ عناصر میں قوت پیدا ہوتی ہے تو اس کو صورت معدنی حاصل ہوتی ہے پھر استعداد اس کی اور ترقی کرتی ہے تو صورت بنائی اس پر فائز ہوتی ہے پھر قوت میں اور ترقی آتی ہے تو صورت حیوانی اس کو ملتی ہے پھر ان عناصر کی قوت اس سے بھی اور زیادہ ترقی کرتی ہے تو صورت انسانی پاتی ہے ان عناصر نے جن کو صورت انسانی حاصل ہو چکی تھی ایسی ترقی کی کہ اس سے انسان کامل ظہور میں آیا اسی طرح جسد انسانی کے اجزا حضرت آدم کے وقت سے ترقی میں تھے یہاں تک کہ رتبہ محمدی اس کو عطا ہوا اور جب یہ اجزا بالکل کمال کو پہنچ گئے تو محمود ظہور میں آیا اور یہ کہ حضرت سرور عالم نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا انا علی من نور واحد یعنی علی اور میں دونوں ایک نور سے ہیں ولحمک لحمی و جسدک جسمی یعنی علی کا گوشت میرا گوشت ہے اور علی کا جسم میرا جسم ہے یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ تمام انبیاء و اولیاء کے اجزائے اجساد کی صفوت و قوت مل گئی تو اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علیؑ کا جسم تیار ہوا پھر ان دونوں بزرگوں کے جسد کے اجزا جمع ہوئے تو ان سے جسد محمود بنا خاک کو نقطہ کہتا تھا اور تمام عناصر اس کے نزدیک خاک سے پیدا ہوئے ہیں اور نقطہ خاک ہی واجب اور مبدء اول ہے محمود کہتا ہے کہ سورج آگ ہے اور چاند پانی ہے اور آسمان ہوا ہے اور تناخ کا قائل ہے اس طور پر کہ جب ذی روح مرتا ہے اور مٹی میں مل جاتا ہے تو اس کے بدن کے اجزا جمادات یا نباتات کی صورت میں ظہور کرتے ہیں اور وہ نباتات انسان یا جانور کی غذا ہو کر پھر وہی انسان یا حیوان پیدا ہوتا ہے اور نفس ناطقہ مجرد کے وجود کا قائل نہیں اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کی جگہ اس نے استعین بنفسک الذی لا الہ الا هو مقرر کیا تھا محمود کی بہت سی تصنیفیں ہیں اس کا اعتقاد تھا کہ آدم اور عالم کے دورے ۶۴ ہزار سال میں تمام ہوں گے اور اپنے معتقدوں پر اس بات کی تاکید رکھتا تھا کہ ہمیشہ پارسائی اور درویشی کے ساتھ رہنا چاہئے یہ کہتا تھا کہ جب کوئی شخص بالکل تعلقات کو چھوڑ دے اور کسی چیز کی طرف رغبت نہ رکھے صرف اس قدر غذا کی ضرورت رکھے جو انفاس کے باقی رکھنے کے لیے کافی ہو تو ایسا شخص ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے اور یہ واحد ہو جاتا ہے اور اللہ کے مرتبے کو پہنچ جاتا ہے اگر کسی امین کو عورت کی خواہش ہو تو چاہے کہ عمر میں ایک بار اس سے صحبت کر لے اور اگر زیادہ خواہش ہو تو سال میں دو بار ایسا کر لے اور اگر اتنا صبر نہ کر سکے تو چالیس دن کے بعد صحبت کیا کرے اور اہتا یہ ہے کہ ہفتے میں ایک بار ایسا کر لیا

کرے اور کہتا تھا کہ جب کوئی جسم انسانی سے حیوانی میں اور جسم حیوانی سے نباتی میں اور نباتی سے جمادی میں یا برعکس اس کے تناخ کرتا ہے تو اس کے اگلے جنم کی باتیں دوسرے جنم میں پہچان لی جاتی ہیں اور قاعدہ اس شناخت کا یہ ہے کہ اس پچھلے جسم میں اس کے عادات ہوتے ہیں ان سے اگلے جسم کے عادات معلوم ہو جاتے ہیں اور واحد یہ کی اصطلاح میں ایسی شناخت رکھنے والے آدمی کو محسی کہتے ہیں اور اسی بنیاد پر انہوں نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی مجلس میں آئے اور اس شخص کو منہ سے اول جس چیز کا موالید مٹلاش میں سے نام نکلے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس پیدائش سے پہلے وہ وہی چیز تھا جس کا نام اس کے منہ سے نکلا واحد یہ کہتے ہیں کہ جو فریب پیشہ حاجی عبائے کربلائی کہ ایک قسم کا دھاری دار کپڑا ہے پہنے پھرتے ہیں اور مکرو فریب سے کام لیتے ہیں جب یہ مریں گے تو آئندہ جنم میں اگر جسم حیوانی میں انتقال کیا تو گلہری بنائے جائیں گے اور اگر جسم نباتی میں انتقال کیا تو دھاریوں دار تر بوز ہوں گے اور اگر پتھر کے جسم میں انتقال کیا تو سنگ سلیمانی بنائے جائیں گے محسی ان باتوں سے خوب واقفیت رکھتا ہے اور کرم شب تاب یعنی جگنو مشعلچی ہے کہ بتدریج نزول کر کے اس جسم میں آ گیا ہے اور کتا اگلی پیدائش میں ترک قزلباش تھا اور اس کی ٹیڑھی دم تلوار ہے جس کی یہ صورت ہو گئی ہے اور لوہے کا کمال کو پہنچ جانا یہ ہے کہ اس سے کوئی نبی یا ولی مارا جائے اور ان کا قول یہ ہے کہ پیدائش اول میں حضرت حسینؑ حضرت موسیٰؑ تھے اور یزید فرعون تھا اس پیدائش میں حضرت موسیٰ نے فرعون کو دریائے نیل میں ڈبو دیا تھا اس پیدائش میں حضرت موسیٰؑ حضرت حسینؑ ہوئے اور فرعون یزید بنا اور یزید نے حضرت حسینؑ کو فرات کا پانی نہ دیا اور انہیں ہلاک کیا اور کہتے ہیں کہ جو کوئی حیوانات و نباتات و جمادات میں سے جو اب سیاہ ہیں وہ پہلے سیاہ رو آدمی تھے اور جو اب سفید ہیں وہ گورے آدمی تھے اور یہ تمام فرقہ سورج کی تعظیم کرتا تھا اور اسے قبلہ جانتا تھا اور ان کے یہاں ایک دعا رائج تھی کہ سورج کی طرف منہ کر کے پڑھتے تھے اس فرقے کے خواص اور ممتاز آدمی امین کے لقب سے پکارے جاتے ہیں درویش صفا اور درویش بقائے واحد اور درویش اسماعیل اور مرزانتقی اور شیخ لطف اللہ اور شیخ شہاب اور تراب اور کمال اس فرقے کے امین تھے بلکہ جتنے علما اور اولیا محمود کے عہد میں تھے یا جنہوں نے اس کے بعد ظہور کیا ہے سب کو واحد یہ محمود کا قبیح قرار دیتے ہیں ایک واحدی کا قول ہے کہ خواجہ حافظ شیرازی کا بھی یہی مذہب تھا اور چونکہ محمود زیادہ تر ساحل رودارس پر رہتا تھا۔

ارس شہر تہریز (آذربائیجان) میں مشہور ندی ہے اس لئے خواجہ نے اپنے اس شعر میں فرمایا ہے۔

اے صبا گر بگوری برسائل رود ارس

بوسہ زن برخاک آن وادی و مشکیں کن نفس

واحدیہ فرقے کے آوی تمام ایران میں پھیل گئے تھے مگر اپنے مذہب کو کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے اس لئے کہ شاہ عباس بن شاہ خدا بندہ صفوی نے ان میں سے ہزار ہا آدمیوں کو مروا ڈالا تھا واحدیہ کہتے ہیں کہ شاہ عباس نے بھی تراب اور کمال سے یہ مذہب حاصل کر لیا تھا مگر پھر دنیا داری اور شہرت کی غرض سے ان کو مروا ڈالا اور بعض واحدیہ یہ کہتے ہیں کہ شاہ عباس امین کامل تھا پس جس کو اس مذہب میں کامل نہ پاتا اسے مروا ڈالتا اور ان کی اصطلاح میں دینہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جنہوں نے اپنی دنیا سے دین محمود میں ترقی نہیں کی ہے واحدیہ کہتے ہیں کہ یہ بھی دینہ نے عداوت کی وجہ سے مشہور کر دیا ہے کہ محمود نے اپنے آپ کو تیزاب میں ڈال دیا تھا یہ بات بالکل غلط ہے محمود نے تمام قرآن کی اپنی رائے کے موافق تاویل کر کے اپنے مذہب پر آیات سے استدلال کیا تھا شاہ حمزہ صاحب نے فصل الکلام میں لکھا ہے کہ محمودیوں کا کلمہ یہ ہے لا الہ الا المرکب المبین مراد ان کی مرکب المبین سے آدی ہے۔

فرقہ سوم روشنیاں

یہ فرقہ بایزید بن عبداللہ کی طرف منسوب ہے یہ شخص غالباً ۹۳۱ ہجری میں ابراہیم خان افغان لودھی کے عہد میں شہر جالندھر صوبہ پنجاب میں پیدا ہوا تھا بایزید سراج الدین انصاری کی ساتویں پشت میں ہے۔ حیات افغانی میں لکھا ہے کہ او ستر ایک قوم ہے پٹھانوں کی بایزید اس میں سے تھا اس کی ماں کا نام بنین بنت محمد امین تھا بایزید کو طفلی سے تحقیق کا شوق تھا اور ہمدردی اس کے خمیر میں پڑی ہوئی تھی اگر اپنی زراعت کو رکھانے جاتا تو دوسرے کا شکاروں کی زراعت کو بھی رکھاتا اور اکثر دریافت کیا کرتا کہ زمین و آسمان موجود ہیں مگر اللہ کہاں ہے بلوغ کے پہنچنے پر اپنا مرزو بوم چھوڑ کر اپنی ماں کے ساتھ اپنے باپ عبداللہ کے پاس کالی کرم واقع کوہ ہائے روہ کو چلا گیا حیات افغانی میں اخوان درویشہ کی کتاب سے نقل کیا ہے کہ جب بایزید کو کچھ زر نقد ہاتھ لگا تو گھوڑوں کی تجارت کے لئے

سمرقند کو گیا اور وہاں سے دو گھوڑے خرید کر کے ہندوستان میں آیا اور کالنجر میں پہنچ کر ملا سلیمان کالنجری کی صحبت میں رہا ملائے مذکور سے مسئلہ تناخ سنا تو بایزید کا عقیدہ تناخی ہو گیا اور جب کہ کالنجر سے پلٹ کر کالی کرم میں آیا تو اپنے عقیدہ تناخی سے مذہبی فساد شروع کیا عبداللہ کو بیٹے کی یہ بات ناگوار گزری یہاں تک کہ فرزند کو چھری سے مجروح کیا بعد اس کے بایزید کالی کرم سے ننگر ہار کو چلا گیا اور مہندروں کے ملک سلطان احمد کے گھر رہنے لگا ننگر ہار کے علمائے سب کو اس کی بات قبول کرنے سے روک دیا اس لئے کسی نے اس کی متابعت نہ کی اس وجہ سے بایزید یہاں بھی نہ ٹھہرا پشاور پہنچ کر رہا حیلون میں مقیم ہوا ان لوگوں میں علم کم تھا اکثر اس کی پیروی کرنے لگے بایزید نے اپنی شہرت پیری و پیشوائی کے طریق میں کر کے عوام الناس سے کہہ دیا کہ بارگاہ الہی کی طرف بجز پیر کامل کے رسائی نہیں میں تم کو رہنمائی اور ہدایت کروں گا اس طرح اس نے بہت سے لوگ اپنے گرد جمع کر لئے اور شہوت پرستوں کے مطیع و منقاد اور خوش کرنے کے لئے عورت و مرد غیر محرم کو یکجا رہنے دکھانے پینے کی اجازت دے دی بایزید جو کچھ کہتا مرید وہی کرتے قوم خلیل کا بہت سا حصہ اس کا مرید ہو گیا پھر محمد زئی ہشت نگر میں گیا اور وہاں بھی اسی طرح کہا افغانوں میں جو زیادہ جاہل تھے وہ اس کے زیادہ معتقد تھے ہشت نگر میں اس کی پیری کو بہت رونق ہو گئی عالموں سے مباحثہ کرنے کا ارادہ کیا اخوندریوزہ نے اس سے مباحثہ کیا اور اس میں بایزید مغلوب ہو گیا مگر اس کے مرید ایسے طاقتور تھے کہ اخوندریوزہ کی کوئی نصیحت اس پر نہ چل سکی بایزید نے اپنا لقب پیر روشن رکھا اس نے مریدوں پر ظاہر کیا کہ غیب سے مجھ کو آواز ہوئی ہے کہ تم کو سب آدمی میاں روشن کہا کریں اور تم کو حیات جاودانی عطا کی گئی مگر یہ لقب اس کے مریدوں ہی میں رہا دوسرے لوگوں نے پیر تاریک مشہور کر دیا محسن خان صوبہ دار کابل جو اکبر بادشاہ کی طرف سے حکمران تھا وہ اس کا حال سن کر ہشت نگر آیا اور گرفتار کر کے کابل کو لے گیا مدت تک وہاں قید میں رہا پھر رہا ہو کر ہشت نگر واپس آیا اور اپنے تمام اصحاب کو جمع کر کے طوطی کے پہاڑوں میں گھس گیا پھر وہاں سے تیراہ کو آیا آفریدی اور درکنزی فرقہ بھی اس کا مرید ہو گیا اس طاقتوری کے بعد اس نے بر ملا اکبر بادشاہ سے بغاوت کر کے لوگوں کو عام بلوے کی اس طرح ترغیب دی کہ وعظ میں بیان کرنا شروع کیا کہ مغل ظلم پیشہ ہیں انہوں نے افغانوں پر بہت زیادہ ظلم ڈھائے ہیں ان کی اطاعت ترک کرنا چاہیے اس شہرت سے اکثر سرحدی قومیں بادشاہ سے باغی ہو گئیں اور اس

کے وعظ سے بڑا فساد پھیل گیا بادشاہی فوج جو اس کی سرکوبی کو آئی تھی خود ہی سرکوب ہو کر پیچھے ہٹ گئی اس آسان فتح سے اس کے ہمراہیوں کو زیادہ تقویت ہو گئی تیراہ کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ ظاہر میں بایزید کے مطیع تھے مگر باطن میں سلطنت مغلیہ کے خیر خواہ تھے بایزید بھی یہ بات خوب جانے ہوئے تھا اس لئے اس نے ایسے لوگوں سے اس ملک کو اس طرح پاک کیا کہ بعضوں کو قتل کر دیا اور بعضوں کو ملک سے خارج کیا اور اس کے اصحاب و مریدین نے تیراہ پر بخوبی قبضہ کر لیا اور اورکزئیوں کی مضبوط جماعت کے ساتھ ننگر ہار پر بھی قبضہ کر لیا اور بہت سے گاؤں بھی لوٹ لاٹ کر برباد کر دئے محسن خان صوبہ دار کابل جلال آباد سے تیاری کر کے بایزید پر چڑھ گیا اور شب خون مارا بھاری لڑائی کے بعد بایزید کے ساتھیوں نے پوری شکست پائی بعض مارے گئے بعض دشوار گزار پہاڑوں پر چڑھ گئے اور بایزید ہشت نگر کو چلا گیا۔ یہ تو بایزید کے دنیوی کارنامے تھے اب اس کے عقائد اور اعمال کی باتیں سنو بایزید ابتدا سے ریاضت شاقہ کرنے لگا تھا اہل علم و ادب کی بہت خاطر کرتا تھا ایک عامی آدمی تھا مگر قرآن کا مطلب خوب بیان کرتا تھا اور حقائق و معارف ذکر کرنا مرزا محمد حلیم خلف ہمان بادشاہ صوبہ دار کابل کے دربار میں خروج سے قبل اس کا مناظرہ علما کے ساتھ کرایا گیا اس کی تقریر علما کے بیانات پر غالب آئی۔ پھر اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہتا تھا کہ مجھ کو الہام ہوتا ہے جبریل میرے پاس رب العالمین کی طرف سے پیغام لاتے ہیں بلکہ اس کا یہ دعویٰ تھا کہ میں علانیہ اللہ کو دیکھتا ہوں اور بغیر توسط جبریل کے بالمشافہ اس سے بات چیت کرتا ہوں اور کہتا تھا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو انبیا کی نماز پڑھا کر یہ نماز چھوڑ دے اور انبیا کی نماز معبود کی صفت ہے اور زیادہ تر ذکر خفی کیا کرتا تھا بایزید کہتا تھا کہ مسلمانوں کا اٹھد ان لا الہ الا اللہ کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ یہ اللہ سے واقف نہیں اور جس نے اللہ کو نہیں دیکھا وہ اسے کیا جانے پس ایسے آدمی کی گواہی کذب ہے مولانا زکریا نے ایک بار اس سے یہ کہا کہ تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ میں دلوں کی خبر رکھتا ہوں بھلا بتاؤ تو میرے دل میں کیا ہے اگر تم یہ بتا دو گے تو میں تمہارا معتقد ہو جاؤں گا میاں روشن بایزید نے کہا کہ تم میں دل کب ہے اگر تم میں دل ہوتا تو بے شک میں اس کی خبر دیتا مولانا زکریا نے کہا اول مجھ کو قتل کرنا چاہئے اگر میرے بدن میں سے دل نکلا تو بایزید کو مار ڈالنا چاہئے اور اگر دل نہ نکلے تو بایزید سے کوئی تعرض نہیں بایزید نے کہا کہ یہ دل جس کو تم دل سمجھ رہے ہو یہ تو کتے بکری اور گائے میں بھی ہوتا ہے اس گوشت کے ٹکڑے سے دل مراد نہیں دل اور

ی چیز ہے اس میں عرش و کرسی دونوں کی سمائی ہے پھر مولانا زکریا کہنے لگے کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ مجھے قبروں کے حالات معلوم ہیں مردے مجھ سے کلام کرتے ہیں ہم تمہارے ساتھ قبرستان کو چلتے ہیں دیکھیں تو مردے تم سے کس طرح باتیں کرتے ہیں بایزید نے کہا کہ اگر تم میں ان کی آواز سننے کی قابلیت ہوتی تو میں تم کو گبر کیوں کہتا۔ بایزید سے جو عقیدت نہ رکھتا اسے کافر و گمراہ جانتا اور جو اس کو نہ پہچانتا اور وحدت وجود کے طریقے پر نہ ہوتا اس کے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھاتا بایزید بہت سے قول عربی زبان میں بیان کرتا اور انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا۔ بایزید کا قول ہے کہ زبان سے کلمہ شہادت کہنا اور اس کی تصدیق کرنا شریعت کا فعل ہے اور تسبیح و تہلیل اور مدام زبان کے ساتھ ذکر کرنا اور دل کو دوسو سے سے بری رکھنا طریقت کا فعل ہے اور رمضان کے روزے رکھنا اور کھانا پینا چھوڑنا عورتوں کے ساتھ مجامعت کو ترک کرنا شریعت کا فعل ہے اور روزہ نفل رکھنا رزق کم کھانا اور بدی سے باطن کو پاک رکھنا طریقت کا فعل ہے مال کی زکوٰۃ اور عشر دینا شریعت کا فعل ہے اور فقیر و محتاج اور روزہ دار کو کھانا دینا عاجز کی دستگیری کرنا طریقت کا فعل ہے کعبہ کا طواف کرنا لڑائی اور گناہ سے حرم میں پچنا شریعت کا فعل ہے اور دل کا طواف کرنا اور نفس کے ساتھ لڑائی کرنا اور فرشتوں کی سی طاعت کرنا طریقت کا فعل ہے۔ ہمیشہ حق تعالیٰ کی یاد میں رہنا اور ماسوی اللہ کا پردہ دل سے مٹانا اور دوست کے جمال کا نظارہ کرنا حقیقت کا فعل ہے ذات حق کو چشم دل کے ساتھ دیکھنا اور نور عقل کے ذریعہ سے اس کو ہر جگہ معلوم کرنا اور کسی مخلوق کو ایذا نہ پہنچانا معرفت کا فعل ہے اور حق کو پہچاننا اور تسبیح کی آواز کو سننا اور اس کو سمجھنا قربت کا فعل ہے اور اپنے وجود کو ترک کرنا اور تمام کام اللہ کے وجود سے سمجھنا اور فضولیات سے بچنا اور وصال کو سمجھنا وصال کا فعل ہے اور اپنی ذات کو حق مطلق میں فانی کرنا اور باقی مطلق ہو جانا اور واحد کے ساتھ موحد ہونا اور شر سے پرہیز کرنا توحید کا فعل ہے اور مسکن اور ساکن ہونا اور حق مطلق کی صفت اختیار کرنا اور اپنے وصف کو چھوڑ دینا سکونت کا فعل ہے اور سکونت سے بالاتر کوئی مقام قربت اور وصال اور وحدت اور سکونت یہ اصطلاحیں خاص اس کی تراشی ہوئی ہیں وہ ان مراتب کو شریعت اور طریقت اور معرفت سے اعلیٰ جانتا تھا اور آدمیوں پر ریاضت کرنے کی تاکید کرتا تھا۔ نماز بھی پڑھتا تھا مگر قبلے کے تعین کا مقید نہ تھا جدھر چاہتا پڑھ لیتا اور اس بات پر اس آیت کے ساتھ استقلال کرتا تھا فَايِنَّمَا تُوَلُّوْا فَنَّم وَجْهَ اللّٰهِ (سورۃ بقرہ- ۲- آیت ۱۱۵) یعنی

جدھر کو تم منہ کرو وہاں ہی اللہ متوجہ ہے کہتا کہ پانی کے ساتھ غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہوا لگنے سے بدن پاک ہو جاتا ہے کیونکہ چاروں عنصر پاک کرنے والے ہیں اس کا قول تھا کہ جو کوئی اللہ کو اور اپنی ذات کو نہ پہچانتا ہو تو وہ آدمی نہیں پس اگر ایسا آدمی شریر ہے تو وہ بھیڑیے اور شیر اور سانپ بچھو کے حکم میں ہے اس کا مار ڈالنا واجب ہے اور اگر نیک اور نماز گزار ہے تو وہ گائے بکری کے حکم میں ہے اس کا مار ڈالنا جائز ہے اسی لئے اس نے اپنے متبعوں کو حکم دے دیا تھا کہ ایسے آدمیوں پر جہاں قابو پاؤ مار ڈالو اور دلیل اس پر یہ آیت لاتا تھا اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا (سورۃ فرقان۔ ۲۵۔ آیت ۴۴) یعنی وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔ اور کہتا تھا کہ جو کوئی خود شناس نہیں زندگی جاوید سے بے خبر ہے وہ مردہ ہے ایسے شخص کے مال کے وارث بھی ایسے شخص نہیں ہو سکتے جو خود بھی مردہ ہیں بلکہ اس کی میراث زندہ کو پہنچتی ہے اس لئے نادان کے مار ڈالنے کا بھی حکم دے دیا تھا اگر ہندو کو خود شناس پاتا تو مسلمان خود نا شناس پر اس کو ترجیح دیتا برسوں تک اس نے اور اس کے بیٹوں نے راستوں میں لوگوں کو لوٹا ڈاکہ زنی کی اور مسلمانوں وغیرہ سے مال چھینا ایسے مال میں سے خمس نکال کر بیت المال میں جمع کرتا جب حاجت ہوتی تو اہل استحقاق کو ایسے مال میں سے دیتا وہ اور اس کے تمام بیٹے زنا اور فسق و فجور سے محرز رہتے تھے موجدوں اور خود شناسوں کے مال سے بچتے اور ان پر ظلم نہ کرتے تھے بایزید کہتا تھا کہ اللہ نا شناسوں کے قتل کے لئے میں منجانب اللہ مامور ہوں تین بار حق تعالیٰ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ ان لوگوں کو قتل کر مگر میں نے ہتھیار نہ اٹھائے جب مکر یہی حکم ہوا تو مجبور ہو کہ جہاد کو مستعد اس کی تصنیف سے بہت سی کتابیں ہیں عربی، فارسی، ہندی اور پشتو میں۔ مقصود المؤمنین ایک کتاب اس کی عربی میں ہے اور اس کی ایک کتاب کا نام خیر البیان ہے جس کو چار زبانوں میں لکھا ہے عربی فارسی ہندی اور پشتو۔ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ خیر البیان کی ساری باتیں وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے کہی ہیں اسی وجہ سے روشنیان اس کو صحیفہ الہی اعتقاد کرتے ہیں اور حال نامہ اس کی ایک کتاب ہے جس میں اس نے اپنی سوانح عمری لکھی ہے۔ افغانستان کے پہاڑوں میں ایک مقام ہے بختہ پور وہاں پہاڑی پر بایزید کی قبر ہے۔ اس کے پانچ بیٹے تھے۔ شیخ عمر۔ کمال الدین۔ خیر الدین۔ جلال الدین۔ اور نور الدین اور ایک بیٹی تھی جس کا نام کمال خاتون تھا بایزید کے بعد یہ شیخ عمر باپ کا جانشین ہوا پیر روشن کے جتنے اصحاب تھے وہ اس کے پاس جمع

وگئے کچھ دنوں کے بعد شیخ عمر کا اور یوسف زئیوں کا بگاڑ ہو گیا یوسف زئیوں کے پیشوا خوند درویزہ تھے یوسف زئیوں نے جمع ہو کر دریائے سندھ کے کنارے اپنے مخالفوں پر حملہ کیا اس لڑائی میں شیخ عمر اور اس کے اکثر ساتھی کام آئے ان میں سے دو ساتھیوں کو یوسف زئیوں نے آگ میں بھی جلا دیا اور اس معرکہ میں شیخ عمر کا بھائی خیر الدین مارا گیا اور الدین میدان جنگ سے نکل کر بھاگ گیا مگر ہشت نگر کے گوجروں نے اس کا بھی کام تمام کر دیا اور جلال الدین یوسف زئیوں کے ہاتھ آ کر قید ہوا اکبر بادشاہ نے اسکو مع تمام متعلقین کے یوسف زئیوں سے لے کر رہا کر دیا اور تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ جلالہ چودہ برس کی عمر میں اکبر کے دربار میں آیا تھا کچھ دنوں کے بعد بھاگ کر تیراہ کے پہاڑوں میں گھس کر رہزنی جاری کر دی قافلوں کو لوٹنے لگا راجہ مان سنگھ اور اس کی مدد کو دوسرے افسران شاہی پہاڑوں میں جلال الدین سے لڑنے کو ۹۹۴ ہجری میں گئے مگر وہ مغلوب نہ ہو سکا اسے اکبر بادشاہ جلالہ کہا کرتا تھا کابل اور پشاور کا راستہ اس وقت کبھی محفوظ نہ رہا کمال الدین اس کا بھائی پکڑا گیا اور اکبر نے دم واپس تک اس کو قید رکھا چند لڑائیوں کے بعد جب راجہ مان سنگھ نے زیادہ تعاقب کیا تو جلالہ غزنی کی طرف بھاگ گیا اور وہاں قوم ہزارہ کے ہاتھ سے قتل ہوا اس کا سراکبر کے حضور میں بھیجا گیا اکبر نامے کی جلد سوم میں حالات ۳۲، ۳۳ جلوس اکبری کے ضمن میں اس معرکہ کو ذکر کیا ہے جب جلالہ مارا گیا تو اعداد بن شیخ عمر بن بایزید کو خلافت ملی یہ بھی اپنے اسلاف کے طریقے کا بڑا پابند تھا جو کچھ مال جہاد میں ہاتھ لگتا اسے بانٹ دیتا اور خمس بیت المال میں جمع کرتا اور پھر ضرورت کے وقت اسے غازیوں پر تقسیم کرتا جو مسلمان اس کے طریقے کے پابند نہ ہوتے ان پر جہاد کرنا جائز جانتا ۱۰۳۵ ہجری میں جہانگیر کے لشکر کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس کے معتقد کہتے ہیں تھے کہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (سورۃ اخلاص - ۱۱۲ - آیت - ۱) اسی اعداد کی شان میں ہے ہزاروں افغان اس کے مرید تھے اور اس کو احد کہتے تھے پھر اس کا بیٹا عبدالقادر اس کا قائم مقام ہوا اور یہ شاہجاں کے دربار میں حاضر ہو کر امرائے شاہجہانی میں داخل ہو گیا اور ۱۰۴۳ ہجری میں پشاور میں مگر گیا جلالہ کا بیٹا الہداد نامی رشید خانی خطاب اور منصب چار ہزاری تک سرفراز ہو کر ۱۰۵۸ ہجری میں فوت ہوا اور مٹو میں مدفون ہوا یہ قصبہ اسی کا بسایا ہوا شمس آباد کے قریب ہے۔

چہارم دین الہی

موجد اس کا جلال الدین اکبر شہنشاہ ہندوستان ہے اس بادشاہ نے بچپن کی عمر کہ بڑھنے کا وقت تھا کبوتروں میں اڑائی۔ ذرا ہوش آیا تو کتے دوڑانے لگا اور بڑے ہو کر گھوڑے دوڑانے اور باز اڑانے لگا۔ نوجوانی تاج شاہانی لے کر آئی۔

مآثر الامرا میں مذکور ہے کہ اکبر جو کچھ ایجاد کرتا اس کو دین الہی کہتے اور اس نے ہر مذہب اور ہر طریقے کا خلاصہ ملا کر اس کا نام دین الہی رکھا تھا اور خوشامدی کہتے تھے کہ جو کچھ اس نے چھانٹا ہے اللہ کے حکم سے تھا اور یہ لوگ اکبر کو خلیفہ اللہ کہتے تھے منتخب التواریخ میں مولوی عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ ماہ رجب ۹۸۷ ہجری میں ایک محضر علما سے بادشاہ مذکور نے تیار کرایا جس کا مضمون یہ تھا کہ امام عادل مطلقاً مجتہد پر فضیلت رکھتا ہے اور وہ مجاز ہے اس بات کا کہ کسی مسئلہ مختلف میں روایت مرجوح کو ترجیح دے دے معاملات شرعی میں کسی کو اس کی رائے سے انکار کرنے کی مجال نہیں کیونکہ امام عادل معاملات کو مجتہدین سے زیادہ سمجھتا ہے پس جو اس سے مخالفت کرے وہ دنیا و عقبیٰ میں مستوجب عذاب ہے بلکہ امام عادل کو اختیار ہے کہ کوئی حکم ایسا بھی اپنی طرف سے جاری کر دے جو نص کے مخالف ہو مگر اس میں خلأق کی رفاہت مد نظر ہو اور امام عادل کے ایسے مسائل کی تعمیل سب پر واجب ہے اور مراد اس امام عادل سے اکبر کی ذات تھی اس محضر پر مخدوم الملک اور شیخ عبدالبنی الصدور اور قاضی القضاة قاضی جمال الدین ملتانی اور صدر جہاں مفتی کل ممالک ہندوستان اور شیخ مبارک ناگوری اور غازی خان بدخشی کی مہریں اور دستخط تھے ان میں سے بعض نے یہ طیب خاطر اور بعض نے طوعاً و کرہاً دستخط اور مہر کی تھی اس فتوے کے حاصل ہونے کے بعد اکبر نے اپنے اجتہادات جاری کئے اور تمام تحریم و تحلیل کی موقوفی کی نوبت پہنچی اور اپنی عقل سے دین میں باتیں پیدا کرنے لگا اسلام کا نام تقلید رکھ دیا تھا کہ قرآن مخلوق ہے وحی محال ہے اور امامات و نبوات میں تشکیک کرنے لگا جنوں اور فرشتوں اور تمام مغیبات اور معجزات و کرامات سے انکار صریح کر دیا اور قرآن کے تو اتر اور اس کے کلام الہی ہونے کے ثبوت کو محال قرار دیا کہتا تھا کہ بدن کے فنا ہو جانے کے بعد روح کا باقی رہنا اور ثواب و عذاب کا بغیر تناخ کے ہونا محال ہے اور پھر علانیہ حکم دیا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ اکبر خلیفۃ اللہ بھی کہا کریں مگر جب دیکھا کہ عوام کے مزاجوں

اس سے ایک قسم کی برہمی آگئی ہے تو اس حکم کی تعمیل صرف ان لوگوں کے ساتھ مخصوص کر دی گئی جو اس کے درباری تھے اور علمائے دنیا طلب نے اس کے راضی کرنے کے واسطے یہاں تک کیا کہ کتابوں کے دیباچے لکھتے تو ان میں حمد کے بعد نعت پیغمبر کی جگہ اکبر کا ذکر کرتے اگرچہ ان باتوں سے اس کی دور دور بدنامی ہوگئی مگر ہزاروں آدمی اس کی تقلید بھی کرنے لگے اور یہ لوگ اپنی جانوں کو بادشاہ کا مرید کہتے تھے اور بیر بر وغیرہ سے آفتاب کے فضائل سن کر اس کی تعظیم و تکریم کرنے لگا اور نور روز جلالی مقرر کر کے اس دن بڑا جشن کیا جاتا اور دعا تسخیر آفتاب کی آدھی رات کو اور طلوع کے وقت پڑھا کرتا۔ یہ دعا ہندوؤں سے اس کو پہنچی تھی جہاں گنیر اپنے تزک میں لکھتا ہے کہ اکبر اتوار کی اس وجہ سے بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا کہ یہ دن سورج کی طرف منسوب ہے اور حکم دے دیا تھا کہ تمام ملک میں اس دن کوئی جانور ذبح نہ کیا جائے اگرچہ بعض دوسرے دنوں میں بھی ذبح کی ممانعت تھی مگر اتوار کو ممالک محروسہ میں اس حکم کی سختی سے پابندی کرائی جاتی تھی اور سورج کو حضرت نیر اعظم کہتا تھا گاؤ کشی اور اس کا گوشت کھانا حرام کر دیا آتش پرستوں سے آتش کے فضائل معلوم کر کے آگ کی تعظیم کرنے لگا اور حکم دیا کہ بطور آتشکدوں کے محل میں آگ کی حفاظت کی جائے اور وہ ہمیشہ روشن رہے کیونکہ آگ اللہ کی ایک آیت اور اس کا نور ہے اور جلوس کے پچیسویں سال میں نور روز کے دن اس نے آگ اور سورج کو سجدہ کیا اور یہ مقرر کر دیا تھا کہ جب شام کو شمعیں اور چراغ روشن ہوں تو ہمارے مرید سروقہ تعظیم کو کھڑے ہو جایا کریں اور ایک زناں مرصع بجواہر تیار کر کے تبر کا برہمنوں کے ہاتھ سے پہنی اور راکھی بندھوائی اور قشقہ ماتھے پر کھنچوایا پھر علمائے بادشاہ سے عرض کیا کہ صاحب الزمان جو خلاف و اختلاف ہندو مسلمانوں میں سے دور کرنے والے ہیں وہ حضور ہیں اور انہوں نے بیان کیا کہ محمود مسجوانی نے اپنی کتابوں میں صاف تصریح کر دی ہے کہ ۹۹۰ ہجری میں باطل کا مٹانے والا شخص ظاہر ہوگا اور اس نے ہر جگہ صاحب دین کو شخص کے ساتھ تعبیر کیا ہے جس کے بحساب جمل نو سو نوے عدد ہوتے ہیں اور خواجہ مولانا شیرازی مکہ معظمہ سے بعض شرفا کی کتاب لائے جس میں مرقوم تھا کہ بموجب احادیث صحیح کے ساتھ ہزار سال کہ مدت دنیا کی ہے پوری ہو چکی اور اب وقت مہدی موعود کے ظہور کا آپہنچا ہے اور اس قسم کی باتیں شیعہ نے بھی امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بادشاہ کے سامنے نقل کیں اور یہ سب باتیں جمع ہو کر اکبر کو نبوت کا دعویٰ ہوا مگر صاف لفظ نبوت کا نام نہ لے سکا بلکہ دوسرے پہلو

میں اس کو ظاہر کیا اور سب مریدوں نے یہ مقرر کر لیا کہ بادشاہ کی محبت کے سامنے مال و جان اور ناموس و دین بیچ ہے جب ہزار سال ہجری پورے ہو گئے تو اکبر نے خیال کیا کہ ہزار سال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے گزر گئے اسی قدر اس دین کے باقی رہنے کی مدت تھی اب اس دین کے احکام و ارکان کا باقی رکھنا بھی ضرور نہیں اس لئے اپنی طرف سے قواعد و ضوابط ایجاد کرنے لگا حکم دیا کہ سکے میں تاریخ الفی رحلت سے لکھی جائے علماء نے بادشاہ کے لئے رسم سجدہ جاری کی اور اس کا نام زمین بوس رکھا اور یہ حکم دیا کہ جو کوئی شراب رفاہت اور معالجتے سے پئے تو یہ جائز ہے اور بادشاہ نے داڑھی منڈوانے کے لئے لوگوں کو حکم دیا اس کے سارے اہل دربار نے داڑھیاں منڈوا دیں مصاحبوں نے اکبر سے داڑھی منڈوانے کے باب میں دلائل بھی بیان کئے کہ اگلے مرتاضوں نے جو داڑھیاں رکھیں تو یہ ایک قسم کی ریاضت تھی اور وہ اس کام میں ملا متی تھے اور اب ملامت اور ریاضت داڑھی کے صفا رکھنے میں ہے اس لئے کہ اب داڑھی کے منڈوانے کو فقہائے نادان عیب قرار دیتے ہیں اور بعض مفتیوں نے ایک مجہول روایت بھی نکال دی اور وہ یہ ہے کما یفعلہ بعض القضاة اور لفظ عصاة کو تحریف بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ قاضیان عراق کا عمل داڑھی کے منڈانے پر تھا حاجی ابراہیم سرہندی نے ایک پرانی کرم خوردہ کتاب میں ایک عبارت لکھ کر پیش کی جس کو شیخ اکبر محی الدین بن عربی کی طرف منسوب کیا تھا مفاد اس عبارت کا یہ تھا کہ صاحب الزمان بہت سی عورتیں رکھے گا اور داڑھی منڈاتا ہوگا اور اس کی چند صفتیں اور ایسی بتائی تھیں جو شہنشاہ میں موجود تھیں اور ایک حدیث موضوع علمائے اکبری نے اس کے حضور میں پیش کی کہ ایک صحابی کے فرزند داڑھی منڈائے ہوئے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر کہا کہ اہل جنت کی یہ وضع ہوگی پھر یہاں تک نوبت پہنچی کہ مرزا جانی حاکم ٹھٹھہ اور اکثر امرانے اقرار نامے اپنی طرف سے اس مضمون کے گزرانے کہ دین اسلام مجازی تقلیدی جس کو باب دادوں سے سنتے آئے تھے ہم نے چھوڑا اور دین الہی اکبر شاہی میں داخل ہوئے اور مراتب چارگانہ اخلاص یعنی ترک مال ترک جان ترک ناموس ترک دین ہم نے قبول کیا اکبر ایسے لوگوں پر زیادہ اعتماد کر کے ان کی تربیت کرتا فرضیت غسل جنابت کو موقوف کر دیا اور دلیل اس پر یہ بیان کی کہ انسان کا خلاصہ نطفہ منی ہے جو نیک و بد کی پیدائش کا تخم ہے پھر اس کے کیا معنی کہ پیشاب و پاخانہ پر تو غسل واجب نہیں اور اس لطیف چیز کا خروج غسل کا موجب ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ اول غسل کیا

جائے اور بعد اس کے جماع کیا جائے اور کہا مردے کے لئے کھانا پکا کر فاتحہ دینا بے کار ہے کیونکہ مردہ جماد ہے اسے اس سے کیا حظ حاصل ہوگا بلکہ جس دن بچہ پیدا ہو اس دن ایک جشن ترتیب دیا جائے اور اس جشن کا نام جشن حیات رکھا تھا۔ سورا اور شیر کا گوشت جائز کر دیا تھا تاکہ جو اس کو کھائے اس میں صفت شجاعت آجائے اور حکم دیا کہ چچا پھوپھی، ممانی، خالہ وغیرہ کی بیٹیوں سے جن سے قریب کا رشتہ ہو نکاح نہ کیا جائے کہ اولاد کمزور ہوتی ہے اور حضرت عائشہؓ کے زفاف کا حضرت سرور کائنات سے جو حضرت عائشہؓ کی ۹ سال کی عمر میں واقع ہوا تھا منکر تھا اور سونا اور ریشم پہننا مرد کے لئے جائز قرار دیا نماز اور حج اور زکوٰۃ کو ساقط کر دیا اور تاریخ عربی کو تغیر دے کر ابتدا اس کی سال جلوس سے مقرر کی اور عربی مہینے اڑا کر ملوک عجم کے طور پر مہینے مقرر کیئے اور زردشتیوں کے آئین کے موافق سال میں چودہ عیدیں مقرر کیں اسلام کی عیدوں کو بے رونق کر دیا اور اپنے جدید سنہ کا سال و ماہ الہی نام رکھا اور سکوں اور مہروں پر تاریخ الفی قائم کی تاکہ اس سے ظاہر ہو کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ختم ہو چکا آگے کو نہ چلے گا اور حکم دیا کہ چونکہ ہزار سال ہجری ختم ہو چکے لہذا ایک تاریخ ایسی تصنیف ہو جس میں بجائے ہجرت کے رحلت کا لفظ سنوات میں لکھا جائے اور اس کا نام تاریخ الفی رکھا اس تاریخ کے کچھ حصے میں نے کتب خانہ ریاست رام پور میں دیکھے ہیں۔ عربی کا پڑھنا لکھنا اور اس کی اصطلاحوں کا استعمال کرنا عیب میں داخل ہو گیا حکم دے دیا کہ فقہ و حدیث و تفسیر کا پڑھنا موقوف کر کے نجوم حکمت طب حساب شعر اور تاریخ کے فن پڑھائے جائیں اور حروف مخصوصہ عربی یعنی ٹا۔ حا۔ صاد۔ ضاد۔ طا۔ ظا۔ عین۔ قاف کا تلفظ میں گرانا شروع کیا جو کوئی اکبر کے سامنے عبد اللہ کو ابد اللہ اور احدی اہدی کہتا تو بہت مسرور ہوتا۔ نبوت اور کلام الہی اور رویت الہی اور تکلیف اور تکوین اور حشر و نشر میں طرح طرح کے شبہات پیدا کئے اور تشبیح کا برملا اظہار کرتا اور خلفائے ائمہ کے حق میں جس قدر مطاعن ہوتے اس کے دربار میں بیان کئے جاتے جنگ صفین اور اس کے قصیدہ فدک وغیرہ معاملات میں صحابہ کا ذکر نہایت برائی کے ساتھ کیا جاتا۔ بلکہ تمام انبیا کی زلات کو ان کی نبوت سے انکار کا ذریعہ قرار دیا خصوصاً حضرت داؤد اور زوجہ اور یا کے قصے کو نہایت برائی کے ساتھ بیان کرتا اور حضرت داؤد کو اس وجہ سے سے اچھا نہ جانتا اکبر کے نام کی رعایت کی وجہ سے تحریروں کے عنوان پر اللہ اکبر لکھا جانے لگا بلکہ عوام کی زبانوں پر سو اس کلمے کے کوئی چیز باقی نہ رہی ملا شیرازی نے اس طوفان بے تمیزی میں

دس شعر کا ایک قطعہ کہا تھا جس کے یہ اشعار ہیں۔

تا بزید ہر زمان کشور بر انداز آفتے
 باعقاب قرص خواہ تیغ او را باب عشق
 فتنہ در کوئے حوادث کہ خدا خواہد شدن
 خرقہ پوش زہد لا تقویٰ ادا خواہد شدن
 کز خلافت مہر پیغمبر جدا خواہد شدن
 نقل بزم منعم ورد گدا خواہد شدن
 پادشہ سال دعوائے نبوت کردہ است
 گر خدا خواہد پس از سالے خدا خواہد شدن

نوروز کے جلسوں میں اکثر علما اور صلحا کو شراب کے جام پلوادے نوروز کے پچھلے دن کی بڑی تعظیم کرتا محمد اور مصطفیٰ اور احمد الفاظ اس کو ایسے گراں معلوم ہوتے کہ جن مقربین کے ناموں میں یہ الفاظ موجود تھے ان کے نام بدل دئے محمد یار اور محمد خان کی جگہ رحمت لکھتے اور بولتے ایک دن راجہ بیربل اور فتح اللہ شیرازی وغیرہ اہل دربار کے سامنے کہنے لگا کہ عقل یہ بات کسی طرح گوارا نہیں کرتی کہ ایک شخص خواب گاہ سے آسمان پر چلا جائے اور اللہ سے باتیں کر کے اپنے مکان پر لوٹے تو اس کا بستر بدستور گرم ہو اور اس کے اس دعوے کی تصدیق کر لیں اور ایک پاؤں کو اٹھا کر کہنے لگا کہ ممکن نہیں جب تک دوسرا پاؤں زمین پر نہ رہے ہم کھڑے ہو سکیں اور معجزہ شق قمر کا بھی منکر تھا قمر کے شق ہونے کو محال جانتا تھا۔ سورج کی عبادت چار وقت کرتا سحر و شام دو پہر آدمی رات کو پنڈتوں نے ایک ہزار ایک نام سورج کے سنسکرت میں اس کو سکھادئے تھے انہیں روزانہ بطور ورد کے پڑھتا ہندوؤں کے طور پر ریاضت کرتا جوگیوں سے خلوت میں صحبت رکھتا ان سے اعتقادات اور مراقبہ اور خلع بدن وغیرہ کے طریق سیکھتا سر پر چند یا کے بال منڈاتا اور باقی آس پاس رکھتا اس اعتقاد سے کہ کامل مکمل کی روح اس راہ سے کہ قوت دہم کا منفذ یہ ہے خروج کرتی ہے اور اس وقت رعد اور صاعقہ کی سی آواز کرتی ہے اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ میت گناہوں سے پاک و صاف ہے صاحب نجات و سعادت ہے اور اس بات کی بھی علامت ہے کہ روح نے کسی بادشاہ ذی شوکت میں حلول کیا ہے اور اپنے طریق کا توحید الہی نام رکھا تھا اور جس کا یہ اعتقاد نہ ہوتا اسے مردود واجب القتل جانتا اور اپنی جماعت خاص اور مریدوں کے نام جوگیوں کے چیلوں کے مثل رکھے تھے اکبر روز صبح کے وقت سورج کے نام پڑھتا اور اس کی پرستش کرتا جن لوگوں کو اس موقع پر پہنچنے کی دسترس نہ ہوتی وہ باہر کھڑے

رہتے اور جب بادشاہ اپنے اس وظیفے سے فارغ ہو کر برآمد ہوتا تو یہ لوگ سجدے میں گر جاتے بعض آدمی ایسے تھے کہ جب تک وہ صبح کو بادشاہ کی زیارت نہ کر لیتے کھانا پینا منہ دھونا ان پر حرام تھا یہ ورثہ یہ کہلاتے تھے ہندوؤں نے اکبر پر ظاہر کیا تھا کہ آپ میں ایک ہندو اتار کی روح نے حلول کیا ہے اور ہندو اکبر کو رام اور کرشن کی مثل سمجھتے تھے اور پرانے پرانے کاغذوں پر یہ باتیں لکھ کر اس کے سامنے پیش کرتے کہ ایک بادشاہ عالمگیر ہند میں پیدا ہوگا جو برہمنوں کی عزت اور گائے کی محافظت کرے گا دنیا میں عدل و انصاف جاری کرے گا۔ سلطان خواجہ مراد اکبر نے اس کی قبر میں روزن رکھوائے جن کے ذریعہ سے سورج کی شعاعیں اس کے جسد پر پڑتی تھیں کہا سورج کی روشنی گناہوں کو پاک کرتی ہے حکم دیا کہ کوئی مرد اپنے نکاح میں دو عورتیں جمع نہ کرے مگر جب کہ عورت اس کی بانجھ ہو اور حیض اس سے منقطع ہو جائے اولاد کے جننے کی عمر نہ رہے اور حکم دیا کہ جب مرید ہمارے آپس میں ملیں تو ایک اللہ اکبر کہے اور دوسرا جل جلالہ یہ سلام اور جواب سلام کی جگہ تجویز کیا تھا غرض انہیں باتوں میں اکبر مبتلا رہا اور اپنے متبعوں کو مبتلا رکھا۔ ۱۳ جمادی الاخری ۱۰۱۳ ہجری میں ۵۱ برس حکومت و سلطنت کر کے اس دنیا سے انتقال کیا یہ لوگ اس کے نورتن کہلاتے تھے اور مقربان خاص تھے۔ (۱) مرزا عبدالرحیم خان خاں خانان پسر بیرم خان ترکمان۔ (۲) خان اعظم عزیز مرزا کوکلتاش ہفت ہزاری۔ (۳) حکیم ابوالفتح گیلانی۔ (۴) ملک الشعرا علامہ ابوالفیض فیضی فیاضی۔ (۵) موہن الدولہ ابوالفضل اکبر کے خیالات شروع میں مذہبی تھے جب یہ دونوں سیاہ فام بھائی کی نسب مشہور ہے ان کے والد کا نام مبارک رام زادہ تھا مقرب بنے تو اکبر کو ملحد کر دیا شروع میں بہت ست تھے دولت کی فراوانی ہونے کے بعد ہی ان پر الحاد کا دروازہ کھل گیا ان کو رسالت مآب کے نام سے سخت نفرت تھی ابوالفضل کی لکھی ہوئی کتابیں آئین اکبری، اکبر نامہ اور عمر و عیار مشہور ہیں۔ (۶) حکیم ہمام۔ (۷) راجہ ٹوڈر صدر دیوان۔ (۸) راجہ بیربل سہ ہزاری۔ (۹) راجہ مان سنگھ پنج ہزاری اکبر کے زمانے میں بیربل اور ملا دو پیازہ ظرافت اور بذلہ سخی کے دو ہولے قرار دئے گئے تھے۔ بیربل کا وجود تو ثابت ہوتا ہے ملا دو پیازے کی شخصیت کا پتا نہیں چلتا۔ اگر ملا عبدالقادر صاحب بدایوانی کو اس شہرت عام کا مفہوم قرار دیا جائے تو کسی طرح درست نہ ہوگا کیونکہ یہ علامہ صاحب اس چھپوڑی ظرافت سے قطعاً پاک تھے جو ملا دو پیازہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے بیربل کی ذات میں بھی جو حاضر جوابیاں پیوست کی گئی

ہیں ان کی اصلیت بھی واقع کے خلاف ہے وہ بے چارہ برہمن اس شگفتہ طبعی سے کوسوں دور تھا۔

تذکرہ اکبر کے عہد میں کچھ لوگ پکڑے گئے تھے وہ الہی مشہور تھے کہتے تھے ہم روزی رساں ہیں اور اللہ سے اختیار اپنے لئے ثابت کرتے تھے جب ان سے کہا گیا کہ اس خرافات سے توبہ کرو تو جواب دیا توبہ واہ ماست اسی طرح شریعت اور دین اسلام اور نماز و روزہ وغیرہ کے جدا جدا نام انہوں نے اپنی طرف سے اختراع کئے تھے۔

فرقہ پنجم فریود

لنگہ شہنشاہ ہندوستان کے آخر عہد میں میر محمد حسین نام ساکن مشہد مقدس رضوی جو علم عربیت و سنن میں دستگاہ رکھتا تھا عمدۃ الملک امیر خان صوبہ دار کابل کے زمانے میں کابل میں آیا اور امیر خان کے منشی کا بیٹا اس کا شاگرد ہو گیا اس ذریعہ سے امیر خان کے حضور میں محمد حسین کی رسائی ہوئی امیر خان نے اسے لائق فائق شریف پا کر اپنی لے پالک بیٹی کے ساتھ شادی کر دی پھر کچھ عرصے کے بعد شاہی خوشبو خانہ کا داروغہ کرادیا یہ شخص نہایت جاہ طلب تھا عمدۃ الملک کے بیٹوں کو کئی طرح کے شعبدے دکھلا کر اپنا معتقد کر لیا خاص کر ہادی علی خان پسر عمدۃ الملک اس سے بہت عقیدت رکھنے لگا جب عمدۃ الملک اور عالمگیر کا انتقال ہو گیا تو تمام عطر اور گلاب کو جو بادشاہ کے لئے خریدا تھا ساٹھ ستر ہزار روپے کو لاہور میں فروخت کر کے اور وہ روپے قبضے میں لا کر فقیری لے لی چونکہ طامع اور جاہ طلب تھا پرانی تقلید پسند نہ آئی اس لئے ایک نئی راہ نکالنے کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے شاگرد قدیم یعنی اس منشی زادے کو موافق کر کے صلاح کی کہ ہم تم ایک نیا مذہب نئے قواعد اور نئی زبان میں ایجاد کر کے الہام اور نزول وحی کا دعویٰ کریں تاکہ اولیا انبیا کی شان پائی جائے اول عوام کو پھانس کر کسی قدر ہجوم خلایق کریں بعدہ مرجع اناام ہو جائیں گے پس ایک کتاب عمدہ دلچسپ نئی زبان اور قواعد کے ساتھ بنا کر آقوزہ مقدس اس کا نام رکھا تیز تو تھا ہی اکثر الفاظ غیر مانوس اور پرانی فارسی کے بھی کسی قدر بطور عربی کے ترخیم کر کے جو صاف طور پر صرف و نحو قواعد عربی کے مناسب نہ تھے درج کئے اور بیگوکیت کا دعویٰ کیا اور کہا یہ رتبہ مابین امامت اور نبوت کے ہے کہا کہ ہر پیغمبر اولو العزم کے نو بیگوک ہوئے ہیں اسی طرح حضرت خاتم الانبیا کے نو بیگوک تھے اول بیگوک حضرت علیؑ تھے دوسرے حضرت حسنؑ

تیسرے حضرت حسینؑ چوتھے زین العابدینؑ پانچویں محمد باقرؑ چھٹے جعفر صادقؑ ساتویں موسیٰ کاظمؑ آٹھویں علی رضا اور امام علی رضا تک امامت اور بیگوکیت دونوں رتبے جمع تھے پھر محمد تقی بن علی رضا سے یہ دونوں منصب جدا جدا ہو گئے امام علی رضا کے بیگوکیت مجھے ملی اور امامت محمد تقی کو اور میں خاتم بیگوکیت ہوں اور تعداد بیگوکیت کی اس خاص ترتیب کے ساتھ امامیہ مذہب والوں کے سامنے بیان کرتا تھا اور جس وقت اہل سنت سے ملتا تو خلفائے اربعہ اور چار خلفائے بنی امیہ و خاندان بنی عباس کو جن کی نیکی مشہور ہے بیگوک گن کرنا بیگوک اپنی ذات کو بتاتا اور کہتا کہ مجھے کسی مذہب سے غرض نہیں ہے ہر مذہب کا چراغ روشن کرنے والا ہوں اور وحی کے نزول کا بھی مدعی تھا اور کچھ قاعدے مقرر کر کے بعض دنوں کو مثل عید پائے اسلام کے محترم سمجھتا تھا اور اپنے مریدوں کو جن کا لقب فر بود رکھا تھا یہ ہدایت کی تھی کہ ان دنوں کی عزت کیا کریں اور کہتا تھا مجھ پر وحی دو طور سے نازل ہوتی ہے ایک اس طرح کہ ایک قرص نورانی مثل آفتاب کے سامنے آتی ہے اور اس پر کلمات منقش ہوتے ہیں میں انہیں سمجھ لیتا ہوں اور وہی قرص نورانی پھر مجھ پر محیط ہو کر بے ہوش کر دیتی ہے دوسرے اس طرح کہ ایک آواز آتی ہے اور کلمات جنہیں مریدوں سے بیان کرتا ہوں اس آواز سے سنتا ہوں اور السلام علیک کے آخر میں اپنی رائے سے کلمہ خفشان نمود بودال بڑھا دیا تھا اور جس روز کہ اول اس کے اعتقاد کے بموجب وحی اس پر نازل ہوئی تھی اس کا نام روز جشن رکھا تھا اس روز بھاری جشن ہوا کرتا تھا اس کے مرید عمیر و غیرہ خوشبویات آپس میں اڑاتے اور خوشیاں مناتے اور دو علم ہمراہ لے کر اور ایک اونچی سی ٹوپی اوڑھ کر اپنے مریدوں کے ساتھ ان کو ہستان کی جانب جہاں دیول رانی کی عمارات دھولی بھٹیاری کے محلوں کے نام سے مشہور ہیں جاتا اور یہ ظاہر کرتا کہ اول بار وحی خاص اسی مقام میں مجھ پر نازل ہوئی تھی اور روز جشن سے چھ یوم پیشتر سے روزہ رکھتا ساتویں ذی الحجہ کو روز جشن مقرر تھا اور یکم ذی الحجہ سے روزہ رکھا کرتا تھا اور روزوں کے دنوں میں کسی سے کلام نہ کرتا اور ایک دن روز رسولان رکھا تھا اس دن بھی بڑا اجتماع اور اثر وہام ہوتا تھا اور ہر روز سوائے نماز پنجگانہ کے مریدوں پر یہ بھی مقرر کیا تھا کہ تین بار میری زیارت کیا کریں پہلا وقت زیارت کا طلوع آفتاب بعد نماز صبح مقرر کیا تھا اور دوسرا وقت دوپہر کا اور تیسرا غروب آفتاب کا وقت کہ ہنوز شفق کی سرخی مغرب میں ہو اور آداب زیارت کے یہ تھے کہ خود مع خلفا کے درمیان کھڑا ہوتا اور مریدوں کو حکم تھا کہ اس کے گرد بطور چار دیوار مربع کے صفیں

باندھ کر کھڑے ہوں پھر ہر صف اس طرف منہ کر کے چند کلمے جو اس کے اختراعی تھے پڑھتی اور اس کے بعد سر جھکا کے اس کے بائیں جانب پھر جاتی تاکہ صف شمال رو یہ مغرب رو یہ ہو جائے اور مغربی جنوبی اور جنوبی مشرقی اور مشرقی شمالی ہو جائے جب مقابلہ چاروں سمت کا چاروں صفوں کے آدمی تمام کر چکے تو زمین کی طرف دیکھتے پھر آسمان کو پھر شش جہت اس کے بعد زیارت تمام ہوتی اور سب آدمی چلے جاتے ایک دعویٰ اس کا یہ بھی تھا کہ میں وہی محسن ہوں جو بچہ حضرت فاطمہ زہراء کے شکم سے ساقط ہوا تھا اور اپنے چار خلفا بنائے تھے ایک وہی شاگرد پسر غشی خلیفہ تھا اور اس کا نام اپنی مخترع زبان میں دو جی بار رکھا تھا اور دوسرا خلیفہ اس کا سالامیر باقر تھا اور دو خلیفہ اور تھے اور اپنا نام نمود اللہ اور نمود المود رکھا تھا اور اسی ڈھب کے نام اپنے مریدوں کے اپنی طرف سے مقرر کرتا اور اسے نشان کہتا اس کے تین بیٹے تھے اول نما نمود دوم فقار سوم دید اور دو بیٹیاں تھیں تمامہ کلاں اور تمامہ خرد اور اقربائے زوجہ کے نام نمایار اور نمود یار اور نماد وغیرہ تجویز کئے تھے اور فقار کے بیٹے کا نام نمود ید تھا چونکہ مالدار تھا اس لئے اپنی بے پروائی ظاہر کرتا اور لوگوں کے ہدایا واپس کر دیتا یہ حالت دیکھ کر عوام اور زیادہ گرویدہ ہوتے پھر لاہور سے بہادر شاہ کے عہد میں دہلی آیا ہادی علی خان بن امیر خان جو بادشاہ کا مقرب تھا اس کا بہت معتقد تھا اس لئے اس کے کام نے قوت پکڑی اور اسی طرح اور بھی کئی امیر اس کے مرید ہو گئے اور اس کے پیروؤں کی ترغیب سے آہستہ آہستہ دوسرے آدمی بھی اس کے حلقہ اطاعت میں داخل ہونے لگے اور لوگ کثرت سے اس کی طرف رجوع کرنے لگے اور عوام کو اس کا استغنا نہایت پسند آیا جب کہ بہادر شاہ نے لاہور میں انتقال کیا اور شاہزادوں میں اختلاف پیدا ہوا تو اس کو یہ اچھا موقع اور فرصت ملی اور اب تک جو کسی قدر اپنی باتوں کو در پردہ بیان کرتا تھا اور اپنے مخترعات کو علانیہ ظاہر کرنے سے ڈرتا تھا اب بے خوفی کے ساتھ سب باتیں بیان کرنے لگا اور اپنی بنائی ہوئی کتابوں کو رواج دیا اور سر عام اپنے دعویٰ کا اظہار کیا اگر عوام میں سے کوئی اس سے بحث کر بیٹھا تو بوجہ اس کے کہ کچھ علم معقول و منقول جانتا تھا بے چارے کو مکا برے اور مجادلے کے ساتھ ہر ادیتا تھا اور یہ حال دیکھ کر عوام کا اعتقاد اس کی جانب اور بڑھتا جب فرخ سیر بادشاہ ہوا تو یہ مدبر اور تجربہ کار نہ تھا اس لئے اس کے حال سے معترض نہ ہوا اور امیر الامرا حسین علی خان زیادہ تر لڑائیوں اور سفروں میں مصروف رہتا تھا اور قطب الملک عیش و عشرت کا بندہ تھا یہ تمام اسباب ایسے جمع ہو گئے کہ نمود کے کام نے خوب ہی

ترقی کی اور ہادی علی خان کو بھی بہت بڑی حمایت اس کی تھی یہ شخص امیر کبیر اور نہایت نامور تھا ہادی علی خان کی عقیدت نے اس کے کام کو دو بالا کر دیا تھا فرخ سیر بھی بعض امراء نادان کی ترغیب سے رات کے وقت چند خواجہ سرا ہمراہ لے کر اس کی ملاقات کو گیا اس نے دانائی یہ کی کہ بادشاہ سے بے اعتنائی کی حجرے کا دروازہ انور سے بند کر لیا اور تھوڑی دیر نہیں کھولا فرخ سیر نے نہایت الحاح و خوشامد کی اور نمود کی اولاد اور بادشاہی خواجہ سرا بھی منت و سماجت کرنے لگے اس وقت دروازہ کھلا بادشاہ نے نہایت ادب کے ساتھ سلام عرض کی اس نے بادشاہ کے واسطے مرگ چھالا بچھوا کر کہا۔

پوست تخت گدائی و شاہی ہمہ داریم انچہ مے خواہی

فرخ سیر پر اس کے استغنا کا گہرا اثر ہوا کئی ہزار روپے اور اشرفیاں پیش کیں اس نے قبول نہ کیا اور ایک قرآن اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا بادشاہ کو دے کر کتابت کی اجرت کے ستر روپے اس میں سے لے لئے بادشاہ قرآن کو سر پر رکھ کر رخصت ہوا اور حجرے سے نکل کر اس کے مریدوں پر وہ زرنقہ تقسیم کر دیا بادشاہ کی حاضری کی شہرت نے اس کا اور اعتبار بڑھا دیا اور اب وہ تجمل و شان کے ساتھ رہنے لگا اپنی عیدوں کے ایام میں نہایت تجمل و احتشام کے ساتھ نکلتا بازاروں میں سے یہ اژدہام لے کر گزرتا اس کے مرید زور زور سے اس کے اختراعی کلمات کہتے جاتے فرخ سیر کے بعد محمد شاہ کے عہد میں محمد امین خان وزیر کو جب اس کا مفصل حال معلوم ہوا تو اس نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا اور یہ وہ وقت تھا کہ کچھ پیشتر سے وزیر کو مرض قونج شروع ہو چکا تھا سپاہی دوپہر کے وقت اس کے مکان پر پہنچے کھانا کھا رہا تھا اگرچہ اس خبر سے بہت پریشان ہوا مگر جو اس درست کر کے یہ تدبیر کی کہ اپنے چھوٹے بیٹے کے ہاتھ جس کا نام وید تھا اور بہت خوبصورت تھا گیہوں اور جو کی چند روٹیاں اور تھوڑا سا فقیرانہ سالن جو تیار تھا سپاہیوں کے پاس بھیج کر کھلایا کہ چونکہ تم اس فقیر کے ہاں آئے ہو اور یہ وقت کھانے کا ہے اس لئے یہ حاضر کھا لو اور اس عرصے میں فقیر بھی حاضر ہو جائے گا سپاہیوں نے اس لڑکے کی صورت جمیل پر رحم کھا کر قدرے توقف کیا ادھر محمد امین خان پر قونج نے شدت کی جب یہ خبر ان سپاہیوں کو پہنچی تو سب متحیر ہو کر واپس چلے گئے محمد امین خان شدت مرض سے بے ہوش تھا جب ذرا افاقہ ہوا تو دریافت کیا کہ اس کو پکڑ کر لائے لوگوں نے بیان کیا کہ آپ کی بیماری کی وجہ سے اس کی گرفتاری میں توقف ہوا محمد امین خان نے کہا کہ کل ضرور اس کو لانا چاہئے مگر رات میں محمد امین کے مرض نے ایسی

شدت کی کہ مرنے کے قریب ہو گیا ہادی علی خان وغیرہ نمود کو محمد امین خان کی خبریں بار بار پہنچاتے تھے یا تو وہ بھاگنے والا تھا یا جب یہ سنا کہ محمد امین خان اب جان بر نہ ہو سکے گا تو صبح کو بہت سے اپنے قبیع اور فقراے شہر جمع کر کے باطمینان تمام مکان سے باہر نکلا اور دروازے کے پاس کی مسجد میں جا کر بیٹھ گیا لوگ محمد امین خان کے واقعہ کو نمود کی بددعا کا اثر سمجھے محمد امین خان کے بیٹے قمر الدین خان کو بھی تشویش پیدا ہوئی اور اپنے باپ کی حالت روی دیکھ کر پانچ ہزار روپے اپنے دیوان کے ہاتھ اس کے پاس بھیج کر معذرت کی اور تعویذ طلب کیا نمود نے جانکنی کی خبر سن لی تھی اس لئے اپنے معتقدین سے کہتا تھا کہ میں نے ایک تیر اس کے جگر میں مارا ہے ہرگز جان بر نہ ہوگا اور میں بھی شہادت کے انتظار میں بیٹھا ہوں میرا دادا بھی مسجد ہی میں شہید ہوا تھا مگر میں اس وجہ سے کہ ایک مرتبہ شہید ہو چکا ہوں اب شہید نہیں ہونے کا اور میرا اس کی اپنی اس شہادت سے وہی اسقاط حمل حضرت محسن ہے قمر الدین خان کا بھی آدمی جا پہنچا اور نہایت سماجت کی کہ آپ محمد امین خان کا قصور معاف کریں اور ایک تعویذ لکھ دیں نمود نے بڑے تکلف کے ساتھ اپنے ایک مرید سے یہ آیت لکھوادی۔ وَنُنزِلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ "وَرَحْمَةٌ" لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا. (سورۃ بنی اسرائیل۔ ۱۷۔ آیت ۸۲) یعنی ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے وہ چیز جس سے مرض دفع ہوں اور مہر ہے ایمان والوں کے لئے اور نہیں زیادہ کرتا ظالموں کو مگر نقصان اور دیوان کو دے دیا اور یہ کہا کہ مجھے یقین ہے کہ تیرے پہنچنے تک وہ زندہ نہ رہے گا اور خود ان روپیوں کے لینے سے انکار کیا اور کہا میں تو اس کو نہیں لیتا مگر ان فقرا کو جو حاضر ہیں دے دو چنانچہ وہ روپیہ مساکین حاضرین کو دے دیا گیا اور ایسا ہی ہوا کہ دیوان کے پہنچنے سے پیشتر وزیر مر گیا جب یہ خبر مشہور ہوئی تو نمود کی کرامت کا زیادہ چرچا ہو گیا دو تین سال کے بعد نمود مر گیا اس کا بیٹا نما نمود سجادہ نشین ہوا یہ زیادہ لالچی اور کوتاہ اندیش تھا چنانچہ جو جائداد نمود نے خلفا کو دی تھی اس کا دبانہ چاہا دو جی بار نے بہت سمجھایا کہ مجھ سے تنازع اچھا نہیں نما نمود نے نما دو جی بار نے لاچار ہو کر ایک دن سب مریدوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ آپ لوگ نمود کا اور میرا مخط پہنچاتے ہو جو پہنچاتے تھے انہوں نے اقرار کیا دو جی بار نے وہ مسودات جو نمود نے اور اس نے باہم صلاح سے مرتب کئے تھے اور دونوں نے کی بیشی اپنے اپنے قلم سے کی تھی نکال کر دکھائے اور کہا کہ اس مذہب کی بنیاد نمود اور بندے کی اعانت سے ہوئی ہے اگر اللہ کی طرف سے ہوتا تو کی بیشی

کی ضرورت نہ ہوتی لوگوں نے یہ دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ سب باطل ہے اور منحرف ہو گئے اور تمام کام بگڑ گیا نما نمود کے بعد فگار سجادہ نشین ہوا یہ شخص زبان آور اور خوش اختلاط اور متواضع تھا کچھ تھوڑا سا علم بھی رکھتا تھا یہ شخص محمد شاہ کے عہد سے احمد شاہ بن محمد شاہ کے عہد تک زندہ رہا اور نادر شاہ کی معاہدت کے بعد محمد شاہ کو فقرا کی صحبت کا شوق پیدا ہوا تو یہ بھی بادشاہ کے پاس جانے لگا محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کے عہد میں نواب بہادر جاوید خان خواجہ سرا سے جو بادشاہ کا بڑا مقرب تھا سوخ پیدا کر کے اس کی مصاحبت میں رہنے لگا چند آدمی جاوید خان کو خوش کرنے کے لئے ایک کتاب الہامات جاوید کے نام سے بنا رہے تھے اس کی تالیف میں یہ بھی شریک ہو گیا وید فگار سے پہلے مرانفار بھی وسط حکومت احمد شاہ میں خوف ہوا فگار کے آخری عہد میں اس کے باپ کے اکثر مرید یا تو مر گئے یا تائب ہو کر فگار سے منحرف ہو گئے تھوڑے سے نادان اور جاہل اس مسلک پر باقی رہے تھے فگار کے انتقال اور دہلی کی خرابی کے بعد نما نمود یا اپنے چند اقربا کو جو باقی رہ گئے تھے ہمراہ لے کر بنگال میں میرن ولد جعفر علی خان کے پاس چلا گیا اس نے اخراجات کے واسطے پانچ روپیہ یومیہ مقرر کر دیا اور قدم رسول کا متولی بنا دیا یہ شخص مع چند عورتوں کے ۱۱۹۴ ہجری تک زندہ رہا۔

مہدیوں کے تذکرے

اعلیٰ طبقے کے کتب حدیث (صحیح بخاری و صحیح مسلم) مہدی موعود کے ذکر سے سکتا ہیں دوسرے طبقے کی کتابوں میں جو اس مضمون کی حدیثیں پائیں جاتی ہیں وہ جرح سے خالی نہیں قاضی ابن خلدون حضری نے جو اعتقاد آمد مہدی سے منکر گزرے ہیں اپنی کتاب العمر و دیوان المبتدا و الخمر فی ایام العرب و العجم والبربر میں ان احادیث کو ایک ایک کر کے روکیا ہے اور بہت سے علما نے ان کا جواب دیا ہے۔ مہدی کے حق میں جو حدیثیں آئی ہیں باوجود اختلاف روایات بہت ہیں جمہور کے نزدیک وہ مسلم ہیں فقط ایک ابن خلدون نے احادیث مذکورہ میں کلام کیا ہے ان کے ظہور کا ضعف ثابت کیا ہے اولیا کے مکتوبات پر بھی ان کے حق میں جرح کی ہے۔ احادیث مہدی اگرچہ صحیحین میں نہیں مگر ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ حاکم۔ طبرانی۔ ابویعلیٰ موصلی وغیرہ کے نزدیک مسلم ہیں بعد بخاری و مسلم کے یہی کتابیں معتبر ہیں خصوصاً جب کہ کوئی حدیث کسی باب میں شیخین کے نزدیک نہ ہو تو پھر یہی احادیث کتب سنن وغیرہ حجت مستقل ہیں پس یہ احادیث مہدی کی ایسی ہیں کہ بعض

تقویت بعض کی کرتی ہیں ان کے لئے شواہد و متابعات بھی علیحدہ ہیں ان حدیثوں میں بعض حدیثیں صحیح بعض حسن بعض ضعیف ہیں کافہ اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آخر زمانے میں ضرور ایک شخص اہل بیت نبوت سے ظاہر ہوگا جو دین کی تائید کرے گا عدل ظاہر فرمائے گا مسلمان اس کے تابع ہو جائیں گے اس کو مالک اسلامیہ پر غلبہ حاصل ہوگا اس کو مہدی کہیں گے حضرت عیسیٰؑ اس کے سامنے اتریں گے دجال وغیرہ علامات قیامت کا ظہور اسی کے سامنے ہوگا۔ اب تک بہت سے لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ہم مہدی ہیں پس بعضوں نے تو اس لفظ سے معنی لغوی مراد رکھے ہیں یعنی مقصود ان کا یہ تھا کہ ہم ہدایت کرنے والے ہیں اس میں تو کچھ گفتگو کی جگہ نہیں اور بعضوں نے دعویٰ کیا کہ ہم وہی مہدی ہیں جن کے ظہور کی قیامت کے قریب پیغمبر اللہؐ نے خبر دی ہے اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ مہدی اب تک پیدا نہیں ہوئے مکے میں ظہور کریں گے شیعہ کے بعض فرقوں نے بھی اپنے آئمہ کے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

ذکر یا امام محمد باقر

غلاۃ میں سے مغیرہ بن سعید عجمی کے نزدیک جس کا فرقہ مغیرہ کہلاتا ہے مہدی موعود ذکر یا محمد باقر بن علی بن حضرت حسینؑ بن علی بن ابی طالب ہیں اور وہ زندہ ہیں کوہ ہاجر میں مقیم ہیں جب حکم ربی ہوگا اس سے برآمد ہوں گے۔

مغیرہ

بعض مغیریہ کے نزدیک خود مغیرہ بن سعید عجمی امام منتظر ہیں۔

عبداللہ بن معاویہ

جناحیہ کے نزدیک عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر ذوالجناحین بن ابی طالب امام منتظر ہیں اور وہ اصفہان میں کسی پہاڑ کے اندر زندہ موجود ہیں عنقریب نکلنے والے ہیں۔

محمد بن حنفیہ

کیسانیہ میں سے کریبیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ امام منتظر اور مہدی موعود ہیں وہ ظہور کریں گے تو سارا عالم عدل سے بھر جائے گا اور مختاریہ کے نزدیک بھی محمد بن حنفیہ مہدی ہیں۔

محمد نفس زکیہ

زید یہ میں سے بعض جاروویہ یہ کہتے ہیں کہ محمد نفس زکیہ بن عبد اللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط امام خنجر ہیں اور امامیہ میں سے فرقہ نفسیہ کا بھی زعم یہی ہے اور تاریخ التواریخ کی پانچویں جلد میں لکھا ہے کہ خود نفس زکیہ کو بھی یہی یقین تھا کہ میں مہدی موعود ہوں۔

محمد بن قاسم

بعض جاروویہ کے نزدیک محمد بن قاسم بن علی بن حضرت حسینؑ بن علی بن ابی طالب امام خنجر ہیں۔

حضرت محمد باقر

امامیہ میں سے باقریہ کے نزدیک مہدی محمد باقر بن علی بن حضرت حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔

حضرت جعفر صادق

ناؤسیہ کے نزدیک جعفر صادق بن محمد باقر مہدی ہیں۔

حضرت موسیٰ کاظم

مطوریہ اور موسویہ اور راجحیہ کے نزدیک موسیٰ کاظم بن جعفر صادق مہدی ہیں۔

حسن عسکری

فرقہ عسکریہ کے اعتقاد میں مہدی موعود و حسن عسکری ہیں جو دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔

محمد بن حسن عسکری

اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ مہدی موعود حسن عسکری کے فرزند محمد ہیں اور وہ مرے نہیں بلکہ لوگوں کی نظروں سے مخفی ہو گئے ہیں اور وہ امام زمانہ ہیں اپنے وقت پر ظاہر ہوں گے محمد بن یوسف کنجی نے کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان میں کہا ہے کہ آخر زمانہ تک وہ زندہ رہیں گے۔

محمد مہدی عباسی

فتوحات اسلامیہ میں صواعق محرقة وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ مہدی موعود حضرت عباس چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہوگا اور ہارون الرشید کے باپ محمد مہدی بن ابو جعفر عبد اللہ منصور کو مہدی قرار دیتے ہیں اور اس بات پر استدلال اور اس حدیث سے کرتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ مہدی اولاد عباس چچا رسول سے ہوگا اس محمد مہدی کو اس لئے مہدی موعود خیال کرتے ہیں کہ وہ تمام خلفائے عباسی میں بہتر تھا۔ جس طرح بنی امیہ میں سے عمر بن عبدالعزیز بہتر تھے۔

عمر بن عبدالعزیز

اور اسی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ ایک فرقے نے عمر بن عبدالعزیز کو مہدی بتایا ہے یہ نہایت عادل تھے یہاں تک کہ رعیت ان کو عمر ثانی کہتی تھی یہ خلفائے بنی امیہ کے آٹھویں خلیفہ ہیں تمام خلفائے بنی امیہ تا ایام دولت سلیمان بن عبدالملک خلیفہ، ہفتم بنی امیہ حضرت علی مرتضیٰ کی مذمت منبروں پر کیا کرتے تھے جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے یہ رسم بد موقوف کی اور اپنے تمام نائبوں کو جا بجا لکھا کہ اس رسم بد سے باز آئیں اور موقوف کر دیں جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور خطبے کے آخریہ آیت پڑھی۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِتَّانِي ذِي الْقُرْبٰنِي وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعْظِمُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (سورۃ نحل۔ ۱۶۔ آیت۔ ۹۰) یعنی اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے واسطے انصاف کے اور احسان کے اور واسطے دینے حق رشتہ داروں کے اور اہل حقوق کے اور منع کرتا ہے بے حیائی اور برے کام اور ظلم و ستم سے نصیحت کرتا ہے کہ تم یاد رکھو۔ اس روز سے علی مرتضیٰ کو برا کہنا موقوف ہو گیا اور سب خطیبوں نے اس آیت کا پڑھنا خطبے میں مقرر کیا۔

احمد بن کیاہ

فرقہ کیاہ کے نزدیک احمد بن کیاہ مہدی ہے۔

علی محمد باب

ملک ایران میں علی محمد باب نے مہدیت کا دعویٰ کیا تھا اس کا بیان فرقہ بابی میں

ہو چکا۔

محمود مسکھوانی

محمود بھی اپنی ذات کو مہدی موعود جانتا تھا جس کا ذکر فرقہ واحدیہ میں گذر چکا۔

مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اور کئی دعوؤں کے ساتھ مہدی آخر الزماں ہونے کا بھی دعویٰ کیا تھا۔

سید محمد جونپوری

ہندوستان میں سید محمد جونپوری نے علانیہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا یہ حنفی المذہب تھے ہدیہ مہدویہ میں لکھا ہے کہ محمد جونپوری کی جن کو مہدوی لوگ میراں سید محمد مہدی موعود پکارتے ہیں ابتدا یوں ہے کہ شہر جونپور میں ان کے والد جن کا نام سید خان تھا رہتے تھے ان سے دو فرزند پیدا ہوئے پہلے فرزند کا نام احمد رکھا اور دوسرے فرزند کا نام محمد کہ وہ یہی شیخ موصوف ہیں ولادت ان کی شہر جونپور میں ۸۴۷ ہجری میں واقع ہوئی ان کی والدہ کا نام بی بی انا ملک ہمشیرہ ملک قوام الملک ہے لیکن متاخریں مہدویہ نے جب کہ زمانہ گزر گیا اور محمد جونپوری کے باپ دادا کے پہچاننے والے مر گئے تو بہ مصلحت دعویٰ مہدیت کے محمد کے باپ کا نام بدل کر میاں عبداللہ مقرر کر دیا بلکہ صاحب شواہد الولاہیت نے ماں کا نام بھی آمنہ ٹھہرا دیا حالانکہ مطلع الولاہیت والا کہ اس سے مقدم ہے ان کی ماں کا نام بی بی انا ملک لکھتا ہے جیسا کہ ہدیہ مہدویہ میں مذکور ہے مگر مطلع الولاہیت کی اصل عبارت یہ ہے والدہ، حضرت محمد، نام بی بی آمنہ بود بی بی انا ملک نام سید عثمان داشتہ بووند مہدویہ کہتے ہیں کہ سید محمد اولاد سے موسیٰ کاظم کے ہیں اور درمیان مہدی مذکور اور حضرت موسیٰ کاظم کے بارہ پشت ہیں کہ اس کی تفصیل یہ ہے۔ سید محمد مہد کا بن سید عبداللہ بن سید عثمان بن خضر بن سید موسیٰ بن سید قاسم بن سید نجم الدین بن سید عبداللہ بن سید یوسف بن سید یحییٰ بن سید جلال الدین بن سید اسماعیل بن سید نعمت اللہ بن حضرت موسیٰ کاظم اور شمس الولاہیت میں لکھا ہے کہ سید جلال الدین بن سید اسماعیل بن سید نعمت اللہ بن حضرت موسیٰ کاظم اور شمس الولاہیت میں لکھا ہے کہ سید جلال الدین بن امیر سید نعمت اللہ بن امیر سید اسماعیل بن امیر حضرت موسیٰ کاظم اور خاتم سلیمانی میں بھی یہی مندرج ہے۔ کتاب انصاف نامہ کے باب اول میں لکھا ہے کہ محمد جونپوری سے جب لوگوں نے یہ سوال

کیا کہ حدیث میں آیا ہے یُوَاطِيءُ اَسْمُهُ اَسْمِي وَ اَسْمُ اَبِيهِ اَسْمُ اَبِي لَعْنِي حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ مہدی کا نام میرے نام کے ساتھ موافق ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے اور تمہارے باپ کا نام سید خان ہے تب ان بزرگ نے جواب دیا کہ اللہ سے کہو کہ سید خان کے بیٹے کو کیوں مہدی کیا اور بعضوں کو یوں جواب دیا کہ اللہ کے ساتھ جنگ کرو کہ سید خان کے بیٹے کو کیوں مہدی بنایا اور بعضوں کو یوں بھی جواب دیا کہ رسول اللہ کے باپ مرد کافر تھے ان کا نام عبد اللہ کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ محمد رسول اللہ کا نام محمد عبد اللہ تھا یہ سہو کاتب ہے کہ محمد بن عبد اللہ لکھ دیا ہے اور مہدی کا نام وہی محمد عبد اللہ ہے القصہ جب عمر ان کی چار سال و چار ماہ و چار روز کی ہوئی سید خان نے اشراف و اعیان جو نپور کی ضیافت بحتلف تمام کر کے زبان شیخ دانیال جو نپوری سے کہ مشائخ وقت سے تھے بسم اللہ پڑھوا کر واسطے تعلیم کے ان کو انہی کے حوالے کیا چنانچہ ہمراہ اپنے بڑے بھائی میاں احمد کے ان کے پاس جایا کرتے تھے اور اکتساب علوم میں مشغول رہتے تھے چونکہ طبیعت اور ذہن دل پسند رکھتے تھے اول سات برس کی عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہو کر بقیہ کتب علوم درسیہ سے سن دوازدہ ساگی میں فارغ التحصیل ہو گئے اور چونکہ مویشگانی میں دلیر اور بحث میں شیر تھے شیخ دانیال جو نپوری اور علمائے دانا پور نے ان کا لقب اسد العلماء مقرر کیا آباؤ و اجداد ان کے طریقہ چشتیہ رکھتے تھے لیکن ان کی مریدی کا مہدویہ انکار رکھتے ہیں بلکہ کہتے ہیں اس دوازدہ ساگی میں حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو ذکر خفی وغیرہ جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لا کر پہنچایا اور پھر خود ان سے سیکھا اور شیخ دانیال بھی خضر علیہ السلام کے اشارے سے ان سے کلمن پاکر صدق مہدیت کے ہوئے لیکن اہل سنت کی کتابوں میں اس کے برعکس لکھا ہے کہ یہ خود شیخ دانیال کے مرید تھے جو چار واسطے سے حضرت نظام الدین اولیا کے خلیفہ ہیں۔ القصہ سید محمد جو نپوری نے عقوان شباب سے قدم در روٹھی میں رکھا اور لوگ ان کے نہایت معتقد ہوئے یہاں تک کہ سلطان حسین حاکم دانا پور نے بھی کہ خراج گزار دلپت راؤ لی ملک کوڑ کر تھا ان کے ساتھ رابطہ اخلاص پیدا کیا کہ ہر مہم میں ان کو ہمراہ رکھتا تھا آخر کار شیخ موصوف نے اس کو راجہ مذکور کی اطاعت سے تنگ و عار دلا کر مستعد جنگ کیا کہ تمیں ہزار سپاہی لے کر یہ سید محمد کے ہمراہ روانہ کوڑ ہو اور پندرہ سو سپاہی قوم ہیراگی سید محمد کی رکاب میں رکھے جب یہ خبر دلپت راؤ کو پہنچی ستر ہزار سپاہی ہمراہ لے کر اپنے قلعے سے تین میل آگے آ کر مقابل ہوا سلطان نے قلت سپاہی کی

سے شکست پائی لیکن شیخ نے مقابلہ جاری رکھا اور ان پندرہ سو بیراگیوں کے ساتھ ایسا
 لڑا کہ سید محمد جو پوری اور دلپیت راؤ دو چار ہو گئے اور وہ شیخ کی تلوار سے مارا گیا
 اس کے دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا راجہ کا دل جسم سے باہر نکل آیا۔ میاں دلاور سید محمد
 کے خلیفہ راجہ مذکور کے بھانجے ہیں اسی جنگ میں دستگیر ہو کر سید محمد کی خدمت میں آئے
 کہتے ہیں کہ راجہ کے دل پر اس بت کا نقش جس کی ہمیشہ عبادت کیا کرتا تھا موجود تھا یہی
 سید محمد کے جذبہ کا موجب ہوا کہ جب باطل کو اس قدر اثر ہے حق کو کیا کچھ اثر ہوگا غرض
 کہ سات برس تک کچھ ہوش و حواس نہ تھے مگر فرض نماز ادا کرتے تھے کتب مہدویہ مانند
 مطلع الولاہیت وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس سات برس میں ایک ذرہ طعام اور ایک قطرہ پانی کا
 بھی نہ چکھا ایک روز ان کی بیوی الہدیتی نے کہا کہ کیا سبب ہے کہ بے ہوش رہتے ہو اور
 تحمل نہیں کر سکتے ہو بولے کہ اس قدر تجلی الوہیت کی ہوتی ہے کہ اگر ان دریاؤں میں کا
 ایک قطرہ کسی دلی کامل یا بنی مرسل کو دیا جائے تو تمام عمر کبھی ہوش میں نہ آئے القصد بعد
 سات برس کے کچھ ہوش آیا گا ہے باہوش و گا ہے مدہوش رہتے تھے یہ حال مذہذب پانچ
 برس رہا کہتے ہیں کہ اس پانچ برس میں غلہ و گوشت و روغن ساڑھے سترہ سیر بروایت بیوی
 الہدیتی کے کھایا ہوگا بعد اس حال کے طریقہ ہجرت یعنی وطن چھوڑنے کا اختیار کیا کہ جلائے
 وطن کر کے مع زن و فرزند و چند مرید کے دانا پور کے جنگلی راہ سے جہاں گردی کو نکلے بیوی
 مذکور کی اور سید محمود فرزند ان کے اور شیخ بھیک وغیرہ ہمراہ تھے اور اس جنگل میں الہامات اپنی
 مہدیت کے بھی ظاہر کئے اور ان ہمراہیوں نے تصدیق بھی کی اور وہاں سے رفتہ رفتہ شہر
 چندیری میں پہنچے اور وہاں ان کے وعظ و بیان میں جب ہجوم خلایق زیادہ ہوا وہاں کے شیخ
 زادوں کو کہ صاحب سجادہ مشیخت تھے ناگوار معلوم ہوا آخر الامر بکبر واکرہ وہاں سے ان کو
 نکال دیا وہاں سے شہر مانڈو کو چلے گئے وہاں بھی ان کا غلغلہ ہوا یہاں تک کہ سلطان غیاث
 الدین نے جس کو اس کے فرزند سلطان نصیر الدین نے ان ایام میں قید کر دیا تھا شیخ
 موصوف کے دو مرید سید سلام اللہ اور ابو بکر کو بلا کر باعزاز تمام ملاقات کر کے رخصت کیا اور
 بیش قیمت تحائف سید محمد کی خدمت میں پیش کئے یہاں ایک امیر مصاحب سلطان غیاث
 الدین الہداد نامی کہ فاضل اور شاعر بھی تھا ترک دنیا کر کے ہمراہ ہوا اور تادم مرگ ہمراہ رہا
 مرثیہ شیخ اور دیوان غیر منقوط اور رسالہ بارامانت اور رسالہ ثبوت مہدیت تصنیف اسی کی ہیں
 اور اس کو خلیفہ ششم سید محمد کا شمار کرتے ہیں غرض کہ اب یہاں سے لوگ معتقد ہو کر ہمراہ

ہونے لگے اور اسی شہر میں سید اجمل فرزند سید محمد چھوٹا بھائی سید محمود کا فوت ہوا اور وہیں اس کو مدفون کیا غرض کہ سید محمد بعد اس کے کوچ کر کے شہر جاپانیر میں کہ دارالسلطنت گجرات کا تھا پہنچ کر مسجد جامع میں اترے وہاں بھی ان کے وعظ و ترک و تجرد کا چرچا ہوا یہاں تک کہ والی گجرات سلطان محمود بیگڑہ نے بھی ارادہ آنے کا کیا لیکن دو عالم کہ اول حسب الحکم ملاقات کو گئے تھے مانع ہوئے اور میاں نظام کہ مسجد اسلام خان میں طالب علمی کرتے تھے مرید ہو کر ہمراہ ہوئے اور آخر تک رفیق رہے اور بی بی الہدیتی زوجہ کلاں سید محمود یہیں فوت ہو گئیں اور ان کے انتقال کے بعد سے طریقہ تقسیم بالسویہ کا فتوحات میں شروع ہوا پھر بعد اقامت ڈیڑھ برس کے وہاں سے برہان پور کی راہ سے دولت آباد میں وارد ہوئے وہاں سے مزارات اولیاء اللہ کی زیارت کر کے شہر احمد نگر میں پہنچے اس وقت احمد نظام الملک نے قلعہ اور باغ نظام کی بنیاد ڈالی تھی چونکہ آرزو مند فرزند کا تھا اسی خیال سے ان کی خدمت میں بھی آیا اور معتقد ہوا اتفاقاً عنقریب برہان نظام الملک پیدا ہوا کہ بعد اس کے جانشین وہی ہوا اور معتقد اس فرقے کا تھا اسی واسطے سید محمد کے بعد ان کے خلفا و مریدین کو مانند شاہ نظام و دلاور و نعمت وغیرہ کے گجرات سے طلب کیا تھا اور اپنی بیٹی سید محمد کے پوتے میران جی بن حمید بن سید محمد مہدی کے عقد نکاح میں دی گئی یہی سبب ہے ان کی اولاد خلفا کے دکن میں آنے کا القصد شہر احمد نگر سے کوچ کر کے شہر بیدر پہنچے عہد ملک برید میں وہاں شیخ ممن معتقد ہوئے اور ملا ضیا اور قاضی علاء الدین ترک دنیا کر کے ہمراہ ہوئے پھر وہاں سے سید محمد گلبرگہ کو آئے اور مزار سید گیسو دراز پر گئے پھر وہاں سے روانہ ہو کر قصبہ رائے پاک ہوتے ہوئے بندر دا بھول کو پہنچے اور وہاں سے جہاز پر سوار ہو کر روانہ کعبۃ اللہ ہوئے اور بعد طے منازل کے حرم محترم میں پہنچے اس مقام میں دعویٰ من اتبعنی فهو مؤمن کا کیا اور میان نظام اور قاضی علاء الدین نے امانا و صدقنا بول کر جھٹ بیعت کر لی اور بولے کہ دو گواہ بس ہیں اور ۹۰۱ ہجری پر یہ دعویٰ ہوا تاریخ فرشتہ میں مقالہ سوم کے روضہ سوم میں ابراہیم بن برہان نظام شاہ ثانی کے حالات میں غلطی سے یہ لکھ دیا ہے کہ ۹۶۰ ہجری کے اواخر میں سید محمد جو پوری نے مہدیت کا دعویٰ کیا تھا اسی طرح مولف عقائد الاسلام کی بھی یہ غلطی ہے کہ اس نے لکھا ہے کہ اکبر کے زمانے میں سید محمد جو پوری نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا الغرض یہاں سے سید محمد حضرت آدم کی زیارت کو گئے اور کہا کہ میں نے باوا آدم سے معانقہ کیا انہوں نے مجھ سے کہا کہ خوش آمدی صفا آوردی پھر بغیر

زیارت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ سے بعجلت تمام مراجعت کر کے جدے کو آکر جہاز پر سوار ہو کر بندر دیوگھاٹ پر اتر کر وہاں سے ملک گجرات میں شہر احمد آباد میں آکر مسجد تاج خان بن سالار میں قریب دروازہ جمال پور کے مقیم ہوئے یہاں بھی اٹھارہ مہینے رہنے کا اتفاق ہوا اور طریقہ وعظ و دعوت کا شروع کیا اور ملک برہان الدین وہیں مرید و تارک بن کر رفیق ہوئے ان کو مہدویہ خلیفہ ثالث جانتے ہیں اور ملک گوہر کہ خلیفہ چار میں ہیں اسی مقام سے رفیق سفر حضر ہوئے اور اسی مسجد میں ایک روز مجمع عام میں سید موصوف نے ۹۰۳ ہجری میں دعویٰ مہدیت کا کیا یہ دعویٰ دوم ہے ایک دن انہوں نے یہ کہا کہ ہم اللہ کو دنیا میں انہی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس بات کے سنتے ہی علمائے گجرات نے ان کے قتل کا فتویٰ دیا مگر مولانا محمد تاج نے ان کو سمجھایا کہ کیا تم نے علم ایک سید کے قتل کے لئے ہی پڑھا ہے جب کہ علماء و مشائخ گجرات نے سلطان محمود سے شکایت کی کہ شیخ تازہ وارد اپنے وعظ میں حقائق خلاف شریعت بیان کرتا ہے سلطان نے حکم اخراج کا دیا اس سبب سے وہاں سے اٹھ کر ایک گاؤں سولہ ساتج نام میں اترے میان نعمت کہ خلیفہ کلاں ہیں بڑے راہزن اور خونی تھے خون جہشی کے جرم سے بھاگ کر وہاں پہنچے اور مرید ہو کر ساتھ ہوئے پھر وہاں سے روانہ ہو کر شہر نہر والہ پیران پٹن میں کہ علاقہ گجرات میں سے ہے آکر خان سردر کے لب حوض اترے یہاں اٹھارہ مہینے اتفاق اقامت کا ہوا اور میان خوند میر وہیں آکر تربیت پذیر و مرید ہوئے اور ملک نجن برخوردار اور ملک الہداد اور ملک حماد کہ ان کے اقربا سے ہیں وہ بھی مرید ہو کر ہمراہ ہوئے اور خوند میر کو اجازت گھر میں رہنے کی ہوئی کہ فی الحال یہیں رہو اور ان کے اقربا کو مبارز الملک وغیرہ امرائے گجرات نے بھی نہ چھوڑا بلکہ نظر بند کر کے رکھا اور جب مبارز الملک نے دیکھا کہ اپنے اکثر اقارب وغیرہ اہل گجرات اس قدر سید محمد کے دام تسخیر میں گرفتار ہوتے جاتے ہیں کہ کسی ملک میں نہ ہوئے تو ایک فرمان ثانی سلطان محمود کا صادر کرا کر پیران پٹن سے بھی اخراج کروایا اور سید محمد کی عادت تھی کہ جب حکم اخراج کسی حاکم کا آتا تو بولتے تھے کہ مجھ کو اللہ کا حکم بھی یہاں سے نکلنے کا ہوا ہے میں خود بہ خود جاتا ہوں چنانچہ پیران پٹن سے نکل کر نو میل کے فاصلے پر قصبہ بدلی میں اترے اور وہاں بھی اٹھارہ مہینے اتفاق اقامت کا ہوا اور میان خوند میر کہ بالا خانے میں مجبوس تھے بعد چھ مہینے کے خفیہ نکل کر سید محمد کے پاس آئے یہاں سب خاص و عام مریدین کا مجمع ہوا۔

ایک دن سید محمد نے فرمایا کہ مجھ کو اٹھارہ برس سے بار بار حکم اللہ کا بلا واسطہ ہوتا ہے کہ مہدیت کا دعویٰ کر میں ٹالتا چلا جاتا ہوں اب مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ اے سید محمد دعویٰ مہدیت کہلاتا ہوئے تو کہلا نہیں تو ظالمان میں کا کروں گا اس واسطے میں بہ صحت عقل و حواس دعویٰ کرتا ہوں کہ انا مہدی مبین مرا دالہ اور اپنا چہرہ دونوں انگلیوں سے پکڑ کر کہا کہ جو کہ مہدیت اس ذات سے منکر ہوئے وہ کافر ہے اور میں اللہ سے بے واسطہ وغیرہ احکام لیا کرتا ہوں اور فرمان حق تعالیٰ کا ہوتا ہے کہ علم اولین و آخرین کا تجھ کو دیا اور بیان معنی قرآن اور کنجی خزانہ ایمان کی تجھ کو دی ہم نے تجھ کو جو قبول کرے گا وہ مومن ہے اور تیرا جو منکر ہوئے وہ کافر۔ اسی طرح بہت سی باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کیں خود میر اور تمام اصحاب کہ تین سو ساٹھ تھے پکارے امانا و صدقا یہ دعویٰ تیسرا ہے کہ ۹۰۵ ہجری پر ہوا اور مرتے وقت تک اس پر قائم رہے اسی واسطے اس کو دعویٰ موکد بولتے ہیں غرض کہ یہ خبر جب مشہور ہوئی تو شہر نہر والہ میں کہ وہاں سے نو میل تھا شور و غوغا ہوا کہ جس سید کو یہاں سے شہر بدر کیا تھا اس نے قصبہ بدلی میں جا کر دعویٰ مہدیت کا کیا پس چند علما قصبہ مذکور میں آئے اور سید موصوف کے ساتھ مباحثہ و سوال و جواب مہدیت وغیرہ دعاوی کے باب میں دیر تک کرتے رہے اور سید محمد اپنے دعویٰ سے باز نہ آئے ختم الہدیٰ سبل السوی میں ذکر کیا ہے کہ جس وقت سید محمد کو اس دعویٰ کا حکم حق تعالیٰ کی جانب سے ہوا ایک حکم نامہ وہاں کے بادشاہ کو اس مضمون کا روانہ فرمایا کہ میں سید محمد اللہ تعالیٰ کے فرمان سے مہدیت کا دعویٰ کرتا ہوں ایسی حالت میں کہ عقل بر جا اور سب طرح سے ہوشیار ہوں نہ سکر و سہو کی حالت میں اور سب صورتوں سے صحت ہے اور کسی طرح کی حاجت نہیں اور اس دعویٰ پر اتباع کلام اللہ اور پیروی رسول اللہ ہر دو شاہد ہیں پس ہر ایک کو کہ بادشاہ ہو یا امیر قاضی ہو یا وزیر تو نگر ہو یا فقیر لازم ہے کہ تحقیق کر کے تصدیق کریں اگر بندے کو جھوٹا اور مفتری علی اللہ جانیں تو قتل کریں وگرنہ ہم جہاں جائیں گے خلق کو اپنے مدعا پر بلائیں گے ان دونوں صورتوں میں وبال تمہاری گردن پر ہوگا کہ دونوں جہاں کی یہ روئی تمہاری لئے ہے اس فرمان کے روانہ کرنے کے بعد چار مہینے آپ اس جگہ اقامت فرما رہے اس عرصے میں نہ وہاں کا بادشاہ معترض ہوا نہ کوئی دوسرا پھر یہاں سے شہر جالور کو چلے گئے وہاں کے بہت لوگ مرید و منقاد ہوئے پھر وہاں سے شہر ناگور میں پہنچے اور وہاں بیان کیا فالذی ہاجرو اشد و اخرجوا من دیارہم شدوا و ذوفی سبیلی شد قاتلو او قتلوا مانده است

سائے اللہ خواہد شد بعد اس کے وہاں سے روانہ ہوئے اور ملک سندھ میں شہر نصر پور میں داخل ہوئے وہاں سے میاں نعمت اور میاں خوند میر کو گجرات جانے کی رخصت دی۔ ایک جماعت کثیر ان کے اصحاب کی روانہ گجرات ہوئی بی بی شکر خاتون بھی انہی میں تھیں پھر وہاں سے دارالسلطنت ٹھٹھہ میں پہنچے اور وہاں اٹھارہ مہینے رہنے کا اتفاق ہوا اور کچھ لوگوں نے تصدیق مہدیت کی جب یہ حال وقال ان کا اہل اسلام سندھ پر منکشف ہوا تو نہایت تنگ پکڑا یہاں تک کہ چور اسی آدمی سید محمد کے رفقا و اصحاب میں سے مارے قاقوں کے مرگئے سید محمد نے بشارت دی کہ ان سب کو مقامات انبیاء و مرسلین اولعزم کے ملے۔ القہ بادشاہ سندھ نے حکم دیا کہ اس درویش کو مع تمام مریدوں کے قتل کرو لیکن دریا خان امیر بادشاہ مذکور نے اپنی عرض معروض سے حکم قتل ملتوی کروا کے مملکت سندھ سے اخراج کروا دیا پس سید محمد سب اصحاب کے ساتھ خراسان کو روانہ ہوئے کہتے ہیں کہ قریب نو سو آدمیوں کے ان کے ہمراہ تھیلن میں سے تین سو ساٹھ اصحاب و مہاجرین خاص کہلاتے تھے غرض کہ بہر او خرابی و بربادی اقان و خیزان پر قافلہ رار و قندھار ہوا وہاں بھی ان کی اس قیل وقال کا چرچا ہوا حاکم قندھار مرزا شہ بیگ نے حکم دیا کہ سید ہندی کو جمعہ کے روز مسجد جامع میں علمائے اسلام کے سامنے حاضر کرو چنانچہ حسب الحکم ملازمین اس کے دوڑے اور جبراً و قہراً کمر بند سید کا پکڑ کر اس عجلت سے لے چلے کہ جو تا بھی پہننے نہ دیا اور مریدوں نے جب ارادہ ہر ایسی کا کیا تو منع کیا بلکہ زور کوب کی بھی نوبت پہنچی جب سید محمد داخل مسجد ہوئے علماء وغیرہ نے ہیوم کر کے سخت کہنا شروع کیا سید محمد نے تحمل کر کے وعظ قرآن شروع کر دیا شہ بیگ کہ جو ان بست سالہ تھا ان کے بیان پر فریفتہ ہو گیا اس سبب سے وہ گرمی سرد ہو گئی اور سید محمد نے ان کے ہاتھ سے نجات پا کر بعد چند روز کے راہ شہر فرہا کی لی جب فرہا میں پہنچے وہاں بھی یہی باز پرس پیش آئی کہ اول ایک عہدہ دار نے آکر سید محمد اور تمام ہمراہیوں کے ہتھیار چھین لئے اور گوشہ کمان سب کے سر پر رکھ کر ایک ایک کو شمار کر کے کہا کہ کل سب کو قید کریں گے بعد اس کے امیر ذوالنون حاکم شہر واسطے دریافت کیفیت کے بذات خود آیا لیکن بعد ملاقات کے معتقد شیخ کا ہوا اور علماء کو اجازت دی کہ امتحان مہدیت کا کریں چنانچہ علمائے فرہا نے سوال و جواب شروع کئے اور امیر ذوالنون نے یہ تمام کیفیت مرزا حسین بادشاہ خراسان کے حضور میں لکھ کر روانہ کی بادشاہ نے چار عالم واسطے دریافت حقیقت حال کے روانہ کئے چنانچہ علمائے مذکورین نے آکر مباحثہ کیا

جب فراہ میں تین مہینے گزر چکے تو خوند میر اور میاں نعمت کو نصر پور سے اپنے وطن کو واپس گئے تھے اور میاں محمود فرزند سید محمد کہ شہ نہر والہ میں اپنے والد سے جدا ہو کر تلاش نوکری کے ارادے سے جا کر سلطان محمود کی سرکار میں مردم سپاہ پیشہ میں نوکر ہوئے تھے یہ تینوں شخص فراہ کو آئے اور ہدایا و نذر کہ مردم گجرات نے سید محمد کے واسطے میاں نعمت کے ہمراہ روانہ کئے تھے راہ میں ان میں سے میاں محمود فرزند سید محمد نے خرچ کے لئے کچھ مانگا میاں نعمت نے کہا کہ پرانی امانت میں خیانت کرنے نہ دوں گا مگر میاں محمود کے خفا ہونے کی وجہ سے خوند میر نے اپنا خرچ راہ مع اس امانت کے جو ان کے ہمراہ تھی پیش کر دیا جب کہ فراہ پہنچے تو مسئلہ امانت میں سید محمد نے طرفداری فرزند کی کی اور کہا کہ کیا مثل گجرات کی یاد نہ تھی کہ ایک ڈھک کیا تیرے باپ کا مال ہے بعد اس کے سید محمد نے وہ امانتیں میاں نعمت سے طلب کیں انہوں نے جواب دیا کہ یہ طالبان اللہ اثنائے راہ سے آپ کی طرف روانہ ہوئے ان پر خرچ کیا گیا سید محمد نے کہا کہ ان لوگوں کو کس نے طالب اللہ بنایا یہ کلام سنتے ہی طالبین مذکور بے ساختہ بھاگے اور میاں نعمت جن کا لقب مقراض بدعت سے جوش میں آخر مع اہل و عیال روانہ ہوئے سید محمد نے ایک گوجری مثل بول کے ان کی فہمائش کی کہ تو مجھ لور نہ لور سہاگن ہوں تجھ لور نہار یعنی تو مجھ کو چاہ نہ چاہ میں تیرا چاہنے والا ہوں اور بہت سادلا سا کر کے واپس لائے چنانچہ تفصیل اس کی تذکرۃ الصالحین میں موجود ہے اور فرزند مذکور کے حق میں کہا کہ جس کا پوت پوت ہو کر آئے اسی کا ہے خوشی نہ ہوئے غرض کہ ان لوگوں کے آنے کے بعد سید محمد چھ مہینے اور زندہ رہے پس کل قیام فراہ کا نو مہینے ہے اور اکثر بشارات و اشارت اپنے اور اپنے مریدوں کے فضائل میں اسی عرصے میں بیان کئے ہیں القصہ بعد نو مہینے کے تریسٹھ برس کی عمر میں مقام فراہ میں جمعرات کو ۹۱۰ ہجری میں انتقال کیا مضا مہدی تاریخ وفات ہے کہتے ہیں انتقال سے پہلے جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ نماز و تراویح کی تھی اور یہ علامت انتقال کی تھی کیونکہ حضرت رسالت پناہ نے بھی قبل رحلت بعد نماز جمعہ کے تراویح کئے تھے شواہد اللولایت کے باب ۲۸ میں لکھا ہے کہ سید محمد بروز انتقال اپنی زوجہ بی بی یون کے گھر میں تھے اور عادت یہ تھی کہ زمین میں میٹھیں واسطے شناخت وقت نوبت ازواج کے گاڑی تھیں جب ان میٹھوں پر سایہ پہنچتا تھا ایک بی بی کے گھر سے دوسری بی بی کے گھر جانے کی نوبت آتی تھی اس روز جب سایہ میٹھ پر پہنچا فرمایا کہ مجھ کو بی بی ملکان کے گھر میں لے چلو بی بی ملکان وہاں حاضر تھیں انہوں نے عرض کیا کہ آپ پر سختی ہے اور میں

خود یہاں حاضر ہوں اور میں نے اپنی نوبت تم کو بخش دی آپ یہیں رہیں وریاروں نے بھی یہی مضمون بکمال اصرار عرض کیا میراں نے جواب دیا کہ خوب تم نے اپنا حق بخشا لیکن حد شرع محمدی کی کہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے کون بخش سکتا ہے بعد اس کے پھر دو تین بار بی بی ملکان وغیرہ نے یہی مضمون عرض کیا لیکن میراں نے قبول نہ کیا اور کہا کہ برادر لوگ ہماری رعایت کرتے ہیں اور شرع محمدی کی رعایت نہیں کرتے الغرض نہ مانا اور بی بی ملکان کے گھر میں بہر طور اپنے تئیں پہنچایا انتہی القصد انتقال کے بعد سید محمد کے جنازے کی نماز پرانی عید گاہ فراہ میں پڑھ کر ایک جگہ میں کہ فراہ اور موضع رنج کے درمیان ہے دفن کیا اور میاں الہ دین حمید نے سب کے سامنے چند مرثیے قبر پر پڑھے کہ اس میں یہ شعر بھی تھا۔

فصلش کہ بر جمع پیبر شد از خدا با و بروز حشر شفاعت گرا از خدا

اور ۹۸۰ ہجری میں شاہ قاسم عراقی حاکم فراہ نے قبر پر گنبد بنوایا لیکن یکان سلطان حاکم فراہ نے اس کی تکمیل کی غرض دہم کے بعد میاں خوند میراں اپنے وطن گجرات کو چلے گئے اور نہر والہ میں متوطن ہوئے اور بعد چند روز کے اہل اسلام نے وہاں سے شہر بدر کیا تو قصبہ سلطان پور میں آکر رہے انہوں نے اپنی اس تعجیل معاودت کا یہ عذر بیان کیا تھا کہ میراں کی روح نے مجھ کو کہا ہے کہ تم گجرات کو جاؤ اور سید محمود فرزند میراں نے ایک سال فراہ میں ٹھہر کر کہا کہ مجھ کو بھی میراں کی روح نے جانے کا حکم دیا اس واسطے وہ گجرات میں آکر مقام بہلوٹ میں متوطن ہوئے اور خوند میراں بھی ان کے قرب و جوار کے واسطے موضع بھاوی پور میں ایک منزل کے فاصلے پر بہلوٹ سے متوطن ہوئے پھر وہاں سے موضع جھنخی واڑ میں رہے اور سید محمود کی طرف سب خلفا و مریدین سید محمد جو پوری کی رجوع ہوئی اس سبب سے ان کا شہرہ زیادہ ہوا اور روز بروز خلق ان کی میں تسخیر زیادہ ہونے لگی جب یہ بات سلطان محمود بیگدہ کو معلوم ہوئی بھاری زنجیر پاؤں میں ڈلو کر قید کیا اکتالیس روز کے بعد راجے سون اور راجے مرادی خواہراں بادشاہ کی سفارش سے کہ میراں کی معتقد تھیں رہائی پائی لیکن زخم زنجیر سے پاؤں سڑ گیا اور اڑھائی مہینے کے بعد اسی وجہ سے پچاس سال کی عمر میں ۹۱۹ ہجری میں اپنے والد کی وفات سے نو برس کے بعد مقام بہلوٹ میں قضا کی۔ بعد انتقال محمود کے میان خوند میر فرقہ مہدویہ کے رئیس ہوئے انہوں نے دعوت اس مذہب کی شروع کی عوام الناس ان کے مسخر ہونے لگے ستائیس بار مقامات سے ان کو بدر کیا گیا سلطان مظفر گجراتی نے اس فرقے کی زیادتی کا حال سن کر کچھ فوج اس کی تباہی کے لئے

عین الملک کی ماتحتی میں موضع کھانہیل کو بھیجی لشکر بادشاہی نے اس فرقے کے تمام مکانات جلادئے ساٹھ سوار اور چالیس پیادوں کی جمعیت سے مہدویہ نے مقابلہ کیا اکتالیس آدمی ان کے کام آئے اور خوندمیر زخم تیر سے نابینا ہو گئے شرف الدین مہدوی بھی اسی سواروں کے ساتھ ان کی مدد کو آ گیا تھا تمام مہدویہ مع اصل و کمک کے کھانہیل سے موضع سدرا سن کی طرف چلے گئے فوج بادشاہی نے پیچھا نہ چھوڑا اور سدرا سن میں پہنچ کر جنگ دوم میں میاں خوندمیر اور ان کے فرزند جلال الدین اور داماد وغیرہ اقربا و مریدین جملہ آدمیوں کو قتل کیا یہ واقعہ ۹۳۰ ہجری میں واقع ہوا تذکرہ الصالحین میں مذکور ہے کہ ان مقتولوں میں سے پانچ کے سر شہر پٹن کے پاس لے گئے سروں کی ٹوکری شہر کے دروازے کے پاس رکھ دی جب ظہر کی اذان مسجدوں میں ہوئی تو وہ سب ٹوکری سے نکل کر صف آرا ہوئے اور ان کے آگے میاں خوندمیر کا سر ہوا اور نماز ظہر کے لئے پیشانی پر سجدہ کیا کہتے ہیں کہ ان کی تکبیر کی آواز دوسروں نے سنی اس جنگ کو مہدوی لوگ اپنے منہ سے جنگ بدر ولایت بولتے ہیں اور شہدائے بدر کا ہم مرتبہ اس جنگ کے شہداء کو سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آیت -

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ (سورة الاحزاب - ۳۳ - آیت - ۷۲) میں امانت سے مراد یہی جنگ ہے اور انسان سے مراد میاں خوندمیر ہیں گو کہ اخراج و قتل وغیرہ اہل احتساب اسلامی کی طرف سے ہوتا رہا لیکن مہدویہ اپنے ان کلمات و دعاوی سے باز نہ آئے چنانچہ ۹۵۲ ہجری میں شیخ علی متقی نے چار فتوے شیخ ابن حجر کی وغیرہ آئمہ چار مذہب کے مکہ معظمہ سے بادشاہ گجرات کے پاس بھجوائے کہ یہ مہدویہ کافر ہو گئے ہیں اگر یہ لوگ اس مذہب باطل سے توبہ نہ کریں تو ان کو قتل کرنا بادشاہ اسلام پر واجب ہے شاہ مظفر بادشاہ گجرات نے فتووں پر عمل کر کے گیارہ آدمیوں کو پکڑ کر پھر قتل کیا اور شاہ نعمت خلیفہ مہدی کی گرفتاری کے عوض میں سید علی فرزند مہدی نے اپنے آپ کو گرفتار کرادیا اور مقتول ہوئے اور شاہ نعمت موضع لوہ گر میں مع سولہ آدمی ہمراہی کے مارے گئے اور ملک الہداد خوندمیر کی شکست یابی کے بعد سدرا سن کے نکل کر رفت رفتہ ملک ماڑواڑ میں پہنچ کر موضع پاڑ کر میں دائرہ باندھ کر رہنے لگے وہاں سے اس قدر مہدویہ پر سختی پیش آئی کہ ان کے رفقاء قاتلوں کے مارے مرنے لگے یہ لوگ اسی طرح ملک بہ ملک متفرق و منتشر ہوتے رہے اور رفت رفتہ یہ واقعہ سلاطین دہلی و اکبر آباد کے حصار میں پہنچا چنانچہ متنب التواریخ اور تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلیم شاہ بن شیر شاہ کے عہد میں شیخ علائی بن حسن مرید شیخ سلیم چشتی نے شیخ عبد اللہ

افغان نیازی کی ہدایت سے طریقہ مہدویہ اختیار کر لیا اور سید محمد جونپوری کی مہدویت کا قائل ہو گیا یہ شخص بیانہ میں رہا کرتا تھا اور اس کی بدولت صدہا آدمی اس طریق پر آگئے شیخ علانی نماز کے وقت قرآن کی تفسیر کیا کرتا اور ایسے پر اثر معانی بیان کرتا کہ اس کی مجلس میں جوق در جوق مسلمان حاضر ہونے لگے اور جو اس کے پاس حاضر ہوتا وہ یا تو بالکل اہل و عیال سے قطع تعلق کر کے پیشہ اور مال و اسباب چھوڑ کر مہدوی ہو جاتا یا گناہوں سے توبہ کر کے سید محمد جونپوری کی مہدویت کا معتقد ہوتا اور جو کچھ دھندا کرتا اس میں سے دسواں حصہ اللہ کی راہ میں نکالتا اس طرح کے بہت سے آدمی جمع ہو گئے کہ باپ بیٹے سے بیٹا باپ سے بیوی خاوند سے بھائی بھائی سے چھوٹ گئے اور فقر و فنا کا طریق اختیار کر لیا شیخ علانی کو جو کچھ نذر و فتوح میں حاصل ہوتا سب کو اس میں علی السویہ شریک کرتا اور اگر کچھ نہ ملتا تو یہ لوگ دو دو تین تین روز تک فاتحے سے بیٹھے رہتے مگر کسی سے سوال نہ کرتے اور شیخ علانی ہتھیاروں سے ہر وقت مسلح رہتا گلی کوچوں میں پھرتا کسی مسلمان کو نا مشروع کام کرتے دیکھتا تو اول ملائمت سے سمجھاتا جب نہ ماننا تو سختی سے پیش آتا جو حکام وقت اس کو اپنا مقتدا سمجھتے تھے اس کی مدد کرتے جب یہ سختی بہت بڑھ گئی اور فساد پیدا ہونے کا احتمال ہوا تو شیخ عبداللہ نے شیخ علانی کو سفر حجاز کے لئے آمادہ کیا اور تین سو ستر خاندان اسی بے سروسامانی کی حالت میں ہمراہ ہوئے جب خواص پور واقع سرحد جونپور میں یہ قافلہ پہنچا تو خواص خان نے استقبال کیا اور معتقد ہو گیا لیکن تھوڑے سے عرصے میں مذہب مہدویہ کی برائی اس پر روشن ہو گئی شیخ علانی نے یہ بات سمجھ کر خواص خان سے تعلق توڑ دیا اور یہ بہانہ کر کے کہ امر معروف اور نہی منکر میں میری اطاعت نہیں کرتا اس سے رنجش ظاہر کر کے خواص پور سے اپنا قافلہ اٹھا دیا اور حج کا عزم نسخ کر کے بیانہ کو واپس چلا گیا سلیم شاہ ان دنوں آگرے میں مقیم تھا شیخ علانی کا حال سن کر اپنے دربار میں بلایا جب شیخ دربار شاہی میں داخل ہوا تو آداب شاہی بالکل ترک کر دئے صرف سلام علیک مشروع طور پر کی سلیم شاہ نے بکراہیت جواب دیا علیک السلام مقربین کو یہ بات سخت ناگوار گزری مالا عبداللہ سلطان پوری المخاطب بہ مخدوم الملک شیخ علانی کا مخالف ہو گیا اور اس کے قتل کا فتویٰ بھی دے دیا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ شخص خود بھی مہدویت کا مدعی ہے سلیم شاہ نے مرزا رفیع الدین انجو اور ملا جلال کیم دانشمند اور ملا ابوالفتح تھامیری وغیرہ علما کو جمع کر کے اس قضیے کی تشخیص ان کے حوالے کی سلیم شاہ کے حضور میں مجلس مباحثہ مقرر ہوئی شیخ علانی علما سے مغلوب ہو گیا جواب نہ

وے سکا مگر اس طرح قرآن کی آیات کے صحیح بیان کرنے لگا کہ اس کی تقریر نے بادشاہ کے دل میں اثر کر لیا اور بادشاہ نے شیخ سے کہا کہ اگر تم اس دعوے باطل کو ترک کر دو تو میں تم کو اپنی تمام قلمرو کا محتسب بنا دوں اور اب تک تم میرے بے حکم امر معروف و نہی منکر کرتے رہے محتسب ہو جانے کے بعد میرے حکم سے یہ کام کرو گے مگر شیخ نے سلطان کی بات کو منظور نہ کیا سلطان نے اسے قتل تو نہ کرایا سرحد کن پر ایک شہر ہے ہنڈیہ وہاں بھجوا دیا وہاں کا حاکم بہادر خان سلیم شاہ کے امر میں سے تھا تمام لشکر سمیت شیخ علانی کا معتقد ہو گیا مخدوم الملک نے اس بات کو ایک برے پیرائے میں بادشاہ سے عرض کر کے شیخ علانی کو وہاں سے واپس طلب کرایا اس مرتبہ بھی سلیم شاہ نے علما کو جمع کیا اور اس قضیے کی تشخیص میں بہت کچھ توجہ کی مخدوم الملک نے بادشاہ سے کہا کہ شیخ علانی خود بھی مہدی ہونے کا مدعی ہے اور مہدی تمام روئے زمین کا بادشاہ ہوگا سارا لشکر آپ کا اور آپ کہ اکثر عزیز بھی در پردہ وہ اس کے معتقد ہو گئے ہیں آپ کی سلطنت میں فتور پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے مگر بادشاہ شیخ علانی کے قتل پر آمادہ نہ ہوا بہار میں شیخ بڑہ ایک نہایت دانشمند شخص رہتا تھا شیر شاہ اس کا بڑا معتقد تھا یہاں تک کہ اس کی جوتی اپنے ہاتھ سے سیدھی کرتا تھا سلیم شاہ نے شیخ علانی کو اس کے پاس بھیج دیا کہ جو کچھ اس کے حق میں شیخ بڑہ لکھے وہ کیا جائے شیخ بڑہ نے بھی مخدوم الملک کے فتوے کی تقلید کی اس زمانے میں مرض طاعون کا بہت زور تھا شیخ علانی بھی اس مرض میں مبتلا ہو گیا جب بادشاہ کے حضور میں شیخ بڑہ کے فتوے کے ساتھ پیش ہوا تو اس وقت بولنے تک کی اس میں طاقت نہ تھی سلیم شاہ نے آہستہ اس کے کان میں کہا یہ اگر تم میرے سامنے کہہ دو کہ میں مہدو نہیں ہوں تو میں تم کو رہا کر دوں مگر اس نے نہ مانا سلطان نے حکم دیا کہ اس کے کوڑے مارو تیسرے کوڑے میں اس کی جان نکل گئی یہ واقعہ ۹۵۵ ہجری کا ہے۔

جمال خان مہدوی کی ہدایت سے نظام شاہی خاندان کے چھٹے بادشاہ اسماعیل بن برہان نظام شاہ ثانی نے بھی یہ مذہب اختیار کر لیا تھا فرقہ مہدویہ کو اس وقت میں بڑی رونق ہو گئی تھی ان کے کارنامے تاریخ فرشتہ کے مقالہ سوم کے روضہ سوم میں مفصل مندرج ہیں۔ علاقہ بے پور کہ جس کو ڈھونڈھا رکھتے ہیں وہاں اس قوم کی آمد کی ابتدا یوں ہوئی کہ امرائے افغانہ جو دہلی کے اطراف میں سلاطین لودھی اور شیر شاہی کے وقت سے جاگیر دار تھے جلال الدین اکبر شہنشاہ نے شیر شاہ کی طرفداری کی وجہ سے ان کا اخراج کیا یہ لوگ

غلوب ہو کر گجرات کو چلے گئے اور وہاں علمائے مہدویہ زدوکشت اہل اسلام سے ہراساں کران کی پناہ میں آئے جب اختلاط پیدا ہو گیا تو کچھ افاغنے نے یہ مذہب اختیار کر لیا اور کچھ اپنے تئیں پر باقی رہے جب ان پٹھانوں کی صفائی راجہ جے پور نے اکبر سے کرا دی تو لوگ لوٹ کر جے پور کے علاقے میں آ گئے لیکن مذہب میں ویسے ہی دو رنگ رہے مانچہ اب تک وہی رنگ ہے کہ مندوزئی وغیرہ چند فرقے سنی ہیں اور دوسرے فرقے قوم فی وغیرہ مہدوی ہیں۔

ان دیہات کے سوا بلا دوکن میں بھی مہدویہ جا بجا بکثرت موجود ہیں اور اکثر صاحب ثروت بھی ہیں سرنگ پٹن میں سلطان ٹیپو کے پاس بھی بہت سے افغان مہدوی ہو کر تھے ایک بار عدول حکمی کرنے پر فوج سلطانی کے ہاتھ سے کئی سو مارے گئے باقی وہاں سے نکلوائے گئے۔

سردار خان غرے زئی مہدوی ملازم باجی راؤ والی پونانے باوجود منع کرنے اپنے آقا کے چھاؤنی انگریزی پر حملہ کیا اور تمام دولت مرہٹہ کو برباد کر گیا باجی راؤ کو انگریزوں نے ۱۲۳۲ ہجری میں گرفتار کر کے بھٹور پہنچا دیا جب سب ریاستیں دکن کی بگڑ گئیں تو چاروں طرف سے سمٹ کر مہدویہ حیدرآباد دکن میں آئے اور وہاں وہ کثرت اور عزت راجہ چندولال پیشکار کی بدولت پیدا کی کہ دس بارہ ہزار کی جمعیت سے بمشاہرات پیش قرار نوکر ہوئے بعض دولت مند ان کے کروڑ پتی تک ہو گئے اور یہاں اپنی کثرت و ثروت کے غرور میں مقدمات مذہب میں ہر ایک سے بیباکانہ بحث و تکرار شروع کی یہاں تک کہ ۱۲۳۷ ہجری میں مولوی عبدالکریم کو بحث مذہب پر میر عالم بہادر کی مسجد میں مار ڈالا چوتھے روز اہل سنت نے بھی مکہ مسجد میں جمع ہو کر مہدیوں کے مکانوں پر پورش کی اور فساد نے اتنا طول کیا کہ شام تک بہت سے مہدوی اور سنی باہم لڑ کر مارے گئے نواب سکندر جاہ مند نشین تھے انہوں نے انگریزی فوج کی مدد سے ان کو ملک سے نکال دیا در بدر شہر بہ شہر باہر حدود ممالک محروسہ آصفیہ سے پھرنے لگے ایک مدت دراز اسی طرح گزری اور نواب سکندر جاہ کا انتقال ہوا اور نواب ناصر الدولہ مند نشین دولت آصفیہ کے ہوئے اور بسبب انقرض عہد اور بعد مدت کے اہل حیدرآباد کے دلوں سے بھی بغض و طیش کم ہو گیا تب لالہ چند دلال کے دربار میں نذرانے اور شوتیں دے دے کر ایک ایک دو دو مہدوی آ کر گھسنا شروع ہوئے اور راجہ کی نظر عنایت سے پھران کا جماؤ ہو گیا۔

مہدویہ کے عقائد

مہدویہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت محمدؐ کے دربار میں ایک صدیق تھے تو میراں کے دربار مہدیت میں دو تھے۔ سید محمود اور خوند میر اور اگر وہاں خلفائے راشدین چار تھے تو یہاں پانچ تھے سید محمود۔ خوند میر۔ میاں نعمت۔ میاں نظام۔ میاں دلاور۔ اور اگر وہاں دس شخص ایسے تھے جن کے جنتی ہونے کی بشارت دی گئی تو یہاں بارہ تھے پانچ مذکوریں اور باقی کے نام یہ ہیں۔ امین محمد۔ ملک معروف۔ عبدالمجید۔ ملک جو۔ ملک گوہر۔ ملک برہان الدین اور اگر حضرت محمدؐ کی امت میں بہتر فرتے ہیں تو مہدی کی امت میں چوتھ فرتے ہیں ایک فرقہ کہ عقیدہ خوند میر پر ہے ناجی ہے باقی غیر ناجی۔ اور سید محمود پسر مہدی کو مہدی ثانی بھی کہتے ہیں اور میاں خوند میر داماد مہدی کو بدلہ مہدی بھی کہتے ہیں کیونکہ قتال کا کام مہدی سے نہ ہوا ان کے بدلے میں انہوں نے کیا اس جنگ کو جنگ بدر ولایت بولتے ہیں اور اسد اللہ الغالب بھی ان کا لقب ہے اور ان کے بیٹے سید محمود خاتم مرشد نواسہ مہدی کو حسین ولایت کہتے ہیں ان کے ساتھ لڑکپن میں اللہ ہمیشہ کھیلا کرتا تھا جیسا کہ بیچ فضائل میں منقول ہے اور ان کی ماں فاطمہ ولایت ہیں اور مہدی کی سب بیبیاں ازواج مطہرات اور امہات المؤمنین ہیں اور مہدی کے نواسے سید محمود نامی کو حسین ولایت قرار دے کر حضرت حسینؑ شہید کر بلا کی برابر یا ان سے بہتر جانتے ہیں اور ان کی شہادت اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ ایک روز سید محمود بعد نماز تہجد کے جا نماز پر بیٹھے تھے کہ یزید کی روح کتے کی صورت میں وہاں داخل ہوئی محمود نے اپنے ہاتھ سے اس کو ہانکا اس نے ان کے ہاتھ کو ایسا زخمی کیا کہ اس کے درد سے ۴۳ روز کے بعد پندرہویں محرم کو انتقال کیا جیسا کہ تذکرۃ الصالحین میں مذکور ہے۔ مہدویہ کا عقیدہ یہ ہے کہ تصدیق مہدیت سید محمد جو پوری کی فرض ہے اور انکار ان کی مہدیت کا کفر ہے اور ۹۰۵ ہجری سے کہ انہوں نے اس سنہ میں دعوے مہدیت کا کیا تھا اس طرف جس قدر اہل اسلام گزرے ہیں اور گزریں گے سب بہ سب اس انکار کے کافر مطلق ہیں مسلمان صرف مہدوی ہیں اور سید محمد اگرچہ داخل امت محمدی ہیں لیکن افضل ہیں امرائے مؤمنین ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان ذی النورین اور علی مرتضیٰ سے اور سید محمد جو پوری سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انبیائے مرسل سے افضل ہیں اور سید محمد جو پوری اگرچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے پورے تابع ہیں لیکن رتبے

دونوں برابر ہیں دونوں میں سرموکی بیشی نہیں احادیث رسول اللہ کی اور تفاسیر قرآن کی کسی ہی روایات صحیحہ سے مروی ہوں لیکن سید محمد کے بیان و احوال سے مقابل کر کے اگر مطابق ان کے احوال کے ہوئیں تو صحیح جاننا ورنہ غلط ہدیہ مہدویہ میں اسی طرح لکھا اور علیہ میں ہے کہ سید محمد بہ تعلیم الہی بہ اتباع نبی مفترض الطاعات ہیں۔ پنج فضائل فریر کیا ہے کہ جو کوئی فرمان مہدی بن تاویل کرے وہ آن مہدی سے نہیں ہے اور عقیدہ فقہ میں بیان کیا ہے کہ جو شخص بیان مہدی میں کچھ تاویل یا تحویل کرے وہ مخالف بیان ذات کا ہوگا انگریزوں کا مولف کہتا ہے کہ یہ مذہب حقد میں مہدویہ کا ہے اور سید ابراہیم بن سید سلام اللہ کی کتاب سلسلہ میں لکھا ہے کہ منکر اجماع صحابہ نبوت اور صحابہ بیت کافر ہے صحابہ ولایت سے مراد سید محمد کے اصحاب ہیں۔ مہدویہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ سید محمد جو پوری اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو شخص تو پورے مسلمان ہیں اور سوائے ان کے حضرات انبیاء و مرسلین ناقص الاسلام ہیں چنانچہ پنج فضائل میں ہے کہ شاہ دلاور نے اپنے مہدی سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ناک کے نیچے سے بالائے سر تک مسلمان تھے اور نوح علیہ السلام زیر حلق سے بالائے سر تک مسلمان تھے اور عیسیٰ علیہ السلام یرناف سے بالائے سر تک مسلمان تھے دوسری بار جب آئیں گے پورے مسلمان ہو جائیں گے اب آدھے مسلمان ہیں مہدویہ کہتے ہیں کہ جو نقل اس مضمون کی ہماری کتابوں میں منقول ہے وہ نقل تشابہ ہے اور تشابہات میں جو اعتقاد المل سنت کا ہے وہی اعتقاد مہدویوں کا ہے اور مہدویہ کے نزدیک تصحیح مہدی کا اعتقاد رکھنا فرض ہے اور اس کے ان کی اصطلاح میں معنی یہ ہیں کہ تمام ارواح انبیاء اور رسل اولوالعزم اور اولیائے بلند مرتبہ اور تمام مومنین اور مومنات آدم سے اس دم تک سید محمد کے حضور میں پیش کی جاتی ہیں اور یہ ان کا داخلہ اور موجودات دیکھتے ہیں اور حق تعالیٰ کا ان ارواح کو حکم ہوتا ہے کہ تم نے جس خزانے سے نور لیا تھا پھر اس محل سے مقابلہ کر کے تصحیح کرو اور جو شخص یہاں مقبول ہوا وہ اللہ کے پاس بھی مقبول ہے اور جو یہاں مردود ہوا وہ عند اللہ بھی مردود ہے اور تفصیل اس کی مطلع الولایت میں موجود ہے اور جب تک آدمی بہ چشم سر یا چشم دل یا خواب میں اللہ کو نہ دیکھے مومن نہیں ہے مگر طالب صادق کہ اپنے دل کو غیر حق سے پھیر کر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر ہمیشہ مشغول بہ اللہ رہے اور دنیا اور خلق سے عزلت اختیار کرے اور خودی سے باہر آنے کی ہمت کرتا ہو ایسے شخص کے حق میں بھی مہدی نے حکم ایمان کا کیا ہے چنانچہ عقیدہ خوند میر

میں جس کو مہدوی ام العقائد بحر الفوائد بولتے ہیں مذکور ہے کفر و ایمان کے مسئلے میں مہدی سے نقلیں اس طور پر واقع ہیں۔

مطلع الولايت سے منقول ہے الحال ہر کہ بر ظاہر شریعت از آتش خلاص یا بدو بعد از ظہور ابن دعویٰ مقبل مومن منکر کافر گردو فرمودند ہر کہ بر مہدیت این ذات ایمان آرد مومن گردو ہر کہ انکار کند کافر گردو اور عقیدہ شریفہ میں منقول ہے فرمودہ کہ ایمان ذات خداست ان نقلوں سے مفہوم ہوا کہ وہ ایمان عوام کا ہے اور یہ ایمان خواص کا اور دیدار کے مسئلے میں نفی اس ایمان کی ظاہر ہے نہ اس ایمان کی اور مہدی کا قول ہے کہ تین پہر اللہ کا ذکر کرنے والا منافق ہے اور چار پہر ذکر کرنے والا مشرک ہے اور پانچ پہر کا ذکر کرنے والا مومن ناقص ہے اور آٹھ پہر کا ذکر کرنے والا مومن کامل ہے اور ان کے عقائد سے یہ بھی ہے کہ اشیائے دنیوی اگر چہ حلال و جائز ہوں مگر اس میں مشغول رہنے والا بلکہ اس کا ارادہ رکھنے والا کافر ہے جیسا کہ انصاف نامے کے باب پنجم میں لکھا ہے کہ میراں نے فرمایا کہ وجود حیات دنیا کفر ہے چنانچہ زنان و فرزندان و اموال و حیوانات و زراعات و عمارات و ملبوسات و ماکولات وغیر ہا جو کہ ان کا مرید ہو اور ان میں مشغول ہو وہ بھی کافر ہے اگر کوئی شخص اس کے ساتھ صحبت رکھے یا اس کے گھر کو جائے یا اس کے ساتھ الفت رکھے وہ جائے آن سے نہیں ہے اور آن محمدی سے نہیں اور آن اللہ سے نہیں ہے اتحنا اور ان کے نزدیک ترک وطن کرنا اور اپنے وطن سے ہجرت کر کے صادقوں کی صحبت اختیار کرنا فرض ہے چنانچہ شواہد کے باب سی و سوم میں مرقوم ہے اور جو شخص کہ اس ہجرت و صحبت کو بجا نہ لائے وہ منافق ہے مہدویہ کے نزدیک مہدیت اور نبوت میں نام کا فرق ہے اور کام اور مقصود ایک ہے جیسا کہ شواہد کے تیرہویں باب میں لکھا ہے۔ عطیہ میں بیان کیا ہے کہ مہدویہ مہدی کی مہدیت کی تصدیق کر کے ان کو خلیفۃ اللہ تابع تام شریعت رسول اللہ آخذ احکام شرعیہ مبین قرآن مراد اللہ تعالیٰ کی اور روح مبارک رسول اللہ کی تعلیم سے اور شرع اجتہادیہ اور مسائل اختلافیہ میں حاکم صواب و خطا کا مٹانے والا بدعت کا چلانے والا سنت کا احکام ولایت کو ظاہر کرنے والا خاتم ولایت مقیدہ محمدیہ کا ایسا امام کہ جس کی طاعت تمام اہل اسلام پر فرض عین ہے سمجھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک سید محمد علم و عمل دونوں میں معصوم ہیں ہر ایک عمل اور بیان مہدی کا اللہ کی تعلیم سے جاننا اور ان پر احکام تازہ بتازہ نوبہ نواللہ کی طرف سے اترنے کا یقین رکھنا ان کے نزدیک فرض ہے پس اگر کسی مجتہد یا مفسر کا قول

فقہ حکم و بیان مہدی کے نہ ہو تو وہ قول خطا ہے اور احادیث آحاد میں سے جو حدیث ان قول و فعل کے مخالف ہو تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ کسی راوی کی غلطی ہے۔

سید محمد کے افعال و اقوال سب معصوم ہیں اور سید محمد نے فرمایا ہے کہ نماز دو گانہ تیسویں رمضان لیلۃ القدر فرض ہے اور سید محمد نے یہ بھی کہا ہے کہ آدمی جب کسی قدر مال کا مالک ہو قلیل ہو یا کثیر اس کا دسواں حصہ خیرات کرنا اس پر فرض ہو یا یہ عبادت مال کے برابر زکوٰۃ کے چنانچہ کتاب زبدۃ البراہین تصنیف سید عبدالرحیم بن اسحاق بن عبدالحی مدوی میں مذکور ہے غرض کہ یہ عشرہ عشر نہیں ہے جو کہ محاصل زمین میں شرع میں مقرر ہے بلکہ یہ ایک تشریح جدید ہے اور دو گانہ مذکور السابق کے فرض ہونے کی کیفیت سید مصطفیٰ مدوی نے اپنی کتاب تالیف ۱۲۳۷ ہجری اور عطیہ میں یوں لکھی ہے کہ رمضان کی تیسویں رات کے بعد عشا کے میراں کو حکم ہوا کہ آسمان کی طرف دیکھو جب ادھر نگاہ کی دیکھا کہ تمام آسمان اور جنتیں حور و قصور کے ساتھ آراستہ کی گئی ہیں اور تمام ملائک کھڑے ہیں تب سلام اللہ نے عرض کیا کہ یہ شب قدر ہے میراں نے فرمایا کہ اللہ کا حکم ہوا ہے کہ سید المرسلین پر یہ رات ہم نے نازل کی تھی اور تمہارے واسطے پوشیدہ رکھی تھی ہزار مہینوں کی عبادت مقبول سے ہے میں تجھ کو دیتا ہوں اے سید محمد اس میں دو گانہ شکرانہ ادا کر جیسا کہ حضرت آدمؑ نے نماز فجر پڑھی تھی اور حضرت ابراہیمؑ نے نماز ظہر پڑھی تھی اور یونسؑ نے نماز عصر پڑھی تھی اور عیسیٰؑ نے نماز مغرب پڑھی تھی اور موسیٰؑ نے نماز عشا پڑھی تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وتر پڑھی تھی اور تو اے سید محمد شب قدر میں اس نماز کو پڑھا کر پس اس بزرگ نے اپنے گیارہ اصحاب کے ساتھ امامت کر کے نماز دو گانہ ادا کی رکعت اول میں سورہ ضحیٰ (۹۳) اور رکعت دوم میں سورہ قدر (۹۷) پڑھی مہدویہ میں وقت دعا کے ہاتھ اٹھانا خصوصاً بعد فرض نمازوں کے مطلقاً ممنوع و موقوف ہے مہدویہ کا عقیدہ یہ ہے کہ سید محمد خاتم الولاہیت ہیں جس طرح حضرت محمد ﷺ خاتم النبوت ہیں اسی لئے مہدویہ خاتمین بہ صیغہ تثنیہ کہتے ہیں۔ شواہد الولاہیت کے اثبوتیں باب میں لکھا ہے ان کے مہدی نے کہا کہ فرمان حق تعالیٰ کا ہوتا ہے کہ۔ رَاَوْسِیَ الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیْمًا وَّ قُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ (سورہ آل عمران - ۳- آیت ۱۹۰ سے ۱۹۱) اے سید محمد یہ آیت فقط تیرے گروہ کی شان میں ہے پھر میراں نے کہا جیسا کہ قوم موسیٰؑ کا خطاب یہود اور قوم عیسیٰؑ کا خطاب عیسائی اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب مسلمان ہے ہماری قوم کا

خطاب اولی الالباب ہے اٹھئی اور ستر ہویں باب میں لکھا ہے کہ میراں نے دعویٰ کیا کہ حق تعالیٰ سے میں نے معلوم کیا کہ قرآن میں اٹھارہ آیتیں بعض حق ذات مہدی میں اور بعض ان کے گروہ کے حق میں ہیں اور وہ مہدی میں ہوں پندرہوں باب میں لکھا ہے کہ میراں نے خوند میر کو کہا کہ تمہاری خبر حق تعالیٰ نے اپنے کلام میں دی ہے چنانچہ **الَّذِينَ نُورُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِثْقَاةٍ** (سورۃ نور- ۲۴- آیت- ۳۵) سے مراد سینہ خوند میر ہے **فِيهَا مِصْبَاحٌ** سے مقصود مجلی حق تعالیٰ ہے **الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَتِهِ** سے مطلوب دل خوند میر ہے اور **الزُّجَاجَةُ** گانہا گونگب "ذُرِّي" **يُوقَلِّمُنْ شَجَرَةَ مُبْرَكَةٍ** سے مراد شجر ذات سید محمد ہے کہ چوتھے آسمان پر میرا نام سید مبارک ہے۔

تنبیہ الغافلین میں ملا علی قاری کہتے ہیں کہ سنا گیا ہے کہ مہدویہ اپنے جھونپڑے برابر بناتے تھے اور ہر ایک جھونپڑے میں سوراخ ہوتا تھا کہ ہر ایک شخص دوسرے شخص کے افعال پر مطلع ہوتا رہے یہاں تک کہ اگر ایک مہدوی اپنی عورت سے صحبت کرتا تو دوسرا اسے دیکھتا رہتا اور اس تاک جھانک کو یہ لوگ برا نہیں جانتے ان کا قول یہ تھا کہ ہم سب مرد آپس میں بھائی ہیں اور ہماری عورتیں باہم بہنیں ہیں ہمارا آپس میں دیکھنا کچھ برا نہیں اٹھئی میاں نعمت و خوند میر نے حکم کیا کہ ترک مہاجر کا اس کے وارثوں کو نہ دے کر مہاجرین اغیار پر بالسویہ تقسیم کرنا چاہئے چنانچہ انصاف نامہ کے باب ہشتم سے ظاہر ہے اور سید محمود بن خوند میر نے کہ مہدی جو نہ پوری کے نواسے اور مہدویوں کے خاتم مرشد اور حسین ولایت ہیں انصاف نامہ کے باب ہفد ہم میں لکھا ہے کہ انہوں نے معاملہ میں دیکھا کہ قیامت برپا ہوئی اور حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ حساب خلق کا کرو انہوں نے میراں کو فرمایا میراں نے خوند میر کو فرمایا آپس خود میر حساب تمام عالم کا کرتے ہیں ایضاً اسی باب میں لکھا ہے کہ انہی میاں محمود نے دوسری بار معاملہ میں دیکھا کہ میں نے اس عالم سے عروج کیا اور عرش و کرسی سے گزر گیا وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ کے سامنے مہدی کے بعض اصحاب اپنے سروں کے بال کھولے ہوئے ناچ رہے ہیں اور دستکیں بجا رہے ہیں اس جگہ پر جو کچھ رسول اللہ ﷺ کو دکھلایا تھا مجھ کو بھی دکھلایا اٹھئی اسی طرح ان کے نانا مہدی نے بھی دعویٰ کیا تھا کہ ایک رات ٹکٹ شب کے وقت میں مع سید سلام اللہ کے آسمان چڑھتا چلا گیا اور قاب قوسین کا مقام اور کلام ہوا اور یہ عبارت وحی ہوئی **رَضِيَ عَنْكَ الرَّحْمَنُ اَبْنُ صَاحِي السَّمْعِ وَالطَّغْيَانِ وَحِي السَّنَنِ وَالْاِيْمَانِ مَنْ يَرَاكَ لَهْ الْاَمْنِ وَالْاَمَانِ وَمَنْ اَمِنَ**

بک وجب علیہ الغفران ومن انکر بک ہت لہ النیر ان۔ سید مصطفیٰ نے اپنی کتاب اثبات مہدیت مولفہ ۱۲۳۳ ہجری میں طویل عبارت میں اس معراج کا حال بیان کیا ہے سید محمد جو پوری کو جو وحی ہوتی تھی وہ کبھی عربی زبان میں ہوتی تھی کبھی ہندی میں اور کبھی گجراتی زبان میں منجملہ ان کے یہ ایک ہندی فقرہ بھی وحی ہوا تھا۔ اے سید محمد دعویٰ مہدیت کا کہلا ہوئے تو کہلا نہیں تو ظالمان میں کا کروں گا چنانچہ شواہد کے باب مقدمہ میں لکھا ہے اور ان کی وحی میں سے یہ عبارت عربی بھی ہے جو ابتدائے رسالہ ام العقائد میں لکھی ہوئی ہے۔

قال الامام المہدی صلی اللہ علیہ وسلم علمت من اللہ بلا واسطہ جدید الیوم قل انی عبد اللہ تابع محمد رسول اللہ محمد مہدی الزمان وارث بنی الرحمن عالم علم الکتاب والایمان مبین الحقیقۃ والشریعۃ اور الرضوان۔ پنج فضائل میں لکھا ہے کہ محشر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مہدی نوری ہاتھی پر سوار ہوں گے کہ نام اس کا محمودا ہوگا اور گرو اس کے انبیا اور سل اولو العزم اور اولیا و شہدا اور حجاج وغیر ہم مومنین امت محمد چلتے ہوں گے اور دانت اس ہاتھی سے اس قدر لمبے ہوں گے کہ ان پر تمام فرقہ مہدویہ سوار ہوگا اور میدان حشر میں گشت کر کے ذوالجلال کے آگے آکر حضرت مریم کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت آسیہ کے ساتھ سید محمد کا نکاح ہوگا بعد اس کے عرصات میں آکر دونوں شفاعت کریں گے۔ شواہد الولاہیت کے چوبیسویں باب میں لکھا ہے کہ مہدی نے کہا کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے تمام ارواح اولین و آخرین کا پیشوا بنایا ہے اور اکتسویں باب کی سینتیسویں خصوصیت میں لکھا ہے ہے کہ جناب رسالت آب نے مہدی کے اصحاب کا مرتبہ اپنے مرتبے کی برابر فرمایا ہے اور اس پر یہ حدیث بیان کرتے ہیں ہم اخوانی بمنزلی وہ بھائی میرے ہم مرتبہ میرے ہیں شاہ نظام الدین خلیفہ مہدی نے کہا ہے کہ یہ صفت عام اصحاب مہدی کی ہے اور بڑے اصحاب کا مرتبہ اس سے بھی آگے ہے اور شاہ دلاور خلیفہ مہدی نے کہا ہے کہ یہ لوگ مقام مرسلون کا رکھتے ہیں اور بارہ آدمی ان سے فاضل تر ہیں اور کہا کہ یہ سب بھائی ہم اخوانی بمنزلی کا مقام رکھتے ہیں مگر چار شخص اس سے بڑھ کر مقام رکھتے ہیں یہ سب مرید شاہ دلاور کے تھے علمائے مہدویہ نے ان اقوال کی تاویلیں کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ تمام منازل و مقامات میں انبیا کے ہم سر و برابر ہونا لازم نہیں آتا۔

سید محمد نور بخش جو پوری

سید محمد نور بخش کہ اولیائے مغلوب الحال سے ہیں انہیں ایک گروہ مہدی موعود جانتا ہے حالانکہ صاحب معارج الولاہیت کہتا ہے کہ سید محمد نور بخش جو پوری کو ایک روز حال آیا دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ انت مہدی یعنی تو مہدی ہے انہوں نے سمجھا کہ میں مہدی موعود ہوں ایک مدت تک اسی دعوے پر رہے آخر جب حج کو چلے اثنائے راہ میں ان کو کشف ہوا کہ میں مہدی بائین معنی ہوں کہ ہدایت یافتہ ہوں رہنمائے خلق میں طرف عبادت الہی کے نہ مہدی موعود ہوں پس اس دعوے سے باز آ کر مریدوں اور ہمراہیوں کو اس اعتقاد سے پھیر دیا اور کہا کہ جب اس سفر سے پلوں گا تو باقی مریدوں کو بھی اس اعتقاد سے باز رکھوں گا آخر اثنائے راہ میں وفات پائی بعد اس کے ہمراہیوں نے غائبوں کو یہ خبر پہنچائی بعض اس عقیدے سے پھر گئے اور بعض پہلے اعتقاد پر اڑے رہے۔

مرزا حیدر نے کتاب رشیدی میں لکھا ہے کہ کشمیر کے تمام آدمی حنفی المذہب ہیں فتح شاہ والی کشمیر کے زمانے میں (کہ ۸۶۳ ہجری سے اس کا دور حکومت شروع ہوتا ہے) ایک شخص شمس الدین نامی عراق کی طرف سے آیا اور اپنے آپ کو میر محمد نور بخش کا پیرو ظاہر کیا اور ایک نیا مذہب جاری کیا اور اس کا نام مذہب نور بخش یا نور بخشی رکھا اور طرح طرح کی باتیں کفر والحاد کی پھیلائیں اور ایک کتاب فقہ میں بنا کر اس کا نام احوطہ رکھا اس کتاب کو لوگوں میں رواج دیا یہ فقرہ اس کتاب میں کا ہے ان اللہ امرنی ان ارفع الاختلاف من بین هذه الامة اولانی فروع الشریعہ الحمد ینہ کما کانت فی زمانہ من غیر زیادۃ و نقصان و ثانیانی الاصول من بین الامم و کافۃ اہل العالم بالیقین۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس امت سے جو اختلاف ہے اس کو دور کر دوں اور اول شریعت محمد کا اختلاف دور کر کے ویسے قائم کروں جیسے خاص حضرت محمد کے زمانے میں تھی اس میں جو کچھ کمی بیشی ہے سب مٹادوں اور پھر وہ اختلاف مٹاؤں جو تمام امتوں اور سب مخلوقات کے عقائد میں ہے۔ اس کتاب کے مسائل مذاہب اہل سنت میں سے کسی مذہب کے مطابق نہ تھے نہ شیعہ کے موافق تھے جن لوگوں نے اس مذہب کو اختیار کیا وہ اصحاب ملاحہ اور حضرت عائشہؓ کو برا کہنے لگے اور سید محمد نور بخش کو صاحب الزمان اور مہدی موعود بتانے لگے اور معاملات و

عبادات میں وہ تصرفات کئے کہ تمام باتوں میں تفرقہ پیدا ہو گیا۔ کشمیر کے اہل سنت نے اس کتاب کو ہندوستان کے اہل سنت کے پاس بھیجا جنہوں نے اس پر یہ فتویٰ دیا کہ اس کتاب میں بہت سی غور و خوض کے بعد معلوم ہوا کہ اس کے بنانے والے کا مذہب باطل ہے وہ اہل سنت کے کسی مذہب پر نہیں اور اس کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دین محمدی کا اختلاف دور کرنے کے لئے حکم دیا ہے جھوٹ اور دھوکا دہی ہے جہاں تک ممکن اور مقدرت میں ہو اس کتاب کا فنا کرنا ہر دیندار پر فرض و لازم ہے اور اس مذہب کا مٹانا واجبات سے ہے پس جو لوگ اس مذہب پر چلتے ہوں ان کو سمجھا کر دھمکا کر اس سے ہٹانا چاہئے اگر وہ نہ پھریں تو ان کو سزا دینا اور قتل کرنا واجب ہے اگر توبہ کر لیں تو ان سے کہنا چاہئے کہ مذہب حضرت ابوحنیفہ کی متابعت اختیار کریں جب یہ فتویٰ کشمیر میں پہنچا تو بہت سے نوربخشیہ مارے گئے اور بعض سے جبراً یہ مذہب چھڑوایا گیا کچھ ایسے تھے کہ انہوں نے تصوف کا پردہ اپنے ارتداد پر ڈال لیا۔ لیکن تاریخ فرشتہ کا مؤلف کہتا ہے کہ کتاب احوط میرشمس الدین عراقی کی تصنیف نہیں کسی ملحد نے اس کو بنایا ہے اور جن سید نور بخش کی طرف یہ لوگ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں وہ بڑے بزرگ اور نیک تھے حیدر خود کہتا ہے کہ بدخشاں میں میں نے ان کے پیروؤں کو دیکھا ظاہر ان کا شریعت سے بالکل مطابق تھا اور تمام باتوں میں اہل سنت کے ساتھ اتفاق رکھتے تھے سید محمد نور بخش کی اولاد میں سے ایک شخص نے مجھے ان کی تالیفات میں سے ایک کتاب دکھائی تھی اس کے مطالب نہایت عمدہ تھے اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سلطنت ظاہری طہارت اور تقویٰ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی یہ صحیح نہیں کیونکہ بڑے بڑے انبیاء و رسل نے نبوت کے ساتھ سلطنت بھی کی ہے جیسے حضرت یوسفؑ اور حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور لیس

ملا علی قاری اپنی اس کتاب میں جو انہوں نے ۹۶۵ ہجری میں مہدی موعود وغیرہ کی بابت شہر مکہ میں لکھا ہے کہتے ہیں کہ ایک شخص نے جسے اور لیس کہا کرتے تھے سلطان بایزید کے عہد میں مہدیت کا دعویٰ کیا اس کے اسی خلیفہ تھے ایک دن خلفا کو بلا کر کہا کہ مجھ کو کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ میں مہدی ہوں تم بھی اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو اور جو کچھ

تم پر ظاہر ہو مجھ سے بیان کرو خلفا ایک مدت تک متوجہ رہ کر اس کے پاس آئے اور کہا کہ ہم پر یہ ظاہر ہو گیا کہ تم حق پر ہو سلطان کے حضور میں یہ واقعہ عرض کیا گیا وہ بڑا دیندار تھا اس نے سن کر کہا بہتر ہے تم لوگ خروج کرو میں تمہارا ساتھ دوں گا اور تمہاری ہر طرح سے مدد کروں گا بعد چند روز کے جب باطن کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ الہام ربانی نہ تھا بلکہ خطرہ شیطانی تھا اور اس عزم سے پھر گئے اور سلطان کو بھی مطلع کر دیا۔

کرو

سلطان محمد چہارم کے عہد میں ۱۲۷۰ ہجری میں ایک مسلمان نے کروستان میں مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کر کے ہزاروں کر دوں کو اپنا معتقد بنا لیا اور اسی زمانے میں ایک یہودی امام سیاتہائی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر کے یہودیوں میں عام تحریک پیدا کر دی تھی اور اس اجتماع غریب سے عام مسلمانوں کو قرب قیامت کا یقین ہو گیا احمد کو برلی وزیر اعظم نے مسیح کاذب کو گرفتار کر کے قید خانہ میں بھیج دیا سلطان نے سیاتہائی سے کہا کہ اگر تو تائب ہو کر مسلمان ہو جائے تو تیرے جرم سے درگزر کروں گا سیاتہائی بڑی خوشی سے مسلمان ہو گیا مہدی صاحب کا حشر بھی بعینہ مسیح صاحب کی برابر ہوا موصل کے پاشا نے سیاتہائی کے مسلمان ہونے سے چند ماہ بعد اسے گرفتار کر کے سلطان کی خدمت میں بھیج دیا باطل اللہ کے روبرو جاتے ہی وہ مہدی آخر الزمان کے دعوے سے دست بردار ہو گیا مگر چونکہ اس نے سلطان کے سوالات کے جواب نہایت معقولیت اور عقلمندی سے دئے سلطان نے خوش ہو کر اس کی خطا معاف کر دی اور مسیح موعود اور مسیح دجال کی طرح اسے بھی اپنی ملازمت میں لے کر خزانہ سلطانی کے محافظین میں داخل کر دیا۔

ازبک

ہدیہ مہدویہ میں مذکور ہے کہ ازبک نامی ایک شخص اسی جھوٹے دعوے پر اٹھ کر مہدی کہلایا شہر زور کے پہاڑوں کی طرف نکل کر ایک بڑی جماعت کو اپنا تابعدار کیا آخر اس طرف کے امیر احمد خان کر دی نے اس پر فوج کشی کر کے اس کو قتل کیا اور اس کی جماعت کو پراگندہ کر دیا اور اس کے بھائی کو ابھر کر کے راہ راست پر لایا۔

ابن تومرت

ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن تومرت کوہ سوس میں جو بلا و مغرب کے منتہی میں ہے ۲۸۵ ہجری میں پیدا ہوا تھا قبیلہ ہرنہ میں سے تھا جن کی نسبت مشہور ہے کہ حضرت حسن بن حضرت علیؑ کی نسل سے ہیں جوانی میں طالب علمی کے لیے مشرق کے سمت گیا حضرت غزالی سے بھی کچھ پڑھا تھا مدت تک کے میں وہاں علم حدیث و فقہ وغیرہ علوم شریعت میں دستگاہ حاصل کر کے زہد و عبادت میں مصروف ہو گیا تھا دنیا داری کے سامان میں سے اس کے پاس سوا عصا اور ایک لوٹے کے کچھ اور نہ تھا امر معروف و نہی منکر میں نہایت سخت و پابند تھا زبان عربی و مغربی نہایت فصاحت سے بولتا تھا اور اگر کسی سے کوئی ایذا اس کو پہنچتی تو اسے بکشاہہ پیشانی برداشت کر لیتا مگر مکہ میں کوئی دشواری اس کو لاحق ہوئی تو مصر کو چلا گیا اور جو کام مخالف شرع دیکھا اس کے مٹا دینے میں بے حد کوشش کرنے لگا۔ لوگوں کی سخت مخالفت کی وجہ سے مختلط باتیں کرنے لگا اور اپنی جان کو ان پر دیوانہ ثابت کرنے لگا مصر سے اسکندریہ کو آیا وہاں سے جہاز میں سوار ہو کر اپنے وطن کو روانہ ہوا اس نے اس سے پیشتر یہ خواب دیکھا تھا کہ دریا کا سارا پانی پی گیا ہوں اور اہل جہاز کو بھی وعظ و نصیحت کرتا اور قرآن پڑھتا رہتا تھا ۵۰۵ ہجری میں شہر مہدیہ میں پہنچا بعض کہتے ہیں کہ ۵۱۱ ہجری میں مصر سے فقہا کے لباس میں نکلا مہدیہ میں پہنچ کر مسجد غلق میں ٹھہرایا مسجد سرراہ تھی اس میں بیٹھ کر راستے کی طرف نگرانی رکھنے لگا اگر کسی کے پاس کوئی خلاف شرع چیز پاتا یا کسی کے پاس شراب کا برتن دیکھتا تو اسے توڑ ڈالتا مسلمانوں نے اس کا حال سنا تو اس کے پاس آنے لگے اور کئی دینی کتابیں اس سے پڑھیں امیر یحییٰ بن تمیم بن معمر بن بادر لیس کو اس کا حال معلوم ہوا تو فقہا کی جماعت کے ساتھ اسے اپنے حضور میں بلایا جب امیر کی اس سے ملاقات ہوئی اور اس کی بات چیت سنی تو بہت تعظیم و تکریم کی اور کہا کہ آپ میرے حق میں دعا کیجئے کچھ دنوں مہدیہ میں اور رہ کر بجایہ کو چلا گیا یہاں بھی اس نے اپنا وہی حال رکھا یہاں کے آدمیوں نے اسے شہر سے نکال دیا موضع ملالہ میں چلا گیا اور یہاں اس کی ملاقات عبدالمومن بن علی قیسی سے ہوئی ملوک مغرب کے حالات میں ایک کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ ابن تومرت کتاب جفر سے واقف تھا جو علوم المل بیت میں ہے اس کتاب میں اس نے یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ایک آدمی اس صورت کا سرور کائنات کی اولاد میں سے ہوگا اور وہ آدمیوں کو راہ اللہ کی طرف دعوت

کرے گا اور اس کا مدفن اس مقام پر ہوگا جس کے یہ حروف ہیں ت۔ی۔ن۔م۔ل۔ اور یہ بھی اس کتاب میں دیکھا تھا کہ اس کے اصحاب میں سے ایک آدمی ہوگا جس کے سبب سے اس کے کام کو قوت ہوگی اس کے نام کے یہ حروف ہیں۔ ع۔ب۔د۔م۔و۔م۔ن۔ اور پانچویں صدی میں اس کا ظہور ہوگا ابن تومرت کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے شخص کے ظاہر ہونے کا اب وقت قریب ہے اس لئے عبدالمومن کی تلاش میں پھرنے لگا جس جگہ جاتا وہاں اور جس سے ملتا اس کا نام دریافت کرتا اور حلیہ اس کا عبدالمومن کے حلیہ سے جو اس کے پاس موجود تھا ملاتا بالآخر ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس سے نام دریافت کیا جو اب دیا مجھے عبدالمومن کہتے ہیں حلیہ ملایا تو موافق پایا بہت خوش ہوا پھر ابن تومرت نے عبدالمومن سے دریافت کیا تم کہاں رہتے ہو اور اب کہاں کا ارادہ ہے عبدالمومن نے کہا کہ کوفیہ کا باشندہ ہوں مشرق کو تحصیل علم کے لئے جا رہا ہوں ابن تومرت نے کہا کہ مشرق اور علم تم نے پائے میرے ساتھ چلو یہ سب تم کو حاصل ہو جائے گا عبدالمومن ابن تومرت کے ساتھ ہو لیا پھر ابن تومرت نے اپنا تمام راز اس سے کہا ابن تومرت کی ملاقات ایک اور شخص سے ہوئی جسے عبداللہ ابوشریشنی کہتے تھے یہ شخص فقیہ و جیہ فصیح لغات عرب و اہل مغرب کا بڑا ماہر تھا ابن تومرت نے اسے بھی اپنے راز سے آگاہ کر کے موافق کر لیا اور تینوں نے مقصود اصلی کے حاصل کرنے پر غور کیا ابن تومرت نے عبداللہ سے کہا کہ تم کو چاہئے کہ اپنی فصاحت و بلاغت کو چھپالو ہکلا کے باتیں کرنا شروع کرو اور ایسے طور پر باتیں کرو کہ جس سے لوگوں پر تمہارا جہل ثابت ہو پھر یکا یک اپنے فضائل و فصاحت لسانی کو ظاہر کرنا کہ لوگوں کو تمہارا معجزہ ثابت ہو اور جو کچھ میں لوگوں سے کہوں اس پر یقین کریں اس مشورے کے بعد ابن تومرت اہل مغرب سے ملا اور ان کو موافق کرنا شروع کیا چھ آدمی اس کی ہمراہی اور رفاقت کو آمادہ ہوئے اور یہ تمام جماعت مراکش کو روانہ ہوئی اس وقت یہاں کا حکمران ابوالحسن علی بن یوسف بن تاشفین تھا جو مراطین سے تھا کہ جو ملشمین بھی کہلاتے اور یہ ان چند قبیلوں سے ہیں جو حمیر کی طرف منسوب ہیں اور نہایت حلیم عادل متواضع تھا مالک بن وہب کو ابن تومرت کی بات چیت معلوم ہوئی تو اس نے سلطان سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک ایسا دروازہ کھلنے والا ہے جس کا بند کرنا مشکل ہوگا مناسب یہ ہے کہ ابن تومرت اور اس کے ساتھیوں کو علما کے مجمع میں بلا کر اور اس کی باتیں سنوا بن تومرت ایک ٹوٹی ہوئی مسجد میں شہر کے باہر ٹھہرا ہوا تھا۔ سلطان نے اسے دربار میں بلایا

اور علمائے شہر کو بھی جمع کر کے ان سے کہا کہ اس شخص سے دریافت کرو کہ تمہارا کیا مدعا ہے قاضی محمد بن اسود نے ابن تومرت کی طرف مخاطب ہو کر کہا یہ سلطان عادل حلیم اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہے اپنی خواہشات نفسانی پر اللہ کی فرماں برداری کو ترجیح دیتا ہے مگر اس سلطان کے حق میں تمہاری زبانی بعض باتیں اس کے خلاف سننے میں آئی ہیں ابن تومرت نے کہا کہ جو کچھ باتیں سلطان کے حق میں میری تم تک پہنچی ہیں وہ واقع میں میں نے کہی ہیں اور ابھی بہت کچھ کہوں گا قاضی صاحب تم نے جو یہ کہا کہ یہ سلطان اللہ کے احکام کا پابند ہے اپنی ہوا دہوس پر طاعت الہی کو ترجیح دیتا ہے یہ قول تمہارا معتبر نہیں تمہارے انہی خوشامد کے الفاظ نے سلطان کو دھوکے میں ڈال دیا ہے یہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اکثر ناجائز کام اس کی قلمرو میں ہوتے ہیں لوگ شراب علانیہ بیچتے ہیں سور علی الاعلان پالتے ہیں قیموں کا مال لیتے ہیں اسی طرح اور کئی باتیں ابن تومرت نے بیان کیں سلطان دیندار نے اس کا کلام سن کر خجالت سے سر جھکا لیا اور رونے لگا حاضرین نے سمجھ لیا کہ یہ شخص سلطنت کی طمع رکھتا ہے سلطان پر اس کی باتوں کا اثر پیدا ہو گیا ہے مگر سلطان کے رعب کی وجہ سے خاموش رہے مالک بن وہب نے اس وقت سلطان سے عرض کیا کہ میں جو کچھ آپ سے کہتا ہوں اس پر اگر توجہ کی جائے گی تو انجام آپ کا بہتر ہوگا ورنہ ایک بڑی سخت مصیبت میں پھنس جانے کا اندیشہ ہے آپ اسے اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیجئے اور ایک دینار روزانہ ان کے خرچ کے لئے مقرر کر دیجیے تاکہ یہ کوئی فتور پیدا نہ کر سکے اگر ایسا انتظام آپ نے نہ کیا تو پھر ایسا وقت آئے گا کہ تمام خزانہ خرچ کرنے سے بھی اس کا تدارک نہ ہو سکے گا سلطان نے یہ بات کرنا چاہی مگر وزیر نے عرض کیا کہ ایسا مناسب نہیں ابھی تو آپ اس کی بات پر آبدیدہ ہو گئے تھے اور ابھی گرفتار کرنا چاہتے ہیں یہ ایک محتاج آدمی ہے کیا کر سکتا ہے سلطان نے اب تومرت کو رخصت کر دیا اس نے دربار سے نکل کر یاروں سے کہا کہ اس مقام پر ہمارا ٹھہرنا مفید نہیں مالک بن وہب ہماری مخالفت پر آمادہ ہے یہاں ٹھہرنا خلاف مصلحت ہے شہر اغمات میں ایک فقیہ عبدالحق بن ابراہیم نامی میرا دوست ہے اس کے پاس چل کر مشورہ کریں ابن تومرت اور سب ہمراہی وہاں پہنچے اور عبدالحق سے ساری سرگذشت بیان کی اس نے کہا کہ تمہارا یہاں رہنا بہتر نہیں یہاں سے ایک منزل کے فاصلے پر ٹیمبل نام ایک موضع ایک پہاڑ میں ہے تم وہاں جا کر رہو اس جگہ تمہاری حفاظت بخوبی ہوگی جب یہ جماعت ٹیمبل گئی اور نہایت زہد و تقویٰ اور فقر و فاقہ کے ساتھ بسر اوقات

کرنے لگے تو مسلمانوں کو ان کے ساتھ حسن عقیدت پیدا ہو گئی ابن تو مرت کی اس ضلع میں بڑی شہرت ہو گئی مقدس اور مذہبی پیشوا مانا گیا اطراف سے لوگ اس کی قدم بوسی کو آتے ابن تو مرت کے پاس جو کوئی آتا یہ اس سے یہی کہتا کہ میں سلطان مراکش پر خروج کروں گا تم بھی میری شرکت کرو جو شخص قبول کرتا اسے اپنے اصحاب میں داخل کرتا جو انکار کرتا اس سے اعراض کرتا بہت سے نوجوان اس کے ساتھ ہو گئے اس انتظام کو زیادہ عرصہ گزرنے سے ابن تو مرت کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا میں مرجاؤں اور یہ سارا انتظام ناتمام رہے یا سلطان ان پہاڑیوں کو کچھ دے دلا کر مجھے ان کے ہاتھ سے نقصان پہنچوادے اسلئے خروج کے لئے حیلہ ڈھونڈھنے لگا ان پہاڑیوں کے بعض بچے سرخ و سفید نیلی آنکھوں والے اور ان کے باپ سانولے سیاہ چشم دیکھ کر ان سے دریافت کیا کہ اولاد اور ماں باپ میں اس اختلاف رنگ کا کیا سبب ہے انہوں نے بھید نہ بتایا اس نے اصرار کیا تو جواب دیا کہ سلطان کے غلام ہر سال خراج وصول کرنے کے لئے اس پہاڑ پر آتے ہیں اور ہمارے مکانوں میں ٹھہرتے ہیں اور ہماری عورتوں سے صحبت کرتے ہیں ہم کو ان کی اس زیادتی کے روکنے کی قدرت نہیں ابن تو مرت نے کہا ایسی زندگی سے موت بہتر ہے تم جیسے شجاع تیغ و نیزے کے چلانے والے ایسی بے حیائی پر کیسے راضی ہو ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم کو ضرورت نے مجبور کیا ہے ابن تو مرت نے کہا کہ اگر کوئی تمہاری حمایت اور سرپرستی کرے تو کیا کرو گے سب نے جواب دیا کہ اس کے ساتھ اپنی جانیں نثار کر دیں گے دشمنوں کو ماریں گے اور مریں گے مگر ایسا آدمی کہاں ہے ابن تو مرت تو اس بات کی تلاش ہی میں تھا ان سے وعدہ کیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں انہوں نے اس کی سرداری منظور کی ابن تو مرت نے سب سے معاہدہ کر کے کہا کہ تیاری کر لو جب سلطان کے غلام یہاں آئیں اور تمہاری عورتوں سے ہم بستری کی خواہش کریں۔ یہ شراب ان کے پاس رکھ دینا جب وہ پی کر نشے میں متوالے ہو جائیں تو مجھے مطلع کرنا غرض کہ وہ غلام حسب معمول آئے اور پہاڑیوں نے انہیں مست کر کے ابن تو مرت کو خبر کی اس نے حکم دیا سب کو قتل کر ڈالو حکم کی تعمیل ہوئی ایک غلام حبشی کسی ضرورت سے باہر چلا گیا تھا وہ بیچ کر بھاگ گیا اور سلطان کو سب حال سے مطلع کیا سلطان کو ابن تو مرت کی اس کارروائی نے متاسف کیا اور اب خیال ہوا کہ مالک بن دہب کی تجویز اس کی نسبت بہت مناسب تھی سلطان نے سواروں کی فوج کو باغیوں کی سزا دہی کے لئے روانہ کیا ابن تو مرت نے پہاڑیوں سے کہا کہ بلند

مقامات اور درون میں جم کر سواروں پر اتنے پتھر برسواؤ کہ ان کے منہ پھر جائیں اس سخت مقابلے سے تمام سوار بھاگ نکلے سلطان نے سمجھ لیا کہ اب پہاڑیوں پر قابو حاصل کرنا مشکل ہے اب ابن تومرت نے عبداللہ سے کہا کہ اپنے فضل و کمال کو ظاہر کرو اور ہکلاتا چھوڑ دو اس نے ایسا ہی کیا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ کلام کرنے لگا اور لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے ہیں جنہوں نے میرے سینے کو شق کر کے اس میں قرآن کے تمام علوم اور حکمت بھر دی تمام آدمی اس کی اطاعت کرنے لگے ابن تومرت نے اس سے کہا کہ اے بزرگوار یہ تو بتادے کہ میں سعید ہوں یا شقی عبداللہ نے جواب دیا کہ اے ابن تومرت تو مہدی قائم بامر اللہ ہے جو تجھ سے موافقت کرے گا وہ سعید ہے اور جو تیرے ساتھ مخالفت کرے وہ شقی ہے اپنے سب یاروں کو میرے سامنے پیش کر کہ تجھ کو یہ بتادوں کہ فلاں دوزخی ہے اور فلاں جنتی اس حیلے سے ابن تومرت کے سارے مخالف قتل کر ادئے گئے اور جس قدر دوستان صادق باقی رہے اور مقتولوں کے اہل و عیال سب کو جنتی ہونے کا مشرہ دیا اور یہ خوشخبری ان کو سنائی کہ قلمرو مراکش تمہارے قبض و تصرف میں آجائے گا اور تم سلطان کے تمام خزانے اور ہتھیاروں کے مالک ہو جاؤ گے تمام آدمی اس پیشین گوئی اور مشرہ سے بہت مسرور ہوئے اب ابن تومرت نے دس ہزار آدمیوں کی فوج کر کے مراکش کے محاصرے کے لئے بھیجا اعلیٰ افسران کے عبدالمومن اور وہی عبداللہ تھے اور خود ابن تومرت پہاڑ پر رہا ایک مہینہ تک مراکش کا محاصرہ رکھنے کے بعد اس سپاہ نے شکست پائی بہت سے آدمی کام آئے مقتولین میں عبداللہ کا شمار بھی ہے عبدالمومن کے ساتھ یہ تمام مفرد سپاہی ابن تومرت کے قیام کاہ کو واپس آئے مگر ان کے واپس پہنچنے سے پیشتر ہی ابن تومرت کا ۵۲۲ ہجری میں انتقال ہو گیا شکست کی خبر اس کو اپنی حیات میں ہو چکی تھی اس لئے اس نے حاضرین کو سمجھا دیا کہ ایسی شکست سے دل نہ چھوڑیں لڑائی میں یہی ہوتا ہے کبھی آپ فتح یاب ہوتے ہیں کبھی مخالف فتح پاتا ہے صبر اور استقلال رکھنے سے ہر طرح کامیابی حاصل ہوگی۔ ابن تومرت نہایت اولوالعزم صابر شجاع تھا اس کے ظہور کی ابتدا ۵۱۴ ہجری ہے متوکل اتنا بڑا تھا کہ جب اس کو فتح یاب حاصل ہوئیں اور اس کے ساتھیوں نے امیرانہ ٹھاٹھ بنانا چاہا تو اس نے لوٹ کا تمام مال جمع کر کے جلوادیا اور سب سے کہہ دیا کہ جو شخص دنیا کے مزے چاہتا ہے وہ میرے پاس سے چلا جائے یہاں آخرت ہے جس کا نفع اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ابن

تومرت نے اپنے فرقے کا نام موحدین رکھا تھا۔ (تومرت محمد بالمہدی نفع الغیب) بن اس تمام بیان اور کتب تواریخ کی تحقیقات سے اتنا حال ضرور تحقیق ہو گیا کہ ابن تومرت کا دعویٰ یہ تھا کہ میں مہدی موعود ہوں بلکہ غرض اس کی اس لفظ سے ہدایت کرنے والے کے معنی تھے جو اس کو مہدی موعود ہونے کا مدعی سمجھتے ہیں وہ کوچہ تحقیق سے دور ہیں ابن تومرت کی وفات کے بعد عبدالمومن بن علی اس کا خلیفہ ہوا فرقہ موحدین نے علی سلطان مراکش کے ساتھ بہت جنگ کی اور پہلے شکست کھاتے رہے بالآخر عبدالمومن نے علی بن یوسف کو ۵۳۹ ہجری میں اور اس کے بھائی اسحاق کو ۵۴۲ ہجری میں قتل کیا اور المرہطین کی حکومت اسی برس کے بعد ختم ہو گئی اور موحدین نے تمام مغرب پر قبضہ کر لیا اور بالآخر اندلس کی بقیہ اسلامی سلطنت پر بھی قابض ہو گئے اور ۶۶۸ ہجری تک ۱۵ آدمیوں نے حکومت کی۔

فائدہ جلیلہ: ابن تومرت کے دوست عبداللہ کے حال کے مطابق ایک دلچسپ حکایت اسحاق اخرس (مدعی نبوت) کی کتاب المختار میں علامہ جوہری نے لکھی ہے جو سننے کے قابل ہے کہ یہ شخص مغربی عطا تمام آسمانی کتابیں پڑھ کر اصفہان کے مشہور مدرسے میں آیا اور دس برس تک خاموش رہا یہاں تک کہ گونگا مشہور ہو گیا ایک رات اٹھ کر اہل مدرسہ کو جمع کر کے کہا کہ آج دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ کو جگا کر میرے منہ میں ایک ایسی چیز ڈالی جو شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سرد تھی پھر مجھ کو ان دونوں فرشتوں نے نبوت کی بشارت سے سرفراز کیا ہر چند میں اس کے قبول سے گریز کرتا رہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر انہوں نے نہیں مانا اور اس بار عظیم کو مجھ ناچیز کی گردن پر رکھ دیا اور معجزہ یہ عطا فرمایا کہ باجود اخرس (گونگا) ہونے کے میں نہایت خوش بیان و فصیح ہو گیا پھر مجھ کو فرشتوں نے قرآن و تورات و انجیل و زبور پڑھنے کو کہا میں نے تمام کتابیں ان کو برجستہ سنا دیں اور وہ مجھ کو یاد ہو گئیں چنانچہ اب بھی پڑھ سکتا ہوں پس اب جو شخص اللہ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مجھ پر ایمان لائے اس کو تو نجات ہے اور جو کوئی عذر کرے یاد رکھو کہ اس کا ایمان ناقص و بیچ ہے اور عند اللہ و ایمان مقبول نہیں وہ ایمان قیامت کے دن اس کے منہ پر مارا جائے گا۔

شہر سوس کا مہدی

فتوحات اسلامیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص متصوفہ کی جماعت میں سے تھا اس نے شہر

س میں جو مغرب میں واقع ہے اور سوس الاقصیٰ کہلاتا ہے ظہور کیا پھر مسجد ماسہ میں آیا اور دعویٰ کیا کہ میں فاطمی اور مہدی منتظر ہوں اور لوگ چونکہ حوادث کے ظہور کی وجہ سے مہدی کے عود کے منتظر ہو رہے تھے اس لئے اس کو یہ موقع ہاتھ آ گیا اور ان سے کہا کہ مہدی کی دعوت یہیں سے اول شروع ہوگی بربر کی بہت سی رعایا نے اس کی دعوت کی اجابت کی ہاں کے سرداروں نے فتنہ بڑھ جانے کے خوف سے ایک آدمی کو اس کے قتل کے لئے مور کیا جس نے گھات سے اسے سوتے ہوئے مار ڈالا اور یہ شورش دفع ہو گئی۔

سید محمد

ہدیہ مہدویہ میں لکھا ہے کہ ایک کیمیا گر سید محمد نامی نے سنہ سات سو ہجری میں ملک مغرب کی طرف سے نکل کر دعویٰ مہدیت کا کیا اور اکثر اس اطراف کے لوگوں کو مطیع کر لیا آخر و روغ اس کا نہ چلا چند مدت میں مع اپنی جماعت کے مارا گیا۔

محمد بن عبداللہ

ہدیہ مہدویہ میں بیان کیا ہے کہ محمد بن عبداللہ نامی نے ۹۱۷ ہجری میں اطراف مصر میں مہدی بن کر ایک جنگلی جماعت کے ساتھ خروج کیا تھا آخر کو اس طرف کے حکام کے ہاتھ میں قید ہو کر توبہ کی۔

فرقہ بابی

یہ فرقہ باب کی طرف منسوب ہے جس کا اصلی نام علی محمد ہے اور مہدویت کا دعویٰ کیا تھا اس کا باپ جس کا نام محمد رضا ہے شیراز کا تاجر تھا دستور کے موافق باب نے پہلے فارسی پڑھی اور اس کے بعد عربی کی چند ابتدائی کتابیں دیکھیں تھیں کہ پھر فوراً سخت ریاضتیں کر کے زہد میں شہرت حاصل کر لی پھر کربلا میں سید کاظم مجتہد کے حلقہ درس میں جا شریک ہوا اس کے انتقال کے بعد اس کے بہت سے شاگرد ساتھ لے کر کوفہ کی مسجد میں جا پہنچا اور بہت ریاضتیں کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا پھر ۱۲۶۰ ہجری میں اپنے عقیدت کیشوں سے اس امر کا اظہار کیا کہ جس مہدی صاحب الامر کا انتظار کیا جا رہا تھا وہ میں ہی ہوں اور

اس کے ثبوت میں بعض احادیث جن میں مہدی موعود کے آثار بتلائے گئے تھے پیش کیے اور کہا کہ جو آثار اس مہدی میں بتلائے گئے ہیں وہ مجھ میں پورے طور سے موجود ہیں جب اس کے ثبوت میں معجزہ طلب کیا گیا تو باب نے جواب دیا کہ میری تقریر و تحریر ہی معجزہ ہے اس سے بڑھ کر کیا معجزہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی دن میں ہزار شعر مناجات میں تصنیف کرتا ہوں اور پھر اپنے قلم سے لکھتا بھی ہوں اور چند مناجاتیں پیش کیے جن میں اعراب تک درست نہ تھا جب اس پر اعتراض ہوا تو آپ کیا جواب دیتے ہیں کہ علم نحو ایک گناہ کا مرتکب ہونے کی وجہ سے اب تک غضب الہی میں گرفتار تھا اب میں نے اللہ کے حضور میں اس کی شفاعت کی جس سے اس کی خطا معاف ہوئی اور حکم ہو گیا کہ نحوی غلطیوں کا کوئی مضائقہ نہیں اور آئندہ سے اگر کوئی غلطی کرے تو کچھ حرج نہیں عوام کو مطیع کرنے کے لئے ایک اچھی تدبیر سوچھی اور حکم دیا کہ چونکہ میرے وجود سے غرض تمام ادیان کا متحد ہو جانا ہے جس کی وجہ سے میں آئندہ سال مکہ معظمہ سے شمشیر بکف خروج کروں گا اور جملہ روئے زمین پر قبضہ کروں گا۔ لہذا جب تک تمام ادیان متحد نہ ہو جائیں اور تمام دنیا میری مطیع نہ ہو جائے تمام تکالیف شرعیہ ملتوی پس اب اگر میرے مریدوں میں سے کوئی شخص منہیات شرعی کا مرتکب ہو یا احکامات شرعی ادا نہ کرے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں اس وجہ سے بہت سے عوام اس کے مطیع ہو گئے اس کے مذہب میں حقیقی بہن سے بھی جتلا ہونا زنا میں شمار نہیں کیا جاتا تھا اور ایک عورت کا نو آدمیوں کو نکاح میں لانا جائز تھا کسی مذہب کا وہ پابند نہ تھا اگر چہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا اس کے قبوعین میں علانیہ فسق و فجور کا بازار گرم ہو گیا عورتیں بے پردہ مجلسوں میں شریک ہوتیں اور شرابیں پلاتیں اور باب نے سمجھدار لوگوں کو آئندہ کی بہبودی و ترقی کی امید دلائی اور وعدہ کیا کہ جب ساری روئے زمین پر میرا قبضہ ہو جائے گا تو تمہارے حقوق سب سے مقدم سمجھے جائیں گے غرض کہ ایک اچھی خاصی جماعت باب کی مطیع ہو گئی باب نے اپنے مریدوں کو چند احکامات بھی دئے تھے جو بطور اشعار ادا کئے جاتے تھے اور وہ یہ تھے۔

(۱): چونکہ تمام دنیا کا میرے زیر نگیں ہونا اس غرض سے کہ تمام دنیا ایک مذہب ہو جائے ضروری ہے لہذا میں آئندہ سال مکہ معظمہ سے شمشیر بکف سارے جہاں پر حملہ آور ہوں گا تاکہ دنیا میرے تحت و تصرف میں آجائے اور وہ تمام اغراض جو میرے وجود سے مقصود ہیں پورے ہو جائیں اور اس سے ضرور ہے کہ اللہ کے دشمنوں کی جانیں جسم سے جدا

گی اور ہزاروں خون کی ندیاں جاری ہوں گی پس جملہ مریدین باصفا کو حکم دیا جاتا ہے بطور ایک علامت و شگون کے اپنے خطوط کو سرخ کیا کریں۔

(۲): السلامیہ علیک کی عوض مرحبا بک سلام کے لیے مقرر کیا جاتا ہے۔
 (۳): اذان میں میرا نام بھی داخل ہو اور اس کا یہ قول بھی تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ
 اور حضرت علیؑ نے مجھ سے بیعت کی اور یہ کہ اب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
 علیؑ الگ الگ اور جدا جدا تھے میں ان دونوں کا جامع ہوا اور اسی وجہ سے میرا نام
 علیؑ محمد ہے۔ اس کے اقوال میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جس طرح کوئی آدمی بغیر باب
 ن دروازے کے گھر کے اندر نہیں جاسکتا ہے اسی طرح بغیر اس کے کہ مجھے دیکھیں اور مجھ
 سے اجازت حاصل کریں اللہ اور دین اللہ تک نہیں پہنچ سکتا مریدین نے جب اس قول کو سنا
 اس کا لقب ہی باب کر دیا اور باب نے بوشہر میں پہنچ کر بعض مرید بطور اعلان کے شیراز
 بھیجے تاکہ وہ لوگوں کو باب کے مہدی موعود ہونے کا یقین دلائیں اور جو لوگ اس کے مہدی
 موعود ہونے کی تصدیق کریں ان سے بیعت لیں اپنا تصنیف کیا ہوا کلام بھی جس میں سے
 کسی کا نام قرآن کسی کا نام مناجات رکھا گیا تھا ان کو دیا گیا تاکہ وہ اس کو لوگوں کے روبرو
 پیش کریں اور وہ بجائے قرآن مجید اور صحیفہ سجادہ کے کہ حضرت سجاد کی تصنیف کردہ
 مناجاتیں ہیں پڑھا کریں۔

تاریخ گلزار شاہی ارکشول محمد علی شیرازی میں لکھا ہے کہ باب کا خلیفہ ملا حسین
 شیروہ ہوا اور قرۃ العین نام ایک خوبصورت عورت نائب بنی یہ عورت عربیت میں دستگاہ
 رکھتی تھی کچھ عبارتیں لکھ کر کہا یہ جواب کلام اللہ ہے اور دعوت طریقہ باب کی جانب کہ
 درصوف میں چھپ رہا تھا شروع کی جوق تصوجوق مخلوق شیعہ وغیرہ میں سے اس عورت
 کے حسن و جمال اور کلام کی فیرفیت ہو کر گمراہ ہو گئی بلکہ جلاء العینین میں لکھا ہے کہتے ہیں کہ
 بعض یہود و نصاریٰ نے بھی مذہب باب کی اتباع کی۔

اس وقت فارس کا گورنر نظام الدولہ تھا جب اس کو یہ خبر معلوم ہوئی تو فوراً باب کی
 گرفتاری کا حکم دیا کسی قدر پولیس بھی خفیہ طور سے بھیج دی پولیس نے باب کو گرفتار کر لیا اور
 پابجولان اس کے وطن اصلی شیراز میں لا کر اس کے اصلی مکان میں محبوس کر دیا پھر مجمع عام
 میں لاجواب کروا کے قتل کرنے کی غرض سے باب کے حاضر ہونے کا حکم دیا باب حاضر ہوا
 تو نظام الدولہ نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور یوں اس کے گرفتار کئے جانے پر افسوس

کیا پھر یہ ظاہر کیا کہ میری رائے کا دفعۃً یوں بدل جانا ایک خواب کے دیکھنے کی وجہ سے ہے اور آخر میں یہ بھی کہہ دیا کہ اب میری آرزو یہی ہے کہ میرا جان و مال آپ پر فدا ہو اور یہ تمام فوج و توب خانہ وغیرہ جو میرے ماتحت ہے آپ کی تائید میں کام آئے یہ تمام تقریر کچھ ایسی بے ساختگی سے کی گئی تھی کہ مکار باب نے بھی اس کو صحیح خیال کیا اور نظام الدولہ کی بڑی تعریف و توصیف کی اور اس سے کہا کہ تم اس پر ایمان لانے کے صلے میں جب ساری دنیا میری مطیع و ماتحت ہو جائے گی ترکی سلطنت کے حاکم مقرر کئے جاؤ گے اس کا جواب نظام الدولہ نے دیا افسوس آپ نے میری نیت پہچاننے میں غلطی کی مجھے اس دنیائے دون کی کوئی خواہش و طمع نہیں ہے جس سے میں ترکی سلطنت کا حاکم بنائے جانے سے خوش ہو سکوں میری تو تمام آرزو یہ ہے کہ آپ کے روبرو آپ کی امداد و حمایت کرتے شہید ہوؤں اور جاودانی سلطنت کا مالک بنوں غرض اس قسم کی بہت سی باتیں کہیں جس سے باب بالکل مطمئن ہو گیا اب اس وقت نظام الدولہ نے کہا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے علما پر حجت تمام کر دی جائے جس سے عوام کا مطیع ہونا آسان ہوگا باب نے جو نظام الدولہ کی باتوں کو صحیح سمجھتا تھا اس امر پر اپنی رضامندی ظاہر کر دی نظام الدولہ نے مجلس مناظرہ قائم کی جس قدر علمائے شیعہ شیراز میں موجود تھے جمع ہوئے باب نے بڑے ہی مستقل طور سے علما کو مخاطب کر کے یوں تقریر شروع کی کہ اے حضرت جب میرا قرآن اس قرآن سے جو بالفعل آپ کے پاس ہے کئی حصہ بہتر ہے اور وہ دین جس کو میں آپ لوگوں کے لئے پیش کرتا ہوں اس دین سے جس پر آپ عمل کرتے ہیں کئی درجہ اچھا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں آپ لوگ میری مخالفت کرتے ہیں میں صرف آپ لوگوں کی بہتری کے لئے قبل اس کے کہ بزور شمشیر آپ کو ماننا ضروری ہو اس دین کو قبول کرنے کے لیے کہتا ہوں اگر آپ کو اپنی جانوں پر رحم نہیں آتا تو کیوں اپنے ساتھ اپنے کنبے اولاد مال و متاع سب کی تباہی کے درپے ہو لہذا ان پر رحم کیجئے اللہ کے لئے سوچئے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالئے۔

باب یہیں تک تقریر کرنے پایا تھا کہ نظام الدولہ نے بات کاٹ کر کہا مرحبا سبحان اللہ خوب آپ نے تقریر فرمائی میں اپنے دخل دینے کا معافی خواہ ہوں مگر ساتھ ہی یہ بھی عرض کروں گا کہ قبل اس کے کہ آپ تقریر فرمائیں بہتر ہوگا کہ چند سطریں اپنے قرآن کی لکھ دیجئے تاکہ یہ حضرات اس کو دیکھ بھی لیں اور پورے طور سے اتمام حجت ہو جائے باب

وہیں بیٹھ کر چند سطریں تحریر کیں اور انہیں پیش کیا لوگوں نے جب ان کو دیکھا تو معلوم کیا کہ ان میں اعراب تک درست نہیں اس وقت نظام الدولہ نے کہا کہ جب تو دو سطریں لکھ نہیں لکھ سکتا تو پھر یہ کیا ہرزہ سرائی کر رہا ہے کیا انہیں دو سطروں سے تیرا کلام اللہ کے نام سے بھی بڑھ گیا اب میں ایسی حالت میں بجز اس کے کہ تیرے قتل کا حکم دوں اور کیا کر سکتا ہوں مگر قبل اس کے کہ ایسا حکم دیا جائے مناسب ہے کہ تیری خوب تادیب کی جائے مگر کی دیر تھی کہ باب پر مار پڑنے لگی اور ایسی سخت مار پڑی کہ اوسان خطا ہو گئے باب لاکھوں سے پکارنے لگا تو بہ کر دم تو بہ کر دم مگر نظام الدولہ نے اس کا منہ کالا کروا کر اور تمام ہر میں گشت کروانے کے بعد شیخ ابو تراب کی مسجد میں لے جا کر تو بہ کروائی اور اس کے بعد قیاطا باب کو قید بھی کر دیا۔

اصفہان کا گورنر معتمد الدولہ صوفیوں فقیروں وغیرہ کی صحبت کا زیادہ مائل رہا کرتا تھا اس نے باب کو درویش کامل سمجھ کر رہائی دلوا کر اپنے پاس بلا لیا معتمد الدولہ نے بھی ایک مجلس مناظرہ قائم کی مگر نہ اس مقصد کے لئے جو نظام الدولہ نے کی تھی کہ باب کو لا جواب کرے بلکہ اس کے برعکس اس لئے کہ باب دوسروں کو لا جواب کرے مجلس مناظرہ مرتب ہوئی اور اس میں اہل شیعہ کی طرف سے مرزا سید محمد اور آغا محمد مہدی اور مرزا محمد حسن مباحثہ کے لئے مقرر ہوئے مجلس جمع ہوئی چونکہ پہلے تجربہ ہو چکا تھا لہذا باب نے یہاں پہلے تقریر کرنا نامناسب خیال کیا اور اجازت دی کہ فریق مخالف تقریر کرے تو سب سے پہلے آغا محمد مہدی نے باب سے سوال کیا۔

آغا مہدی: جتنے لوگ یہاں اس وقت موجود ہیں یا تو مجتہد ہیں جو خود مسائل کو احادیث سے استخراج و استنباط کرتے ہیں یا وہ لوگ ہیں جنہیں اتنی لیاقت نہیں ہے جس سے وہ احکام و مسائل کا استخراج کر سکیں یہ لوگ کسی مجتہد کی تقلید کرتے ہیں آپ ان دونوں میں سے کس میں شامل ہیں۔

باب: میں کسی کی تقلید نہیں کرتا اور نہ قیاس سے کام لیتا ہوں جیسے کہ مجتہد کرتے ہیں بلکہ ایسا کرنا میرے نزدیک حرام و ناجائز ہے۔

آغا مہدی: آپ کہتے ہیں کہ میں کسی کی تقلید نہیں کرتا جس سے معلوم ہوا کہ آپ مجتہد ہیں لیکن آپ کو مجتہد ہونے سے انکار ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ جن مسائل پر آپ کا عمل ہے اور جن کا آپ حکم دیتے ہیں وہ قیاسی نہیں بلکہ یقینی ہیں لیکن چونکہ ہمارے نزدیک

باب علم مسدود ہے اور اللہ کی حجت غائب ہے لہذا جب تک امام آخر الزمان کا ظہور نہ ہو جائے اور ان سے ملاقات نہ کر لے اور خود ان کی زبان سے مسائل فقہ کو نہ سن لے کوئی شخص اس امر کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے مستخرجہ مسائل یقینی ہیں پس آپ کو اس کے یقینی ہونے کا ثبوت دینا ضروری ہے۔

باب: تو بے چارہ جو ابھی متعلم ہے مجھ سے شخص کے ساتھ جس کا مقام قلبی ہے کسی طور سے مباحثہ کر سکتا ہے یہ ایسی باتیں ہیں جن میں تیری عقل کچھ بھی کارگر نہیں ہو سکتی پس بجائے اس کے کہ فضول بکواس کرے جا اپنی جائے پر خاموش بیٹھا رہ۔

مرزا محمد حسن: شاید آپ کو بھی اس امر سے انکار نہ ہوگا کہ جو شخص اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تمام چیزیں اس کے روبرو ہو جاتی اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہتی جو بات پوچھے اس کا جواب ملتا ہے۔

باب: (نہایت جرات کے ساتھ) بے شک آپ کی رائے ٹھیک ہے جو آپ چاہتے ہیں پوچھئے، میں اس کا جواب دوں گا۔

محمد حسن: حضرت جواد کی نسبت یہ منقول ہے کہ ایک ہی قدم میں مدینے سے طوس پہنچ گئے تھے عقلاً یہ محال و ناممکن معلوم ہوتا ہے آپ کے نزدیک یہ واقعہ کس طور پر ہوا اور یہ بیان کیجئے کہ حضرت علیؑ کی نسبت جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ ایک ہی رات ایک ہی وقت میں چالیس آدمیوں کے مہمان ہوئے صحیح ہے تو اس کو دلائل عقلی سے ثابت کیجئے۔ ایسے ہی چند امور کی نسبت جو عقلاً محال ہیں سوال ہوا اور کہا گیا کہ ان کو عقلی طور سے ثابت کیجئے۔

باب: یہ بات نہایت دقیق ہیں آپ اگر مناسب سمجھیں تو میں ان کو مفصلاً لکھے دیتا ہوں۔

محمد حسن: آپ کی مرضی لکھ دیجئے۔

اتنے میں کھانا تیار ہوا اور سب لوگ کھانا کھانے لگے اس عرصے میں باب نے چند سطریں لکھیں اور جس وقت کھانا کھا کر لوگ جانے لگے تو اس وقت مرزا محمد حسن کو باب نے اپنی تحریر دی مرزا محمد حسن نے دیکھ کر کہا کہ یہ تو ایک خطبہ ہے جس میں کسی قدر حمد ہے اور نعت اور باقی مناجات ہے لیکن تم سے جن امور کی نسبت سوال کیا تھا ان میں سے ایک کا جواب بھی جواب نہیں بہت سے لوگ تو پہلے جا چکے تھے اور جو رہ گئے وہ بھی چلتے پھرتے نظر آئے اور مباحثہ یوں ہی ناتمام رہ گیا اس مباحثے سے باب کی وقعت جو معتد الدولہ کے

دل میں تھی ذرا بھی کم نہ ہوئی بلکہ اور زیادہ ہو گئی مشکل یہ آپڑی کہ باب کی علانیہ تائید کرنے میں مجتہدین کو جسیں ایران میں بہت بڑی قوت حاصل ہے بدگمانی پیدا ہوتی ہے جس سے معتمد الدولہ کو خود اپنی جان بچانی مشکل ہو جاتی آخر کار مناسب سمجھا گیا کہ باب مخفی رکھا جائے اور لوگوں سے اس امر کا اظہار کر دیا کہ وہ خارج البلد کر دیا گیا چند مہینے تک اسی طور سے باب اصفہان میں رہا اور اپنے مریدوں کو اطراف و جوانب میں دعوت کے لئے بھیجتا رہا اور یوں پوشیدہ ہی پوشیدہ ملک میں باب کا اثر پھیل رہا تھا اتفاق سے چند ہی روز کے بعد معتمد الدولہ مر گیا اور اس سے باب کا ایک بڑا حامی دنیا سے جاتا رہا معتمد الدولہ کے مرنے کے بعد جب لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ باب خارج البلد نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہاں موجود ہے تو اس وقت لوگوں نے دربار ایران میں عرضی بھیجی کہ باب یہاں موجود ہے اب اس کی نسبت جو حکم ہو اس کی تعمیل کی جائے اس پر حاجی مرزا آقاسی نے جو اس وقت وزیر اعظم تھا یہ حکم بھیج دیا کہ اصفہان سے لے جا کر آذر بائجان کے قلعہ چہریق میں محبوس کر دیا جائے اور تو باب قلعہ چہریق کی ہوا کھار ہے تھے اور ان کے مریدوں نے فساد مچایا اور متواتر کامیابیاں حاصل کیں اور ایک بہت بڑا گروہ اس کے مریدوں کا پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے آخر ۱۲۶۳ ہجری میں یعنی باب کے ادعائے مہدیت سے تین سال بعد محمد شاہ والی ایران نے اپنے ولی عہد ناصر الدین کو جو اس وقت آذر بائجان کے وائسرائے تھے اس امر کا حکم بھیج دیا کہ باب قلعہ چہریق سے بلوایا جائے اور اس سے پھر مباحثہ ہو حاجی مرزا آقاسی نے بھی ایک چٹھی ناصر الدین کو لکھی جس میں شاہ ایران کے حکم کی تعمیل کرنے پر بڑا زور دیا گیا تھا جب ان کو فرمان پہنچا اور اس کے ساتھ وزیر اعظم کی چٹھی بھی تو انہوں نے فوراً باب کے تہذیب میں حاضر ہونے کا حکم دیا جب باب تہذیب میں آیا تو اس سے اتنی رعایت کی گئی کہ بجائے جیل خانے کے کاظم خان داروغہ فرش کے مکان میں اتارا گیا دوسرے روز ملا محمود جو تہذیب کا مجتہد اعظم تھا اور جس کا خطاب نظام العلماء تھا اور ملا محمد ممقانی اور نیز بہت سے مجتہد جمع ہوئے اور باب بھی بلایا گیا اور مباحثہ شروع ہوا۔ یہ باب کا آخری مناظرہ تھا۔

نظام العلماء: (باب سے مخاطب ہو کر) قرآن شریف اور صحیفہ سجاد یہ کے نام سے جو کتابیں آپ کی طرف سے شائع کی گئی ہیں کیا وہ فی الواقع آپ کی لکھی ہوئی ہیں۔
باب: یہ کلمات خاص اللہ کے ہیں۔

نظام العلماء: اس مجلس میں یوں معنے کے طور پر گفتگو کرنی ذرا بھی مفید نہیں جو کچھ کہئے صاف صاف کہئے۔

باب: (نظام العلماء کی گفتگو سے غصے میں آکر) ہاں ہاں یہ میری لکھی ہوئی کتابیں ہیں۔

نظام العلماء: آپ نے اپنا نام اس میں شجرے کے طور پر لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ کی زبان سے نکلتا ہے وہ اللہ کا قول ہوتا ہے۔

باب: رحمک اللہ۔ بے شک آپ کی رائے درست ہے۔

نظام العلماء: آپ کے مریدوں نے جو آپ کو باب کا لقب دیا ہے کیا آپ نے اس پر اپنی رضامندی ظاہر کی ہے۔

باب: مجھے میرے مریدوں نے یہ لقب نہیں دیا بلکہ خاص اللہ نے یہ لقب مجھ کو عطا فرمایا ہے کیونکہ میں آج کے دن باب علم ہوں۔

نظام العلماء: حضرت علیؓ جو باب علم تھے انہوں نے اجازت دے دی تھی کہ جس کسی کو جو کوئی بات کسی علم میں پوچھنی ہو وہ مجھ سے پوچھے میں دریغ نہ کروں گا چونکہ آپ بھی باب علم ہونے کے مدعی ہیں لہذا میں اپنے شکوک و شبہات آپ پر پیش کرتا ہوں تاکہ آپ اس کو حل کریں سب سے پہلے علم طلب کے متعلق سوال کرتا ہوں۔

باب: میں نے طب نہیں پڑھی۔

نظام العلماء: اچھا خیر علم دین ہی سہی لیکن چونکہ علم علم دین بغیر قرآن و حدیث سمجھنے کے نہیں آتا اور قرآن و حدیث کا سمجھنا صرف۔ نحو۔ منطق وغیرہ پر موقوف ہے لہذا میں سب سے پہلے علم صرف کے متعلق سوال کرتا ہوں۔

باب: میں نے علم صرف بچپن میں سیکھا تھا جو اس وقت میرے پاس حاضر نہیں۔

نظام العلماء: خیر ذرا اس آیت کی تفسیر کر دیجئے **هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوَافًا وَطَمَعًا** (سورۃ رعد۔ ۲۳۔ آیت ۱۲) اور نیز اس کی ترکیب نحوی بیان کیجئے دوسرے سورہ کوثر۔ ۱۰۸۔ کا شان نزول بیان ہو اور یہ بھی کہئے کہ اس سورت سے پیغمبر کو کیا تسلی ہوئی جس کا سورت میں ذکر ہے۔

باب: (متفکر ہو کر) ذرا مہلت دیجئے۔

نظام العلماء: یہ تو قرآن کے متعلق ہوا اب حدیث کو لیجئے اس حدیث کے معنی بیان

ہوں جو مامون اور حضرت امام ضامن رضاً کے درمیان گزری تھی۔ قال مامون ما الدلیل علی خلافة جدک علی ابن ابی طالب قال اية انفسنا قال لولا نساننا قال لوالدا بنائنا فسکت مامون۔

باب: یہ حدیث نہیں ہے۔

نظام العلماء: دلوں فرضاً اگر حدیث نہیں تو آخر ایک عرب کا مولہ تو ہے پس اس کا مطلب فارسی میں بیان کیجئے۔

باب نے اس کے لئے بھی مہلت مانگی۔

نظام العلماء: اب فقہ کو لیجئے علامہ حلی کے اس قول کا مطلب کیا ہے اذا دخل الرجل علی الخنثی والخنثی علی الانثی وجب الغسل علی الخنثی دون الذکر والانثی۔

نظام العلماء: اب بلاغت کے متعلق صرف اس قدر کہ دیجئے کہ فصاحت و بلاغت کی کیا تعریفیں ہیں اور ان میں نسب اربعہ میں سے باہمی کیا نسبت ہے منطق کے متعلق بھی کہہ دینا کہ شکل اول کیوں بدیہی الانتاج ہے آپ کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔

باب نے ایک کا بھی جواب نہ دیا اور سب کے واسطے مہلت مانگی۔

نظام العلماء: اب ایک اور بات باقی ہے وہ یہ کہ جو شخص باب علم ہونے کا مدعی ہو اس کے پاس ضرور ہے کہ کوئی کرامت بھی ہو کیا آپ کے پاس بھی کوئی کرامت ہے۔

باب: (بڑے دلیرانہ انداز سے) کہئے کون سی کرامت آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔

نظام العلماء: اعلیٰ حضرت محمد شاہ کے پیر میں درد ہے اس کو دور کر دیجئے۔

باب: یہ تو نہیں ہو سکتا۔

ناصر الدین ولی عہد: نظام العلماء بڑھا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر وقت ہمارے پاس حاضر نہیں ہو سکتا اس کے بڑھاپے کو زائل کر دیجئے۔

نظام العلماء: (ولی عہد سے) یہ شخص جملہ علوم سے عاری ہے کسی چیز سے اس کو مطلق مس نہیں۔

باب: (غصے میں آکر) میں وہ ہوں جس کا ہزار سال سے انتظار کیا جا رہا تھا۔

نظام العلماء: آہا آپ صاحب الامر ہیں۔

باب: بے شک۔

نظام العلماء: صاحب الامر شخصی یا نوعی۔

باب: صاحب الامر شخصی۔

نظام العلماء: تیرا اور تیرے باپ کا نام کیا ہے اور تیرا مولد کون شہر ہے اور تیری عمر کیا ہے۔

باب: میرا نام علی محمد ہے اور میرے باپ کا نام مرزا رضا ہے اور میری جائے پیدائش شیراز ہے اور میری عمر ۳۵ سال کی ہے۔

نظام العلماء: صاحب الامر کا نام محمد اور ان کے والد کا حسن اور ان کی جائے پیدائش سرمن رائے اور ان کی عمر ہزار سال ہے تو صاحب الامر نہیں ہو سکتا۔

باب: میں اپنی ایک کرامت تم سے کہتا ہوں کیا تم لوگ میری بات کا یقین کرو گے۔

سب لوگ: کہئے کہئے۔

باب: میری کرامت یہ ہے کہ میں ایک ہی دن میں ایک ہزار بیت لکھتا ہوں۔
سب لوگ: اگر یہ بات سچ بھی ہو تو بھی یہ تیری کرامت نہیں ہو سکتی کیونکہ زود نویس کا تب اس سے بھی زیادہ لکھتا ہے۔

ملاحمد ممقانی: تو نے اپنے قرآن میں لکھا ہے اول من امن ربی نور محمد و علی اس سے کیا تیرا یہ مطلب ہے کہ میں ان دونوں سے بہتر ہوں۔

باب: سوچنے لگا اور کچھ جواب نہ دیا۔

ایک مجتہد: اللہ نے آیہ خمس میں قرآن میں فرمایا ہے۔ فَان لِّلّٰہِ عُخْمَسَہُ (سورۃ انفال۔ ۸۔ آیت۔ ۴۱) تم نے اپنے قرآن کے بجائے خمس کے ٹکٹ لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آیت بالا منسوخ ہو گئی اگر یہ بات ہے تو اس کی منسوخی کا ثبوت آپ کے ذمے ہے۔

باب: ٹکٹ اس وجہ سے کہ وہ خمس کا نصف ہے۔

(سب لوگ ہنسنے لگے)

ملاحمد ممقانی: فرض کیا کہ ٹکٹ خمس کا نصف ہے لیکن اس سے سوال کا جواب نہیں لکھتا وجہ بتلائیے کہ کیوں ٹکٹ دینا چاہئے جب کہ اللہ نے خمس فرمایا۔

(وہی خاموشی۔ جواب ندادو)

باب: (تھوڑی دیر کے بعد) میری دوسری کرامت یہ ہے کہ میں فی البدیہہ خطبہ پڑھتا ہوں اور پڑھنے لگا الحمد للہ الذی رفع السموات والارض (ت کو فتح اور ض کو کسرہ) (سب لوگ ہنسنے لگے)۔

شاہزادہ ناصر الدین نے فرمایا کہ باین حالت دعویٰ صاحب الامری چونکہ تو ایک دیوانہ سا معلوم ہوتا ہے لہذا میں تیرے قتل کا حکم نہیں دے سکتا ہاں صرف تمہیہ و تادیب کا حکم دیتا ہوں تاکہ لوگوں کو ثابت ہو جائے کہ تو صاحب الامر نہیں ہے حکم کی دیر تھی کہ مار پڑنے لگی جیسے نظام الدولہ کے پاس یہ شخص مار پڑنے کے وقت تو بہ کر دم پکارنے لگا تھا ایسا ہی یہاں بھی تو بہ کر دم کے نعرے مارنے لگا غرض اس دفعہ کچھ مفید نہیں ہوا جب اچھی طرح مار پڑ چکی تو پھر قلعہ چہرلق میں قید کر دیا۔

قرۃ العین: حاجی محمد علی زنجانی۔ ملا حسین شیروہ معروف یہ سید علی اعظم۔ سید یحییٰ بن سید جعفر دارابی الملقب بہ کشاف۔ وغیرہ اس کے بڑے بڑے داعی تھے جنہوں نے سلطنت ایران میں ہل چل ڈال دی کیونکہ یہ لوگ علاوہ تعلیم یافتہ ہونے کے امور حرب سے بھی واقفیت رکھتے تھے اس وجہ سے اعیان و ارکان سلطنت کی یہ رائے قرار پائی کہ باب کو قتل کر دینا چاہئے جب تک یہ زندہ ہے آئے دن فتنہ و فساد پیدا ہوتے رہیں گے اور علما نے بھی اس کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دے دیا اس لئے باب پھر قید خانے سے تبریز میں لایا گیا۔ ایک رات شمتہ الدولہ نے اس سے کہا کہ تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ مجھ پر وحی اترتی ہے اور میرا قرآن اس قرآن سے فصیح ہے اگر اس دعوے میں سچے ہو تو اس چراغ دان بلوری کے حق میں دعا کرو تا کہ کوئی آیت نازل ہو باب نے فوراً آیت نور کا کچھ نکلوا کچھ آیت ملک سے ملا کر مہمل کیا اور پڑھ دیا۔ شمتہ الدولہ نے وہ کلمات لکھ لیے پھر باب سے کہا یہ آیت وحی آسمانی ہے اس نے کہا جی ہاں شمتہ الدولہ نے کہ وحی کبھی دل سے فراموش نہیں ہوتی اگر واقع میں یہ وحی ہے تو دوبارہ تو پڑھو جب باب نے دوبارہ پڑھا تو دوسرے طور پر تھا۔ آخر کار اس کے قتل کا حکم صادر ہوا مگر مجمع عوام سے پوشیدہ اس واسطے قتل کرانا مناسب نہ سمجھا گیا کہ عوام دھوکے میں پڑ جائیں گے اور یہ سمجھیں گے اس نے غیبت اختیار کر لی ہے پس تبریز میں پیر کے دن ۲۷ شعبان ۱۲۶۵ ہجری کو ملا محمد علی زنجانی کے ساتھ حمزہ مرزا کے حکم سے نشان سے باندھا گیا اور ان فوجی آدمیوں کو عیسوی مذہب تھے حکم دیا کہ باڑھ ماریں یہ لوگ اس کے مریدوں کے قصوں اور فسادوں سے خوب واقف تھے گولیاں

باد ہوئی چلانے لگے مگر ملا محمد علی کے زخم کاری آیا اور اس نے مرتے وقت باب سے کہا کہ آپ اب مجھ سے راضی ہوئے اور جان دے دی باب سپاہیوں سے پکار کر کہنے لگا کہ تم میری کرامت دیکھتے ہو کہ گولیوں کی اتنی بو چھاڑ ہے مگر پھر بھی میرے کوئی گولی نہیں لگتی اور خطا جاتی ہے ایک گولی باب کی رسی میں لگی تو کٹ گئی اور وہ کھل کر بھاگا اور ایک سپاہی کے کوٹھری میں جا چھپا اور کہنے لگا کہ اے لوگوں یہ میری کتنی بڑی کرامت ہے کہ ایک گولی نہیں لگی بلکہ میں رہا ہو گیا ہوں پھر تو یہ حال ہوا کہ کوئی اس کی طرف گولی نہیں چلاتا تھا بلکہ سینکڑوں عورت و مرد اس کے گرد اس میدان میں جمع ہو کر چلاتے اور غل مچاتے تھے مگر حکام کی تاکید سپاہیوں نے پھر اسے پکڑ لیا اور کئی گھونے مارے اور گولی مار دی گئی اور لاش اس کی گلی کوچوں میں پھروا کر شہر کے باہر ڈال دی۔

باب کے قتل کے بعد شیخ علی نامی ایک بابی نے امیر سلیمان کو اپنا ہم مذہب بنا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ ناصر الدین شاہ والی ایران کو قتل کر دینا چاہئے اس نے دس بارہ آدمی اپنے ہم مشرب ساتھ لے کر ہنگام سواری میں شاہ پر حملہ کیا اگرچہ زخم سخت لگا مگر جان سے بچ گئے تحقیقات کے بعد سلیمان اور شیخ علی اور وہ ہمراہی مروائے گئے اور جس قدر بابی ہاتھ لگے وہ ایران سے نکلوا دئے گئے۔ قرۃ العین بھی ماری گئی مرزا حسن خلیفہ باب اللہ جس کا لقب باب نے صبح ازل مقرر کیا تھا اور مرزا حسین جس کا خطاب بہاء الحق ہے بھاگ کر بغداد میں چلے گئے اور یہاں بابیوں کی جماعت دن بدن بڑھنے لگی ۱۸۶۲ عیسوی میں فارس (ایران) کی حکومت نے ترکی حکومت سے استدعا کی کہ بابیوں کے سرگردہ رہنماؤں کو بغداد سے کسی دوسری جگہ میں منتقل کر دے کیونکہ بغداد فارس کے نزدیک ہونے کی وجہ سے اہل فارس کے لئے بابیوں کی طرف سے تکلیف کا باعث ہے۔ ترکی حکومت نے صبح ازل اور بہاء الحق کو بغداد سے قسطنطنیہ (استنبول) میں تبدیل کر دیا یہاں انہوں نے بہت سے آدمی اپنے طریقے میں ملائے سفیر ایران نے سلطان عبدالعزیز خان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ سلطان نے ان کو قسطنطنیہ (استنبول) سے ایڈریا نوپل بھجوا دیا۔ ایڈریا نوپل میں ایک عجیب معرکہ ہوا۔ صبح ازل نے جو باب کے بعد اپنے آپ کو اس کا چانشین ظاہر کرتا تھا اعلان کر دیا کہ جس باب کے آنے کی مرزا محمد علی نے پیشین گوئی کی تھی وہ میں ہی ہوں جب اس نے یہ اعلان کیا تو دوسری طرف بہاء الحق نے اعلان کر دیا کہ جس باب کے آنے کی مرزا محمد علی نے پیشین گوئی کی تھی میں ہی ہوں اس طرح بابیوں میں دو گروہ ہو گئے۔

بعض نے صبح ازل کو اپنا رہنما تسلیم کیا اور بعض نے بہاء الحق کو۔
 بہاء الحق کے معتقدین کی تعداد ۹۶ فی صدی تھی اور صبح ازل کے معتقدین کی تعداد
 مشکل سے ۳ یا ۴ فی صدی تھی اس وقت سے بہاء الحق کے معتقدین اپنے آپ کو بہائی اور صبح
 ازل کے معتقد اپنے آپ کو ازلی کہنے لگے۔ دونوں فریقوں میں سخت نزاع پیدا ہوئی۔
 یہاں تک کہ ترکی حکومت دخل دینے کے لئے مجبور ہو گئی اور اس نے ان دونوں رہنماؤں کو
 علیحدہ کر دیا صبح ازل کو تو جزیرہ قبرص میں اور بہاء الحق کو شہر ہالی میں بھیج دیا۔ چونکہ عکہ میں
 لوگوں کی ایک کثیر تعداد بہاء الحق کی معتقد تھی اس لئے بابیوں کو بہائی یا بہاء الحق کا معتقد بھی
 کہا جاتا ہے۔ اسی بنا پر سید علامہ خیر الدین نعمان آلوسی زادہ مفتی حنفیہ بغداد نے کتاب
 جلا العینین فی محاکمہ الاحمدین میں بیان کیا ہے و کذا الفرقة المعروفة بالبابیة وهم
 اتباع محمد حسین و اخیه الذین ادعیا انہما الباب یعنی فرقہ بابیہ محمد حسین اور اس
 کے بھائی کا تبع ہے جنہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ہم باب ہیں بعض تحریروں میں صبح ازل کا نام
 مرزا یحییٰ ار اس کے بھائی کا خطاب بہاء الحق ہے پایا گیا ہے صبح ازل کے معتقدین کی تعداد
 بالکل خفیف اور قطعی گننام ہے۔

فرقہ بابیہ کے عقائد

جنت و دوزخ کے بارے میں بابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ انسان کے
 محض اندرونی حالات کا نام ہے۔ اور وہ کسی خاص جگہ سے تعلق نہیں رکھتے ایک انسان جیتے
 جی جنت میں رہ سکتا ہے اگر چہ وہ خاک کا باشندہ ہو بشرطیکہ وہ ان باتوں پر یقین کرتا ہے
 جو کہ باب نے ظاہر کی ہیں اور وہ سرور الہی کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے تو وہ جنت میں رہتا
 ہے خواہ وہ ایک مالی ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ غلط اعتقادات میں پھنسا ہوا ہے اور دنیا کے
 پیچھے بھاگ کر دکھی ہوتا ہے تو وہ دوزخ میں رہتا ہے خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ الغرض
 بابیوں کے نزدیک جنت اور دوزخ انسانی اندرونی حالات سے تعلق رکھتے ہیں جگہ سے تعلق
 نہیں رکھتے۔ حشر و نشر کے باب میں بابیوں کا اعتقاد یہ ہے کہ قیامت ہر ایک انسان کی
 زندگی سے تعلق رکھتی ہے اگر وہ گناہ آلودہ زندگی بسر کرتا ہے تو وہ مردہ ہے لیکن جوں ہی اس
 کو اللہ کے برگزیدہ انسانوں کے تعلق میں آنے کا موقع ملتا ہے اور وہ نئی زندگی پاتا ہے اس
 سے حشر ہوتا ہے گناہ کی زندگی کو چھوڑ کر نیکی کی زندگی حاصل کر کے نئی زندگی پاتا ہے حشر و

نشر ہے اس کے سوا قیامت کچھ بھی نہیں ہے اور یوم الحساب کے بارے میں ان کا اعتقاد ہے کہ ہر ایک انسان کے اپنے اعمال ہے اس کے فرشتے ہیں جو کہ اس کو نیکی یا بدی کی طرف لے جاتے ہیں۔ اللہ کہیں غائب نہیں ہے بلکہ جب ہی ہم اللہ کو اپنے اندر دیکھتے ہیں تب ہی ہمارے لئے اللہ کی ملاقات کا دن ہوتا ہے۔ یہ دن قیامت سے وابستہ نہیں ہے بلکہ ہماری زندگی سے تعلق رکھتا ہے اور یہ انسان کی روحانی حالت کا نام ہے۔

دوسرے مذاہب کے مقتداؤں کے باب میں بابیوں کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ سب کم و بیش اللہ کی قدرت کو ظاہر کرتے ہوئے آئے تھے اور وہ مذہب اللہ کی ایک ہستی کا نشان بتاتے ہیں۔ بابی لوگ روح کی ہدایت کے قائل نہیں وہ مرنے کے بعد روح کی زندگی کے قائل ہیں مگر وہ اس بات کے قائل نہیں کہ موت کے بعد روح اسی مردہ جسم کے ساتھ زندہ ہوگی۔

نواب صدیق حسن خان مرحوم حظیرہ القدوس میں لکھتے ہیں کہ ۱۲۹۳ ہجری میں بہاء الحق کا ایک مرید ہندوستان میں آیا اور علاء الدین احمد خان رئیس لوہارو کو اپنا معتقد کر لیا اور طریقہ بابیہ کے بیان میں ایک کتاب لکھ کر ذکر الاسرار فی معارج الاسفاد لمن یرید ان یتعارج الی اللہ المقتدر الجبار نام رکھا اور اپنا نام اس کتاب میں جمال الدین ہردی الاصل قسطنطنینی المسکن ظاہر کیا اور کتاب بہائیہ کے ساتھ اس کتاب کو ملقب کیا کیونکہ وہ بہاء الحق کا مرید تھا مضامین اس کتاب کے وحدت الوجود وغیرہ کے قبیل سے ہیں اس شخص کو ہم نے بھی دیکھا ہے رام پور میں آیا تھا اور یہاں کئی آزاد منش شریف آدمی اور ایک دو پرانی فیشن کے امیر بھی اس کے معتقد ہو گئے تھے امیرانہ ٹھاٹھ کے ساتھ رہتا تھا بعضوں کا خیال یہ تھا کہ یہ شخص انگریزوں کا منجر ہے تاریخ گلزار شاہی اور کشلول محمد علی شیرازی میں فرقہ بابیہ کا حال مجمل اور تاریخ التوارخ میں مفصل مرقوم ہے۔

یکم مئی ۱۸۹۶ عیسوی کو ناصر الدین شاہ قاجار والی ایران محمد رضا بابی کے ہاتھ سے مارے گئے اور ان کے فرزند صلیبی شاہ مظفر الدین تخت نشین ایران ہوئے۔

فرقہ احمدیہ قادیانی

یہ فرقہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف منسوب ہے جن کے والد کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا کا نام عطا محمد اور پردادا کا نام گل محمد تھا ان کی قوم مغل برلاس ہے قادیان

ریاست پنجاب کے نامی رئیس ہیں ان کے بزرگ سمرقند سے اس ریاست میں آئے تھے اور بادشاہت کی طرف سے بہت دیہات بطور جاگیر ان کو ملے سکھوں کے ابتدائی زمانے میں مرزا گل محمد کے پاس ۵۸ گاؤں اس نواح کے تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضے سے نکل گئے جب وہ فوت ہوئے تو بجائے ان کے مرزا عطا محمد جانشین ہوئے ان کے وقت میں روز بروز سکھ لوگ ان کی جاگیر دیہات پر قبضہ کرتے گئے اور آخر کار ان کو قادیان سے بھی نکال دیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد ان کو زہر دیا گیا پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانے میں غلام مرتضیٰ صاحب قادیان واپس آئے اور پانچ گاؤں دیہات جاگیر میں سے واپس ملے۔

مرزا غلام احمد صاحب کی پیدائش ۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰ عیسوی میں ہوئی مولوی گل علی شاہ سے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو حاصل کیا اور اپنے والد کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے مقدمات میں مشغول رہے اور زمینداری امور کی نگرانی میں لگے اور چند سال ان کے انگریزی ملازمت میں بسر ہوئے ان کے والد کے مرنے سے قبل ان کو تھوڑی سی غنودگی ہو کر یہ الہام ہوا وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ (سورۃ طارق - ۸۶ - آیت - ۱) یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبداء ہے اور قسم ہے اس حادثے کی جو غروب کے بعد نازل ہوگا اور ان کو سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پر سی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارے والد سورج کے غروب کے بعد فوت ہو جائیں گے جب ان کو اپنے والد کی وفات کی نسبت یہ الہام ہوا تو بشریت کی وجہ سے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدنی والد کی زندگی سے وابستہ ہیں پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلا پیش آئے اس وقت یہ دوسرا الہام ہوا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (سورۃ زمر - ۳۹ - آیت - ۳۶) یعنی کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔ انہوں نے کبھی ریاضت شاقہ نہیں کی ورنہ مجاہدات شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا اور نہ گوشہ نشینی کے اہتمام سے کوئی چلہ کشی کی ہاں ان کے والد کے زمانے میں ہی ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک معمر بزرگ ان کو خواب میں دکھائی دیا اور یہ کہا کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے سو انہوں نے کچھ مدت التزام صوم کیا پھر دو تین ہفتے کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھالی جاتی ہے بہتر ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کریں سو انہوں نے کھانے کو یہاں تک کم کیا کہ چند تولہ روٹی میں

سے آٹھ پہر کے بعد ان کی غذا تھی اور آٹھ یا نو ماہ تک انہوں نے ایسا ہی کیا اس قسم کے روزے سے بہت لطیف مکاشفات ان پر اس زمانے میں کھلے چنانچہ بعض گزشتہ نبیوں اور اعلیٰ طبقے کے اولیائے امت سے ملاقاتیں ہوئیں ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مع حسین و علی فاطمہ رضی اللہ عنہم کے دیکھا عرض کہ کشف صریح کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے اصلاح پا کر جسمانی سختی کشی کا حصہ آٹھ نو ماہ لے کر پھر اس طریق کو علی الدوام بجالانا چھوڑ دیا اور کبھی کبھی اس کو اختیار بھی کیا جب تیرہویں صدی کا آخر ہوا اور چودہویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو الہام کے ذریعہ سے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ الرحمن علم القرآن لتندر قوماً ما انذر اباہم لتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المؤمنین۔ یعنی اللہ نے تجھے قرآن سکھلایا اور اس کے صحیح معنی تجھ پر کھول دیئے یہ اس لئے ہوا کہ تا کہ ان لوگوں کو بد انجام سے ڈرائے جو باعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متوجہ کئے جانے کی غلطیوں میں پڑ گئے اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے ان کو کہہ دے کہ میں مامور من اللہ اور اول المؤمنین ہوں اس کے بعد مرزا صاحب نے مسیحیت کا دعویٰ کیا اور اللہ نے الہام میں ان کا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا عبادت الہام یہ ہے۔ جعلناک المسیح ابن مریم ہم نے تجھے مسیح بن مریم بنایا اور پھر ایک اور الہام ہوا الحمد للہ الذی جعلک المسیح ابن مریم انت شیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ کمثلک در لا یضاع یعنی اللہ کی سب حمد ہے جس نے تجھ کو مسیح بن مریم بنایا تو وہ شیخ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا تیرے جیسا موتی ضائع نہیں کیا جاتا مرزا صاحب کے مرید ان کے نام کے ساتھ علیہ السلام کا لفظ لکھتے ہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میرے دل میں اس دعوے کی بنیاد و حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو مجھ پر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کی معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں اگر حدیثوں کا دنیا میں وجود بھی نہ ہوتا تب بھی میرے اس دعوے کو حرج نہ پہنچتا وہ کہتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں کہ عیسیٰ بن مریم آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور وہ زندہ ہیں وہ اپنے قول کی تائید میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز اور قرآن کریم میں ان کو متوفیوں کی جماعت میں داخل کر چکا ہے اور سارے

آن میں ایک دفعہ بھی ان کی خارق عادت زندگی اور ان کے دوبارہ آنے کو ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ان کو صرف فوت شدہ کہہ کر چپ ہو گیا لہذا ان کا زندہ بجدہ العصری ہونا اور پھر دوبارہ ایسی وقت دنیا میں آنا نہ صرف اپنے ہی الہام کی رو سے خلاف واقع سمجھتا ہوں بلکہ اس نیاں حیات مسیح کو نصوص بینہ قطعہ قرآن کریم کی رو سے لغو اور باطل جانتا ہوں اور نہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل موجود ہے جس نے متوفی کے لفظ کی کوئی مخالفانہ تفسیر کر کے مسیح کی نیات جسمانی پر گواہی دی ہے بلکہ بخاری میں بجائے ان باتوں کے امام منکم لکھا ہے اور حضرت مسیح کی وفات کی شہادت دی ہے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیش گوئی کی معقولیت کو بھی کھول دیا اور ظاہر فرمایا کہ مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا اس رنگ اور طریق سے مقدر تھا جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا ملا نبی کی کتاب میں لکھا گیا تھا پس میں جو نزول مسیح کے معنی کرتا ہوں وہ نئے معنی نہیں ہیں بلکہ وہی معنی جو حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے پہلے نکل چکے ہیں کیونکہ نزول مسیح ابن مریم کا مقدمہ نزول ایلیا نبی کے مقدمے سے بالکل ہم شکل ہے پس جس حالت میں آج تک یہودیوں کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی کہ ایلیا نبی آسمان سے اترتے اور اسی وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ سے منکر رہے تو مولویان اسلام کی تمنا کیوں کر پوری ہو سکتی ہے کہ کسی وقت حضرت عیسیٰ خود آسمان سے نازل ہوں گے ہمارے مخالف اپنی جہالت سے عیسیٰ کے نزول کو حقیقی طور پر انتظار کرتے ہیں اور ہم بروزی طور پر ہم مانتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیش گوئی پوری ہوگئی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جب تک مجھے اللہ نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہو گیا ہے تب تک میں اسی عقیدے پر قائم تھا جو اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین احمدیہ میں لکھا ہے جب اللہ نے مجھ پر اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدے سے باز آ گیا میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل پر محیط ہو گیا اور مجھے نور سے بھر دیا اس رکی عقیدے کو نہ چھوڑا حالانکہ اسی براہین میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا تھا اور مجھے خاتم الخلفا ٹھہرایا گیا اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی کسریلیب کرے گا اور مجھے بتلایا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (سورة توبہ۔ ۹۔ آیت ۳۳) تاہم یہ الہام جو براہین احمدیہ میں کھلے کھلے طور پر درج تھا اللہ کی

حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی کتاب میں عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ لکھ دیا اور تقریباً بارہ برس تک اس رسمی عقیدے پر جما رہا جب وقت وہ آ گیا کہ مجھ پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تو اتر سے اس بارے میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے اور مجھے حکم ہوا فاصدع بما تؤمر (سورۃ حجر- ۱۵- آیت- ۹۴) یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول کر لوگوں کو بنادے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مہدی آخر الزمان میں ہوں۔

مرزا صاحب نے اپنے مقالے کے لئے دجال کی بھی ایجاد کی ان کا بیان یہ ہے کہ حدیثوں میں دو قسم کی صفات دجال معبود کی بیان فرمائی گئی ہیں ایک یہ کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور دوسرے یہ کہ وہ اللہ کا دعویٰ کرے گا ان دونوں باتوں کو اگر حقیقت پر حمل کیا جائے تو کسی طرح تطبیق ممکن نہیں کیونکہ نبوت کا دعویٰ اس بات کو مستلزم ہے کہ شخص مدعی اللہ کا قائل ہو اور الوہیت کا دعویٰ اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص مدعی آپ ہی اللہ بن بیٹھے اور کسی دوسرے اللہ کا قائل نہ ہو پس یہ دونوں دعوے ایک شخص سے کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دجال ایک شخص کا نام نہیں ہے بلکہ وہ دجال کے معنی خود لفظ دجل سے اس طرح لیتے ہیں کہ لغت عرب کی رو سے دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں امین اور متدین ظاہر کرے اور دراصل نہ امین ہو نہ متدین بلکہ اس کی ہر ایک بات میں دھوکہ دہی اور فریب دہی ہو سو یہ صفت عیسائیوں کے اس گروہ میں ہے جو پادری کہلاتے ہیں یہ گروہ چونکہ اصل آسمانی انجیل کو گم کر کے محرف اور مغشوش مضمون بنام نہاد ترجمہ انجیل کے دنیا میں پھیلاتا ہے یہ فعل ان کا دوسرے لفظوں میں گویا نبوت کا دعویٰ ہے کیونکہ انہوں نے جعل سازی سے نبوت کے منصب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے جو چاہتے ہیں ترجمے کے بہانے سے لکھ دیتے ہیں اور پھر اس کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں پس یہ طریق ان کا نبوت کا دعوے سے مشابہ ہے اور اس دام میں گرفتار اکثر عوام عیسائی ہیں اور دجال کا دوسرا جز جن کے افعال الوہیت کے دعوے سے مشابہ ہیں یورپ کے فلسفیوں اور کلون کے ایجاد کرنے والوں کا گروہ ہے جنہوں نے اسباب اور علل کے پیدا کرنے کے لئے اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیا ہے اور بہت سی کامیابیوں کی وجہ سے آخر اس روی اعتقاد تک پہنچ گئے ہیں کہ اللہ کی قدرت اور اس پر ایمان رکھنا کچھ چیز نہیں ہے اور وہ رات دن ان تلاشوں میں لگے ہوئے ہیں کہ خود ہی کسی طرح اس راز کے مالک ہو جائیں کہ جب چاہیں بارش برسائیں اور جب چاہیں کسی کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا کر دیں اور جب

چاہیں کسی کو بانجھ بنا دیں پس کچھ شک نہیں کہ یہ طریق دوسرے لفظوں میں الوہیت کا دعویٰ ہے اور اس گروہ کے تابع یورپ کے اکثر خواص عیسائی ہیں غرض کہ دراصل یہی لوگ دجال ہیں جن کو پادری یا یورپین فلسفی کہا جاتا ہے یہ پادری اور یورپین فلسفی دجال معمود کے دو جڑے ہیں جن سے وہ ایک اژدہا کی طرح لوگوں کے ایمانوں کو کھا جاتا ہے میں ایسے وقت میں آیا ہوں کہ جب اندرونی اختلافات انتہا تک پہنچ گئے اور ایک فرقہ دوسرے کو کافر بتانے لگا اس تفرقے کے وقت میں امت محمدیہ کو ایک حکم کی ضرورت تھی سو اللہ نے مجھے حکم کر کے بھیجا ہے اور قرآن اور احادیث سے اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ آنے والا مسیح چودھویں صدی میں ظہور کرے گا علاوہ ان سب امور کے ایک عظیم الشان علامت مسیح موعود کی احادیث صحیحہ میں لکھی گئی ہے کہ وہ ایسے وقت میں آئے گا جب صلیبی مذہب بڑے جوش سے پھیلا ہوا ہوگا جیسا کہ حدیث یکسر الصلیب جو صحیح بخاری میں ہے اس پر دلالت کرتی ہے سو ایسے وقت میں اور ایسے زمانے میں یہ عاجز آیا ہے اور دوسری علامت اشارات احادیث سے مسیح موعود کے لئے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ ممالک مشرقیہ میں مبعوث ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ ہمارا ملک ہند خاص کر پنجاب کا حصہ مکہ معظمہ سے بجانب مشرق واقع ہے اور احادیث میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ وہ مہدی موعود ایسے قصبے کا رہنے والا ہوگا جس کا نام کدے یا کدیہ ہوگا اور ہر ایک داننا سمجھ سکتا ہے کہ یہ لفظ کدے دراصل قادیان کے لفظ کا مخفف ہے جس میں مسیحیت اور مہدیت کا مدعی بھی موجود ہے جس کا نام یعنی غلام احمد قادیانی اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کر رہا ہے یعنی تیرہ سو عدد جو اس نام سے نکلتا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ تیرہویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا جس کا نام تیرہ سو کا عدد پورا کرتا ہے ہماری جدید تحقیق سے جو کسر صلیب کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کو عطا ہوئی ہے یہ بات خوب صفائی سے ثابت ہوگئی کہ مسیح کا ہرگز رفع جسمانی نہیں ہوا ہاں ایک سو بیس برس کے بعد رفع روحانی ہوا بلکہ صلیب کے دنوں میں رفع روحانی بھی نہیں ہوا کیونکہ وہ صلیب کے زخموں سے شفا پا کر ۸۷ برس زندہ رہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جس پیلاطوس گورنر قیصر کے ہاتھ میں عیسیٰ کے مار ڈالنے کی کارروائی تھی اس کی بیوی کو خواب آئی کہ اگر یہ شخص مر گیا تو پھر اس میں تمہاری تباہی ہے اس لئے اس نے اندرونی طور پر کوشش کر کے مسیح کو صلیبی موت سے بچالیا مگر یہودی اپنی حماقت سے سمجھتے رہے کہ مسیح صلیب پر مر گئے حالانکہ حضرت مسیحؑ بخیر و عافیت اپنے حواریوں کے پاس آئے اور ان کو مبارک باد دی کہ میں اللہ

کے فضل سے بدستور اب تک زندہ ہوں اور پھر ان کے ہاتھ سے لے کر روٹی اور مچھلی کھائی
 صلیب کی کیلوں کے زخم ان کو دکھلائے اور چالیس دن تک ان کے زخموں کا اس مرہم کے
 ساتھ علاج ہوتا رہا جس کو قرابا دینوں میں مرہم عیسیٰ یا مرہم مرسل یا مرہم حوارین کے نام
 سے موسوم کرتے ہیں اور قانون بوعلی سینا میں بھی مندرج ہے اور جن کی دواؤں کو اللہ تعالیٰ
 نے بطور الہام کے ان پر ظاہر کیا تھا بعد اس کے مسیح اللہ کا حکم پا کر پوشیدہ طور پر اپنے وطن
 سے سفر کو نکلے اور حواریوں کو تاکید سے منع کر دیا کہ میرے اس سفر کا حال کسی سے مت کہنا
 اور ملکوں کی سیر کرتے ہوئے نصیبیں میں آئے اور وہاں سے افغانستان میں پہنچے اور ایک
 مدت تک اس جگہ جو کوہ نعمان کہلاتا ہے اس کے قریب سکونت پذیر رہے چنانچہ اس جگہ
 شہزادہ نبی کا چہوتراہ اب تک گواہی دے رہا ہے اور اس کے بعد پنجاب میں آئے اور
 ہندوستان کا بھی سفر کیا اور غالباً بنارس اور نیپال میں بھی پہنچے پھر پنجاب کی طرف لوٹے
 چونکہ سرد ملک کے رہنے والے تھے اس لئے اس ملک کی شدت گرمی کا تحمل نہ کر سکے اس
 لئے کشمیر کا ارادہ کیا اور کوہ سلیمان پر ایک مدت تک عبادت کرتے رہے اور سکھوں کے
 زمانے تک ان کی یادگار کا کوہ سلیمان پر کتبہ موجود تھا اور بقیہ عمر سری نگر میں گزاری اور ایک
 سو پچیس برس کی عمر میں وہیں فوت ہوئے اور محلہ خان یار کے قریب دفن کئے گئے اور اب
 تک وہ قبر یوز آسف نبی کی قبر اور شہزادہ نبی کی قبر اور عیسیٰ نبی کی قبر کہلاتی ہے اور اس مزار کا
 زمانہ تخمیناً دو ہزار برس بتلاتے ہیں اور عوام و خواص میں یہ روایت بکثرت مشہور ہے کہ یہ نبی
 شام کے ملک سے آیا تھا ہمارے علما کی یہ غلطی ہے کہ معا صلیب کے ساتھ حضرت عیسیٰ کا
 رفع جسمانی مانتے ہیں یسوع کا آسمان پر مع جسم جانا ایک جھوٹا مسئلہ ہے اور جو مسلمان ایک
 فرضی دجال اور فرضی مسیح کے منتظر تھے جس کے ماننے سے نئے سرے اس شرک کی بنیاد
 پڑتی ہے جس کی قرآن شریف بیخ کنی کر چکا ہے اور مسئلہ ختم نبوت بھی ہاتھ سے جاتا ہے سو
 اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا تا کہ میں اس خطرناک حالت کی اصلاح کروں اور لوگوں کو خالص
 توحید کی راہ بتاؤں اور وہ حوادث ارضی و سماوی جو مسیح موعود کے ظہور کی علامات ہیں وہ سب
 میرے وقت میں ظہور پذیر ہو گئے ہیں۔ مدت ہوئی کہ خسوف و کسوف رمضان کے مہینے
 میں ہو چکا ہے اور ستارہ ذوالسنین بھی نکل چکا ہے اور زلزلے بھی آئے اور مری بھی پڑی اور
 عیسائی مذہب بڑے زور شور سے دنیا میں پھیل گیا اور جیسا کہ آثار میں پہلے لکھا گیا تھا
 بڑے تشدد سے میری تحقیر بھی ہوئی فرض تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں اور کسر صلیب میرے

ہاتھ سے یہ ہوئی کہ نشان ظاہر ہوئے اور پیش گوئیاں ظہور میں آئیں اور پادریوں کا منہ بند کیا گیا اور اگر وہ حیا سے کام لیں تو آئندہ اعتراض کرنے کی ان کو جگہ نہ رہے اور قرآن کی تعلیم نے جو میری طرف سے بیان کی گئی بڑے بڑے جلسوں میں لوگوں کا سر جھکا دیا اور عیسائی مذہب کے اصول کو ایسے طور سے توڑا گیا کہ کبھی کسی کو پہلے اس سے میسر نہ آیا ایسی ہی مسیح موعود کے وجود کی علت غائی احادیث نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دور کریں گے اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کر کے دکھائیں گے چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا میں نے ثابت کر دیا کہ وہ لعنتی موت کہ جو نعوذ باللہ حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے جس پر تمام مدار صلیبی نجات کا ہے وہ کسی طرح حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی اور کسی طرح لعنت کا مفہوم کسی راست باز پر صادق نہیں آ سکتا بخاری کی یہ حدیث کہ مسیح آئے گا اور صلیب کو توڑے گا وہ معنی نہیں رکھتی جو ہمارے قابل رحم علماء بیان کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی کوتاہ اندیشی سے یہ سمجھا ہوا ہے کہ مسیح دنیا میں آ کر ایک بڑے جہاد کا دروازہ کھولے گا اور محمد مہدی خلیفہ سے مل کر دین پھیلانے کے لئے لڑائیاں کرے گا اور تلوار اٹھائے گا اور ایک بڑی خونریزی ہوگی جو دنیا کی ابتدا سے اس وقت تک کبھی نہیں ہوئی ہوگی اور یہاں تک خونریزی کرے گا جو زمین کو خون سے بھر دے گا اور ایسا سخت دل ہوگا کہ جزیہ بھی قبول نہیں کرے گا اس کی تقسیم اوقات یہ ہوگی کہ کچھ حصہ دن کا تو لوگوں کو قتل کرنے میں بسر کرے گا اور کچھ حصہ دن کا جنگوں میں جا کر سوروں کو مارنے میں گزار دے گا (اسی لئے مرزا صاحب ایسے مسیح و مہدی کو خونریز مسیح اور خونریز مہدی کہتے ہیں) سو یاد رہے کہ یہ عقیدہ سراسر باطل ہے بلکہ کس صلیب سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح موعود ایسے زمانے میں آئے گا جب کہ ہر طرف سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے کہ جن کی پر زور تاثیروں سے صلیبی مذہب عقلمندوں کے دلوں سے گرتا جائے گا وہ حق محض جو اللہ نے ہمیں سمجھایا ہے یہ ہے کہ مسیح جس کا دوسرا نام مہدی ہے دنیا کی بادشاہت سے ہرگز حصہ نہیں پائے گا بلکہ اس کے لئے آسمانی بادشاہت ہوگی اس لئے مجھے جو میں مسیح موعود ہوں زمین کی بادشاہت سے کچھ تعلق نہیں بلکہ ضرور تھا کہ میں غربت اور مسکینی میں آتا اور یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح حکم ہو کر آئے گا اور وہ اسلام کے تمام فرقوں پر حاکم عادل ہوگا سو یہ حکومت اس کی زمین کی نہیں ہوگی بلکہ ضرور ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ بن مریم

کی طرح غربت اور خاکساری سے آئے گا سو ایسا ہی وہ ظاہر ہوا تا کہ وہ سب باتیں پوری ہوں جو صحیح بخاری میں ہیں کہ یضع الحرب یعنی وہ مذہبی جنگوں کو موقوف کر دے گا اور اس کا زمانہ امن اور صلح کاری کا ہوگا۔ لاشی اور تکوار سے ہرگز ہرگز دین دلوں میں داخل نہیں ہو سکتا اللہ کے سچے مسیح اور مہدی کے لئے ضروری ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ دین کو پھیلانے تاکہ وہ لوگ شرمندہ ہوں جنہوں نے اللہ کے دین اسلام پر ناحق جھوٹے الزام لگائے سو اس وجہ سے میں نشانوں کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور ایک بڑا بھاری معجزہ میرا یہ ہے کہ میں نے بدیہی ثبوتوں کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کر دیا ہے اور ان کی جائے وفات اور قبر کا پتہ دے دیا ہے میں اس لئے نہیں آیا کہ آپ لوگوں کو دنیا کے گندے مال میں مبتلا کروں اور آپ پر ہوا و ہوس کے پورے دروازے کھول دوں بلکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ موجودہ دنیا کے خط سے بھی کچھ کم کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچوں پس حقیقت میں آپ لوگوں کا میرے آنے سے بہت ہی جرح ہوا یہ بات جلد عقلمند اور منصف مزاج کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہر ایک مجدد ان مفسد کے دور کرنے کے لئے مبعوث ہوتا ہے جو سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ موجب ہلاک اور نیز سب سے زیادہ کثرت میں ہوتے ہیں اور انہیں خدمات کے مناسب حال اس مجدد کا نام آسمان پر ہوتا ہے اور جب کہ یہ بات واقعی اور صحیح ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس پر آشوب زمانے میں جب کہ لوگ چاروں طرف سے عیسائیت کی پرزہر تعلیم سے ہلاک ہوئے جاتے ہیں بڑا کام مجدد کا یہ ہونا چاہئے کہ اہل اسلام کی ذریت کو اس زہر سے بچائے اور صلیبی فتنوں پر اسلام کو فتح بخشے اور جب کہ اس صدی کے مجدد کا یہ کام ہوا تو بلاشبہ آسمان پر اس کا نام سر الصلیب ہوا میں زور سے اور دعوے سے کہتا ہوں کہ جس کسر صلیب کا بخاری میں وعدہ تھا اس کا پورا سامان مجھے عطا کیا گیا ہے اور ہر ایک عقل سلیم گواہی دے گی کہ بجز اس صورت کے اور کوئی موثر اور معقول صورت کسر صلیب کی نہیں۔ مسیح موعود کے اسی امت میں سے آنے پر بہت سی گفتگو کر کے یہ حدیث لکھی ہے لو کان الایمان معلقا بالشر بالنالہ دجل من ہارس اس کے بعد کہتے ہیں کہ چونکہ اس فارسی شخص کی طرف وہ صفت منسوب کی گئی ہے جو مسیح عود اور مہدی سے مخصوص ہے یعنی زمین جو ایمان اور توحید سے خالی ہو کر ظلم سے بھر گئی ہے پھر اس کو عدل سے پر کرنا لہذا یہی شخص مہدی اور مسیح موعود ہے اور وہ میں ہوں اکثر لوگوں نے قلت تدبر سے ان تین ناموں کی وجہ سے تین علیحدہ علیحدہ

شخص سمجھ لئے ہیں اور تین قومیں ان کے لئے مقرر کی ہیں ایک فارسیوں کی قوم دوسرے نبی اسرائیل کی قوم تیسرے بنی فاطمہ کی قوم مگر یہ تمام غلطیاں ہیں حقیقت میں یہ تینوں ایک ہی شخص ہے جو تھوڑے تھوڑے تعلق کی وجہ سے کسی قوم کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے مثلاً ایک حدیث سے سمجھا جاتا ہے کہ اہل فارس یعنی بنی فارس بنی اسحاق میں سے ہیں پس اس طرح وہ آنے والا مسیح اسرائیلی ہوا اور بنی فاطمہ کے ساتھ امہاتی تعلق رکھنے کی وجہ سے جیسا کہ مجھے حاصل ہے فاطمی بھی ہوا پس گویا کہ وہ نصف اسرائیلی اور نصف فاطمی ہوا ہاں میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الہی کے اور کچھ ثبوت نہیں اور وہ یہ ہے خذو التوحید خذو التوحید یا ابناء الفارسی یعنی توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹوں اور بنی فاطمہ ہونے میں یہ الہام ہے الحمد للہ الذی جعل لکم الصبر والنسب اشکر نعمتی دنیت خدیجنی یعنی تمام حمد اور تعریف اس اللہ کے لئے جس نے تمہیں فخر دامادی مساوات اور فخر علونب جو دونوں مماثل اور مشابہ ہیں عطا فرمایا یعنی تمہیں مساوات کا داماد ہونے کی فضیلت عطا کی اور میری نعمت کا شکر یہ ادا کر کے تونے میری خدیجہ کو پالیا۔

مرزا صاحب اپنی کتابوں میں بہت جگہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ عاجز جو حضرت عیسیٰ کے رنگ میں بھیجا گیا ہے بہت سے امور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت رکھتا ہے یہاں تک کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں ایک ندرت تھی کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس عاجز کی پیدائش میں بھی ایک ندرت ہے اور وہ یہ کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ وہ پیغمبر اللہ کو مثل موسیٰ کہتے ہیں اور اپنی ذات کو مثل عیسیٰ قرار دیتے ہیں ان کا قول ہے کہ جیسا کہ ایک سلسلہ چودہ سو برس کی مدت تک موسیٰ سے لے کر عیسیٰ بن مریم تک ختم ہوا ایسا ہی دوسرا سلسلہ جو اللہ کے کلام میں اس کے مشابہ کھڑا کیا گیا ہے اسی چودہ سو برس کی مدت تک مثل موسیٰ یعنی حضرت محمدؐ سے لے کر مثل عیسیٰ بن مریم یعنی مرزا صاحب تک ختم ہوا۔

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے فضل و عنایت سے امام الزماں میں ہوں اللہ فرماتا ہے۔ أَلْمِيعُو اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرّٰسُوْلَ وَأُوْلِی الْأَمْرِ مِنْكُمْ أُوْلِی الْأَمْرِ. (سورۃ نساء۔ ۳۔ آیت ۵۹) سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزماں ہے اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل

ہوسکے وہ ہم میں سے ہے خواہ عیسائی ہو یا مسلمان مرزا صاحب اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ کے عظیم الشان نشان مجھ پر بارش کی طرح اتر رہے ہیں اور غیب کی باتیں مجھ پر کھل رہی ہیں ہزار ہا دعائیں اب تک قبول ہو چکی ہیں اور تین ہزار نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور ہر ایک دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ میرے الہامات اور پیش گوئیاں انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں۔ مرزا صاحب نے ایک رات کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا ہے مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے اس نے مرزا صاحب کو ایک جگہ لٹا کر ان کی آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور میل و کدورت ان میں سے پھینک دی ہے اور ہر ایک بیماری اور کوتاہی کا مادہ نکال دیا ہے اور مصفا نور جو آنکھوں میں سے پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح بنا دیا ہے اور یہ عمل مگر کے پھر فرشتہ غائب ہو گیا اور مرزا صاحب اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گئے اور کہتے ہیں کہ ایک بار مجھ کو کشفی طور پر دکھایا گیا کہ میں نے بہت سے احکام قضا و قدر کے اہل دنیا کی نیکی بدی کے متعلق اور نیز اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے لکھے ہیں اور پھر تمثیل کے طور پر میں نے اللہ کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھ دیا کہ وہ اس پر دستخط کر دے سو اللہ نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دئے اور قلم کی نوک پر جو ^۵ سرخی زیادہ تھی اس کو جھاڑ دیا اس کے قطرے میرے کپڑوں پر پڑے جن کو میں نے پشم خود دیکھا۔

ایک بار عالم کشف میں دیکھا کہ میں نے بشمر داس کھتری کے نوشتہ قضا و قدر کی نصف قید کو اپنے قلم سے کاٹ دیا مگر بری نہیں کیا ایک بار کشف میں دیکھا کہ وہ اور حضرت عیسیٰ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔

ایک بار حالت کشفی میں اللہ کی روح ان پر غالب ہو گئی اور اس نے اپنے وجود میں مرزا صاحب کو پنہاں کر لیا اور انہوں نے اس حال میں دیکھا کہ وہ نئے نظام اور نئے آسمان اور نئی زمین کے پیدا کرنے پر قادر ہیں پھر انہوں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا الی آخرہ۔ لکھتے ہیں کہ ایک بار مجھے اللہ نے مخاطب کر کے فرمایا بلاش اللہ کا نام ہے یہ ایک نیا الہامی لفظ ہے کہ اب تک میں نے اس کو اس صورت پر قرآن اور حدیث میں نہیں پایا اور نہ کسی لغت کی کتاب میں دیکھا اس کے معنی مجھ پر کھولے گئے کہ بالاشریک۔ الہام میں بار بار میرا نام ابراہیم رکھا گیا ہے جیسا کہ براہین احمدیہ یہی کے صفحہ ۵۶۱ میں الہام ہے

سَلَامٌ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ صٰلِحِيْنَ الخ. (سورۃ صافات - ۳۷ - آیت - ۱۰۹)

جس طرح اللہ تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائیں تھیں مرزا صاحب کو بھی اللہ نے الہام کر کے ایک دعا سکھلائی اور وہ یہ ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اللہم صلی علی محمد وال محمد وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی اجتہادی باتوں کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے اجتہادی غلطی نبیوں اور رسولوں سے بھی ہو جاتی ہے۔

مرزا صاحب پر کئی بار عدالتوں میں مقدمات بھی دائر ہوئے مگر نہایت کشاکش کے بعد وہ ہر ایک مقدمے میں آخر کار بری ہو گئے ان مقدمات کو وہ ابتلا کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں بعض مقدمات ان پر اپنے سخت لہجہ کی وجہ سے اور بعض کسی کی موت یا ذلت کی پیش گوئی کے سبب سے عائد ہوئے۔

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے اقدام قتل کا مقدمہ ان پر دائر کیا گیا جو ڈپٹی کمشنر ضلع گورواں پور کی عدالت سے ۲۳ - اگست ۱۸۹۷ء کو خارج کیا گیا بری کرنے کے حکم کے آخر میں مرزا صاحب کے حق میں نوٹس بطور تہدید کے لکھا گیا کہ ہم اس موقع پر مرزا غلام احمد کو بذریعہ تحریری نوٹس کے جس کو انہوں نے خود پڑھ لیا اور اس پر دستخط کر دیے ہیں باضابطہ طور سے متنبہ کرتے ہیں کہ ان مطبوعہ دستاویزات سے جو شہادت میں پیش ہوئی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اشتعال اور غصہ دلانے والی کتابیں شائع کی ہیں جن سے ان لوگوں کی ایذا متصور ہے جن کے مذہبی خیالات ان کے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں جو اثر ان کی باتوں سے ان کے بے علم مریدوں پر ہوگا اس کی ذمہ داری انہی پر ہوگی اور ہم انہیں متنبہ کرتے ہیں کہ جب تک وہ زیادہ تر میانہ روی کو اختیار نہ کریں گے وہ قانون کی زد سے بچ نہیں سکتے بلکہ وہ اس کی زد کے اندر آجاتے ہیں۔

مرزا صاحب نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی نسبت یہ پیش گوئی کی کہ وہ روز ختم مباحثہ سے ۱۵ مہینہ تک ہاویہ میں ڈالا جائے گا جب کہ آتھم ۱۵ مہینہ کے اندر فوت نہیں ہوا تو مرزا صاحب نے تاویل کی کہ الہام حق کی طرف رجوع کی شرط سے وابستہ تھا عیسائیوں نے مرزا صاحب کی تکذیب کی اور اس تاویل کو نہ مانا تو انہوں نے چار ہزار روپیہ اس بات کے لئے دینا کیا کہ وہ مجلس میں قسم کھا جائے کہ اس نے دل میں اللہ کی طرف رجوع نہیں کیا مگر آتھم نے قسم کھانے سے صاف انکار کر دیا مرزا صاحب کہتے ہیں کہ الہام میں پیش

از وقت شائع کیا گیا تھا کہ آتھم رجوع سے فائدہ اٹھائے گا لیکن اگر گواہی کو پوشیدہ کرے گا تو پھر جلد پکڑا جائے گا اور فوت ہو جائے گا اس نے شرط پر عمل کیا تو بہ قدر اس عمل کے تاخیر ہو گئی اور جب گواہی کو چھپایا تو پکڑا گیا اور آخری اشتہار سے چھ ماہ بعد فوت ہو گیا اگر وہ اس غیرت اور خاموشی اور خوف پر قائم رہتا جو اس نے پیش گوئی کی میعاد میں اختیار کی تھی تو اس کو لمبی زندگی دی جاتی اور وہ بیس برس تک اور زندہ رہتا۔

ایک آریہ لیکھ رام کی موت کی نسبت پیش گوئی کی کہ وہ چھ برس کے اندر ہلاک کیا جائے گا۔ وہ ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو ایسے وقت میں مارا گیا کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی میں ابھی اڑھائی سال باقی تھے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جس طرح گوسالہ سامری کے کٹنے کے بعد حضرت موسیٰؑ نے بڑی عزت پائی تھی اسی کے مطابق اس بندے کی عزت کو بھی اللہ نے زیادہ کیا اور جس طرح گوسالہ بنانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طاعون بھیجی تھی اسی طرح لیکھ رام کے مرنے کے بعد بھی اس ملک میں طاعون پھیلی عبد اللہ آتھم کی پیش گوئی جمالی تھی اور لیکھ رام کی جلالی۔ یہ پیش گوئی مجھ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشترک ہے اور لیکھ رام کا حال کسرے یعنی خسرو پرویز سے مشابہ ہے اور جیسا کہ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کسری کا مارا جانا ایک بڑا معجزہ تھا ایسا ہی اگر مسلمان چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ لیکھ رام کا مارا جانا بھی ایک بڑا معجزہ تھا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت المسند نے حکومت تک یہ شکایتیں پہنچائیں کہ مرزا صاحب حکومت انگریزی کے بدخواہ ہیں اور بغاوت کے خیالات رکھتے ہیں تو انہوں نے اعلان کیا کہ جس فرقے کا اللہ نے مجھے امام اور پیشوا مقرر کیا ہے ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس فرقے میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کا انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو جائز سمجھتا ہے اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں یہ نظم بھی انہوں نے بنائی ہے۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستوں خیال دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتل
اب آگیا مسیح جو دین کا اما ہے دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
انہوں نے ۱۷ ستمبر ۱۸۹۹ء کو ایک درخواست شائع کی جس میں حکومت انگریزی پر
ظاہر کیا ہے کہ اس ملک کے مسلمان مجھے اس وجہ سے بھی کافر کہتے ہیں کہ میں نے انگریزی

سلطنت کو سلطنت روم (ترکی) پر ترجیح دی ہے اور یہ لوگ مجھے اس وجہ سے بھی کافر ٹھہراتے ہیں کہ میں نے اللہ کو سچے الہام سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس خونی مہدی کے آنے سے انکار کیا ہے جس کے یہ لوگ منتظر ہیں آخر در خواست میں تحریر کرتے ہیں کہ میں سلطنت انگریزی کے مقابل سلطنت روم (ترکی) بھی نہیں پاتا جو اسلامی سلطنت کہلاتی ہے۔

مرزا صاحب نے اپنے متبعوں کا نام فرقہ احمدیہ اور احمدی مذہب کے مسلمان رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد دوسرا احمد ان میں سے محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیش گوئی تھی کہ حضرت محمدؐ ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور سینکڑوں مسلمانوں کو قتل کیا لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ حضرت محمدؐ دنیا میں امن اور صلح پھیلائیں گے اور اللہ نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اول حضرت محمدؐ کی مکے کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر و شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینے کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی اللہ کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیش گوئی کی گئی کہ آخری زمانے میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا حضرت محمد ﷺ کو دو بروزوں کی حاجت پڑی ایک بروز محمدی موسوی دوسرا بروز احمدی عیسوی بروز محمدی موسوی کے لحاظ سے مظہر حقیقت محمدیہ کا نام مہدی رکھا گیا اور اہلاک ملل باطلہ کے لئے بجائے تلوار کے قلم سے کام لیا گیا اور بروز احمدی عیسوی کے لحاظ سے مظہر حقیقت احمدیہ کا نام مسیح اور عیسیٰ رکھا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری مجلس اللہ نما ہے ان کو اللہ کی طرف سے عربی فارسی اردو انگریزی میں الہام ہوتا ہے کبھی ایک ہی سلسلہ الہام میں ایک وقت میں کئی زبانوں کے الفاظ ہوتے ہیں۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔

(۱) لا تخف انا انت الاعلیٰ یعنی کچھ خوف مت کر کہ تو غالب ہے۔

(۲) بکر و شیب۔ مرزا صاحب اس الہام کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ اللہ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا جن میں سے ایک بکر ہوگی دوسری بیوہ۔

(۳) ایک زمانے میں مرزا صاحب کا دل باعث گوشہ گزینی اور ترک دنیا کے اہتمامات تامل سے سخت کارہ تھا اذر عیال داری کے بوجھ سے طبیعت متنفر تھی تو اس حالت

کے تصور کے وقت یہ الہام ہوا۔ ہرچہ باید نوعرو سے راہمہ سامان کنم۔ یعنی اس شادی میں تجھے کچھ فکر نہیں کرنا چاہئے ان تمام ضروریات کا رفع کرنا میرے ذمے رہے گا۔
(۴) یا احمد اسکن انت وزوجک الجیمہ۔

(۵) قادر ہے وہ بارگیر ٹوٹا کام بناوے۔ بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پائے۔
(۶) دس دن کے بعد موج دکھاتا ہوں الا ان نصر اللہ قریب فی سائل متیاس دین
دل یوگوٹو امرتسر یہاں تک الہام کی عبارت ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ دس دن کے بعد روپیہ آئے گا اللہ کی مدد نزدیک ہے اور جیسے جب جننے کے لئے اونٹنی دم اٹھاتی ہے تب اس کا بچہ جننا نزدیک ہوتا ہے ایسا ہی مدد الہی بھی قریب ہے دس دن کے بعد جب روپیہ آئے گا تب تم امرتسر بھی جاؤ گے۔

(۷) اپنی چکار دکھلاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن اللہ اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

(۸) ایک عزت کا خطاب ایک عزت کا خطاب لک خطاب العزۃ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔

(۹) اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

مرزا صاحب اپنی دعا کے ضمن میں اللہ سے خطاب کرتے ہیں تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ اٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانے میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا اور تو نے ہی مجھے کہا کہ تو میری نظر میں منظور ہے میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں تو نے ہی مجھے فرمایا کہ وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔ اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ تو میری درگاہ بارگاہ میں وجیہ ہے اور میں نے اپنے لئے تجھے اختیار کیا۔

مرزا صاحب نے البدر مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء میں شائع کرایا تھا کہ میرا کام یہی ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلا دوں پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ قلت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں مرزا

صاحب نے مباہلے کے مقابلے میں جس میں لعنت ہوتی ہے اعجازی مقابلہ ایجاد کیا ہے کہ فصیح و بلیغ عبارت اس حد تک لکھی جائے کہ کوئی مخالف اس کی نظیر بنانے پر قادر نہ ہو مرزا صاحب تحفہ گولڑویہ میں لکھتے ہیں کہ ہنود اپنے گزشتہ اوتاروں کے ناموں پر آئندہ اوتاروں کے انتظار کرتے رہے ہیں اور اب بھی آخری اوتار کو جس کو کلکی اوتار کے نام سے موسوم کرتے ہیں کرشن کا اوتار مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسا کہ کرشن کی صفات میں سے رور گوپال ہے یعنی سوروں کو ہلاک کرنے والا اور گائیوں کو پالنے والا ایسا ہی کلکی اوتار ہوگا یہ ایک کرشن کی صفات کی نسبت استعارہ ہے کہ وہ درندوں کو ہلاک کرتا تھا یعنی سوروں اور بھیڑیوں کو اور گائیوں کو پالتا تھا یعنی نیک آدمیوں کو اور مراد اس سے یہ ہے کہ زمانے کا دور ہی ایسا آجائے گا اور آسمانی ہوا شریروں کو نابود کرتی جائے گی اور نیک بڑھیں گے اور پھولیں گے اور زمین کو پر کریں گے تب اس مسیح پر رور گوپال کا اسم صادق آئے گا اور میں جو وہی مسیح اور مظہر صفات مذکورہ ہوں اس لئے کشفی طور پر مجھے ایک شخص دکھایا گیا گویا وہ سنسکرت کا ایک عالم آدمی ہے جو کرشن کا نہایت درجہ معتقد ہے وہ میرے سامنے کھڑا ہوا اور مجھے مخاطب کر کے بولا کہ ہے رور گوپال تیری استت گیتا میں لکھی ہے اس وقت میں سمجھا کہ تمام دنیا ایک رور گوپال کا انتظار کر رہی ہے اللہ نے کشفی حالت میں بارہا مجھے اس بات پر اطلاع دی ہے کہ آریہ قدیم میں کرشن نام ایک شخص جو گزرا ہے وہ اللہ کے برگزیدوں اور اپنے وقت کے نبیوں میں سے تھا اور میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ میں ہوں کرشن کی دو صفت ہیں ایک رور یعنی درندوں اور سوروں کا قتل کرنے والا یعنی دلائل اور نشانوں سے دوسرے گوپال یعنی گائیوں کا پالنے والا یعنی اپنے انفاس سے نیکیوں کا مددگار اور یہ دونوں صفتیں مسیح موعود کی صفتیں ہیں مرزا صاحب کی اس آخری الہامی جست کی داد دینے کو جی چاہتا ہے اس نئی تثلیث نے مسلم عیسائی اور اہل ہنود سب کو اپنی اپنی جگہ پر اپنے اپنے عقیدے اور رسم و رواج پر قائم رہنے کے باوجود ایک ہی سلسلے میں منسلک کرنے اور سہ رنگی بھیڑوں کا ایک گلہ بنانے اور بالآخر نجات دلانے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اول اول دعویٰ مجددیت کیا پھر ظلی طور پر مسیح موعود ہوئے پھر بروزی مسیح موعود بن گئے جب ترقی ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل ہو گئے اسی اثنا میں مہدی حکم۔ کا سر الصلیب امام الزماں وغیرہ وغیرہ بھی بنتے رہے حتیٰ کہ کرشن ہونے سے بھی نہ چو کے شدہ شدہ ان کی یہاں تک بڑھی کہ اصلی مسیح موعود

ہو گئے جب یہ دعویٰ بھی فیاضی کے ساتھ ان کی جماعت نے تسلیم کر لیا تو پھر حضرت مسیح سے بھی افضل ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ ان کا شعر ملاحظہ ہو۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

جب خوش اعتقادوں نے اس پر بھی اف نہ کی تو مرزا صاحب تھے آدمی سمجھدار انہوں نے خیال کیا کہ جب صدیقین اس بری طرح اپنی عقلوں کو ہم پر اور ہمارے کلام پر نثار کر رہے ہیں تو اب کور کسراٹھا کرنے کی کوئی وجہ نہیں چنانچہ ان کو فوراً الہام ہوا انت منی بمنزلہ اولادی اولاد کے بنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے تکلف دوستی ہوتی ہے چنانچہ اپنی کتاب ضرورۃ الامام صفحہ ۲۴ میں لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ اس عاجز سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے روشن چہرے سے اتار دیتا ہے اور میں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ گویا کوئی مجھ سے مذاق کر رہا ہے۔ لیجئے جب مذاق مستی تک نوبت پہنچ چکی تو اب برابر کی دوستی میں کیا شبہ رہا۔ اس کے بعد مرزا صاحب عین اللہ ہو جاتے ہیں چنانچہ الحکم مورخہ ۲۲۔ فروری ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب کا الہام لکھا ہے انما امرک اذا اردت شینا ان تقول لہ کن فیکون مرتبہ کن فیکون حاصل ہونے کے بعد ان میں اور اللہ تعالیٰ میں کیا فرق رہا۔ دیکھئے سلسلہ کہاں سے شروع ہوا اور اس کا خاتمہ کہاں ہوا۔ پھر لطف یہ کہ اس کے بعد بھی مجددیت کے پردے کی آڑ لیتے رہے اور مثیل مسیح موعود اور مثیل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کو لکھتے رہے۔

غرض کہ مرزا صاحب اپنی تحریرات کے بموجب اللہ بھی تھے اللہ کی اولاد بھی تھے اور اللہ کے دوست بھی تھے۔ کرشن بھی تھے۔ مہدی بھی تھے۔ مجدد بھی تھے۔ مسیح بھی تھے۔ ظلی نبی بھی تھے اور نہ معلوم کیا کیا تھے ان پر ایمان فرض بھی تھا کیونکہ نبی تھے اور بالکل فرض نہ تھا کیونکہ صرف مجدد تھے۔ غرض مرزا صاحب سب کچھ تھے اقوال میں تناقض بھی تھا زبانی جمع خرچ کے لحاظ کے پکے دیندار تھے عمل کے لحاظ سے دنیا داروں کی بھی ان کے سامنے ہستی نہ تھی۔ مرزا صاحب کیا تھے سراسر گلدستہ عجائب تھے لیکن جو خوش اعتقادی ان کی نسبت قائم ہو چکی تھی وہ نہ گئی پر نہ گئی بعض باتوں کو بعد میں مرزا صاحب نے خود منسوخ کیا۔

فرماتے ہیں کہ جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا صرف ان معنوں سے کیا کہ میں مستقل طور پر شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ نہ میں بلا واسطہ نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پا کر اس کے واسطے اللہ کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں ان معنوں سے

رسول اور نبی ہونے سے انکار نہیں کرتا (ایک غلطی کا ازالہ نمبر ۶)۔

ملا عبداللطیف خوست کو امیر حبیب اللہ خان والی کابل نے اسلام سے پھر جانے اور مرزا صاحب قادیانی کو پیغمبر قبول کر لینے اور پیغمبران علیہم السلام کی توہین کرنے اور بالخصوص حضرت عیسیٰؑ کو سخت گندی گالیاں دینے کی پاداش میں باوجود توبہ کی مہلت کے سنگسار کرادیا کیونکہ شریعت اسلام میں تاکید حکم ہے کہ ایسے شخص کو سنگسار کیا جائے پس ہفتیان شریعت کے فتوے کے مطابق ایسا کیا گیا۔

مرزا صاحب نے بڑے شد و مد سے دعویٰ کیا تھا کہ میرا ایک عورت سے نکاح ہونا ضرور ہے جو آسمان پر ان سے پڑھا جا چکا تھا مگر وہ بی بی باوجود ہزار کوششوں کے ان کے نکاح میں نہ آئی بلکہ اس زمانے سے آج تک ایک دوسرے شریف آدمی کی بی بی ہے۔
مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ اب آسمانی منکوحہ کے ملنے کی کوئی امید نہیں تب انہوں نے حقیقتہ الوحی میں لکھ دیا کہ اللہ جس خبر اور وعدے کو چاہے پورا کر دے اور جس کو چاہے باطل کر دے اور بہت سی پیش گوئیاں ان کی موت سے باطل ثابت ہو گئیں مثلاً۔

(۱) مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں فوت نہ ہوا تو میں دجال اور کذاب۔

(اشتہار مرزا صاحب مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

(۲) جوانی کا واپس آنا (بدر مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۶ء)۔

(۳) ڈاکٹر عبدالحکیم میری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نیست و نابود ہو جائے گا (تبصرہ مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۰۷ء)

(۴) مرزا صاحب کی عمر ۹۵ سال کی ہوگی (الحکم ۲۳۔ دسمبر ۱۹۰۳ء)۔

(۵) قیامت خیز زلزلہ آنے کو ہے۔ (مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ مارچ ۱۹۰۶ء)

(۶) غلام حلیم اور یحییٰ کی بشارت (تبصرہ)۔

(۷) عالم کباب کی پیدائش جس کے پیدا ہوتے ہی تمام عالم کے لئے تباہ ہو جانا تھا اور پھر مرزائیوں کی فتح اور خوشی ہونی تھی (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۸ء)۔

(۸) دوبارہ زندگی منسوخ شدہ زندگی (البدر ۲۳۔ اپریل ۱۹۰۸ء)۔

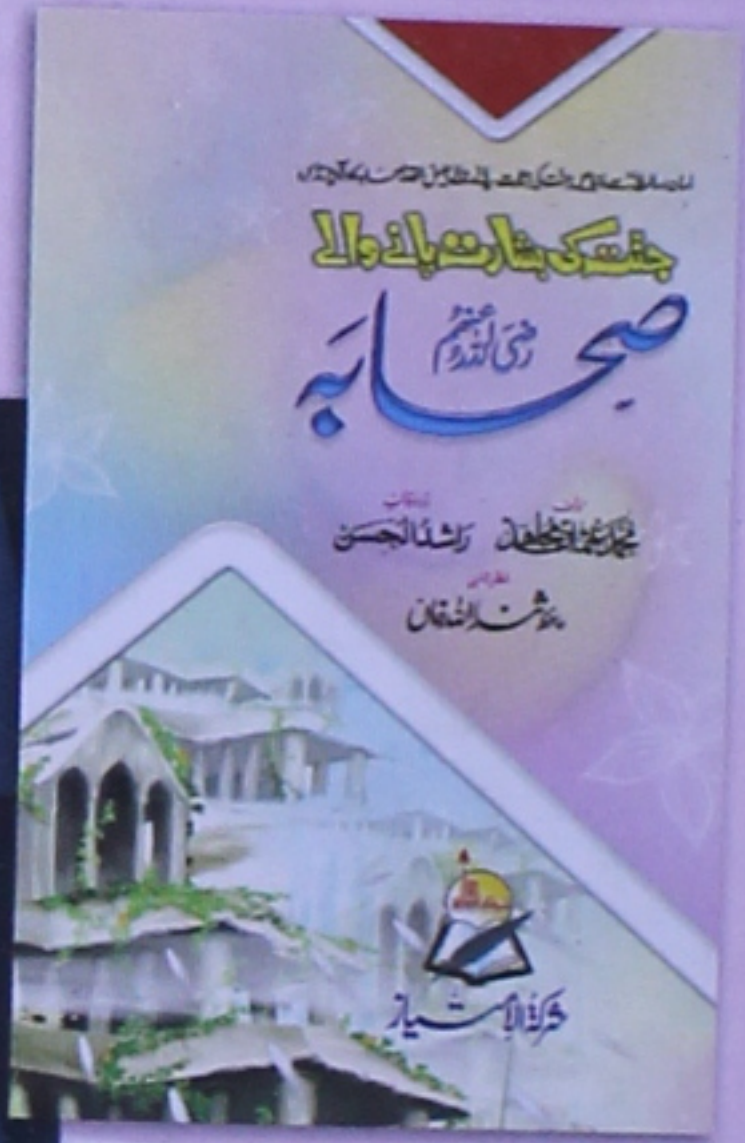
(۹) دو خواتین مبارکہ تیرے نکاح میں آئیں گی جن کو تو نصرت جہاں بیگم کے بعد پائے گا اور ان سے تیری نسل بکثرت ہوگی (مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ ۲۰ فروری

۱۹۰۶ء)۔

ان پیش گوئیوں کے وقوع میں آنے سے پیشتر۔ ۲۶ مئی۔ ۱۹۰۸ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۲۶ ہجری کو دس بج کر دس منٹ پر بوقت صبح لاہور میں عارضہ ہیضہ یا درد گردہ سے انتقال کیا تاہم انہیں اپنے کام میں خاصی کامیابی ہوئی اور لاکھوں تک ان کے مریدوں کی تعداد پہنچ گئی جن میں کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیم یافتہ اور بڑے بڑے تاجر شامل تھے۔

تنبیہ: مرزا صاحب نے علمائے اہل سنت و الجماعت کو جن الفاظ سے یاد کیا ہے اس سے زیادہ گندے الفاظ کسی کو میسر نہیں آسکتے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے قصائد احمدیہ وغیرہ۔ خبیث۔ شیطان۔ مصل۔ کذاب۔ ناری۔ غوی۔ اجہل۔ احمق۔ شقی۔ ذیب۔ کلب۔ ملائین۔ اشرارہام۔ فنان۔ دجال مفتری اوباش بے ایمان۔ بے حیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مولوی نذیر حسین دہلوی نے مرزا صاحب کے حق میں تکفیر کا فتویٰ لکھا ہے جس پر بہت سے علما کی تصدیق ہے اس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اہل سنت سے خارج ہیں ان کا عمل اور طریق ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضال کا طریق ہے ان کے دعوے دا شاعت اکاذیب اور اس ملحدانہ طریق سے ان کو تمس دجالوں میں سے جن کی خبر حدیث میں وارد ہے ایک دجال کہہ سکتے ہیں اب مسلمانوں کو چاہئے کہ ان سے احتراز کریں اور ان سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو اہل اسلام میں باہم ہونے چاہیں ان کی محبت اختیار کریں اور ان کو ابتداً سلام کریں اور نہ ان کو دعوت مسنون میں بلائیں نہ ان کی دعوت قبول کریں اور نہ ان کے پیچھے اقتداء کریں اور نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھیں۔

جون ۱۹۰۹ء میں ریاست رام پور میں علمائے اسلام اور جماعت احمدیہ قادیانی میں نہایت عمدہ مناظرہ ہوا۔ اس مناظرے کے دوران میں ایک نیا مسئلہ جماعت احمدیہ قادیانی سے معلوم ہوا کہ سات برس کے بعد ہر انسان کا جسم بدل جاتا ہے۔ مرزا صاحب کی مسند خلافت پر حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح والمہدی کے نام سے ہیں اور بیعت توبہ اور بیعت اطاعت لیتے ہیں۔



شركة الاستیاز

غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور